نگارستان کشمیر

۱۳۵۲ھ

مصنفہ

قاضی ظہور الحسن ناظم سیوہاروی

لقد کان فی قصصہم عبرۃ لاولی الالباب

الحمد للہ والمنہ کہ کتاب لاجواب

نگارستان کشمیر

١٣٥٢ھ

مصنفہ

قاضی ظہور الحسن ناظم متوطن سیوہارہ ضلع بجنور

مصنف

تصحیح التاریخ و تاریخ الفقہ و غازیان ہند و کتاب المغازی و میزان التحقیق و تحفۂ عثمانیہ و محمود اور فردوسی و مناظر السالک و المفید وغیرہ و مترجم عقیدۃ الطحاوی

باہتمام حکیم ذکی احمد خان

در جید برقی پریس بلیماران دہلی طبع شد

قیمت فی جلد (علاوہ محصول ڈاک) [illegible]

فہرست مضامین نگارستان کشمیر

غلطنامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۳	۱۶	سرجان سیلکم	سائنٹفک سوسائٹی علی گڈھ
۶۱	۲	قالب	قامت
۶۱	۱۰	فردوس زمین	فردوس برین
۶۲	۲	میں کوئی	ہیں ترقی
۶۷	۱۳	ششیر مال	مشیر مال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

عرضِ حال

یہ فقیر مدتِ دراز سے علم تاریخ کی خدمتگذاری میں مشغول ہے، خداوند ذوالجلال کا شکر ہے کہ قدیم وجدید دونوں خیالات کے بزرگوں نے خاکسار کی تالیفات کو شرف قبول بخشا ہے فقیر ہرسال چندماہ اِدہر اُدہر مختلف بلاد وامصار اور کتب خانوں میں پھر کر تالیفات کے لئے مواد فراہم کیا کرتا ہے۔ اس سال ۱۳۵۲ھ ہجری میں کشمیر جانے کا اتفاق ہوا، میں تاریخ الفقہ و تاریخ ہند وغیرہ کے مضامین مرتّب کر رہا تھا، ابھی دُہن میں کتب خانہ سرینگر میں گیا، یہاں ایک کتاب گُلدستہ کشمیر نظر سے گذری، میں نے اِس کتاب کا نام دوران قیام حیدرآباد میں بھی سُنا تھا، مگر دیکھنے کا اتفاق نہوا تھا، کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے، کشمیر چونکہ ایک مشہور دلچسپ مقام ہے اس لئے اکثر آدمی اس کے حالات معلوم کرنے کی کوشش میں رہتے ہیں۔ کتب خانہ آصفیہ میں طلبا رجامعہ عثمانیہ کو اکثر اس کتاب کا مطالبہ کرتے سُنا، کشمیر میں بھی اِس کتاب کو مشہور پایا۔ یہ تاریخ ریاست کشمیر کے ایک عہدیدار پنڈت کی تصنیف ہے، کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنّف کو نہ علم تاریخ سے لگاؤ ہے نہ تصنیف و تالیف سے دل بستگی ہے، یہ کتاب اُس نے کسی خاص غرض کے تحت میں کسی فرمائش پر لکھی ہے، یہ مؤلف نہایت متعصّب، دریدہ دہن، غیر مہذب توہم پرست، علم تاریخ سے نابلد ہے اس نے خواہ مخواہ مسلمانوں کے خلاف بہت زہر اگلا ہے حضرت

آدم علیہ السّلام اور بعض بزرگانِ اسلام کی توہین کی ہے، سلاطینِ اسلام اور مسلمان حکمرانوں پر جھوٹے الزامات لگائے ہیں، مورخین اسلام پر بیجا نکتہ چینی کی ہے مسلمان قوموں کے اخلاق پر نازیبا حملے کئے ہیں، ایک اور تاریخ دیکھی جس کا نام تاریخ ریاست جموں و کشمیر ہے جو مدارس ریاست کشمیر میں رائج ہے، یہ گلدستۂ کشمیر کے برابر زہریلی تو نہیں مگر اُسی کا خلاصہ معلوم ہوتی ہے۔

یہ اِس قسم کی کتابیں ہیں جو ہندو مسلمان دونوں قوموں کے اختلاف کی خلیج کو وسیع کرتی ہیں کون نہیں جانتا کہ ہندو مسلم نفاق ملکی ترقی کے لئے مُہلک مرض ہے، جن لوگوں کو ملک و قوم سے ہمدردی ہے وہ اس قسم کی کتابوں کا دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ یہ اور اس قسم کی تاریخیں سرتاپا غلط بیانیوں کا مرقع ہیں جو پڑھنے والوں کے دلوں میں تعصّب کینہ حسد اور فرقہ بازی کا بیج بُوتی ہیں، ہندوستان میں ہندو مسلم فرقہ وارانہ کشمکش کی ذمّہ دار ایسی ہی تاریخیں ہیں، اِن میں نہ تحقیق و تدقیق سے کام لیا گیا ہے نہ یہ کوشش کی گئی ہے کہ ہندو مسلمان حکمرانوں کے دامن پر غلط نویس مورخوں کے قلم سے جو دھبّے لگے ہیں اُن کو دُور کیا جائے نہ یہ سعی کی گئی ہے کہ توہم پرستوں نے جو دوراز قیاس حکایات مشہور کر رکھی ہیں اُن کی تحقیق کیجائے اور اصلاح کا سلسلہ قایم کیا جائے، مجھے کشمیر اور حیدر آباد اور بعض مقامات پر چند آدمی ایسے ملے جن کے خیالات اِن کتابوں کے مطالعہ سے خراب ہوگئے تھے، اس لئے میں نے یہ قصد کیا کہ کشمیر کی تاریخ لکھی جائے اور ان کتابوں کی غلطیوں کو ظاہر کردیا جائے، الزامات کے دفعیہ کی کوشش کیجائے، میرا یہ مطلب نہیں کہ حکومت اسلامیہ اور سلاطین و حکّام اسلام اور مُسلمان ہر قسم کے عیوب و نقائص سے پاک ہیں یا اُن کے عیوب کو ظاہر نہ کرنا چاہیئے، یہ تو مورّخ کا فرضِ عین ہے کہ جس کے متعلق جو مواد ملے اُس کو مرتب کردے لیکن واقعات تحقیق کے ساتھ لکھے، طرزِ بیان دل آزار نہو، تہذیب و متانت کو ہاتھ سے نہ دے اُس کا مقصود صرف واقعہ کا بیان ہو طنز و طعن مدّ نظر نہو، بازاری گپوں اور جاہلوں کے افسانوں کو تاریخ میں داخل نکرے۔ میں نے اس کتاب میں خاص طور پر یہ التزام کیا ہے کہ واقعات کو تحقیق کے ساتھ لکھا جائے اور کوئی بات تنہا مسلمان مصنفین کے بھروسے پر نہ لکھی جائے

غیر مسلم مورخوں بالخصوص ہندو مصنفوں کے اقوال لئے جائیں، راجگان و سلاطین کشمیر کے حالات
میں راج ترنگنی و گلزار کشمیر و گلدستہ کشمیر و تاریخ ریاست جموں و کشمیر کو پیش نظر رکھا ہے ترتیب
راجگان و سلاطین میں تکمل تاریخ کشمیر کا اتباع کیا ہے کیونکہ اب تک جس قدر انگریزی فارسی اُردو
تاریخیں کشمیر کی لکھی گئی ہیں یہ سب میں صحیح اور بہتر ہے، یہ تاریخ میرے دوست منشی محمد الدین صاحب
فوق کشمیری کی تصنیف ہے جو بہت سی مفید کتابوں کے مصنف ہیں مگر افسوس کہ بعض واقعات
میں اُنہوں نے آنکھیں بند کر کے ہندو مصنفین کی تقلید کی ہے، خود تحقیق کی تکلیف گوارا نہیں کی
فقیر نے اس ہی خیال سے کہ ایک سچی تاریخ مرتب ہو جائے اور متعصبین کی قلعی کھل جائے کشمیر کی
تاریخ لکھنے کا قصد کیا جو تقریباً دو سال میں تکمل ہوئی چونکہ سنہ ۱۳۵۲ ہجری سے اس کتاب کا آغاز
ہوا اس لئے اس کا تاریخی نام نگارستان کشمیر رکھا، اس خیال سے کہ تاریخی واقعات دیگر
مسایل کے ساتھ خلط ملط نہ ہو جائیں اس کتاب کو ابواب پر تقسیم کر دیا

باب اوّل سیر کشمیر	باب دوم مضامین مفیدہ	باب سوم کشمیر کا جغرافیہ
باب چہارم تاریخ کشمیر	باب پنجم تاریخ جامع مسجد سرینگر	باب ششم بزرگان کشمیر
باب ہفتم مشاہیر کشمیر	باب ہشتم مضامین متفرق	باب نہم مضامین خاص

ابواب اوّل و دوم و سوم و چہارم و ہشتم اس فقیر نے لکھے ہیں باقی برخوردار عبدالصمد سلمہ اللہ الاحد
نے لکھے ہیں، میرا مقصد اس کتاب سے اصلاحِ خیال ہے کسی پر طنز و طعن مقصود نہیں، طنز و
طعن وہی لوگ کرتے ہیں جن کا بیان حق و صداقت سے خالی ہوتا ہے، یا وہ غیر مہذب کرتے ہیں
جن کے دل میں قدماء کی عزت نہیں ہوتی میں اس خیال سے مشاہیر ہند کا احترام کرتا ہوں کہ
وہ ایک مُلک اور ایک قوم کے سر برآوردہ اشخاص ہیں ؎

ازسعی و صدق آمدہ ترتیب این کتاب — مقصود ازیں چہ ہست بگویم خدا گواہ
اہلِ زمان باصل حقیقت برند پے — تا روئے کاذبان ستمگر شود سیاہ

کشمیر کی تاریخ اور مورخین کشمیر کے بیانات میں جو اغلاط ہیں اُن کے متعلق جو مجھے تحقیق ہوا ہے

اُس کو میں نے باب دوم کے مضامین میں ظاہر کر دیا ہے، باقی باب چہارم میں تاریخ اُسی طرح بیان کی ہے جس طرح اب تک لکھتے چلے آئے ہیں اس سے یہ فائدہ ہے کہ صحیح تحقیقات اور قدیم بیانات دونوں محفوظ ہو گئے، ناظرین کو مطالعہ سے معلوم ہو جایگا کہ اس کتاب سے کشمیر کی تاریخ میں ایک ایسا انقلاب عظیم پیدا ہو گیا ہے جس کی طرف ابتک مورخین کا خیال بھی نہ تھا، چونکہ مؤلف گلدستہ کشمیر نے اناپ شناپ چند سطروں میں بے سروپا الزامات کا تار باندھ دیا ہے اگر اُن کی تحقیق ایک جگہ کیجاتی تو خلط مبحث کا خطرہ تھا، اِس سے بچنے کیلئے بعض موقعوں پر نوٹ لکھدئے ہیں بعض اعتراضات کی تحقیق مضامین باب دوم میں اور بعض کی مضامین باب ہشتم و نہم میں ہے، میں اُن کثیر التعداد کتابوں کی فہرست دیکر کتاب کے حجم و بیان کو طول نہیں دینا چاہتا جن کی مدد سے یہ کتاب مرتب کی گئی ہے، ناظرین کو مطالعہ سے خود معلوم ہو جائیگا کہ یہ سینکڑوں کتابوں کا عطر ہے، اگر میری تحقیقات میں کسی صاحب کو کوئی غلطی معلوم ہو تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں معقول و مستند ہونے پر مجکو طبع ثانی میں اس کے درج کرنے میں عُذر نہ ہوگا۔ خداوند ذوالجلال اس کتاب کو برادران اسلام اور برادران وطن کے اصلاح خیال کا ذریعہ بنائے۔

حقیر فقیر

ناظم سیوہاروی

رجب سنہ ۱۳۵۳ ہجری

مطابق سنہ ۱۹۳۴ء

باب اوّل

سیرِ کشمیر

میرے محبِّ مکرم امیر باذل مولانا الحاج خواجہ فیض الدین صاحب ایڈوکیٹ حیدرآباد دکن ہر سال موسم گرما میں سیر تفریح کے لئے کسی پہاڑی مقام پر جایا کرتے ہیں، ملازمین کے علاوہ دوست احباب میں سے بھی دو ایک کو ساتھ لیتے ہیں۔ اس حقیر فقیر پر اس درجہ عنایت ہی کہ حضر وسفر میں اکثر ساتھ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، اس سال مئی ۱۹۲۳ء میں کشمیر کو چلے مولوی صاحب موصوف کے سکرٹری مسٹر ریاض الحق صاحب سہارنپوری، الف خان داروغہ مکانات دو ملازم حسن محمد حیدرآبادی و محمد عمر نگینوی، احباب میں سے یہ فقیر اور مولوی محمد عثمان صاحب سہارنپوری بی۔اے۔ایل۔ایل۔بی علیگ وکیل ہائیکورٹ ساتھ تھے۔ مولوی صاحب ایک مشہور و معروف امیر ہیں، قریب قریب ہر شہر میں مولوی صاحب کے نیازمند موجود ہیں، چونکہ سب کو معلوم ہی کہ مئی کے مہینہ میں سرد مقام کا سفر کیا کرتے ہیں اور سال گزشتہ مسوری تشریف لیگئے تھے، اس لئے اس سال کے قصد کے متعلق اکثر احباب نے استفسار فرمایا تھا، عزم کشمیر اور تاریخ روانگی سے اُن کو مطلع کر دیا تھا۔ مگر ایک عزیز کی علالت کی وجہ سے تاریخ مقررہ پر روانہ نہو سکے اسلئے بھوپال، آگرہ، دہلی، میرٹھ، دیوبند، سہارنپور وغیرہ اسٹیشنوں پر تاریخ مقررہ پر احباب آکر مایوس واپس گئے، دوبارہ اطلاع دینے کا وقت باقی نہیں رہا تھا، لیکن روانگی کے دن مولوی عثمان صاحب نے اپنے بھائی کو تار دیدیا تھا اس لئے سہارنپور کے اسٹیشن پر خاصہ مجمع احباب تھا۔ مولوی عثمان صاحب کے بھائی، مسٹر ریاض الحق صاحب کے والد کھانا مٹھائی پھل وغیرہ

لائے تھے۔ ہمارے پاس لاہور کا ٹکٹ تھا صبح کے وقت لاہور پہنچے۔ میری طبیعت ناساز ہوگئی اس لئے میں اور محمد عمر ملازم اسٹیشن ہی پر رہے مولوی صاحب معہ دیگر ہمراہیوں کے شہر کی سیر کو چلے گئے۔ دو بجے دن کے لاہور میں زلزلہ آیا۔ ایک ریلوے کا کلرک کمرے سے روتا چلاتا نکل کر بھاگا، رات کے آٹھ بجے لاہور سے روانہ ہوئے، صبح راولپنڈی پہونچے، راولپنڈی سے سری نگر (۱۹۶) میل ہے، کار ہم روزہ اور لاری دوسرے دن پہونچتی ہے۔ راولپنڈی میں ایک سن رسیدہ ہندو سے ملاقات ہوئی ان کا نام گوکل داس کچھی تھا، نہایت معقول اور شریف آدمی تھے، یہ جڑی بوٹیوں کی تحقیقات میں مصروف ہیں اور اس مضمون پر ایک کتاب لکھ رہے ہیں اسی سلسلہ میں کشمیر کو جا رہے ہیں، دس بجے دن کے ہم راولپنڈی سے موٹر میں سوار ہوکر روانہ ہوئے۔ کوہ مری سے آگے راستے میں ایک موٹر جلا ہوا پڑا تھا اس میں آٹے کی بوریاں بھری ہوئی تھیں۔ سگرٹ بازی کی علّت میں آگ لگی، موٹر مع سامان جل گیا، آدمی بچ گئے۔ کوہ ہالہ پہنچکر کھانا کھایا، کچھ دیر آرام کیا ظہر کی نماز پڑھی۔ یہاں دریائے جہلم پر پل بنا ہوا ہے پل کے پار سے ریاست کشمیر کی حد شروع ہوتی ہے، یہاں کوارٹرس بنے ہیں ان میں ایک مختصر دفتر ہے یہاں آنے جانے والے مسافروں کے نام لکھے جاتے ہیں (اس سال سنہ ۱۹۳۴ء میں جو ہم گئے تو نام نہیں لکھے گئے شاید وہ قاعدہ منسوخ ہوگیا ہوگا) محرّر صاحب نے الف خان کو پہلے حلق خان پھر حلف خان لکھا تیسری بار سمجھانے پر الف خان لکھا۔ یہاں سے تھوڑی دور چلے تھے کہ سڑک پر پہاڑ کا ایک حصّہ گرا ہوا دیکھا، راستہ بند تھا، انجنیری کی مدد مصروف کار تھی، چند گھنٹے میں راستہ قابل گذر ہوگیا، اوّل تو ہم راولپنڈی سے دیر میں چلے کچھ وقت کوہ ہالہ میں صرف ہوا پھر راستے میں پہاڑ نے رہزنی کی اس لئے ہم روزہ پہونچنا مشکل ہوگیا۔ مغرب کے قریب ڈومیل پہونچے یہاں بھی ایک دفتر ہے جہاں مسافروں کے اسباب کی جانچ پرتال ہوتی ہے، وہاں سے چل کر آٹھ بجے شب کے گڈھی پہونچے، ایک ہوٹل میں قیام کیا صبح کو ناشتہ کرکے وہاں سے روانہ ہوئے موضع مٹن میں ہماری موٹر سے ایک تانگہ ٹکرا گیا (ولے بخیر گذشت) دوپہر کے

قریب بارہ مولہ پہونچے، کھانا کھایا ایک معقول صورت سفید پوش مسلمان کو پولیس والے ہتکڑیاں لگائے لئے جا رہے تھے، بازار والے کہتے تھے کہ یہ حقوق طلب جماعت کا ممبر ہے اس پر آگ لگانے کا مقدمہ بنا کر گرفتار کیا گیا ہے۔ حکومت کے اثر سے چند ہم قوم بھی اس کے خلاف گواہ بنگئے ہیں ؎

ہر کس از دست غیر نالہ کند　　　سعدی از دستِ خویشتن فریاد

دو بجے سری نگر پہنچے۔ ہم نے انڈین ہوٹل میں قیام کیا۔ یہ ہوٹل آرام دہ ہے، اس کے کارپرداز خلیق و راحت رساں ہیں، میں ایکدن اپنے کمرہ میں بیٹھا تھا مولوی عثمان برآمدے میں کھڑے بازار کی سیر کر رہے تھے۔ خدا جانے کیا دیکھا، کیا خیال آیا دفعتاً گنگنانے لگے ؎

گالوں میں رنگِ گل ہے تو بالوں میں بوئے گل
ہے سر سے پاؤں تک وہ صنم ہو بہوئے گل،

کشمیر کا دارالحکومت سری نگر سوائے تھوڑے سے حصے امیراکدل وغیرہ کے غلیظ و متعفن ہے مکانات خراب خستہ، سڑکیں تنگ، ہر طرف کوڑے کرکٹ کے انبار، شہر اور شہریوں پر فلاکت و ادبار طاری ہے۔ شہر میں کئی پل ہیں اُن کی چھت لکڑی کے تختوں کی ہے جو بعض بعض جگہ ٹوٹے ہوئے تھے میرے تانگے کا گھوڑا اسی وجہ سے کئی جگہ گرا۔ ایک جگہ تو ایسی خطرناک حالت ہو گئی تھی کہ مجھے اور مولوی عثمان کو خدا ہی نے بچایا۔ مہاراجہ کا قدیم محل خوبصورت ہے، نیا پیلس زیر تعمیر ہے، قریب تکمیل ہے۔ اس پیلس سے چشمہ شاہی قریب ہی، سری نگر کی جامع مسجد قابل دید ہے یہ اپنے طرز کی ایک ہی مسجد ہے شہر میں ایک اسلامیہ مدرسہ ہے۔ یہ درسگاہ یہاں غنیمت ہے، یکشنبہ کو شالامار باغ نشاط باغ کی سیر کی، یہ لاجواب تفریح گاہیں ہیں، کشمیری اگرچہ غلیظ و کثیف رہتے ہیں مگر سیر و تفریح گانے بجانے کے شایق ہیں شب یکشنبہ کو رات ہی سے کشتیوں پر سوار ہو کر گاتے بجاتے، کھانے پکاتے ان باغوں میں پہونچکر تفریح کرتے ہیں، دوشنبہ کو اُس مسجد کو دیکھا جس کو حال ہی میں ریاست نے اپنے قبضے سے نکالکر مسلمانوں کو

حوالے کیا ہے، نہایت ہی شکستہ حالت میں ہے، اب پچاس ساٹھ ہزار کی لاگت سے دُرست ہو سکے گی کشمیر میں مسلمانوں کی اکثریت ہے مگر اکثر مفلس و جاہل بیخبر اب کچھ آنکھیں کھلی ہیں اپنے حقوق کا مطالبہ کر رہے ہیں، ریاست نے تدبیر و تشدد سے ان کو دبانا چاہا مگر وہ سب جھیل گئے ہمئی ۱۹۳۳ء میں بھی ہماری موجودگی میں ایک بلوہ ہوا تھا، اِس سلسلہ میں خوب پکڑ دھکڑ ہوئی (بے خطا پھر رہے ہیں اور اہل خطا پھر رہے ہیں)، پُرامن جلوس میں عورتوں اور معصوم بچوّں، بیکس غریبوں پر ڈوگرہ سپاہیوں نے خوب بید آزمائی کی مگر وہ ٹس سے مس نہوئے ؎

عجب رسمی بنا کردند غلطیدن بخاک و خون ؛ خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

سری نگر میں ایک کتبخانہ ہے فہرست دیکھنے سے معلوم ہوا کہ معمولی کتابونکی تعداد زیادہ ہے۔ مہتمم کتب خانہ نے غالبًا کل کتابونکی تعداد گیارہ ہزار بتائی تھی لیکن ایک صاحب وہیں کہہ رہے تھے کہ بہت مبالغہ کیا، سری نگر ہی سے ہم ادھر اُدھر مشہور مقامات کی سیر کو آتے جاتے رہے۔ کچھ دن ہم نے بوٹ ہاؤس میں بھی گذارے سُنا ہے کہ بوٹ ہاؤس آٹھ آنہ یومیہ سے سو روپیہ یومیہ تک کرایہ کے ہیں، سب ہوس بوٹ کہہ رہے تھے حسن محمد ملازم نے حبیض بوٹ کہا، ہمارے بوٹ ہاؤس کا نام پیرس تھا، ہٹ روپیہ یومیہ قرار پائے۔ بوٹ ہاؤس کے سفر میں ہم نے زمین چوری دیکھی جس کو یہاں (داد) کہتے ہیں، یہاں ایک گھاس ہوتی ہے اس سے ایک سطح بنا کر اُس کو جھیل میں ڈال کر اُس پر مٹی دال دیتے ہیں۔ خربوزہ وغیرہ ایسی چیزیں بو دیتے ہیں، چاروں کونوں پر لمبی لمبی لکڑیاں گاڑ دیتے ہیں اِن لکڑیوں کے ذریعہ سے اس سطح کو کشتی کی طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر سکتے ہیں۔ ایکدن صبح کو میں بوٹ ہاؤس کی چھت پر کھڑا تھا۔ ریاض الحق صاحب بھی تھے۔ مجھے تو کچھ دُور سے نظر آیا نہیں۔ ریاض صاحب ایک ہاؤس بوٹ کو دیکھکر گانے لگے ؎ اے تماشا گاہِ عالم رُوئے تو ؛ تو کجا بہر تماشا میروی،

یہاں سیر سے فارغ ہو کر ہم پہل گام کو چلے، راستے میں پم پور میں زعفران کے کھیت دیکھے

آجکل موسم نہ تھا صرف خالی کیاریاں بنی ہوئی تھیں اُونتی پور میں پانڈوں کے مکان کا کھنڈر دیکھا
اسلام آباد میں دوپہر کا کھانا کھایا۔ گندبک کے چشمے کا پانی پیا۔ چار بجے شام کے پھل گام پہونچے
یہاں کی آب وہوا کشمیر کے مقامات میں سب سے اچھی بتائی جاتی ہے۔ یہ نئی آبادی ہے ابھی ایک
گاؤں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا لیکن اب عمارتیں بنتی جاتی ہیں، موسم گرما میں سیاحوں کی آمد ورفت
کیوجہ سے بازار لگ جاتا ہے ضروریات کا کافی انتظام ہوجاتا ہے اکثر یورپین اور امیر سیاح خیمے
کرایہ پر لیکر دریائے جہلم کے کنارے قیام کرتے ہیں، ہم اوّل خالصہ ہوٹل میں اوپر کی منزل میں
ٹھیرے، ہمارے سوا اسوقت اور کوئی ٹھیرا ہوا نہ تھا، بعد میں اور لوگ آ ئے، دو دو تین تین
دن قیام کرکے خیموں میں چلے گئے ہمارے کمرے کے نیچے جو کمرہ تھا اس میں ایک عورت مقیم تھی
ہم اوپر وہ نیچے، اُترتے چڑھتے آنکھیں چار ہوں سے

عشوۂ او بسینہ ہا وسواس مثل خنّاس فی صدور الناس

پہلے گام کے قریب بنفشہ پیدا ہوتا ہے یہاں اسکو گنفشہ بولتے ہیں، دیہاتی سیروں بنفشہ روزانہ
لاتے ہیں ان سے ایک دوکاندار لےلیتا ہے بنفشہ کے ہموزن نمک دیدیتا ہے یہاں آدمی گنجے کثرت سے
دیکھے، سُنا تھا کہ گنجے صاحب نصیب ہوتے ہیں مگر کشمیر میں گنجوں کی قسمت بھی پھوٹی ہی دیکھی چار دن
کے بعد ہمنے بھی خیمے کرایہ پر لیکر ایک پہاڑی پر کیمپ لگایا۔ اِس منظر کا کیا کہنا چاروں طرف آسمان
سے باتیں کرنے والے پہاڑ نیچے نغمہ سرا جہلم کا بحر ذخّار پیش نظر سبزہ زار زیر قدم رنگا رنگ پھولوں کا
گلستان پر بہار سبحان اللہ الخالق الجبّار۔ اس سیر سے فارغ ہوکر واپسی کا ارادہ کیا اسلام آباد آئے
وہان سے جموں کو چلے، دیر میں چلے تھے اس لئے رات ایک گاؤں میں بسر کی، اگلے دن جموں پہنچے،
جمّوں ایک پہاڑی پر آباد ہے اس کے تین طرف دریائے توی چکر لگا کر نکل جاتا ہے شہر کے تمام بازار،
اور گلیاں پختہ ہیں مگر بے ڈول پتھر لگے ہیں چالیس پچاس ہزار کی آبادی ہے، مہاراجہ کا جموں کا پیلس
سری نگر کے پیلس سے اچھا ہے یہاں خاصی گرمی تھی، طبیعت پریشان ہوگئی جموں سے چلکر
سہارنپور تک میں مولوی صاحب کے ساتھ رہا، وہاں سے سیدھا وطن چلا آیا۔ ۱۹۲۴ء میں پھر کشمیر گئے

اس دفعہ مولوی صاحب کے ساتھ سترہ آدمی تھے۔ مولانا حافظ حاجی محمد ادریس صاحب کاندہلوی بھی تھے۔ حیدرآباد سے چل کر شملہ پہونچے یہاں ایک ہفتہ قیام کیا، یہاں سے کوہ مری گئے، وہاں سے کشمیر واپسی وہی جموں کے راستے سے ہوئی۔ کشمیر کے حالات سفر نہایت رنگین عبارت میں ہوتے مگر ؎ ہوس سیر باغ ہے کس کو دل ہے کس کو دماغ ہے کس کو،

باب دوم

مضامین مفیدہ

علم تاریخ

خداوند ذوالجلال نے اپنے بندوں کی ہدایت و آسایش کے لئے ہر قسم کے سامان جمع کر دئے ہیں اور ہر امر مفید اور کار خیر کی طرف رہنمائی فرمائی ہے تاکہ انسان امن و عافیت کے ساتھ کامیاب زندگی بسر کر سکے۔ علم تاریخ کا مقصد قوموں ملکوں کے حالات کا بتعین اوقات بیان کرنا ہے۔ مشہور یونانی مورخ ہیرودوٹس کا قول ہے کہ انسانوں کے تمدنی مذہبی اخلاقی تعلقات معاشرت کے بیان کو تاریخ کہتے ہیں۔ یہ ایک ایسا مفید علم ہے جس کا قوموں کے عُروج و زوال، تمدن و معاشرت، اخلاق و عادات پر خاص اثر ہے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص قدیم زمانے کے واقعات پر غور کریگا۔ اس کی قوت تدبر و تفکر ترقی کر جائے گی۔ اور وہ معاملات میں بہت کم دھوکہ کھا سکے گا۔ علامہ ابن خلدون کا قول ہے، تاریخ حکمت کا سبق پڑھاتی ہے۔ حکیم بزرجمہر کا قول ہے علم تاریخ صحیح اور درست لائے کا معین و مددگار رہوتا ہے۔ اس لئے کہ متقدمین کے حالات سے متاخرین کو صحیح رائے قایم کرنے کا موقع ملتا ہے، یونانی مورّخ پالبس (جو دوسری صدی قبل مسیح میں تھا) کہتا ہے۔ انسان اپنے ذاتی تجربہ اور دوسروں کے تجربہ سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ پہلی صورت میں بہت سی مصیبتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ دوسری صورت میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی

اور نفع بخوبی حاصل ہوتا ہے، مشہور مقنن سسرو اطالوی (جو ایک صدی قبل مسیح گذرا ہے،) کہتا ہے تاریخ عبرت و بصیرت کی رُوح، حیات انسانی کا مُشیر ہے۔ لارڈ بیکن کا قول ہے تاریخ انسان کو عقلمند بناتی ہے، منشی سجان رائے لکھتے ہیں تاریخ کے مطالعہ سے انسان تجربہ کار بنتا ہے اور مآل اندیشی کی صفت اس میں پیدا ہوتی ہے۔ مشہور مورخ ضیا برنی کا قول ہے رذیلوں کم اصلوں کو تاریخ کی طرف رغبت اور توجہ نہیں ہوا کرتی جو شریف اور عالی نسب ہوتے ہیں وہ بغیر علم تاریخ کے زندہ نہیں رہ سکتے، صاحب جامع التواریخ کا قول ہے علم تاریخ کی کتابوں کے مطالعہ سے عقل و دانائی اور تجربہ میں اضافہ ہوتا ہے۔ چونکہ حکمت و دانش کے دروازے تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں پر کھلجاتے ہیں۔ اِس لئے اسکی عقل کامل ہو جاتی ہے، لالہ لاجپت رائے لکھتے ہیں، کوئی شخص تعلیمیافتہ کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا جو کم از کم اپنے ملک اور قوم کی تاریخ سے واقف نہو، خدائے کریم نے اپنی کتابوں میں گذشتہ واقعات کو بیان فرماکر اس فن شریف کی بنیاد قائم کی ہے۔ اور فطرت انسانی میں علم تاریخ کا میلان رکھا ہے کہ وہ بچپن سے آخر تک قصص و حکایات و واقعات سُننے کا شایق رہتا ہے وہ کتاب جس سے کوئی مورخ بے نیاز نہیں ہو سکتا جس سے زیادہ قدیم کوئی تاریخ نہیں جس میں موزمان اقوام کے نام اُن کی جائے سکونت اور واقعات و سنین مذکور ہیں خدا کی کتاب توریت مقدس ہے، نہیں کہا جاسکتا کہ توریت سے قبل اور بعد کس کس ملک و قوم میں تاریخیں لکھی گئی ہیں۔ اب جو سامان موجود ہے اس سے اسقدر پتہ چلتا ہے کہ ہر ملک میں وہاں کے باشندے اپنے قومی و ملکی و مذہبی واقعات کو بطور قصص و حکایات بیان کرتے چلے آئے ہیں۔ بعض نے اون واقعات کو نظم بھی کیا ہے۔ مصریوں نے تاریخ کی ابتدا اس طرح کی کہ اپنے کارناموں اور واقعات کی تصویریں بنائیں، نقوش طیّار کئے، پھر کبھی کبھی کچھ قرطاس پر بھی لکھے سنہ ۱ قبل مسیح میں یونان کے مشہور شاعر ہومرس نے اپنی وہ مشہور نظم لکھی جس میں یونان کی تاریخ ہے۔ سنہ ۵ قبل مسیح میں ہیروڈس سیّاح نے تاریخ لکھی، سنہ ۴ قبل مسیح میں فارسی طبیب تسیاس نے فارس کی تاریخ ہیروڈس کے طرز پر لکھی، سنہ ۳ قبل مسیح میں مصر کے کاہن سانتوش نے مصر کی تاریخ

لکھی۔ اس کے بعد مبشر دار الصقلی نے تاریخ لکھی غرض علم تاریخ کے کتابی صورت میں موجد ہومر ہیرو ڈوٹس، تسیاس وغیرہ ہیں، عقلائے ہند کی عقول نے اس فن شریف کی حقیقت و ضرورت اور فواید تک رسائی نپائی۔ اُن کا طائر عقل افسانہ طرازی کے جال میں پھنس کر رہگیا عربوں نے اس فن کو خاص خاص اصلاحات کیساتھ ایسی ترقی دی کہ اب اُنہیں کو اس فن کا موجد کہا جا سکتا ہے اُن کی تاریخی تصنیفات کا سرسری تخمینہ بارہویں صدی ہجری تک پانچہزار کے قریب ہے۔

اُسی کتاب کے لئے تاریخ کا لقب موزوں ہے جس میں واقعات کا بیان راست راست بے کم و کاست ہے اور مبالغہ و استعارات سے پاک ہے اور ایسی ہی تاریخ لوگوں کے لئے نفع بخش ہو سکتی ہے

علم تاریخ اور ہندو

کشمیر ہندوستان سے ایک علیحدہ خطہ ہے مگر تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا تعلق زمانہ قدیم سے ہندوستان سے ہے اور پندرہویں صدی عیسوی سے تو یہ ہندوستان کے ساتھ اس طرح گھل مل گیا کہ گویا ہندوستان ہی کا ایک قطعہ ہے اس پر ہمیشہ سے ہندو ہی مسلط نظر آتے ہیں کشمیر کے فرمانروا، کشمیر کے باشندے ہندوستان کے ہندوؤں کے ہم مذہب ہم قوم اور رشتے دار ہیں ان میں ہمیشہ میل جول اور جنگ و جدل رہی ہے اس لئے جو حال ہندوستان قدیم کا ہے وہی حال کشمیر کا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدیم ہندو علم تاریخ اور اس کے فوائد سے واقف نہ تھے کیونکہ انہوں نے کوئی ایسی کتاب نہیں چھوڑی جس کو تاریخ کہا جا سکے، قصوں کہانیوں کے شایق تھے ان کی افسانہ طرازی سے جلدین کی جلدیں بھری پڑی ہیں اس لئے ہندوستان ہو یا کشمیر جس قدر ممالک بھی ہندوؤں کے زیر اثر رہے اُن کی کوئی قدیم تاریخ موجود نہیں۔ ڈاکٹر لیبان لکھتے ہیں ہندوؤں کو تاریخ اور دوسرے علوم میں بالکل دسترس نہ تھی۔ (انقلاب الامم) ڈاکٹر جے. مرے مچل لکھتے ہیں ہندوؤں کی تاریخی کتابوں میں صرف طفلانہ دیومالا اور قصے شامل ہیں۔ .... لالہ ہیرالال لکھتے ہیں افسوس کہ ہندوستان کی کوئی پُرانی تاریخ نہیں ملتی، اِس کے قدیمی حالات پر ایسا گھٹا ٹوپ

بادل چھا گیا ہے کہ جس کا پتہ لگنا تقریبًا ناممکن ہوگیا ہے (منقول از مقدمہ تاریخ ہند قدیم ص۱۰۹)
سر جادو ناتھ سرکار لکھتے ہیں ہندوؤں میں دنیاوی واقعات کی تاریخ لکھنے اور اُن کے اوقات کے
حساب رکھنے کا کیا ذکر ان کو اس کا ذوق بھی نہ تھا۔ مسلمانوں کی آمد سے قبل ہندوؤں نے تاریخ نگاری
نہیں کی، راجاؤں کی تعریف و توصیف میں کچھ نظمیں ضرور ہیں لیکن ہم انہیں تاریخ نہیں کہہ سکتے،
ان میں تاریخوں کا اہتمام نہیں ہے۔ ایسی کتابیں تو بالکل نہیں پائی جاتیں جنمیں بقید یوم اور تاریخ
واقعات لکھے ہوں (سالانہ نمبر رسالہ عالمگیر ۳۴ سنہ ۱۹ء) ہندوؤں کی قدیم کتابوں میں اسقدر استعارات
اور مبالغہ ہے کہ اصل بات کا پتہ چلنا ناممکن ہے۔ اس کی بہت سی مثالیں اس کتاب کے مضامین میں
آئینگی، انگریز، ہندو، مسلمان کوئی مصنف و مورخ ایسا نہیں جس نے انکی مبالغہ آمیزی کی شکایت
نہ کی ہو۔ سب جانتے ہیں کہ کرہ زمین کا منطقہ چوبیس ہزار میل ہے لیکن ہندو مصنفین نے سمیر پہاڑ
کا دائرہ جو اودیپور اور جودھپور کے درمیان سمیر کی گھاٹی کے نام سے مشہور ہے سولہ ہزار جوجن لکھا ہے
اور کوہ آبو کے دائرہ کا قطر تیس ہزار جوجن لکھا ہے، ایک جوجن چار کوس کا لکھا ہے (لیلاوتی)
مسلمانوں کی دیکھا دیکھی ان میں تاریخ نویسی کا رواج ہوا، ابتدائی تصانیف میں تو وہی فسانہ طرازی
و توہم پرستی کا رنگ غالب ہے پھر رفتہ رفتہ اس میں کمی ہوتی گئی ہے لیکن ابھی تک ان کی تصانیف
بازاری افسانوں اور مبالغہ سے بالکل پاک نہیں ہوئی ہیں یہ حالت معمولی تصنیفات اور مصنفین
کی نہیں بلکہ نامور مصنفین کی ہے۔ الہ آباد یونیورسٹی کے نامور پروفیسر تاریخ اور تاریخ ہند کے مصنف
پروفیسر ایشوری پرشاد تاریخ ہند میں عالمگیر بادشاہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ عالمگیر کے عہد کی تاریخ
ایک شخص نے بادشاہ کے ڈر اور خوف سے خفیہ طور پر لکھی اس لئے اسکو خافی خان کہتے ہیں اور اسکی
کتاب کا نام منتخب اللبیب ہے۔ پروفیسر صاحب نے تحقیق نہیں کیا نہ کتاب کو دیکھا اس لئے کتاب کا
صحیح نام بھی نہ لکھ سکے خافی خان کی تاریخ کا نام منتخب اللباب ہے۔ اگر اس کتاب کو ملاحظہ فرمالیتے
تو اس جھوٹی افواہ کو نقل نکرتے۔ خافی خان صاحب منتخب اللباب کا لقب اس لئے نہیں تھا کہ اس نے
خوف سے خفیہ تاریخ لکھی۔ اس نے دیباچہ میں صاف لکھا ہے کہ بادشاہ کی طرف سے اسکو خافی خان

وخوافی خان خطاب تھا کیونکہ وہ خواف کا باشندہ تھا۔ پنڈت لیکھرام تاریخ دنیا میں شنکراچارج کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے آریہ ورت میں ۲۵ کروڑ آدمی کا پراشچت کرایا۔ (کلیات آریہ مسافر مطبوعہ سنہ ۱۹۰۴ء ص ۱۸۵) یہ صریح مبالغہ ہے۔ اگر ۲۵ کروڑ کا پراشچت ہوا تو اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ اس زمانے میں ہندو دھرم بالکل ہی مغلوب ہوگیا تھا پھر بھی کم از کم پانچ کرور آدمی ایسے تسلیم کرنے پڑیں گے جو اصل مذہب پر قایم ہونگے اور جن کے پراشچت کی ضرورت نہ پڑی ہوگی اور کم از کم دو کرور ایسے ہوں گے جنہوں نے پراشچت منظور نکیا ہوگا۔ اس طرح کل ۳۲ کروڑ ہوئے۔ اب چونکہ اس زمانہ کے حساب سے اچھوت اقوام بھنگی چمار ڈھیر اور اقوام گونڈ بھیل وغیرہ ہندؤوں سے کم و بیش دوچند ہیں اسی حساب سے اس زمانہ پر قیاس کیا جائے تو ۶۴ کروڑ یہ مختلف اقوام ہوئیں اس طرح شنکر اچارج کے عہد میں ہندوستان کی آبادی ایک ارب ہوتی ہے جو کسی طرح بھی صحیح ثابت نہیں ہوسکتی اور کوئی بھی اس کو صحیح تسلیم نہیں کرسکتا۔ مہتہ آنند کشور سکریٹری بھارت ماتا لاہور سوانح عمری گرو گوبند سنگھ مطبوعہ سنہ ۱۹۲۴ء میں لکھتے ہیں۔ وہ (عالمگیر) ہندؤوں کا اتنا بڑا دشمن اور کٹر مسلمان تھا کہ جب تک وہ ہندؤوں کے سوامن زنار نہ اتار لیتا تھا کھانا نہ کھاتا تھا (ص ۷) اس زمانہ میں جبکہ بادشاہ ہر روز ہزاروں ہندؤوں کو جب تک مسلمان نہ بنا لیتا تھا، کھانا کھانا حرام سمجھتا تھا (ص ۸)۔

اب اس روایت کی اگر جانچ کیجائے تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر ایک زنار میں ایک تولہ وزن فرض کیا جائے تو سوامن زناروں (۴۰۰۰) تولہ وزن ہوا۔ دو وقت کھانا کھایا جاتا ہے تو روزانہ (۸۰۰۰) زنار اتارے گئے اور آٹھ ہزار آدمی مسلمان بنائے گئے۔ ایک مہینہ میں (۲۴۰۰۰۰) مسلمان ہوئے ایک سال میں (۲۸۸۰۰۰۰) مسلمان ہوئے۔ اورنگ زیب نے تقریباً پچاس برس حکومت کی اس لئے اُس نے (۱۴۴۰۰۰۰۰۰) مسلمان بنائے۔ اورنگ زیب سے صدیوں پہلے سے اسلام ہندوستان میں شائع تھا اسلئے کم از کم ایک کروڑ تعداد قدیم مسلمانوں کی سمجھنی چاہیئے۔ اس حساب سے اورنگ زیب کی وفات کیوقت ہندوستان میں سولہ کروڑ مسلمان ہوئے اور انگریزوں کے شروع حکومت سے اب تک مسلمانوں کی مردم شماری دوچند ہوگئی ہے اسلئے اسوقت ہندوستان میں (۳۲) کروڑ

مسلمان ہوئے اور کل مردم شماری ہندوستان کی تقریباً (۳۴) کروڑ ہے، انگریزوں کی حکومت جب شروع ہوئی ہے تو مسلمان چار کروڑ بھی نہ تھے۔ اگر مہتہ جی ذرا بھی غور سے کام لیتے تو ایسی فاش غلط بیانی نہ کرتے۔ غرض ہندوؤں میں مسلمانوں کی بدولت تاریخ نویسی کا رواج تو ہو گیا ہے مگر ابھی تک ان کی تاریخیں افسانہ گوئی مبالغہ آمیزی، افواہ نویسی اور تعصب سے پاک نہیں ہوئی ہیں خیر (این ہم غنیمت است) ؎

ابھی سن ہی کیا ہے جو بے باکیاں ہوں　　انہیں آئینگی شوخیاں آتے آتے

مؤلف گلدستہ کشمیر کی تاریخ سے ناواقفیت

مؤلف گلدستہ کشمیر علم تاریخ سے نابلد ہے۔ اِس کتاب میں اکثر اس کا ثبوت ملیگا۔ یہاں صرف چند معمولی غلطیوں کا اظہار کیا جاتا ہے (نوین چندر گپت نے جو ناین کے شکم سے تھا۔ باہداد چانک برہمن آٹھوں بھائیوں کو مار کر قبضہ کر لیا۔ اس نے بابل کے مسلمان بادشاہ سکندر کے سپہ سالار کی بیٹی سے شادی کی، گلدستہ کشمیر صہ۴۹) چندر گپت موراراج کا چھتری شہزادہ تھا اس کی ماں ناین یا اور کسی شودر قوم سے نہ تھی۔ اس کا ثبوت اسی کتاب کے کسی مضمون میں ہے سکندر اعظم جس کے سپہ سالار کی بیٹی سے چندر گپت کا شادی کرنا مذکور ہے۔ مسلمان نہ تھا۔ وہ ظہور اسلام سے کم و بیش ایکہزار سال قبل گذرا ہے چونکہ بعض مسلمان بھی سکندر نام رکھتے ہیں۔ اس لئے پنڈت جی سکندر اعظم کو مسلمان سمجھ گئے۔ حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے کشمیر تشریف لانیکے متعلق لکھا ہے (شاہ ہمدانی دہلی سے آیا تھا) حالانکہ تمام مورخ بالاتفاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت اپنے وطن سے تشریف لائے تھے۔ (پریچنگ آف اسلام)۔

دارا شہنشاہ ایران کے متعلق لکھا ہے (دارا بادشاہ ایران نے جو (۴۳۹۵) برس آج سے پہلے گذرا ہے۔ گلدستہ کشمیر صہ۳) تمام تاریخوں سے ثابت ہے کہ دارا (۴۸۶) قبل مسیح تھا جس کو آج تک (۲۴۱۹) برس ہوتے ہیں (آئینہ تاریخ نما و تاریخ ہند و تاریخ ایران وغیرہ)۔

دوسری قوموں کے واقعات و حالات کا تو کیا ذکر اپنی قوم و مذہب کے حالات بھی اس پنڈت جی کو

معلوم نہیں۔ راجہ کشمیر گونند اوّل کے متعلق لکھتا ہے۔ (جسوقت کورو پانڈؤں میں بمقام کوروچھتر جنگ عظیم ہی تھی اور کلجگ کو (۶۵۳) برس گذر چکے تھے راجہ آدگونند جلوہ فرمائے تخت شہی کشمیر ہوا۔ یہ راجہ جراسندھ کا رشتہ دار تھا۔ اس لئے اس کی درخواست سے راجہ آدگونند نے یہاں سے نہضت فرما ہو کر شہر متھرا کا محاصرہ کیا اور سری کرشن سے رزم خواہ ہوا۔ بلبھدرجی برادر سری کرشن کے ہاتھ سے دریائے جمنا کے کنارے پر مغلوب ہو کر مارا گیا۔ گلدستہ کشمیر ص۱۷) اس بیان میں چار غلطیاں ہیں ایک یہ کہ سری کرشن کا اور جنگ مہابھارت کا کلجگ کے ۶۵۳ برس گذرنے کے بعد ہونا کیونکہ ہندوؤں کی تمام مذہبی کتابوں میں مذکور ہے کہ سری کرشن کلجگ سی پہلے گذرے ہیں اور یہی قدیم مورخ پنڈت رتنا گرنے لکھا ہے، دوسرے جراسندھ کا جنگ مہابھارت کے زمانہ میں موجود ہونا بھیم ارجن سری کرشن تینوں راجہ جراسندھ کا خاتمہ جنگ مہابھارت سی پہلے کر چکے تھے تیسرے جنگ مہابھارت کے زمانہ میں متھرا کا محاصرہ ہونا۔ جنگ متھرا مہابھارت سی بہت قبل ہوئی ہے۔ جنگ متھرا سری کرشن کے عنفوان شباب کا واقعہ ہے اور جنگ مہابھارت عالم شیب کا، چوتھے آدگونند کا اس زمانہ میں فرمانروائے کشمیر ہونا حسب بیان پنڈت رتنا گر جنگ مہابھارت کے وقت کشمیر کا راجہ سومدت تھا۔ (حیات سری کرشن و مکمل تاریخ کشمیر) آگے ص۱۸ پر آدگونند دوم یعنی راجہ آدگونند کے پوتے کے بیان میں لکھا ہے (وہ بسبب صغر سنی جنگ عظیم الشان مذکورہ (مہابھارت) میں شامل نہ ہو سکا۔) اس قول سے اوپر کے بیان کی تکذیب ہوتی ہے۔ ایک ہی خاندان کے چار فرمانرواؤں کے بیان بیس برس کی مدت کے واقعات کے ذکر میں ایسی فاش غلطی؟۔ اس غلطی کا مفصل بیان آگے آئے گا۔

گلدستہ کشمیر کے بعض اعتراضوں کا جواب

مسلمان مورخوں کے متعلق لکھا ہے (تعجب ہے کہ مسلمان مورخوں نے بھی بخواہش انعام یا بخوف جھوٹ مبالغہ اور تعریفیں ایسی لکھی ہیں کہ انکی کوئی بات بھی قرین اعتبار نہ رہی۔ ان کا خیال شاید یہ تھا کہ تواریخ خاص بادشاہوں کے یا انکی تعریف کے لئے ہوتی ہے اور دنیا انہیں کے

کے واسطے بنی ہے۔ گلدستہ کشمیر حصّہ دوم ص۱۶۶) آجتک کسی یورپین یا غیر یورپین مورّخ نے مسلمان مورّخین پر اس قسم کا اعتراض نہیں کیا۔ اور مسلمانونکی تاریخ نویسی کی تعریف کی ہے اگر مسلمانون کا قدم درمیان میں سے نکال دیا جائے تو پھر علم تاریخ کا ہی پتہ نرہے۔ علم تاریخ کی جو نمایان خدمت مسلمانوں نے انجام دی ہے وہ اسوقت تک دنیا کی کسی قوم سے نہو سکی۔ مبالغہ وغیرہ کی شکایت ہندو مصنفین کے متعلق عام طور پر ہے اور اس کا خود مؤلف گلدستہ کشمیر کو بھی اقرار ہے جو اپنے موقع پر نقل کیا جائیگا۔ ڈاکٹر ڈبلو کوک ٹیلر لکھتے ہیں ہند کی تاریخ کا مبالغہ حد سے بڑھا ہوا ہے۔ ڈاکٹر جے مرے سچل لکھتے ہیں ہندوؤنکی تاریخی کتابوں میں صرف طفلانہ دیومالا اور قصّے شامل ہیں۔

الفسٹن صاحب لکھتے ہیں ہندوؤں کے حالات کی تحریروں میں جو کچھ موجود ہے وہ جھوٹی کہانیوں اور مبالغہ آمیز جھوٹے تاریخی واقعات سے اس طرح خلط ملط ہے کہ ان سے کوئی سچی مسلسل تاریخ نکلنے کی توقع نہیں ہوسکتی، ہم برہمنوں کو محنت اور ذہانت میں ایسا ہی مشہور اور نامور پاتے ہیں جیسے کہ وہ ہمیشہ سے چلے آئے ہیں لیکن باینہمہ بزدلی اور اپنی بات پر نہ جمنا اور ہر بات کو کہانی قصہ کی ملاوٹ سے خراب کر دینا۔ اور پوجا پاٹ کرنیوالوں کے مفروضہ فائدوں کی طمع سے صدق اور راستی کو ضایع کر دینا موجود ہے۔ ہندوؤنکی تاریخ نویسی انتہا درجہ ناقص و ناقابل اعتماد ہے، بھائی پرمانند لکھتے ہیں بدقسمتی سے ہمارے بزرگوں کو اپنے حالات درستی سے قلمبند کرنیکا شوق نہ تھا اور جو کچھ حالات لکھے ہوئے ملتے ہیں وہ شاعرانہ مبالغے سے بھرے ہوئے ہیں (منقول از رسالہ زمانہ کانپور ستمبر ۱۹۱۴ء مضمون بھائی پرمانند)۔

مسلمان مورخوں نے جیسا جس کے متعلق معلوم ہوا وہی لکھا ہے کسی قسم کی رعایت نہیں کی۔ اسی کشمیر کی تاریخوں میں دیکھو۔ یعقوب شاہ کے متعلق لکھا ہے "لیکن اوضاع پسندیدہ نداشت" (واقعات کشمیر) اعتقاد خان کے متعلق لکھا ہے امابدعات واکثر ظلم وتعدی را درین شہر پیدا کردہ وبجہات کثیرہ قافیۂ آرام مردم تنگ ساخت (واقعات کشمیر) حسن شاہ کے متعلق لکھا ہے

لیک در بزم شد بہ نغمہ و چنگ ❊ داشت از رزم و ملکداری ننگ (تاریخ سلیمان باغ)

از راہ تن پروری و نازنینی تن با مور خطیر سلطنت نداده لعیش و عشرت و لعلم موسیقی پرداخت (تاریخ اعظمی) حیدر شاہ کے متعلق لکھا ہے، یکسال و دو ماہ مملکت رانی کرد تغیر وضع پدر نمود و قوانین او را برباد داده و بانیحالت در عالم مستی از منظر افتاده (تاریخ اعظمی)۔ مسلمان مورخوں نے ہندو راجوں کے متعلق بھی انصاف سے لکھا ہے جو اچھے ثابت ہوئے ہیں انکو اچھا ہی لکھا ہے جو اس کے خلاف نظر آئے ہیں انکا اسی طرح ذکر کیا ہے۔ اور ان مورخین کے بیان پر کسی ہندو مورّخ نے آجتک اعتراض نہیں کیا۔ راجہ بکرمادت کے متعلق لکھا ہے ۔ شفقتش بود خلق را برسر ہ بیشتر از پدر بجال پسر (سلیمان باغ) راجہ سندر کی رانی کے متعلق لکھا ہے۔ آثار نیکنامی و رعیت پروری او تا مدت مدید یادگار بود۔ (واقعات کشمیر) راجہ جلوک کے متعلق لکھا ہے۔ این راجہ در درستی و راستی و عدل و احسان و رعیت پروری بے مثل بود (واقعات کشمیر)۔ راجہ انند گپت کے بیٹے کے متعلق لکھا ہے مردے دانا بود و دانایان را بغایت اکرام و اعزاز می نمود (واقعات کشمیر) راجہ اندہا جد شٹر کے متعلق لکھا ہے۔ راہ ظلم و تعدی و فساد و فسق و فجور بسیار پیمود (واقعات کشمیر) غرض مسلمان مورخین نے تعصب و جانبداری سے کام نہیں لیا۔ ہندو مورخین نے ایسا کیا ہے۔ بالخصوص اس مورّخ نے خود ایسا کیا ہے۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ اور ان کے عمال ریاست کی ایسی تعریف کی ہے جو حد و قیاس سے باہر ہے۔ (علوم جہانبانی تمام و کمال ان میں موجود ہیں ایسا کوئی علم ہو گا جس کی ماہیت سے حضور والا ماہر نہیں اوصاف حمیدہ راجگان چندراپیڈ و للتادت و جیا پیڈ و اونتی ورما و یوش و ہرشدیو سب حضور ممدوح میں موجود ہیں۔ گلدستہ کشمیر) حالانکہ اسی کتاب سے اسی مؤلف کی تحریر سے ثابت ہے کہ مہاراجہ رنبیر سنگھ کے عہد میں مظالم و ابتری رہی۔ ریاست کی آمدنی میں کمی واقع ہوئی۔ گھر جلائے گئے۔ عورتیں قید کی گئیں۔ ان واقعات کا مفصّل ذکر مہاراجہ موصوف کے بیان میں مع حوالجات ہے۔ اب ناظرین انصاف کریں کہ وہ توصیفی الفاظ جو اس مؤلف نے لکھے ہیں لالچ اور خوف کے سوا کیا کسی اور خیال کا نتیجہ ہو سکتے ہیں ۔

عیب خود بر دیگران لے وائے انصاف چنین   خود سراپا عیب و سوئے دیگران لافے چنیں

تہذیب وشایستگی پھیلانے والے ،امن وامان قایم کرنیوالے ۔ ملک کو رونق دینے والے مسلمان سلاطین کی ہجو کی ہے اور ہندو حکمرانوں کی عہد کی خرابیوں کو نظر انداز کرکے اُن کی حد سے زیادہ مدح کی ہے ،مہاراجہ گلاب سنگھ کی تعریف کی ہے حالانکہ خود مہاراجہ کے عہد کی انتظامی حالت اِس طرح لکھی ہے کہ عام طور پر لوٹ گھسوٹ ہوتی تھی ۔ مزید حالات ان کے بیان میں ہوں گے ۔
مہاراجہ رنجیت سنگھ کی تعریف کی ہے جن کے عہد میں تمام کشمیر کی رعایا پریشان ہوکر پنجاب کو بھاگ گئی سلطان خان رئیس بھمبر کو اس کے ملک و عزت کے تحفظ کا وعدہ کرکے بلایا جب وہ آیا تو قید کردیا ۔ راجہ جسا سنگھ مگدریا مرگیا اس کے تینوں بیٹوں میں نزاع ہوا اُنہوں نے مہاراجہ کو پنچ مقرر کیا ۔ مہاراجہ نے تینوں کو قید کرکے اُن کے ملک پر قبضہ کرلیا ۔ زیب النساء اور نورجہان کے مقبروں کے پتھر اُکھڑوا کر بارہ دری تعمیر کرائی ۔ اُمید سنگھ والی جسوان کو اشتیاق ملاقات ظاہر کرکے بلایا جب وہ آگیا اُسکو قید کردیا اور اس کے ملک پر قبضہ کرلیا ۔ شاہ شجاع والی کابل (جس کے بھائی زمان شاہ نے مہاراجہ کو لاہور بخشا تھا) کو مہمان کیا ۔ آخر جبر کرکے اس کا دانا پانی بند کرکے اس کے جواہرات وغیرہ چھین لئے رانی سدا کنور (مہاراجہ رنجیت سنگھ کی ساس) سے کہا تو اپنا ملک میرے بیٹے کو دیدے جب وہ راضی نہوئی تو تین دن تک اس کا دانا پانی بند رکھا ۔ مجبور ہوکر اُس نے قلعہ خالی کردیا ۔ رام لال کو مجبور کیا کہ اپنا مذہب تبدیل کردے اور سکھ بنجائے ۔ راجہ انرودھ چند کی دونوں بہنوں سے زبردستی شادی کی (از تاریخ پنجاب لالہ بہادر کنہیا لال وعمدۃ التواریخ لالہ رتن لال) ۔ راجہ اشوک کی تعریف کی ہے ۔ جس نے بودھوں کے معبد بیجبہارہ کو گرا کر اپنا مندر بنایا اور اپنی رانی کو زندہ آگ میں جلایا (گلدستہ کشمیر ص۱۹ لغایت ص۲۲) ۔ کلہن پنڈت نے راج ترنگنی میں اور اس مؤلف نے گلدستہ کشمیر میں راجہ جلوک کی تعریف کی ہے جس نے بودھوں کو برباد کیا ۔ راجہ نر کی تعریف کی ہے جس نے بودھونکی خانقاہونکو جلایا ان کی جائدادیں ضبط کرکے برہمنوں کو دیں اور ایک برہمن کی بیوی کو زبردستی چھیننا چاہا ۔ (گلدستہ کشمیر ص۲۷) اگر اس مؤلف کے نزدیک یہ اوصاف قابل تعریف ہیں تو واقعی سلاطین اسلام کسی ستایش کے مستحق نہیں ۔ انمیں سے کسی سے بھی ایسے امور سرزد نہیں ہوئے

وعہد اسلامیہ میں پانسو برس تک ظلم وستم ہوئے کہ ہر فرد و بشر کے منہ پر سوائے کلمۂ الامان کے نہ رہا۔ صرف بادشاہان دہلی بذات خاص رعایا پرور اور عدل گستر رہے مگر ان کے بعض صوبے بھی مثل اعتقاد خان کے افاغنہ کے ظالموں سے کم نہ تھے۔ ہندو فرمانروایان کے عہد میں بھی انقلاب ہی ہوتا رہا۔ مگر رعایا پر چنداں ظلم نہ ہوا لیکن مسلمانوں کے عہد میں عجیب و غریب بدعت و مصیبت رعایا پر رہی جس کے کہنے سے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کشمیر بعض راجگان کے وقت میں کسی ملک سے کسی بات میں کم نہ تھا لیکن حیف کہ مسلمانوں نے اس کو بالکل خراب کر دیا۔ ہندوستان سندھ، ایران، توران، افغانستان وغیرہ میں جہاں مسلمان گئے وہی حال ہوا۔ دانایان فرنگ نے گانا بجانا کیا۔ اور کام سب میں یہ کہ آدمی کی آزادی کو مقدم سمجھا اور جدید تحقیقاتوں اور نو ایجادوں کو داخل بہتری سمجھا اور درجۂ وحشت سے رتبہ دانائی و دارائی پایا۔ مسلمانوں نے مطالب مندرجہ کتب مذہبی کے بغیر سب کچھ عیب و گناہ جان کر تحقیقات کو بُرا مانا۔ لونڈی غلام بنانا۔ بت شکنی کرنا۔ غیر مذہب والوں کو عذاب شدید پہنچانا۔ ان کو کفار کے خطاب سے مخاطب کرنا داخل بہتری دنیا و ثواب عقبیٰ سمجھا۔ جو حال محمد قاسم سنہ ۷۱۱ بکرمی میں سندھ میں ۱۰۸۱ بکرم میں محمود غزنوی نے سومنات متھرا، قنوج وغیرہ میں کیا وہی ذوالقدر خان کا عہد سہدیو میں پھر علی شاہ و سکندر بت شکن وغیرہ افغانوں عظیم خان وغیرہ نے کشمیر میں کیا۔ تعجب یہ ہے کہ مسلمان مورخوں نے بھی بخواہش انعام یا بخوف جھوٹ اور مبالغہ اور تعریفیں ایسی لکھی ہیں کہ ان کی کوئی بات بھی قرین اعتبار نہ رہی ان کا خیال شاید یہ تھا کہ تاریخ خاص بادشاہوں یا اُن کی تعریف کے لئے ہوتی ہے اور دنیا انہیں کیواسطے بنی ہے جس فارسی مسلمانوں کی تاریخ کو دیکھو اس میں سوائے عیش و عشرت خلعت و خطاب اُمراء و تعریف شہان لوگوں سے تحائف و نفائس و اخذ زر، ہنود کا لوٹنا، ان کی بہو بیٹیوں، عورتوں کا غلام لونڈی بنانا۔ مندروں مورتوں کا توڑنا قتل عام کرنا، برہمنوں کو خراب کرنا۔ زبردستی مسلمان کرنا شراب پینا۔ رقص و سرود میں رہنا۔ شکار بادشاہان وغیرہ کے بغیر اور کچھ نظر نہیں آتا۔ جہاں یہ حال ہو وہاں عدل و انصاف و رحم کا کیا ذکر ہے (گلدستہ کشمیر صفحہ ۱۷۶ و ۱۷۷) خدا جانے یہ بے جوڑ

عبارت اس مؤلف نے کس ترنگ میں لکھی ہے اِس کتاب کے مضامین و بیانات سے تو یہ ثابت
ہوتا ہے کہ مظالم و فواحش کی کثرت ہندوؤں کے عہد حکومت میں رہی مسلمانوں کے عہد میں کوئی واقعہ
ایسا نہیں لکھا جس کو سنکر آدمی کانپ جائے نہ کسی ماخذ کا پتہ دیا۔ اناپ شناپ جو جی میں آیا لکھتا چلا گیا
اب ان چند سطور کے جواب اور اِس زہر کے اُتار کیلئے ایک ضخیم جلد درکار ہے اِس میں جہاد، جزیہ، غلامی
غنیمت اور سلاطین و علوم اسلامیہ وغیرہ سب پر اعتراض ہے ان میں سے بعض کا جواب تو یہیں لکھنے
کا ارادہ ہے اور بعض کا جواب متفرق مضامین و ابواب میں ہوگا۔ اِسی بیان نے مجکو مجبور کیا ہے
کہ میں ہر طرح ہندو مسلمانوں کا مقابلہ کر کے دکھاؤں تاکہ حق و باطل میں امتیاز ہوجائے اور میرے
ان تمام ہمقوم مسلمان نوجوانوں کے خیالات کی اصلاح ہوجائے جو اس لچر تاریخ کو دیکھکر بعض
مسلمان حکمرانوں سے بدظن ہو گئے ہیں اور بعض مسایل میں ان کو شکوک و شبہات پیدا ہو گئے ہیں
تمام تاریخیں چھان ڈالو خود اسی گلدستۂ کشمیر کو دیکھو ہندوؤں کے عہد حکومت میں کشمیر کیا تھا
اور مسلمانوں نے اسے کیا کر دیا اور مسلمانوں کے بعد اس پر کیا گذری اس کے متعلق ایک مضمون علیحدہ ہے
اِس مؤلف نے ایران توران بھی کا ذکر چھیڑ دیا ہے ہمنے اس کتاب میں کشمیر کے متعلق تو ثابت کر دیا ہے
کہ مسلمانوں کی وجہ سے ہی جنّت بنا۔ ہندوستان کو جو فوائد مسلمانوں سے پہونچے ان کا تذکرہ بھی کسی
مضمون میں ہوگا۔ ایران توران وغیرہ کا قصّہ انہیں ممالک کی تاریخ میں دیکھو، جہاں مسلمان گئے ہیں
گلزار کر دیا ہے۔ کشمیر میں عہد اسلامیہ کے مظالم کی شکایت جو لکھی ہے وہ بھی بیجا ہے تمام ہندو مورخوں
نے اس کے سوا اور کچھ نہیں لکھا کہ مندر ڈھائے اور بجبر مسلمان بنائے اور یہ بھی بغیر کسی ثبوت اور ماخذ
کے لکھا ہے جو کسی طرح قابل قبول نہیں ہوسکتا اسی مؤلف نے ان امور کے سوا کسی مسلمان بادشاہ
کے متعلق اور کسی قسم کے ظلم کا ذکر نہیں کیا۔ تاریخ کے باب سے معلوم ہوگا کہ کسی مسلمان بادشاہ نے بجبر
کسی کی عورت کو نہیں چھینا، معصوم بچّوں عورتوں کو قتل نہیں کیا۔ حاملہ عورتوں کے حمل نہیں گرائے
دل ہلا دینے والے بدن کے رونگٹے کھڑے کر دینے والے وحشیانہ مظالم ہندو راجاؤں نے کئے ہیں
راجا تارا ئید نے اپنی لڑکی کی شادی کی خوشی میں آدمی ذبح کرائے، راجہ مہر کل نے تین کروڑ مرد و زن

و طفل کو قتل کیا اور بہت سے دریائے سندھ میں ڈبوئے۔ وہ حیوان و انسان کو عذاب دیکر مزے لیا کرتا تھا۔ ایکمرتبہ دردناک چیخ سننے کے لئے چالیس ہاتھی پہاڑ سے گرا کر مار ڈالے۔ راجہ اشوک نے اپنی بیوی کو زندہ جلایا۔ راجہ کلشن دیوبنیوں کو ستایا کرتا تھا لوگوں کا مال لوٹتا تھا۔ راجہ ہرشن دیو نے میوہ دار درخت کٹوائے۔ راجہ اونمنتا ورمانے حاملہ عورتوں کے حمل گرائے راجہ نر ایک برہمن کی بیوی کو چھیننا چاہتا تھا وہ فرار ہو گیا۔ راجہ پروہ گپت یوش کی بیوی کی عصمت دری کرنا چاہتا تھا اس نے آگ میں جل کر اپنی عصمت بچائی۔ راجہ چکرورما برہمنیوں کو جبرًا داخل محل کرتا تھا۔ میں نے یہ وہ مظالم لکھے ہیں جنکا ذکر خود اسی مؤلف نے اور تمام ہندو مؤرخین نے کیا ہے کسی مسلمان بادشاہ نے ایسے مظالم نہیں کئے۔ ہندوؤں کی ہی تاریخیں دیکھو بتاؤ وہ کون سے مظالم تھے جن میں مسلمان ہندوؤں سے بڑھ گئے۔ مذہبی جبر اور اس کے لئے قتل و قتال مسلمان سلاطین کے متعلق اول تو یہ کسی معتبر حوالے اور معقول دلیل سے ثابت نہیں اور اگر اس کو صحیح بھی مان لیا جائے تو اس میں بھی ہندو مسلمانوں سے بڑھے ہوئے نکلینگے۔ اسی تاریخ میں دیکھو ہندو فرمانرواؤں نے کس وحشت و بربریت سے بودھوں کو تباہ کیا ہے۔ رہا لوٹ گھسوٹ کا معاملہ اس کا میں ذکر ہی نہیں کرتا، کیونکہ کس کس کا نام لوں اس میں تو سارے ہی راجہ مشاق تھے، بقول ونسنٹ اسمتھ دنیا میں بہت کم ملک کشمیر کے ان راجہ رانیوں کی طویل فہرست کی برابری کر سکتے ہیں جن کا طرۂ امتیاز شرمناک طمع، وحشیانہ سفاکی، اور بے دردانہ بدنظمی کے سوا کچھ نہ تھا (ارلی ہسٹری) للتادت پر ہی منحصر نہیں۔ کشمیر کے راجہ بالعموم نہایت طامع بے درد اور سخت ظالم ہوئے ہیں راجہ پارتھ اپنی مفلوک الحال رعایا کو تازیانوں سے پٹواتا تھا۔ اس کا بیٹا جو کہیں زیادہ بدذات ہوا ہے۔ لوگوں کو بھڑوں سے کٹواتا تھا (تاریخ ہند ہاشمی ص۱۹۵)۔ اب ہم ایک دوسری طرح سے اس مؤلف کے بیان کی جانچ کرتے ہیں۔ اس نے پانچ بادشاہوں سلطان سکندر، علی شاہ، سلطان حیدر، فتح شاہ، سیّد مبارک کو ظالم لکھا ہے اور کسی کو ظالم نہیں لکھا بلکہ اکثر کے عدل و داد کی تعریف کی ہے۔ ان پانچوں کا عہد حکومت (۴۲) سال ہے گویا پانسو برس عہد حکومت اسلامیہ میں بقول اس مؤلف کے ۴۲ سال ظلم ہوا

وہ بھی اسی قدر کہ مندر ڈہائے گئے لوگ زبردستی مسلمان بنائے گئے - اب پانسو برس کا حساب ہندوؤں کے عہد حکومت کا اسی مؤلف کے بیان کی موافق دیکھنا چاہیے - راجہ جیاپیڈ سے راجہ دیو بن راجہ جگدیو کے عہد تک پانسو برس ہوئے راجہ دیو کے بعد زمانہ راجہ سہدیو تک ہمنے اس لئے شمار نہیں کیا کہ اس زمانہ میں تقریباً طوائف الملوکی رہی ہے - ہمارے کسی مہربان کو یہ عذر نہو کہ طائف الملوکی کے عہد کے واقعات کو معتبر نہیں سمجھنا چاہیے حالانکہ مسلمانوں کے پانسو سال میں طائف الملوکی کا زمانہ بھی شامل ہے اس ہندوانی پانسو سال میں جیاپیڈ، اونتی ورما، شنکر ورما، چکر ورما، پروہ گپت، ابھی مینو، ویداولی سنگرام دیو، اننت دیو، گلش دیو، ہرش دیو، سلہن، راجہ دیو تیرہ فرمانروا ظالم ہوئے - ان کا عہد حکومت (۲۳۰) سال ہے گویا مسلمانوں کے عہد حکومت کا چودہواں حصہ ظلم میں گذرا اور ہندوؤنکا تقریباً نصف عہد حکومت ظلم میں گذرا - پانسو برس میں ۳۸ مسلمان فرمانروا ہوئے - ان میں سے پانچ ظالم ہوئے - پانسو برس میں ۷۴ ہندو فرمانروا ہوئے ان میں تیرہ ظالم ہوئے - میں نے خود کسی کو ظالم قرار نہیں دیا ہے بلکہ خود اس مؤلف نے جس کو ظالم لکھا ہے یا جس کے مظالم لکھے ہیں مینے اسی کو شمار کیا ہے ورنہ ایسے واقعات کہ جیسے واقعات پر سلطان حیدر کو ظالم بتایا گیا ہے اگر ہندو فرمانرواؤں کے حالات میں دیکھے جائیں تو ایک بھی اس فہرست میں آنے سے نہیں بچتا - مسلمانوں کے عہد حکومت میں پانچ ہی حاکموں کو ظالم بتایا ہے، سیہ بٹ عرف سیف الدین - اعتقاد خان - آزاد خان، میر ہزار - عظیم خان، ان سب کا عہد حکومت (۱۵) سال ہے - عظیم خان کا کل عہد حکومت ظلم میں نہیں گذرا خود اس مؤلف نے لکھا ہے کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ سے لڑائی ہونیکے بعد اسنے مظالم کئے (محمد عظیم خان منصور ہوا اسوقت سے نا انصافی وتہمت وخونریزی واخذ زر جزیہ - ودست درازی بیداد وستم اور جمع کرنے زر میں سخت بدعت کرنے لگا - گلدستہ کشمیر ص ۱۱۶)

یہ تمام تاریخوں میں مذکور ہے کہ عظیم خان نے ہندوؤں پر سختی اس لئے کی کہ انہوں نے مہاراجہ رنجیت سنگھ سے سازش کی پنڈت ہرداس وغیرہ کو اسی جرم میں سزا دی - پنڈت راجہ کاک کے متعلق اس مؤلف نے بھی لکھا ہے کہ اس نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کو کشمیر پر متصرف ہونے کی ترغیب دی عظیم خان کی یہ

سختی بھی تھوڑے ہی عرصہ رہی پھر وہ ہندوؤں پر مہربان ہوگیا تھا اور یہ سختی بھی تنہا ہندوؤں پر نہ تھی بعض مسلمان بھی اس زد میں آگئے۔ عظیم خان نے کل چھ سال حکومت کی مہاراجہ رنجیت سنگھ سے جنگ سنہ ۱۸۱۳ء میں ہوئی اور سنہ ۱۸۱۷ء میں عظیم خان نے حکومت چھوڑ دی اس لئے یہ تین برس کا زمانہ جور وظلم کا شمار کیا گیا۔ اعتقاد خان، آزاد خان، میر ہزار کے مظالم عام تھے۔ کشمیر میں مسلمانوں کی اکثریت تھی اس لئے مسلمانوں ہی پر ان کے مظالم کا زیادہ اثر ہوا۔ شاہ جہان کا فرمان جو جامع مسجد کے دروازہ پر آج تک کندہ ہے ثابت کرتا ہے کہ اعتقاد خان نے ملاحوں (ہانجیوں) اور کاشتکاروں پر سختی کی اور یہ سب مسلمان تھے مگر ہم نے ان تمام معقول وجوہ کو نظر انداز کر دیا۔ اب ظالم ہندو حکام کے عہد حکومت کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ راجہ سنگرام دیو کا وزیر بدلشیور راجہ اننت دیو کا وزیر ادریال، راجہ جیت جیا پیڈ کا خالو۔ راجہ سلہن کا وزیر گلپنچندر، ویدا رانی کا وزیر تونگ اور راجگان ابھی منیو، نند گپت وتربھون گپت وبہیمہ گپت کے عہد میں خود ویدا رانی بحیثیت مختار کل ان سب کا عہد حکومت ۱۳۲ سال ہے نتیجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے پانسو برس عہد حکومت میں چار حاکم ظالم ہوئے اور ان کا عہد حکومت ۱۵ سال ہے، ہندوؤں کے پانسو سال عہد حکومت میں چھ ظالم ہوئے اور ان کا زمانہ ۱۳۲ سال ہے۔ مسلمان بادشاہوں پر عیاشی کا بھی الزام لگایا جاتا ہے میں یہ نہیں کہتا کہ مسلمان بادشاہ عیاش نہیں ہوئے یہ تو ایسی صفت ہے کہ دولت وحکومت کیساتھ رہتی ہے، ہر ملک ہر قوم ہر مذہب ہر زمانے میں حاکم ظالم وعیاش ہوئے ہیں پھر اس کو ایک قوم کے ساتھ مخصوص کر کے طنز وطعن سے بیان کرنا ہٹ دھرمی نہیں تو کیا ہے اس لئے میں مجبور ہوں کہ اس میں ہندو مسلمانوں کا مقابلہ کروں۔ مسلمانوں کے پانسو سال عہد حکومت میں تین عیاش لکھے ہیں، سلطان حیدر، حسن شاہ، یوسف شاہ، ان کے متعلق شراب پینا، رقص وسرود میں مشغول رہنا لکھا ہے اور کچھ نہیں۔ ان سب کا عہد حکومت ۲۰ سال ہے ہندوؤں کے پانسو سال عہد حکومت میں دس عیاش ہوئے یکھا چر سلہن، ہرشدیو کلش دیو، کہمہ گپت، پروہ گپت، اونمتا، اونتی ورما، چکرورما، شنکر ورما، للتا پیڈ۔ ان کے متعلق لکھا ہے کہ شرانجوری کرتے تھے، عورتوں کی عصمت دری کرتے تھے زبردستی

عورتیں چھینتے تھے ان میں ایک دو ایسے بھی ہیں جن کا ماؤں اور بہنوں سے تعلق رہا ہے ان سب کا عہد حکومت ۷۵ سال ہے، سلاطین و حکام کا ظالم و عیاش ہونا رعایا کی خرابی کا باعث ہوتا ہے اس لئے عیاشی کا شمار بھی ظلم ہی میں کرنا چاہئے خاصکر ایسی عیاشی جیسی مذکورہ بالا راجگان نے کی اسلئے نتیجہ یہ ہے۔

پانسو برس عہد حکومت اسلامیہ

عہد حکومت ظالم سلاطین		عہد حکومت ظالم حکام		عہد حکومت عیاش سلاطین		میزان کل
۴۲ سال	+	۱۹ سال	+	۲۰ سال	=	۸۱ سال

پانسو برس عہد حکومت ہنود

عہد حکومت ظالم راجگان		عہد حکومت ظالم حکام		عہد حکومت عیاش راجگان		میزان کل
۲۳۰ سال	+	۱۳۲	+	۷۵	=	۴۳۷

مسلمانوں کے پانسو برس عہد حکومت میں ۸۱ سال زمانہ خراب رہا اور ہندؤوں کے پانسو سال میں ۴۳۷ سال خراب ہے۔ اب ناظرین خود اندازہ کرلیں کہ ملک کس کے عہد حکومت میں آباد و شاد رہا ہوگا۔ اب ۱۸۱۹ء سے کشمیر پھر ہندؤوں کے زیر حکومت ہے۔ تاریخیں پڑھو اور بتاؤ یہ کیسی حکومت ہے۔ سلاطین اسلام میں سلطان صدرالدین شمس الدین، علاءالدین، قطب الدین زین العابدین، مرزا حیدر، حسین شاہ، علی شاہ و سلاطین مغلیہ کے متعلق اس مؤلف نے اچھا خیال ظاہر کیا ہے۔ ایک درمیان میں سلطان سکندر کا زمانہ آتا ہے تاریخ دیکھو بس یہی تو بادشاہ تھے جنہوں نے استقلال کے ساتھ حکومت کی، باقی سلاطین کے زمانہ میں تو طوائف الملوکی رہی، وہ کوئی نسلی یا مذہبی تعصب کا وقت ہی نہ تھا۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا زمانہ تھا۔ ایسا زمانہ راجگان ہنود کے وقت میں بہت گذرا ہے اس مؤلف کو سلاطین اسلام کا شکریہ ادا کرنا چاہئے تھا، اُن کے عدل و انصاف کی مدح کرنی چاہئے تھی کیونکہ اعتقاد خان نے سختی کی جب شاہجہاں کو معلوم ہوا اُس کو معزول کردیا اور اس کے مظالم کی اس طرح تشہیر کی کہ اس کی معزولی کا فرمان آج تک جامع مسجد کے دروازے پر کندہ ہے اورنگ زیب کے صوبیدار سیف خان کے عہد میں خواجہ

محمد صادق کے ہاتھ سے ایک ہندو زخمی ہو گیا۔ صوبیدار نے خواجہ کو اس قدر مارا کہ وہ جانبر نہو سکا بدعوے ہندوئے مجروح البدن زیر برج دارائی کہ مسکن او (صوبیدار) بود خواجہ نقشبندی را ایستادہ کرد وزیر کرہ گرفت تا حدیکہ بیجس و حرکت شد چون بخانہ رسانید ند رحلت نمود، واقعات کشمیر) محتوی خان نے بعہد محمد شاہ دہلوی) ہندوؤنکی ریشہ دوانیاں دیکھکر ہندوؤں کے لئے چند شرائط تجویز کیں، لیکن صوبیدار نے ان کو جاری نکیا یہاں تک کہ باہم جنگ و جدل ہوئی، محتوی خان اور اس کا بیٹا دونوں مارے گئے، ایک پنڈت محتوی خان کی شرایط کی فریاد لیکر دہلی گیا، بادشاہ نے ان شرایط کی منسوخی کا فرمان نافذ کیا اور فریادی ہندو کو دستار عنایت کی، خود اسی مؤلف نے لکھا ہے (پنڈت جی رام نے بموقع شادی فرزند خود دار السلطنت میں جاکر فریاد کی اور بادشاہ سے سو گز کا دستار حاصل کیا، اور صمد خان کو قاضی شرف الدین کے تدارک کیلئے پیشگاہ بادشاہ سے ہمراہ لایا اُس نے یہاں پہونچتے ہی قاضی کو توپ کے آگے باندھ کر اُڑا دیا۔ گلدستہ کشمیر صـ۱۳) - آزاد خان نے سختی کی، تیمور شاہ دُرّانی نے اس کی سرکوبی کے لئے مدد خان کو بھیجا، یہ تھا سلاطین اسلام کا عدل و انصاف ورعایا پروری اب تاریخ دیکھکر بتاؤ سدرپال، گلنچندر، وزیر پنوں، لالہ رام کشن، جلھا پنڈت، ہری سنگھ خوشحال سنگھ، بساکہا سنگھ جنہوں نے انتہا درجے کے وحشیانہ مظالم کئے راجہ اننت دیو وراجہ سلہن ومہاراجہ رنجیت سنگھ ومہاراجہ دلیپ سنگھ ومہاراجہ رنبیر سنگھ نے کیا تدارک کیا، کیا سزا دی، عیش وعشرت سیر و شکار کھیل تماشوں میں بھی زیادہ حصہ ہندو فرمانرواؤں اور حکام نے لیا ہے عہد دولت مغلیہ میں ایک صوبیدار شہزادہ مراد ایسا تھا جو عیش وعشرت میں مشغول رہا۔ مگر اس کے عیش وعشرت سے رعایا کو کچھ زیادہ تکلیف نہیں پہونچی نہ کاروبار حکومت میں کوئی ابتری پیدا ہوئی۔ مگر شاہجہان نے اس کو بھی گوارا نکیا۔ مورخ لکھتے ہیں۔ (یکسال بہ آب و ہوائے کشمیر متنفع گردید زود تر طلب حضور شد، تاریخ اعظمی) شہزادہ شیر سنگھ (بعہد مہاراجہ رنجیت سنگھ) کشمیر کا صوبیدار ہوا خود عیش وعشرت میں مشغول ہوا کاروبار بساکہا سنگھ کے سپرد کیا اس نے خوب دونوں ہاتھوں سے خلق خدا کو لوٹا کھسوٹا، (بساکہا سنگھ کو مختار کیا خود سیر و شکار عیش وعشرت کا شغل رکھا گلدستہ کشمیر صـ۱۱۶)

مہاراجہ شیر سنگھ معہ پرتاب سنگھ پسر نابالغ اجیت سنگھ ولہنا سنگھ سدھانوالیہ کے ہاتھ سے سیر و شکار ہی میں مارا گیا، مہاراجہ رنجیت سنگھ کا ایک صوبیدار کرپا رام تھا اس کی حالت اس مؤلف نے اس طرح لکھی ہے (وہ تالاب ڈل میں مصروف سیر و تماشائے رقص و سرود و ملاحظہ چراغان کشتی ہا تھا یہ ہمیشہ خوشی و خوشحالی میں رہتا تھا۔ اپنی سواری کی کشتی میں خوبصورت مانجیوں کو ہاتھوں میں گھونگرو لگے ہوئے چپیے دیکر بٹھلاتا سیر دریا کرتا، گلدستہ کشمیر ص۱۲۶) ان غافل عیش پرستوں کو مہاراجہ نے کچھ سزا نہیں دی، سب سے زیادہ یہ امر تعجب خیز ہے کہ اس مؤلف نے مسلمانوں پر شراب خوری کا الزام لگایا اور شراب خوری کو ایک عیب سمجھا ہے میں یہ نہیں کہتا کہ مسلمان شراب نہیں پیتے مگر شاید فی ہزار ایک شریعت اسلام میں شراب حرام ہے ظاہر ہے کہ جس مذہب میں جو چیز ناروا ہوتی ہے اسکو اس مذہب کے بہت کم آدمی کرتے ہیں مجھے اس تاریخ کشمیر میں دو تین مسلمانوں کے سوا کوئی شراب خور نظر نہیں آیا، اور ہندو فرمانرواؤں میں سے شاید کوئی ایک دو بچا ہو اور کیسے بچ سکتے تھے اور کیوں بچتے جب مذہب ہی اسکی اجازت اور مقدسین سے اس کا استعمال ثابت ہے، اس کا مفصل ثبوت تاریخ کے باب میں دو جگہ ہے۔ اس مؤلف نے مسلمانوں پر ایک یہ بھی الزام لگایا ہے کہ وہ مخالف اسلام کو کافر کے ذلیل لقب سے یاد کرتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ غیر مسلم کو کافر کہتے ہیں لیکن اس لفظ سے جو مطلب اس مؤلف نے نکالا ہے وہ صحیح نہیں، کافر کے معنی ہیں منکر اسلام، اگر غیر مسلم منکر اسلام نہیں تو اور کیا ہیں، البتہ ہندو مذہب میں غیر مذہب والوں کے لئے ذلیل الفاظ ہیں، ملچھ (ناپاک) راکشش (خبیث) دیو وغیرہ خود اس مؤلف نے راجہ جلوک کے بیان میں بودھوں کے متعلق یہ ذلیل لفظ استعمال کیا ہے (اور ملیچھوں کو مقام ورنہ ذنب میں لبساکر) آریہ لوگ جنوبی ہند کو ملیکش دیش (کافرستان) کہتے تھے۔ (تاریخ ہندوستان حصۂ اول پروفیسر ایشوری پرشاد ص۱۳) چنڈال کا لفظ ایک نیچ ذات کے آدمی کے لئے استعمال کیا گیا (راجہ ترنگنی حاشیہ ص۳۷۲) ہندو مسلمانوں کو ملیکش وغیرہ الفاظ سے مخاطب کرتے تھے (سوانح عمری گرو گوبند سنگھ ص۹) اسی سوانح عمری میں سلطنت مغلیہ کے متعلق لکھا ہے (وہ ملیچھ راج جسکی جڑ پاتال تک پہونچ چکی تھی) تیسری برہمن میں ہے برہمن ایک جاتی ہے

(ذات) جو دیوتاؤں سے نکلی ہے اور شودر ایک دوسری جاتی ہے جو اسروں (ارواح خبیثہ) سے نکلی ہے (ص ۲۰ ۲۰) جو یہاں کے پہلے رہنے والے (ہند کے) یعنی شودر تھے ان کو دسیو راکشش، اوگر، پشاچ، اسر، اجاس، پکش، سشگرو، کیک وغیرہ ناموں سے پکارتے تھے (آریہ) مثل غلام انکو اپنے زیر حکم رکھتے تھے اور نہایت ذلیل وحقیر جانتے تھے، کسی طرح اُبھرنے نہیں دیتے تھے تمام محنت مزدوری کے کام لیتے تھے ان کی عورتوں کو تینوں برن کے ..... رکھ سکتے تھے (آئینہ تاریخ نما ص۵۴) راون اپنے زمانے کا بڑا با اقبال اور عالیشان بادشاہ گذرا ہے چونکہ یہ راجہ آریہ نسل سے نہیں تھا، اس لئے آریہ مورخوں نے اِسی دیو اور راکھشوں کا خطاب دیا ہے اور تمام غیر اقوام کے لوگوں کے لئے جو اُن کے خیال میں غیر مذہب تھے اسی قسم کے الفاظ استعمال کرتے تھے اسری رامچندر جی مصنفہ دیارام ص۵) عورتوں کے پکڑنے کا جو الزام ہے اس کے متعلق ایک مضمون علیحدہ ہے یہاں اس قدر کہدینا کافی ہے کہ شریعت اسلام میں مسلم وغیر مسلم کسی کی بہو بیٹی کا پکڑنا جائز نہیں اور مسلمانوں نے ایسا نہیں کیا، ہندوؤں میں یہ رواج تھا اور اس پر بڑی بڑی مقتدر ہستیوں نے عمل کیا ہے، اور منو شاستر میں یہ ایک قسم نکاح کی قرار دیگئی ہے کہ لڑکی کو جبرًا پکڑ لانا اور اس کے اعزا، اقارب کو قتل وزخمی کر آنا، پروفیسر گوالیار کالج لکھتے ہیں بیاہ کا تو کچھ ٹھکانا نہیں تھا (قدیم ہندوؤں میں) تین بہن ایک آدمی سے اور پانچ بھائی ایک عورت سے بیاہ کر سکتے تھے علاوہ اس کے مغلوب دشمن کی عورتین گویا انہی ہی بیاہتا تھیں، منوجی دہرم شاستر میں بیاہ کی یہ بھی ایک قسم لکھتے ہیں کہ ڈاکوؤں کی طرح گھر والوں کو مار باندھ کر روتی اور چلاتی عورت کو لے بھاگے (طرز معاشرت ہند و انگلینڈ ص۵۱) راجہ شیو پرشاد نے آئینہ تاریخ نما میں یہی لکھا ہے، مہتہ آنند کشور لکھتے ہیں، پُرانے زمانے میں کشتریوں میں زبردستی لڑکیاں اُٹھا کر لیجانے اور ان کے ساتھ شادی کرنے کا رواج تھا جیسا کہ خود سری کرشن نے ایسا کیا، ارجن دیو نے ایسا کیا، مگر زمانہ حال میں ایسا کرنا مہا پاپ سمجھا جاتا ہے (سوانح عمری گرو گوبند سنگھ ص۱۳۱ و ص۱۳۲) راجہ ششپال والی چندیری کی شادی رکمنی والی کندن پور کی لڑکی سے ہوئی، لگن کیوقت جب رکمنی گھر کو واپس جارہی تھی سری کرشن اسکو راستے ہی سے لے اُڑے،

(حیات سری کرشن ص۱۳۱) آسام کا راجہ جو نسی حسین عورتوں کو پکڑ لیتا تھا۔ سولہ ہزار حسین عورتیں اسکی قید میں تھیں، (حیات سری کرشن ص۲۳) لڑکی کے رشتہ داروں اور دوستوں کو لڑائی میں قتل یا زخمی کرنے کے بعد اس کے مکان میں گھس کر لڑکی کو بجبر لیجانا جب وہ رو رہی ہو اور مدد طلب کر رہی ہو راکشش ازدواج کہلاتا ہے۔ (دہرم شاستر مصنفہ لالہ بیجناتھ ص۵۶ بحوالہ منوشاستر) تمام سلاطین اسلام نے ہندؤونکی پرورش کی، اور اُن کو عہدے دیے، سُلطان صدر الدین کا سپہ سالار ہندو پنجہ بٹ تھا، سلطان شہاب الدین کے عہد میں ہندوؤں کا صاحب اقتدار ہونا اس مؤلف کو بھی تسلیم ہے، سلطان سکندر کے دو وزیر اوک وساہس ہندو تھے، علی شاہ کے عہد میں لدراج سپہ سالار اور گورکہہ گورنر تھے۔ سلطان زین العابدین کے افسر دار الترجمہ افسر الاطباء مصاحب مؤرخ اور بہت سے عہدیدار ہندو تھے، اس کا ہر ہندو مورخ کو اقرار ہے اکبر کے زمانے میں پنڈت طوطارام اعلیٰ عہدیدار تھا، اورنگ زیب کے عہد میں راجہ رگھناتھ متصدی مہمات دیوانی اور مہیش چودہری صاحب اقتدار تھے، احمد شاہ درانی کے عہد میں پنڈت کیلاش ور صاحبکار پنڈت مہانند دیوان ملکی راجہ سکھ جیون نائب صوبہ گورکھ سنگھ مددگار صوبہ، تیمور شاہ کے عہد میں دلارام صاحبکار، دیوان سنگھ مدار المہام زمان شاہ کے عہد میں سہج رام صاحبکار، نند رام ٹکو مصاحب، ہیرا داس خزانچی، مدد خان صوبیدار نے (بعہد تیمور شاہ) اسقدر ہندو ملازم رکھے کہ تمام دفاتر میں ہندو ہی ہندو ہو گئے، صاحب سلیمان باغ لکھتے ہیں ؎ تا بہ دیوانی دخل یافت ہنود ٭ دفتر ظلم را حساب افزود،

محمود شاہ درانی کے عہد میں نند رام دیوان تھا، عطا محمد صوبیدار کے عہد میں پنڈت سہج رام افسر دیوانی تھا۔ عظیم خان کے عہد میں سہج رام افسر دیوانی ہیرا داس صاحبکار، بیربر اور سوکھ رام افسران مال تھے، اس مؤلف نے سلطان سکندر پر یہ بھی الزام لگایا ہے کہ اس نے ہندؤونکی کتابیں جلائیں یہ الزام ان متعصبین کا خود تراشیدہ ہے، اِس کا کوئی ماخذ و ثبوت نہیں، یہ امر محتاج ثبوت نہیں کہ زمانہ سابق میں لکھے پڑھے آدمی کم تھے۔ مطابع بھی نہ تھے، قلمی کتابیں ہوتی تھیں، وہ بھی خاص خاص لوگوں کے یہاں، اس لئے یہ خیال کرنا کہ کشمیر میں لاکھوں ہزاروں کتابیں ہونگی صحیح نہیں ہو سکتا

اس کے علاوہ تاریخ سے ثابت ہے کہ کشمیر میں سال میں دو ایک بار آتشزدگی بھی ہمیشہ ضرور ہوتی رہی ہے سیلاب و زلزلوں سے بھی بربادیاں ہوتی رہی ہیں، ایسی صورت میں کتابوں کا محفوظ رہنا کیونکر ممکن تھا۔ سلطان سکندر سے پانسو برس پہلے جیاپیڑ نے کشمیر میں جس قدر وید و شاستر تھے جمع کر کے سب دفن کرا دئے تھے اس سے ایک بند بن گیا تھا جو آج تک موسہتو کے نام سے مشہور ہے، ابتدائی تیرہویں صدی عیسوی سے یعنی سلطان سکندر سے پچاس ساٹھ برس قبل سے عہد راجگان ہنود سے کشمیر میں پے در پے جو بربادئ آتش زدگی اور لوٹ مار سے ہوئی اگر جیاپیڑ کے بعد کچھ کتابیں بچی ہونگی تو وہ ان حادثات کی نذر ہو گئیں - اور قدیم کتابیں بھوج پتر پر لکھی ہوئی تھیں جو آگ میں باروت کا کام دیتا ہے اسی مؤلف نے ایک آتشزدگی کے متعلق لکھا ہے (جلتے ہوئے بھوج پتر نے ہوا سے اڑ کر محلہ املہ مری نہر قاضی راد تک خاک سیاہ کر دیا، گلدستہ کشمیر ص۱۵۵) جہاں یہ صورتیں ہوں وہاں کتابیں کیونکر محفوظ رہ سکتی ہیں۔ ایسی جگہ سے کتابوں کا نہ نکلنا یا کم نکلنا، اسپر دلیل نہیں ہو سکتا کہ کسی نے کتابیں جلائیں۔ جس طرح اس مؤلف نے یہ لکھا ہے کہ سلطان سکندر نے کشمیر میں ہندوؤں کا اور مندروں کا نام و نشان تک نہ چھوڑا اس کا یہ بیان غلط ثابت ہوا۔ (تاریخ کے باب میں اور آخر میں اس کا ثبوت ہے)، اسی طرح اب بھی کشمیر سے قدیم کتابیں برآمد ہوئی ہیں اور اس تعداد میں نکلتی ہیں کہ جس سے زیادہ کسی محفوظ مقام میں بھی نکلنی مشکل ہیں یہی مؤلف لکھتا ہے (بھولر صاحب متوطن جرمنی یہاں آکر (۱۸۷۵ء میں) بہت سی پستکیں سنسکرت کی پرانی جو بھوج پتر پر لکھی تھیں لیگئے انکی تعداد قریب آٹھ سو کے تھی، گلدستہ کشمیر ص۲۲۲)، قریب آٹھ سو کے قدیم کتابیں غیر ملکی خرید کر لیگئے تو ان سے زیادہ ایسی تعداد ہوگی جنکو مالکان کتب نے فروخت نکیا ہوگا۔ اور ایسی بھی ہونگی جو موافق مقصد نپاکر خریدار نے نہ خریدا ہوگا، ایک خریدار کا ذکر اس مؤلف نے کیا ہے اور بھی یورپین سیاحوں نے خریدی ہونگی (لیکن کشمیر کی جتنی فارسی یا سنسکرت کی تاریخیں اور دیگر علوم و فنون کی کتابیں ہیں، اہل کشمیر کی جہالت کیوجہ سے ہنوز پردہ گمنامی میں ہیں بلکہ اکثر ضائع ہو چکی ہیں کچھ انگریز اور جرمن سیاح خرید کر لیگئے اور کچھ مالکان کتب کی ناقابلیت

وجہ سے کیڑوں کی نذر ہو رہی ہیں، شباب کشمیر صٹ) ذوالقدر خان عرف زولجو کے قتل وقتال
شکایت بھی بجا ہے، زولجو رئیس قندھار کا سپہ سالار تھا اس سے پہلے راجگان کشمیر چند بار قندھار
پامال کر چکے تھے، قندھاریوں پر وحشیانہ مظالم کر چکے تھے۔ مہر کل نے تو بُری طرح برباد کیا تھا،
ایک دفعہ کسی قندھاری نے کشمیر پر حملہ کر کے اپنا بدلہ لیا تو کیا غضب ہو گیا، ہم بحیثیت مسلمان
نیکے زولجو کو اپنے مذہبی نقطہ نظر سے بشرطیکہ وہ مظالم ثابت ہوں قابل ملامت سمجھتے ہیں لیکن
تعصب پنڈت نے جو مذہبی و قومی رنگ دیکر طنز وطعن کیا ہے اسکے مقابلہ میں یہ جواب ترکی بترکی ہے

مؤلف گلدستہ کشمیر کا تعصّب اور بزرگان اسلام کی توہین

یوں تو اس پنڈت نے ہر جگہ تعصب سے کام لیا ہے جو عبارتیں اس کی نقل کیجا چکی ہیں انہیں
اندازہ ہو گیا ہو گا کہ یہ غایت درجہ کا متعصب ہے جو امور اظہر من الشمس ہیں ان پر بھی اپنی ہٹ دھرمی
پردہ ڈالنا چاہتا ہے جس جگہ ہندو پیشواؤں کا ذکر کرتا ہے تعظیمی الفاظ لکھتا ہے (اور سرکرشن
راج کے وہاں رونق افروز ہونے کی خبر پاکر، گلدستہ کشمیر صـــ۱) جہاں بزرگان اسلام کا ذکر آتا ہے
توہین آمیز الفاظ لکھتا ہے (جب سیّد علی ہمدانی یہاں آیا، گلدستہ کشمیر صـــ۱۰۴) (میر سیّد محمد فرزند
علی ہمدانی بھی بمعہ بہت سے مریدوں کے یہاں پہونچا، گلدستہ کشمیر صـــ۱۰۶) (جب سیّد علی ہمدانی
لیا، گلدستہ کشمیر صـــ۱۰۷)، کون نہیں جانتا کہ حضرت سیّد علی ہمدانی اور ان کے صاحبزادے حضرت
سیّد محمد ائمہ اسلام میں سے ہیں اور کشمیر کے مسلمانوں کی عقیدت کا مرکز ومدار ہیں، اسی طرح ہندو
الوں کی وفات کا ذکر تعظیمی الفاظ میں کیا ہے، راجہ ابھی مینو جس کے عہد میں قتل وقتال کی گرم بازاری
) کی وفات کے متعلق لکھتا ہے (شفاخانے آخرت کو سدھارا، گلدستہ کشمیر صـــ۴۷) راجہ ونتی ورما
متعلق لکھا ہے بہشت کو سدھارا (گلدستہ کشمیر صـــ۶۶) اگر کسی ہندو کے متعلق معمولی الفاظ
لکھے ہیں تو وہ بھی بہت نرم، راجہ گلشن دیو (جس کے مظالم و بدچلنی کی طویل داستانیں اسنی
لکھی ہیں) کے متعلق لکھا ہے اس کی زندگانی کا دن تمام ہوا (گلدستہ کشمیر صـــ۸۲) سلاطین اسلام
ذکر توہین کے ساتھ کیا ہے، سلطان سکندر مرحوم مسلمانوں میں نہایت محترم سلطان ہیں مسلمان

اُن کو بزرگ مانتے ہیں، ان کے عہد کے علما اور اولیا نے ان کی وفات کا نہایت تعظیم و تکریم سے ذکر کیا ہے (خدا شناس پیمبر صفت سکندر شاہ) مگر یہ متعصب لکھتا ہے آخر الامر یہ ظالم بھی ۲۴ برس کے عہد حکومت کے بعد اس جہان فانی سے عذاب گور جاودانی میں کیڑے مکوڑوں کے دہن میں جا پڑا، نام بد چھوڑ کر لعنت پائدار ہمراہ لیگیا ؎ نماند ستمگار بد روزگار ٭ بماند بر و لعنت پائدار گلدستہ کشمیر ص۱۰۴) ہندو نواز سلطان شہاب الدین کے متعلق لکھا ہے حکومت کے بعد مر گیا (گلدستہ کشمیر ص۱۰۴) مسلمان مورخوں نے ایسا نہیں کیا انہوں نے سلطان شمس الدین کے متعلق لکھا ہے ساقیٔ اجلش شراب حسرت چشانید (واقعات کشمیر) سلطان علاؤ الدین کے متعلق لکھا ہے بہ بیماری درگذشت (واقعات کشمیر) میر شیر علی افسوس نے پانڈوں کے داد کے متعلق لکھا ہے آخر بیکنٹھ باشی ہوا، راجہ پر جیت کے متعلق لکھا ہے بیکنٹھ میں جا بسا (تاریخ راجگان ہند جلد دوم ص۱۹) راجہ رامچندر جی بھی کشمیر میں رونق افروز ہوئے تھے تکمل تاریخ کشمیر ص۱۸) حضرت ابو البشر آدم علیہ السلام پیغمبر اسلام ہیں اس کندہ دہن پنڈت نے ان کے متعلق یہ حکایت لکھی ہے جو نہایت دل آزار ہے (روایت ہے کہ مکہ میں ایک رکھی یعنی عابد جو مکشیور مہادیو کی عبادت میں مصروف تھا اکثر گومید جگ کیا کرتا تھا اور پھر برکت عبادت سے گاؤ زندہ کرتا آخر جگ میں جبکہ دواپر کا آخر تھا اس کی عورت جو حاملہ تھی کسی قدر گوشت اس کا کھا لیا جب بعد اختتام جگ عابد نے گاؤ کو زندہ کیا تو اس کے جسم میں اسی قدر گوشت کم پایا، اور عورت مذکور نے کھا لینے کا اقرار کیا، اسوقت عابد نے کہا کہ تیرا کچھ قصور نہیں تو نے دوسرے آتما کی خواہش سے جو تیرے پیٹ میں ہے یہ کام کیا، گناہ کبیرہ گردن پر لیا، اب جو لڑکا پیدا ہوگا وہ آتم کے نام سے ہو کر اسی کھانے کے جرم میں مقہور الٰہی ہوگا اس کی اولاد قدیمی دھرم سے محروم رہیگی، پس قدرت الٰہی دعائے عابد سے وہ لڑکا پیدا ہوا۔ اور عابد اس کو تنہا چھوڑ کر چلا گیا، وہی آتم (آدم) کے نام سے مشہور ہوا ضمیمہ گلدستہ کشمیر ص۲) ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ اس بے سروپا کہانی سے مسلمانوں کی کس قدر دل آزاری ہوئی ہوگی، اس نادان مؤلف کو یہ بھی معلوم نہیں کہ حضرت آدم تو بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے تھے وہ جس کا

ذکر کرتا ہے وہ آدم پیغمبر نہیں کوئی آثم (پدرکش مادر آزار) مہاتما ہوگا مگر اس روایت سے کئی باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ مکہ قدیم اور اصلی معبد ہے باقی ایجاد بندہ، دوسرے یہ کہ بزرگان ہنود گائے ذبح کرتے تھے تیسرے یہ کہ یہ ہندو رکھی علم و انصاف و حمیت مذہبی سے بے بہرہ تھا، قصور عورت کا بدعادی بے گناہ بچے کو جس عورت نے گناہ کیا اس کے ساتھ رہا جب بیگناہ بچہ پیدا ہوا چھوڑ کر چلدیا۔

ایسے ہی بزرگوں کی تقلید کا اثر ہوا کہ کشمیر کے راجہ سندرسین کی عدالت میں ایک شخص نے دعوی کیا کہ میرا خسر میری بیوی (باپ بیٹی سے) تعلق رکھتا ہے، راجہ صاحب نے بعد ثبوت مدعی کو افشائے راز کے جرم میں سزا دی اور زانیہ زانی کو بری کر دیا، (مکمل تاریخ کشمیر حصہ اول ص۶۹) جب گومیدھ جگ ہوتے تھے تو گوشت بھی کھایا جاتا ہوگا کیونکہ ہر شخص تو گائے کو زندہ کرنے کی کرامات نہیں رکھتا، اگر پھینکدیا جاتا ہوگا تو مال ضائع کرنا اہل عقل کا کام نہیں۔ یہ روایت اسلئے بھی غلط معلوم ہوتی ہے کہ قدیم ہندو گائے ذبح کرتے تھے اور اس کا گوشت کھاتے تھے، (جہاں جہاں گومیدھ وغیرہ لکھے ہیں (ویدوں شاستروں میں) وہاں وہاں حیوانات میں نر حیوان کا مارنا لکھا ہے جو بانجھ گائے ہوتی ہے اس کو بھی گومیدھ میں مارنا لکھا ہے (ستیارتھ پرکاش مطبوعہ ۱۸۷۵ء) کوشک منی کے سات بیٹوں نے ایک گائے کھا کر نجات حاصل کی (درست ترویں)، گوشت خواری اور قربانی کی بحث ہماری کتاب معجزات اسلام میں ہے، یہاں موقع نہیں،

مسلمان قوموں کے اخلاق پر حملہ

قوم ہانجیان بڑی بدمعاش، رزیل اور خراب فرقہ ہے تمام شرارتیں انہیں سے ہوتی ہیں اکثر سیاحان کشمیر کو بھی لوگ عیاشی اور رنڈی بازی میں ڈال کر لوٹتے ہیں اور بعض اوقات اپنی بہو کو پنڈتانیوں کا لباس پہنا کر ان کے پاس لیجاتے ہیں (گلدستہ کشمیر حصہ اول ص۷۷) اس کا فیصلہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو کشمیر گئے ہیں، میں ایسے بیہودہ معاملہ کی تفصیل کرنا نہیں چاہتا۔ صرف اس قدر کہنا کافی سمجھتا ہوں کہ وہ کیسے عقلمند، سیاح اور عیاش ہوں گے جو ایک مسلمان، جاہل، رذیل، غیر مہذب، غریب الحزن کو ہندو شریف خواہ امیر مہذب برہمنی سمجھ لیتے ہوں گے ۵

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے — جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

صـ۳۲ پر لکھا ہے مسلمان لوگ بھی دراز قد ہوا ہیں ہود یونکی وضع پر مضبوط، بعض رزیل شریر،
فتنہ انگیز متعصب، بے صبر ناخواندہ کاریگر بارکش، پست ہمت منافق بدعمل ہوتے ہیں
جو شخص ان سے نیکی کرے بلا مضائقہ اس سے بدی کرتے ہیں کسی نے خوب کہا ہے ؎

اگر قحط الرجال افتد از ین سہ جنس کم گیری — یکے افغان دوم کنبوہ سویم بدذات کشمیری

کشمیری بے پیری انہیں کے حق میں مشہور ہے (گلدستہ کشمیر حصہ اوّل) ان فقرات کا جواب
کہیں اس کتاب میں ہے، باقی پنڈتوں کے جو صفات پنڈتوں نے لکھے ہیں ان پر نظر کر لینا کافی ہے
باقی امور جن پر اعتراض ہے جہاد، جزیہ، غنیمت، غلامی وغیرہ ان کی تحقیق آخر کے ابواب میں ہوگی۔

کشمیر کی تاریخیں اور مورّخ

یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ قدیم ہندوؤں نے کوئی تاریخ مرتب نہیں کی، اور وہ علم تاریخ سے
واقف نہ تھے ان میں قصے کہانیوں کا رواج تھا کشمیر کی تاریخ سب سے پہلے پنڈت رتناگر نے
لکھی اس کا نام راج ترنگنی تھا، یہ تاریخ زبانی قصوں کہانیوں سے مرتب ہوئی تھی، رتناگر نویں صدی
عیسوی میں تھا، پھر کلہن پنڈت نے جو بارہویں صدی عیسوی میں تھا راج ترنگنی نام تاریخ لکھی یہ
بھی زبانی روایات وحکایات سے جمع کی گئی، کلہن پنڈت کو تاریخ لکھتے وقت رتناگر کا نسخہ دستیاب
نہیں ہوا یہ دونوں تاریخیں توہم آمیز اور دور از قیاس افسانوں سے پر ہیں، مؤلف گلدستہ کشمیر
نے بھی لکھا ہے راج ترنگنی بھی شاعرانہ طور سے مبالغے اور پرانے دستور کی موافق لکھی ہے (صـ۱۱)
پندرہویں صدی عیسوی میں سلطان زین العابدین بڈشاہ کے عہد میں سلطان کے دار الترجمہ
کے افسر پنڈت زونراج نے سلطان کے نام پر زینہ ترنگنی تاریخ لکھی جس میں ہندوؤں کے آخری
عہد سے سلطان کے زمانہ تک کی تاریخ تھی، یہ اب نایاب ہے مسٹر آسٹن صاحب نے اپنے نوٹوں
میں اس کے حوالے دیئے ہیں بڈشاہ کے دار الترجمہ کے ایک رکن سوم پنڈت نے زین چرت نام تاریخ

لکھی، اس میں بڈشاہ کے عہد کے حالات تھے یہ اب ناپید ہے، پنڈت شر بد بر نے ایک تاریخ لکھی
اس کا نام بھی راج ترنگنی ہے اس میں ۱۴۸۶ء تک کے حالات ہیں راجاوتی نام ایک تاریخ
پرجے بھٹ نے بعہد اکبر بادشاہ لکھی تھی، ملا احمد نے وقائع کشمیر لکھی، یہ مورخ بڈشاہ کا ملک الشعرا
تھا اس کو پنڈت رتناگر کا نسخہ بھی مل گیا تھا، اس نے اس کا ترجمہ فارسی میں کر دیا تھا۔ ملا نادری نے
تاریخ کشمیر لکھی، یہ اب ناپید ہے، مرزا حیدر فرمانروائے کشمیر نے فارسی میں تاریخ رشیدی اور
پنڈت بیربر کاہچرو نے مختصر التواریخ، خواجہ اعظم نے تاریخ اعظمی، سیف الدین نے تاریخ جدولی
دیوان کرپارام نے گلزار کشمیر، مولوی عزیز الدین نے احسن التواریخ لکھی، ایک تاریخ ملا بہاء الدین
متو نے لکھی، ملا عبد النبی نے وجیز التواریخ، تاریخ حسن پیر حسن شاہ نے، تاریخ خلیل ملا اخوند خلیل نے
تاریخ کشمیر مولوی ہدایت اللہ نے، پنڈت نراین کول عاجز نے تاریخ کشمیر لکھی تاریخ سلیمان بلغ کشمیر کی
نظم تاریخ ہے یہ سب فارسی میں ہیں۔ راجہ سکھ جیون مل حاکم کشمیر نے ۱۷۵۶ء میں کشمیر کی تاریخ
نظم لکھانی شروع کی، سات شعرا کو معقول وظائف مقرر کر کے اس کام پر مامور کیا، محمد قلیخان متین
عبد الوہاب شایق، ملا ارج، محمد جان سامی، ملا محمد توفیق، رحمت اللہ نوید، محسن، اور ایک ایک
شعر کے لئے ایک ایک روپیہ انعام مقرر کیا، شایق نے ساٹھ ہزار، توفیق نے دو ہزار، سامی نے ایک ہزار
شعر طیار کئے تھے کہ راجہ کا آفتاب اقبال غروب ہو گیا، اور یہ تاریخ ناتمام رہ گئی، انگریزی میں اسلامک
کلچر ان کشمیر مسٹر غلام محی الدین نے، شارٹ ہسٹری آف کشمیر مسٹر گوشہ لعل بی اے نے، ویلی آف کشمیر
مسٹر والٹر لارنس نے لکھی، اردو میں تاریخ کشمیر خواجہ حسن ملک نے، گلدستہ کشمیر پنڈت ہرگوپال نے
لکھی، مکمل تاریخ کشمیر تین حصوں میں منشی محمد الدین فوق نے لکھی، یہ تاریخ کشمیر کی تاریخوں میں سب سے
بہتر ہے، کیونکہ فوق صاحب کو رتناگر کا اصل نسخہ بھوج پتر پر لکھا ہوا اور چند نایاب تحریرات دستیاب
ہو گئی تھیں، فوق صاحب کی اس جستجو کی تعریف ٹھاکر اچھر چند مترجم راج ترنگنی نے بھی کی ہے۔
ایک تاریخ کشمیر کی میرے دوست مولوی محمد شاہ صاحب سعادت مورخ کشمیر نے بھی لکھی ہے، جو
ابھی تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی، یہاں تک جس قدر تاریخوں کا ذکر ہوا ہے انمیں بعض

قلمیابُ ہیں بعض غیر مطبوعہ ہیں اکثر موجود اور مطبوعہ ہیں، اردو میں ایک تاریخ موسوم بہ تاریخ ریاست جموں وکشمیر ہے جو ریاست کشمیر کے مدارس میں رائج ہے، باقی بعض متفرق کتب اور تاریخوں میں بھی مختصراً کشمیر کا بیان ہے جیسے رسائل طغرا، تاریخ ہند پروفیسر ذکاءاللہ کشمیر میں علم تاریخ کی بنیاد پنڈت رتناگر نے ڈالی اور اس کی تقلید کلہن پنڈت نے کی، اگرچہ مبالغہ اور افسانہ سازی سے دونوں نہ بچ سکے، لیکن ضرور یہ دونوں مصنف تعریف و شکریہ کے مستحق ہیں۔ رتناگر کا نسخہ چونکہ نایاب ہوگیا تھا، اس لئے ہندو مسلمان، انگریز تمام مورخوں کا ماخذ کلہن کی راج ترنگنی ہے مگر افسوس یہ ہے کہ سب نے آنکھیں بند کرکے تقلید کی ہے، بہت کم کدوکاوش کی ہے۔

جنگ مہابھارت

چونکہ ہندوستان کی کوئی صحیح اور قدیم تاریخ موجود نہیں اور ہندو مصنفین کی مبالغہ آمیزی ثابت ہے ان کے جگوں کا حساب خلاف قیاس ہے اس لئے اس کا صحیح پتہ نہیں لگتا، کہ جنگ مہابھارت کس زمانہ میں ہوئی، پروفیسر ذکاءاللہ نے بھی تاریخ ہند میں یہی لکھا ہے، ہندوؤں کے بیان کے موافق ساڑھے پانچہزار برس سے کچھ زیادہ ہوتے ہیں اکثر یورپین مورخین نے قیاس آرائی سے کام لیا ہے اس مضمون کے مطالعہ سے ناظرین کو ضرور اس جنگ کا زمانہ قریب قریب تحقیق ہوجائیگا، یہ لڑائی کورو پانڈوں میں کرکشیتر (قریب تھانیسر) کے میدان میں (۱۸) دن تک رہی۔ سری کرشن کی بہن ارجن پانڈو سے بیاہی تھی اس لئے وہ پانڈوں کے شریک تھے، پانڈو راجہ پانڈ کے بیٹے تھے، راجہ پانڈ نے کنتی سے شادی کی، جو بیاس جی کی بہن اور کرشن و بلرام کی خالہ تھی، اس سے جدشٹر بھیم، ارجن تین بیٹے پیدا ہوئے بعض نے نکل اور سہدیو کو بھی لکھا ہے، بعض نے نکل اور سہدیو کو راجہ پانڈو کی دوسری رانی مادری کے بطن سے لکھا ہے (عمدۃ التواریخ رتن لال) ارجن کی شادی سبھدرا ہمشیرہ سری کرشن سے ہوئی (حیات سری کرشن) یعنی خالہ زاد بہن سے اب ہندو ایسے رشتوں میں شادی نہیں کرتے۔ اس جنگ کے حالات میں بیاس مصنف وید نے

جواس زمانے میں موجود تھے مہابھارت نام کتاب تصنیف کی، لالہ سورج نراین بی اے ایل ٹی
لکھتے ہیں۔ پانچوں پانڈو بہت دنوں تک اِدھر اُدھر بھیک مانگ کر گذارہ کرتے پھرے بیاس جی سے
ان کی ملاقات ہوئی۔ (کتاب ہند کے جان نثار) بابو منمتھ دت ایم اے لکھتے ہیں اسی زمانہ میں
برگزیدہ بیاس جی نے ویدوں کی تالیف کی (رہنمایان ہند) اِن حوالوں سے یہ ثابت ہو گیا کہ بیاس جی
مصنف وید و مہابھارت پانڈوں کے ہمعصر تھے، اب بیاس جی کے زمانہ کا تعین ہونا چاہئے۔
وہی زمانہ اس جنگ کا ہوگا، الفسٹن صاحب نے بیاس کے باپ کے متعلق مختلف سن بیان
کئے ہیں ان میں سے ایک روایت ۵۷۶ قبل مسیح کی بھی ہے، بیاس زردشت کے شاگرد ہیں
صاحبِ دبستان مذاہب اور اکثر مورخین نے یہی لکھا ہے، بیاس کے زردشت سے ملاقات کرنے
اور مرید ہونے کا ذکر پارسیوں کی کتاب دساتیر اور سفرنگ میں ہے (اس کی بحث ہماری کتاب معجزات اسلام
میں ہے) بیاس دیو کا ہونا پارسیوں کے صحیفے آسمانی دساتیر میں درج ہے (گلدستہ کشمیر ص ۱۷)
لالہ تلسی رام لکھتے ہیں یہ غلط ہے کہ بیاس جی زردشت کے چیلے تھے بلکہ وہ مباحثہ کرنے گئے تھے
اِس کامیاب سفر سے واپسی پر انہوں نے ویدوں کو جمع کیا (واقعات ہند) بیاس کا لقب انگرنکھاد
بھی ہے جو صحف پارسیان میں مذکور ہے اور بیاس نے اپنے استاد کا نام منترین بیان کیا ہے،
یہ زردشت کا لقب ہے (تلخیص التواریخ بحوالہ نوٹ اتیر ارک وید) پنڈت لیکھرام لکھتے ہیں۔
پارسی مذہب کو زردشت نے بیاس کی زندگی میں جاری کیا (کلیات آریہ مسافر ص ۹۸) بیاس
زردشت کا مرید ہو یا نہ ہو یہاں اس بحث کا موقع نہیں صرف یہ مقصد ہے کہ بیاس و زردشت ہمعصر
تھے، زردشت کس زمانے میں تھے یہ اس طرح تحقیق ہوتا ہے کہ زردشت نے شہنشاہ ایران گستاسپ
کو مرید کیا، زردشت نے گستاسپ سے شرط کی تھی کہ اس کا بیٹا مذہب کے لئے جنگ کرے (حالات
قوم پارسیان ص ۳۰ بحوالہ زرتشت نامہ مصنفہ زرتشت بہرام)۔ سر جان مالکم لکھتے ہیں اتفاق است
برین کہ او در زمان گستاسپ بود گستاسپ دین اورا اختیار کرد (تاریخ ایران جلد دوم باب چہارم)
زردشت مجوس در زمان او (گستاسپ) خروج کرد، او یکے از تلامذہ ارمیا بود گستاسپ را بدین خود

ہرکدام دران کتاب (کتاب زر تشت) طعنے یا قدحے کرد اور اعقوبت کشید، چنان شد کہ خلایق در عہد دولت وی دین مجوس گرفتند (مجم فی آثار ملوک العجم) زر تشت کے بعد اس کا پوتا بہمن تخت نشین ہوا (تاریخ ایران) بہمن نے بخت نصر کے بیٹے کو معزول کیا اس لئے بخت نصر اور گشتاسپ ہمعصر ہوئے، بخت نصر نے ۶۰۶ قبل مسیح بیت المقدس کو برباد کیا اس لئے گشتاسپ زر تشت بخت نصر بیاس یہ سب ہمعصر ہوئے اور یہ لوگ ساتویں صدی قبل مسیح میں موجود تھے۔ قریب قریب یہی زمانہ جنگ مہابھارت کا ہوسکتا ہے اس زمانہ کا تعین ایک اور طرح بھی ہوتا ہے بہرام موید فرستان نے زردشت کو (۲۵۸) سال قبل سکندر لکھا ہے (مجمل التواریخ) اور سکندر (۳۲۵) قبل مسیح تھا اس لئے زردشت (۵۸۳) قبل مسیح ہوا۔ یورپین مورخین نے جنگ مہابھارت کا زمانہ چارسو پانسو قبل مسیح اندازہ کیا ہے ایسا ہی تاریخ ہند میں پروفیسر ایشوری پرشاد نے لکھا ہے، پروفیسر بنتلی نے پانڈوں کے استاد گرگ رشی کی جنتری سے چارسو پانسو قبل مسیح اندازہ کیا ہے (تلخیص التواریخ) لالہ رتن لال صاحب عمدۃ التواریخ گرگ رکھیشر کے حوالے سے (۵۷۵) قبل مسیح لکھتے ہیں، غرض یہ جنگ چھٹی صدی قبل مسیح میں ہوئی ہے اور یہی زمانہ سری کرشن کا ہوا

مہاراجہ رامچندر جی

ہندو مصنف رامچندر کو گذرے ہوئے ساڑھے آٹھ لاکھ برس بیان کرتے ہیں (آئینہ تاریخ نما) سری کرشن کا زمانہ جنگ مہابھارت میں تحقیق ہوچکا ہے کہ وہ چھٹی صدی قبل مسیح میں تھے رامچندر راجہ اکھشواکو بانی سلطنت اجودھیا کی نسل سے ہیں۔ اکشواکو اور رامچندر کے درمیان (۵۷) پشتیں گذریں سری کرشن بدھ کی اولاد سے ہیں، بدھ اکشواکو کا بہنوئی تھا، بدھ اور سری کرشن کے درمیان (۵۱) پشتیں گذریں (جام جہاں نما مصنفہ شیو پرشاد جلد دوم) اس لئے سری کرشن رامچندر سے چھ پشت قبل گذرے ہیں اس لئے ان کا زمانہ سری کرشن سے بہت بعد ہے۔ اس زمانہ کا تعین ایک اور طرح بھی ہو سکتا ہے والمیک مصنف راماین رامچندر جی کا ہمعصر تھا (دلیران

تاریخ ہند مصنفہ لکشمی کانت ایم اے) مورخین یورپ نے راماین کا زمانہ تصنیف ۵۰۰ سنہ قبل مسیح اندازہ کیا ہے، ایسا ہی پروفیسر ایشوری پرشاد نے تاریخ ہند میں لکھا ہے تلخیص التواریخ میں بحوالہ زائچہ والمیک و مسٹر مارشمین رامائن کا زمانہ ۳۰۰ سنہ قبل مسیح لکھا ہے۔ اس تمام بیان پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رامچندر پانچویں صدی قبل مسیح میں تھے۔

گوتم بُدھ

تاریخ نہ ہونے کی وجہ سے اور فرضی قصوں کے وجود سے یہ نوبت پہونچی ہے کہ مشاہیر ہند کے صحیح حالات و زمانے کا پتہ نہیں چلتا ہندو اپنے کسی بزرگ کے صحیح حالات پیش نہیں کر سکتے۔ زمانہ قدیم کا تو کیا ذکر ہے یہ عجیب اتفاق ہے کہ زمانہ حال میں جو ہندوستان کے رشی گذرے ہیں ان کے حالات کا بھی صحیح پتہ نہیں، پنڈت دیانند نہ معلوم کس وجہ سے اپنا اصل نام و ولدیت چھپاتے تھے اسی وجہ سے لوگوں کو ان کے متعلق شبہات پیدا ہوئے، اور بعض رکیک امور انکی طرف منسوب کئے گئے (دیکھو آئینہ افعال دیانند) پنڈت دیانند کے دیکھنے والے ابھی بہت سے موجود ہیں۔ پنڈت جی کے بعد جو ان کے حالات تحقیق کئے گئے تو بقول خود شہر موروی کے باشندے تھے، مگر دیگر آریہ مصنفین کی تحقیقات میں رام پور (علاقہ موروی) کے باشندے قرار دئے گئے، اب ٹنکارہ علاقہ (موروی) کے باشندہ ثابت ہوئے پہلے ان کا نام مول شنکر ولد امبا شنکر تحقیق ہوا۔ اب مول جی ولد کرشن جی ترویدی تحقیق ہوا (الامان ۳ اکتوبر سنہ ۱۹۳۴ء) اس لئے ان کے بعض مشاہیر کے متعلق بعض محققین کا یہ خیال ہو گیا کہ یہ فرضی نام ہیں جیسے وید کے چار رشی اگنی وایو آدت انگرہ اسی طرح گوتم بدھ کے متعلق بعض کا خیال ہے کہ یہ فرضی نام اور لقب ہے بدھ کا زمانہ بھی بہت دور از قیاس بیان کیا جاتا ہے، ہاشمی صاحب لکھتے ہیں لنکا کی مذہبی کتابوں سے اس قدر تو سُراغ ملتا ہے کہ گوتم راجہ اشوک کی تخت نشینی سے دو سو اٹھارہ برس پہلے ہوا (تاریخ ہند)۔ راجہ اشوک ۲۶۹ سنہ قبل مسیح مرا ہے اس لئے بدھ کی ولادت ۴۸۷ سنہ قبل مسیح ہوئی دارا بشہنشاہ ایران

پسر بمبن راجہ اجات سرا و بدھ کا ہمعصر تھا دارا ب نے ۵۱۸ قبل مسیح ہندوستان پر حملہ کیا،
یہی زمانہ بدھ کا ہوا، بدھ راجہ اجات سر سے ملا تھا اور اس کو نصیحتیں کی تھیں یہ بدھ کے بڑھاپے کا
زمانہ تھا، یہ روایت بدھ مذہب کی ایک کتاب سے ماخوذ ہے (ڈائیگولس آف بدھ) - بم سار ۵۵۴
قبل مسیح مرا اس کا بیٹا اجات سر تھا (آکسفورڈ ہسٹری آف انڈیا) بدھ نے دو سو برس قبل عزیمت
سکندر کے وفات پائی (آئینہ تاریخ نما) بدھ مذہب ۵۰۰ قبل مسیح شروع ہوا (کلیات آریہ مسافر ۱۳)
ان تمام اقوال سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ بدھ پانچویں صدی قبل مسیح میں تھا،

شنکر اچارج

شنکر اچارج کے زمانے میں بھی اختلاف ہے، پنڈت لیکھرام نے تاریخ دنیا میں ۲۰۰ قبل مسیح
یا اس کے قریب تسلیم کیا ہے بعض دیگر اقوال سے بھی اس اندازے کی تائید ہوتی ہے بعض نے
۱۰۰ء بعض نے ۳۰۰ء لکھا ہے، ولسن کولبروک، راجہ رام موہن رائے یاج نیشر شاستری،
پروفیسر جے نراین ان سب کی رائے ۸۰۰ء کی ہے بعض نے ۱۰۰۱ء اور ۱۲۰۰ء لکھا ہے۔
ہنٹر صاحب نے شنکر اچارج کو کمارلا کا چیلا لکھا ہے، کمارلا ۹۰۰ء میں تھا۔ مؤلف
گلدستہ کشمیر ص۶۸ پر لکھتا ہے کہ شنکر اچارج بقول بعض ہمعصر محمد تھا تامل روایات سے ثابت ہوتا ہے
کہ شنکر اچارج سرزمین کربلا کے راجہ پیرومل کے عہد میں پیدا ہوا، یہ راجہ ساتویں صدی
عیسوی کے شروع میں تھا اور یہی زمانہ رسول کریم کا تھا۔ یہ راجہ مشرف باسلام ہوا تھا (اسکا
مفصل تذکرہ ہماری کتاب غدایان ہند میں ہے)
ڈاکٹر برنل صاحب شنکر اچاریہ کی پیدائش کا زمانہ ۶۵۰ء قرار دیتے ہیں ان تمام اقوال
پر نظر کرنے سے شنکر اچارج کی ولادت شروع ساتویں صدی عیسوی میں معلوم ہوتی ہے۔

مورخین کشمیر کی غلطیاں

مورخین کشمیر کے بیانات کو اگر صحیح تسلیم کیا جائے تو مورخین عالم کی بہت سی مسلمہ تحقیقاتوں پر قلم پھیرنا پڑے گا، یہ ماننا پڑے گا کہ گشتاسب و بہمن و داراب و دارا و نوشیروان شاہان ایران و سکندر اعظم، سلطان محمود غزنوی، سری کرشن، مہاراجہ رامچندر، گوتم بدھ، بیاس، شنکراچارج، مہرکل، اشوک، کنشک یہ سب لوگ دنیا میں دو دو گذرے ہیں اور ان کے متعلق مورخین عالم نے جو سنین بیان کئے ہیں وہ سب غلط ہیں۔ کشمیر کے مورخ جس زبردست راجہ کا ذکر کرتے ہیں۔ تمام ہندوستان اور لنکا و برہما و افغانستان وغیرہ کو اس کے فتوحات میں شامل کرتے ہیں اور ان ممالک کی تاریخیں ان بہادر فاتحوں کے ذکر سے خالی ہیں کشمیر کی تاریخ میں ایک ایک نام کے کئی کئی راجہ ہیں یہ ممکن ہے مگر تمام واقعات پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نام مکرر آئے ہیں

پورن کرن پسر راجہ دیاکرن والی جموں کو کشمیر کا پہلا راجہ لکھا ہے، پورن کرن کا ۳۱۸۰ سنہ قبل مسیح تخت نشین ہونا بیان کیا گیا اس کے پوتے سومدت کا ۳۱۲۵ سنہ قبل مسیح جنگ مہابھارت میں مارا جانا لکھا ہے لیکن ہندوؤں کے مذہبی بیان اور تاریخوں سے ثابت ہے کہ سری کرشن جنگ مہابھارت میں شریک تھے اور سری کرشن کو گذرے ہوئے ساڑھے پانچہزار برس ہوئے، اس حساب سے جنگ مہابھارت کا زمانہ سری کرشن سے کم و بیش چار صدی کے بعد ہو جاتا ہے

دیاکرن راجہ جامبو لوچن بانی جموں کا پوتا تھا۔

اگنی گرب دوم برادر اگنی برن

جامبو لوچن

پورن کرن

کرن کرن — اگنی کرن — دھرم کرن — دیاکرن — پورن کرن

اودھ کے حکمران سورج بنسی خاندان میں ۵۲۸ سنہ قبل مسیح راجہ اگن برن تھا۔ اس کا بھائی اگن کرن کا بیٹا دلیپ تھا۔ یہ چچا کے ظلم سے تنگ آکر تارک وطن ہوا، اس کی اولاد نے سیالکوٹ میں آبادی قایم کی ان میں جامبو لوچن ہوا جس نے جموں آباد کیا، اسی طرح دو سو برس گذر گئے انہیں

راجہ دہرم کرن ہوا (تاریخ ریاست جموں وکشمیر ص۶۱) ٹھاکر کاہن سنگھ نے لکھا ہے کہ اگنی گرب دوم کے اٹھارہ بیٹے تھے ہر ایک کے نام کے ساتھ لفظ لوچن لگا ہوا تھا جیسے دہرم لوچن دیپ لوچن باپ کے بعد باہو لوچن تخت نشین ہوا یہ لاولد مرا تو اس کا بھائی جامبو لوچن تخت نشین ہوا (تاریخ راجپوتان ملک پنجاب جلد اول ص۲۸۳) جامبو لوچن باہو لوچن کا بھائی تھا (تاریخ کا روشن پہلو ص۱۵۷) صاحب تکمل تاریخ کشمیر نے اگنی گرب دوم کے دو بیٹے بایوشرب اور دلیپ لکھے ہیں۔ اور اگنی برن دوم کی جگہ بایوشرب کا تخت نشین ہونا بیان کیا ہے۔ اس کی چھٹی پشت میں جامبو لوچن کو بیان لیا ہے، تاریخ ریاست جموں وکشمیر میں دلیپ کو جامبو لوچن کا مورث قرار دیا ہے اور چند پشتوں کے بعد جامبو لوچن کو لکھا ہے، میرے خیال میں اس معاملہ میں ٹھاکر کاہن سنگھ کا بیان معتبر ہے، کیونکہ وہ اسی خاندان کے فرد ہیں، خیر جامبو لوچن اگنی گرب دوم کا بیٹا ہو یا اس کی چھٹی پشت میں مجھے اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں، میرا مقصد یہ ہے کہ جامبو لوچن نے جموں آباد کیا، اور جامبو لوچن کا باپ ۵۲۸ قبل مسیح تھا، تو جامبو لوچن کا زمانہ زیادہ سے زیادہ ۵۰۰ قبل مسیح قرار دیا جا سکتا ہے، جموں کی آبادی سے دو سو برس بعد دہرم کرن ہوا اس لئے دہرم کرن کا زمانہ ۳۰۰ قبل مسیح ہوا یہی زمانہ اس کے بھائی دیاکرن کا ہوا، دیاکرن کا بیٹا پورن کرن تھا جو کشمیر کا راجہ ہے، یہ زمانہ زیادہ سے زیادہ ۲۷۵ قبل مسیح ہو سکتا ہے، دیاکرن کے زمانہ کا تعین ایک اور طرح بھی ہو سکتا ہے، صاحب تکمل تاریخ کشمیر اپنی دوسری تصنیف میں لکھتے ہیں، دیاکرن کو (پورن کرن نے) اہل کشمیر کی درخواست پر کشمیر بھیجا جو تمام چھوٹے چھوٹے راجاؤں کو مطیع اور باجگذار بنا کر خود راجہ بن گیا، یہ واقعہ سکندر یونانی کے حملے سے تھوڑا عرصہ پہلے کا ہے (حکایات کشمیر ص۹۵) تمام مورخ متفق ہیں کہ سکندر کا حملہ ۳۲۷ قبل مسیح ہوا، اس بیان کے موافق دیاکرن ۳۵۰ قبل مسیح موجود تھا، اور اسی زمانہ میں پورن کرن کشمیر کا راجہ بنا، صاحب تاریخ ریاست جموں وکشمیر لکھتے ہیں۔ راجہ دہرم کرن کی وفات کے تھوڑے عرصہ بعد یونان کے بادشاہ سکندر نے پنجاب پر حملہ کیا اس زمانہ میں راجہ پورس ہندوستان کے کچھ حصہ پر حکمران تھا، اس جنگ میں راجہ دہرم کرن

کا بیٹا اگن کرن راجہ پورس کی طرف سے لڑتا ہوا مارا گیا، اس کے بعد اس کا بیٹا کرت کرن گدی پر بیٹھا جس نے ڈوگرہ حروف ایجاد کئے، (ص ۶) اس بیان سے دہرم کرن کا زمانہ سکندر کے حملہ یعنی ۳۲۷ سنہ قبل مسیح سے کچھ قبل ہے، یہی زمانہ دیا کرن کا ہے اس بیان کے موافق وہی ۳۲۷ سنہ قبل مسیح، اس لئے پورن کرن کو کشمیر کی ریاست تیسری صدی قبل مسیح کے آخر میں ملی، اب کہاں ۳۱۸۰ سنہ قبل مسیح اور کہاں یہ ۳۰۰ سنہ قبل مسیح،

راجہ رند ہا جدہشٹر کا ۲۵۰ سنہ قبل مسیح تخت نشین ہونا بیان کیا اور اس کا سکندر اعظم سے نبرد آزما ہونا لکھا، کسی تاریخ میں سکندر کا کشمیر پر حملہ کرنا مذکور نہیں۔ اس کے علاوہ سکندر چوتھی صدی قبل مسیح کے ابتدا میں تھا،

کشمیر میں راجہ جے سنگھ ۱۱۲۶ سنہ ع میں حکمران تھا اس کا چنگیز خان سے جنگ کرنا بیان کیا حالانکہ چنگیز خان نے ۱۲۲۱ سنہ ع میں ہندوستان پر حملہ کیا۔

راجہ رنادت کا دور حکومت ۴۹۷ سنہ ع تک لکھا ہے اور اس کے عہد میں نوشیروان کا حملہ ہندوستان پر بیان کیا جو ۵۳۰ سنہ ع کے بعد کا واقعہ ہے۔

راجہ سورا اندر کا عہد حکومت ۱۸۵۵ سنہ قبل مسیح تک لکھا ہے اور بہمن شہنشاہ ایران سے اسکی لڑکی کا بیاہ ہونا اور اس لڑکی کا ایران میں کتابون نام سے مشہور ہونا لکھا ہے حالانکہ بہمن چھٹی صدی قبل مسیح میں تھا اور کتابون اس کی دادی یعنی گستاسپ کی بیوی کا نام تھا جو قیصر روم کی بیٹی تھی (تاریخ ایران سرجان میلکم) بہمن اپنے دادا گستاسپ کے بعد تخت نشین ہوا گستاسپ کا زمانہ جنگ مہابھارت کے بیان میں تحقیق ہو چکا، ایک اور طرح بھی اس زمانہ کا تعین قریب قریب ہوتا ہے، داراب شاہ ایران نے ۵۱۸ سنہ قبل مسیح ہندوستان پر حملہ کیا (ہسٹری جارج این کنگ) داراب سے پہلے (۴۰) سال اسکی ماں ہمایا نے حکومت کی اسلئے ۵۱۸ + ۴۰ = ۵۵۸) میں ہمایا اپنے باپ بہمن کی جگہ تخت نشین ہوئی اس لئے بہمن کا آخری سال زندگی ۵۵۸ سنہ قبل مسیح ہے

کشمیر میں خاندان مالوہ کے حکمرانوں میں راجہ وسہ کل کا بیٹا راجہ مہر کل ۴۲۷ سنہ قبل مسیح میں لکھا ہے

تمام مورخ بیان کرتے ہیں کہ مہرکل قوم ہن سے تھا اس کا باپ تورمان تھا جس نے سنہ ۵۱۰ع میں اپنی سلطنت قایم کی۔ مہرکل بڑا ظالم و سفاک تھا، تمام راجوں نے اس سے تنگ آکر بسر کردگی راجہ یشو دہرمن والی مالوہ و راجہ بالادیتہ والی مگدہ اس سے جنگ کی اور بمقام کارولب دریائے سندھ اس کو شکست دی، مہرکل کشمیر کو بھاگا (تاریخ ایشوری پرشاد) وسط ایشیا سے ہون نامی ایک خونخوار ذات نے حملہ کیا کمار گپت پسر چندر گپت کے عہد سنہ ۴۵۵ع میں ہندوستان پر) اور اپنی حکومت قایم کی، ان کا پہلا راجہ تورمان تھا اس کا لڑکا مہرکل تھا، یہ سب ظالم اور بودھ مذہب کے دشمن تھے، (ہندوستان کی ابتدائی تاریخ) یہ (مہرکل) پنجاب میں بمقام شکل (چنیوٹ) کا راجہ تھا۔ نہایت ظالم و سفاک تھا۔ پنجاب کے تمام راجاؤں نے تنگ آکر اور ایکا کرکے راجہ جشو دہرمن اور راجہ بالادیتہ والی مگدھ کے زیر کمان اس کو مقام کارولب دریائے سندھ شکست دی یہ کشمیر کی طرف بھاگ آیا، (ہندوستان کی ابتدائی تاریخ)۔

مہرکل کے جو سکے برآمد ہوئے ہیں ان سے یہی پتہ لگتا ہے کہ یہ سفید ہن قوم سے تھا۔

حاشیہ صفحہ ۲۶۴، راج ترنگنی مرقومہ مترجم) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کشمیر کا راجہ وسہ کل اسکا رشتہ دار ہوگا اسی وجہ سے یہ کشمیر کو بھاگا، موقع پاکر خود تخت پر قبضہ کرلیا، اگر کوئی دوسرا مہرکل ہوتا تو کشمیری مورخ اس کا بھی ضرور ذکر کرتے، کیونکہ مہرکل پنجابی کا کشمیر پر دخل پانا تمام مورخ بیان کرتے ہیں واقعات بھی دونوں کے ایک ہیں فرق اس قدر ہے کہ کشمیری مورخوں نے حسب عادت اس کے زمانہ میں بارہ سو برس کا اضافہ کردیا ہے،

راجہ اشوک والی مگدہ جو کشمیر پر بھی حکمران تھا، مورخین اس کا زمانہ سنہ ۲۶۹ قبل مسیح تک لکھتے ہیں۔ یہ اشوک بدھ مذہب کا بڑا مبلغ تھا لیکن کشمیر میں چودہ صدی قبل مسیح سے بھی پہلے اس کا راج ہے وہ بدھ مذہب کا پیرو ہے حالانکہ صاحب مذہب گوتم بدھ پانچویں صدی قبل مسیح میں پیدا ہوئے تھے، صاحب تکمل تاریخ کشمیر نے دو اشوک بتائے ہیں، ایک اشوک کشمیری دوسرا اشوک ہندی اور دونوں کے حالات یکسان ہونے کا اقبال کیا ہے، اشوک کشمیری کو

اشوک ہندی سے علیحدہ ثابت کرنے پر بحث کی ہے لیکن اس تمام بحث کے جواب میں یہی کافی ہے کہ اشوک کشمیری کو بھی بُدھ مذہب کا مبلغ قرار دیا ہے اور چودھ صدی قبل مسیح اس کا زمانہ ہے۔ لیکن صاحب مذہب گوتم بُدھ کی ولادت پانچویں صدی قبل مسیح میں ہے، کلہن اور رتناگر کے ہفوات پر محققین کی تحقیقاتوں کو قربان نہیں کیا جا سکتا، اس کے بعد کسی بحث کی ضرورت باقی نہیں رہتی مگر ہم چند دلیلوں کا جواب ضرور لکھیں گے جو سب سے زبردست سمجھی گئی ہیں۔

ایک یہ کہ اشوک مگدی کے کتبات تمام ملک میں پائے جاتے ہیں مگر کشمیر میں نہیں اگر وہ کشمیر کا حکمران ہوتا تو یہاں بھی اُس کے کتبات ہوتے، ماہران فن سیر آگاہ ہیں کہ کشمیر ہندو دھرم اور بُدھ مت کا زبردست اکھاڑہ رہا ہے اور دونوں مذاہب کے کشمیری حکمران مذہب غیر کے روکنے اور ان کے نشانات مٹانے میں دنیا بھر کے حکمرانوں سے بڑھ گئے اس کے علاوہ کشمیر میں اس قدر آتش زدگی اور زلزلوں سے بربادی ہوئی ہے کہ جس کی نظیر ملنی مشکل ہے، ایسی صورت میں اشوک کے کتبات کیونکر محفوظ رہ سکتے تھے۔ یہ تو صدیوں قبل مسیح کے کتبات تھے زمانہ قریب میں یعنی پندرہویں صدی عیسوی کے حکمران بڈشاہ نے جو اپنے ضوابط کندہ کرا کر نصب کرائے تھے، ان کا تو پتہ ہی نہیں، اشوک کے پتھروں کا کیا ذکر اشوک خود کشمیر میں نہیں رہا، اس نے کشمیر پر ایک وائسرائے کے ذریعہ حکومت کی، وائسرائے کا بھی صدر مقام کشمیر نہ تھا بلکہ ٹکسلا تھا اس لئے کشمیر میں اگر کتبات ہوں گے بھی تو دو چار، جو یا تو امتداد زمانہ سے خود برباد ہو گئے ہوں گے یا برباد کر دئے گئے ہوں گے۔

ایک دلیل یہ ہے کہ صاحب مکمل تاریخ کشمیر کو بُدھ مذہب کے علما نے اپنی مذہبی کتابوں میں دکھلایا کہ گوتم بدھ سولہ سو قبل مسیح پیدا ہوا، اس کا جواب یہ ہے کہ ہندوستان کی قدیم قوموں کی افسانہ سازی مشہور و ثابت ہے یہ طے شدہ امر ہے کہ بدھ پانچویں صدی قبل مسیح میں تھا۔

ایک دلیل یہ ہے کہ اشوک مگدی غیر متعصب تھا جیسا کہ اس کے کتبات سے ثابت ہے اور اشوک کشمیری نے شیومت کے مندر منہدم کرائے، یہ کوئی معقول دلیل نہیں، اسی کشمیر کی تاریخ میں

کئی ایسے راجاؤں کا ذکر ہے جو پہلے عادل تھے پھر ظالم ہو گئے اور بعض پہلے ظالم تھے پھر عادل ہو گئے جو شجرہ نسب اشوک مگدی کا ہے وہی اشوک کشمیری کا ہے، مؤلف گلدستہ کشمیر نے اسی کو گودہر کے چچا شکنی کی اولاد سے بتایا ہے (شکنی کا ذکر مہابھارت میں ہے)

ایک دلیل یہ ہے کہ اشوک کشمیری راجہ شکنی کی اولاد سے تھا، اور اشوک مگدی چندر گپت کا پوتا تھا، چندر گپت کے ماں مورا قوم شودر کی ایک عورت اور اس کا باپ بھی کسی ادنی قوم کا آدمی تھا، لیکن یہ غلط ہے کیرنڈل نے لکھا ہے، چندر گپت ایک چھتری شہزادہ تھا، اس کا ملک کوہ ہمالہ کے آس پاس تھا جو موروں کی کثرت کے باعث مورا راج کر کے مشہور تھا، جین مصنف بھی مورا راجاؤں کو چھتری مانتے ہیں - مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے کہ ناسک والا لکھتا ہے کہ اشوک چندر گپت کا پوتا تھا یعنی اشوک بن بندوسار بن چندر گپت، چندر گپت قوم ناگ سے تھا، لالہ جوالا سہائے لکھتے ہیں قدیم ہندوستان کا ناگ نسل تکشک کہلاتا تھا - چندر گپت قوم موری سے تھا اسکو تکشک کی نسل سے بتلاتے ہیں (وقائع راجپوتانہ جلد اوّل)، اشوک کے بعد جلوک تخت نشین ہوا جلوک کو اشوک کا بیٹا لکھا ہے لیکن نمر ناسک والے نے لکھا ہے کہ جلوک اشوک کا پوتا تھا یہی صحیح ہے پروفیسر ایشوری پرشاد نے اشوک کے جانشین بیٹے کا نام دسرتھ اور اس کے بیٹے کا نام سمرتھ لکھا ہے (تاریخ ہند) یہ جلوک اشوک کے دوسرے بیٹے کونال کا بیٹا ہوگا، اور دسرتھ نے کشمیر کی ریاست بھتیجے کو دیدی ہوگی، مورخین لکھتے ہیں کہ اشوک کے بعد کشمیر ہندوستانی سلطنت سے آزاد ہو گیا، (ہندوستان کی ابتدائی تاریخ) اگر اشوک کشمیری اور اشوک مگدی دو ہوتے تو قدیم مورّخ دونوں کا تذکرہ کرتے کیونکہ اشوک مگدی کا بھی تو کشمیر پر قبضہ رہا ہے، ہر طرح ثابت ہے کہ اشوک ایک ہی ہے اس کا زمانہ ۲۶۹ قبل مسیح ہے،

تیرہ صدی قبل مسیح کنشک کا ذکر کیا ہے یہ بھی بدھ مذہب کا مبلغ تھا، وہی دقت یہاں بھی پیش آتی ہے جو اشوک کے بیان میں ہے اصل میں کشمیر میں یہ خاندان کوشن کہلاتا ہے جو ۷۸ء سے شروع ہو کر ۲۲۵ء پر ختم ہوتا ہے، ترکستانی قوموں کو یورپین مورخ ستھین کہتے ہیں

سیتھین کی ایک شاخ یوچی تھی۔ یوچی کی ایک شاخ قوم کش تھی، کنشک اسی قوم سے تھا،
اس قوم نے سوسوا سو برس قبل مسیح بلخ و کشمیر تک حکومت کی (مقدمہ تاریخ ہند قدیم)
کنشک قوم کش کا زبردست راجہ گذرا ہے ۷۸ء میں تخت نشین ہوا، اس کا دار السلطنت
پورش پور (پشاور) تھا۔ اس نے کابل کشمیر بخارا قندہار وغیرہ ممالک فتح کئے، شمالی ہندوستان میں
اس کی حکومت پٹنہ تک تھی، یہ بدھ مذہب کا پیرو تھا، اس کے سن جلوس کو سمت کاشا کہتے ہیں
جو بعد کو سن شالباہن مشہور رہا (اس کے زمانہ تک بودھوں میں بہت اختلاف ہو گئے تھے
انہیں درست کرنیکے لئے کنشک نے کشمیر میں بودھ بھکشوں کی ایک بڑی مجلس منعقد کی (ہندوستان
کی ابتدائی تاریخ) اس کے عہد میں بدھ مذہب کو کشمیر میں بڑی کامیابی ہوئی (تاریخ پروفیسر کاراللہ
جب یہ چین پر حملہ کرنے جارہا تھا تو اس کے وزیر نے اس کو دغا سے قتل کر دیا (تاریخ ہند پروفیسر
ایشوری پرشاد) اس نے عدل وانصاف سے حکومت کی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ہوشک
تخت نشین ہوا، اس نے ہوشک پورہ آباد کیا جو اب بارہ مولہ کے قریب اشکر نام سے مشہور ہے
(تاریخ ریاست جموں وکشمیر) کنشک کے دو بیٹے تھے واششک اور ہوشک، ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ واششک باپ کے سامنے ہی فوت ہو گیا، کنشک کے بعد ہوشک تخت نشین ہوا،
ہوشک کے بعد ۱۳۵ء میں باسدیو تخت نشین ہوا (اس کا نام زشک یا جشک الملقب باسدیو
لکھا ہے) اس کے سکوں پر مہادیو اور نندی کی تصویریں بنی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ
شیو مت کا معتقد تھا (تاریخ ہند ایشوری پرشاد) یہ ۲۲۵ء میں مرا، اس پر اس خاندان کا
خاتمہ ہوا۔ کشمیری مورّخوں نے جو کنشک بنایا ہے وہ کسی طرح ثابت نہیں ہوتا، یہاں بھی یہی
اعتراض ہوتا ہے کہ اگر دو کنشک تھے تو دوسرے کنشک کا ذکر کیوں نہیں کیا، وہ بھی تو کشمیر کا
فرمانروا تھا، صاحب تکمل تاریخ نے ہشک کنشک زشک کو ہمراہیان سلیمان علیہ السّلام میں سے
لکھا ہے اگر یہ حضرت کے ہمراہی ہوتے تو ان کے سکّوں پر مہادیو اور نندی کی تصویریں نہ ہوتیں
مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے ہشک کنشک زشک بھی شیو جی کو مانتے اور انہوں نے بودھ

اور شیو اور اگنی پوجن تینوں مت کو ملا کر ایک کیا تھا (ص ۲۴)

رتناگر نے اپنی تاریخ کو دیاکرن پسر راجہ جموّں سے شروع کیا ہے اور اوکنند کو شخص غیر بتایا ہے۔ کلہن پنڈت کا بیان مورخین نے اس طرح نقل کیا ہے، کلہن پنڈت نے اپنی تاریخ میں سب سے اوّل راجہائے معلوم شدہ کے راجہ ادگونند کو لکھا ہے (گلدستہ کشمیر ص ۱۶)

دیاکرن کی اولاد میں سے راجہ گونند اول کے عہد سے کشمیر کے حالات ملنے شروع ہوتے ہیں۔ اس کی حکومت کا زمانہ جنگ مہابھارت سے بیس سال پہلے خیال کیا جاتا ہے، مگدھ کا راجہ جراسندھ اس کا رشتہ دار تھا، اس نے سری کرشن سے جنگ چھیڑ دی اور گونند اوّل جراسندکی مدد کے لئے گیا اور متھرا کی لڑائی میں مارا گیا۔ (تاریخ ریاست جموں وکشمیر ص ۱۸)

"جس وقت کورو پانڈوں میں بمقام کوروچھیتر جنگ عظیم ہوئی تھی اور کلجگ کے (۶۵۳) برس گذر چکے تھے، راجہ آدگونند جلوہ فرمائے تخت شہی کشمیر ہوا یہ راجہ جراسندھ کا رشتہ دار تھا اس لئے اسکی درخواست سے راجہ آدگونند نے یہاں سے نہضت فرما ہو کر شہر متھرا کا محاصرہ کیا اور سری کرشن سے رزم خواہ ہوا، بلبھدر برادر سری کرشن جی کے ہاتھ سے دریائے جمنا کے کنارے پر مغلوب ہو کر مارا گیا" (گلدستہ کشمیر)۔

اس بیان میں چار غلطیاں ہیں، ایک جنگ مہابھارت کا کلجگ کے ۶۵۳ برس گذرنے کے بعد ہونا، جنگ مہابھارت سری کرشن کے عہد میں ہوئی ہے اُن کے زمانہ میں کلجگ کی آمدآمد تھی، یہی ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کا بیان ہے اور رتناگر نے بھی یہی لکھا ہے، دوسرے جراسندھ کا جنگ مہابھارت کے وقت موجود ہونا، جراسندھ کو کرشن، بھیم، ارجن وغیرہ جنگ مہابھارت سے بہت پہلے قتل کر چکے تھے، جراسندھ کا قتل کرشن کی جوانی کا واقعہ ہے اور جنگ مہابھارت ان کے بڑھاپے کا قصہ ہے، جراسندہ اور سری کرشن کی عداوت کی بنیاد یہ ہے کہ سری کرشن نے اپنے ماموں راجہ کنس کو قتل کیا۔ کنس راجہ جراسندھ والی مگدھ (بہار) کا داماد تھا اس کے بعد سری کرشن نے اپنے نانا اوگرسین کو تخت نشین کیا رسم تخت نشینی کیوقت جراسندھ بھی موجود تھا

اس نے تمام راجوں اور اہل شہر کو مخاطب کر کے کہا کہ تم کیسے کمینے آدمی ہو کہ اس بوڑھے کو گدی نشین کرتے ہو جس کی امداد پر کرشن بلرام جیسے ناخواندہ و کم عمر چھوکرے ہیں (حیات سری کرشن مصنفہ رگھبیر سنگھ صلہ ۲) اس کے بعد جراسندھ نے متھرا پر فوج کشی کی، سری کرشن اس کا مقابلہ نکر سکے اور وہاں سے کاٹھیاوار چلے گئے وہاں سمندر کے کنارے دوارکا میں اپنی حکومت قایم کی یہ سری کرشن کی (۲۷) سال کی عمر تک کے واقعات ہیں، ڈاکٹر رام پرشاد ترپاٹھی ایم ۔ اے ڈی ایس سی لکھتے ہیں سری کرشن نے اپنی ابتدائی جوانی میں متھرا کے راجہ کنس اپنے ماموں کو قتل کیا، کنس کے خسر راجہ جراسندھ نے متھرا پر فوج کشی کی، کرشن اس کا مقابلہ نکر سکے اور کاٹھیاوار چلے گئے وہاں سمندر کے کنارے دوارکا میں اپنی راجدھانی قایم کی (اونکار ریڈر) گونند اول اسی جنگ میں شریک ہو کر مارا گیا ہوگا۔ اس جنگ کے بعد بھیم ارجن کرشن بہار پہونچے اور جراسندھ کو قتل کیا (رہنمایان ہند) جنگ مہابھارت ان واقعات سے بہت بعد ہوئی ہے یہ جوانی کے واقعات ہیں اور جنگ مہابھارت سری کرشن کے پوتے انرودھ کی شادی کے بعد ہوئی ہے، جنگ مہابھارت سے قبل سری کرشن کی بہن سبھدرا زوجہ ارجن پانڈو کے بیٹے کی بھی شادی ہو چکی تھی، صاحب مکمل تاریخ کشمیر لکھتے ہیں ارجن پانڈو راجہ براٹ کے یہاں نوکر تھا۔ جب اس کو ارجن کا حال معلوم ہوا تو اس کے بیٹے سے جو سبھدرا ہمشیرہ سری کرشن کے بطن سے تھا اپنی لڑکی کی شادی ٹھیرائی اس تقریب میں سری کرشن اور بہت راجے جمع ہوئے، سری کرشن نے پانڈوں کی مظلومیت بیان کر کے سبکو انکی امداد پر آمادہ کیا پھر خود دریودھن کورو کے پاس گئے اسکو سمجھایا جب وہ نہ مانا تو کرکشیتر کے میدان میں جنگ ہوئی (جلد اوّل)۔ تیسری غلطی یہ ہے کہ جنگ مہابھارت کے وقت متھرا کا محاصرہ ہونا بیان کیا ہے، مہابھارت کرکشیتر کے میدان میں ہوئی، متھرا کے محاصرہ سے کیا واسطہ، افسوس ان مورخ پنڈتوں کو اپنے گھر کی تاریخ کی بھی خبر نہیں، آدگونند جنگ مہابھارت سے بیس سال قبل تخت نشین ہوا اور سترہ سال حکومت کی، گویا جنگ مہابھارت آدگونند کے مرنے سے تین سال بعد ہوئی۔

جنگ مہابھارت کے زمانے میں اس کا پوتا نابالغ بالگونند عرف گونند دوم تھا۔ چنانچہ ادگونند دوم کے

تذکرہ میں لکھا ہے کہ وہ بسبب صغر سنی جنگ عظیم الشان مذکورہ میں شریک نہو سکا (گلدستہ کشمیر ص۱۸)
گونند اول کے متعلق تو لکھا ہے کہ جب جنگ مہا بھارت ہو رہی تھی وہ تخت نشین ہوا، اور سترہ برس
حکومت کی اس کے پوتے کے متعلق لکھا ہے کہ بوجہ صغر سنی جنگ مہابھارت میں شریک نہ ہو سکا،
تو گویا جنگ مہا بھارت بیس پچیس ۲۵ برس تک ہوتی رہی، ایک خاندان کے تین فرمانرواؤں کے
بیس برس کی مدت کے بیان میں ایسا عظیم الشان اختلاف اور غلطی ؟ اسی معلومات اور یادداشت
و حافظہ کے بھروسہ پر ہزاروں برس کی تاریخ لکھی گئی ہے، یہ تو پنڈتوں نے پہلی ہی بسم اللہ غلط کر دی
مکمل تاریخ کشمیر رتناگر کے نسخہ سے مرتب کی گئی ہے اس میں دیاکرن سے سلسلہ شروع کیا ہے
اور دیاکرن کے پوتے سومدت کا جنگ مہابھارت میں مارا جانا بیان کیا ہے، سومدت نام کا ایک
راجہ جنگ مہابھارت میں شامل تھا لیکن اس تاریخ کے بیان کو صحیح تسلیم کرنے میں ایک اور مشکل کا
سامنا ہوتا ہے کیونکہ دیاکرن پھر اس کا بیٹا پھر اس کا پوتا سومدت جو جنگ مہابھارت میں مارا گیا
اس کے بعد اوکنند نام شخص غیر کا تخت نشین ہونا بیان کیا ہے، اور اس کا متھرا کے محاصرہ میں
بمقابلہ سری کرشن مارا جانا لکھا ہے لیکن متھرا کی جنگ جیسے کہ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں جنگ مہابھارت
سے پہلے کا واقعہ ہے اس لئے سومدت اوکنند سے پہلے نہیں ہو سکتا، آگے اوکنند کا بیٹا دامودر
لکھا ہے اس کے متعلق بیان کیا ہے کہ وہ راجہ قندھار کی لڑکی کے سویمبر میں گیا، وہاں سری کرشن بھی
گئے تھے اُس نے باپ کا انتقام ان سے لینا چاہا، سری کرشن نے اس کو قتل کرا دیا، راجہ
قندھار کی لڑکی کا سویمبر جنگ مہابھارت سے پہلے ہوا۔ ہاں جنگ متھرا کے بعد ہوا، دامودر کے
مارے جانیکے متعلق مکمل تاریخ کشمیر میں ایک نوٹ ہے کہ بعض مورخوں کا خیال ہے کہ سری کرشن نے
دامودر کو برہمنوں سے جادو کرا کر مار ڈالا یہ بھی ایک غلطی ہے اصل بیان یہ ہے کہ دامودر کو جادوں
نے مار ڈالا، جادو یادو اس نام سے سری کرشن کا خاندان مشہور تھا کیونکہ اُن کے مورث کا نام
یدو تھا اس لئے یہ جادو بنسی کہلاتے تھے مطلب یہ ہے کہ جادو بنسیوں نے مار ڈالا
یہ ایسی عظیم الشان اور صریح غلطیاں ہیں جن سے کوئی انکار نہیں کر سکتا مگر افسوس کہ مورخین نے

اب تک ان کی طرف توجہ نہیں کی،

پنڈت مورخوں کا تعصب اور بدتمیزی

مورخ کے لئے ضروری ہے کہ وہ متعصب نہو اس کی عبارت دل آزار نہو۔ ہندو فن تاریخ سے نابلد تھے ان کو افسانہ تراشی اور فحش نویسی میں ید طولی حاصل تھا مسلمانوں کی دیکھا دیکھی اس فن شریف کی طرف متوجہ ہوئے، اگرچہ کسی قدر احتیاط کی مگر تعصب توہم پرستی، افسانہ سازی بدزبانی دل آزاری جو ان کی گھٹی میں پڑا تھا، اکدم نہ نکل سکا، کلہن پنڈت نے جسکو مورخین ہنود میں ابو المورخین کہنا چاہیئے اپنی راج ترنگنی میں مسلمانوں کی طرف لفظ (پالتو سور) سے اشارہ کیا ہے، اچہر چند مترجم راج ترنگنی نے حاشیہ ص ۲۵۷ پر لکھا ہے، اس میں شبہ نہیں کہ کلہن پنڈت کا اشارہ اُن مسلمان سپہ سالاروں کی طرف ہے جو ہرش کے یہاں ملازم تھے کیونکہ مسلمان سور نہیں کھاتے (جلد اوّل) ہم اگر چاہیں تو اس پنڈت کی نسبت رسم نچگو اور مسئلہ تناسخ کی بنا پر اس طرف کر سکتے ہیں جو ہر طرح موزوں ہوگی، اور بربنائے مسئلہ نیوگ اس کے حسب و نسب پر شرمناک تنقید کر سکتے ہیں، مگر شرفا اور اہل تہذیب کا کام نہیں کہ گالی کے جواب میں گالی دیں اور بد تمیزوں کی بدتمیزی پر مشتعل ہونا عقلا کا کام نہیں ہمارے پاک مذہب نے ہم کو صبر کی تعلیم کی ہے۔

حکایت بر سبیل تمثیل

سگے پائے صحرا نشینے گزید، بخشمے کہ خونش ز دندان چکید
شب از در دبیچارہ خوابش نبرد بخیل اندرش دخترے بود خورد
پدر را جفا کرد و تندی نمود کہ آخر ترا تیز دندان نبود
پس از گریہ مردے پراگندہ روز بخندید کے بابک دل فروز
محال است اگر تیغ بر سر خورم کہ دندان بپائے سگ اندر برم

احسان فراموش کرپارام گلزار کشمیر میں سلطان صدر الدین کی وفات کے متعلق لکھتا ہے (رخت در سیہ خانہ وحشت کشید) یہ وہی سلطان ہے جسکی ہند و نوازی کی مؤلف گلدستہ کشمیر نے

صا۱۰۱ پر تعریف کی ہے۔ اسی مصنف نے اپنی دوسری کتاب گلاب نامہ میں عظیم خان حاکم کشمیر کے متعلق لکھا ہے سے نماند ستمگار بد روزگار ؛ بماند برو لعنت پائدار
باقی مؤلف گلدستۂ کشمیر نے جو بدتمیزیاں کی ہیں، اُن کا بیان علیحدہ ہے۔

حکایات کشمیر

میں نے توہم پرستوں کے دور از عقل و قیاس افسانوں کو جمع نہیں کیا لیکن چونکہ میں نے کشمیر کی تاریخ کو اسی طرح لکھا ہے جیسا کہ اب تک لکھتے چلے آئے ہیں اور اپنی تحقیقات کا اظہار مختلف مضامین کی صورت میں کیا ہے چونکہ قدیم تاریخ سے ناظرین کو محروم نہیں کیا گیا لہٰذا ان توہم پرست مؤرخوں نے جو تاریخ میں افسانے لکھے ہیں، ان میں سے دو چار چھوٹے چھوٹے قصے ضیافت طبع ناظرین کے لئے یہاں لکھے جاتے ہیں۔

راجہ سندیمان اری رائے

یہ راجہ جے اندر کا وزیر تھا، راجہ نے ناراض ہو کر اس کو سُولی دیدی اس کی لاش سولی پر لٹکی ہوئی تھی رات کو آسمان سے کچھ عورتیں اوتریں، تمام زمین منور ہو گئی، اُن عورتوں نے اس کو زندہ کیا، اور ہر ایک نے نمبروار اس سے مباشرت کرائی اور صبح ہوتے ہی یہ کہتی ہوئی آسمان کو اُڑ گئیں کہ یہ راجہ ہو گا۔ چنانچہ صبح کو لوگوں نے اسے راجہ منتخب کر لیا،

راجہ بک

یہ راجہ اپنے تمام رشتہ داروں کے اپنی معشوقہ کے گھر دعوت کھانے گیا اُس نے جادو کر کے سب کو مار ڈالا صرف اس کا لڑکا کہتے نند بچا،

راجہ نر

یہ ایک عیاش راجہ تھا اِس کے زمانہ میں لساکہی نام ایک برہمن تھا اس نے دیکھا کہ چشمہ سرد اناگ سے دو حسین لڑکیاں نکلیں اور گلے سڑے جو میوے پڑے تھے وہ کھانے لگیں یہ ایک

سانپ کی بیٹیاں تھیں ان میں ایک کا نام چندر ریکھا تھا اس پر یہ برہمن عاشق ہوگیا اس نے اس لڑکی سے دریافت کیا کہ تم اس قدر حسین ہو کر گلے سڑے میوے کیوں کھاتی ہو اس نے کہا کہ یہ بات ہمارا باپ تم کو بتائیگا چنانچہ وہ ان کے باپ کے پاس گیا اُس سے دریافت کیا اُس نے کہا وہ دیکھو وہ لمبی چوٹی والا آدمی جو درخت کے نیچے بیٹھا ہے وہ میوہ جات اور غلات کا موکل ہے جب تک وہ نئی چیز نہ کھائے ہم نہیں کھا سکتے اگر تم اس کو کسی طرح کھلا دو تو ہم پر بڑا احسان ہو چنانچہ اس برہمن نے دھوکے سے اس موکل کے کھانے میں نیا اناج ملا دیا وہ موکل بیخبری میں کھا گیا، اسی وقت سانپ نے اولے برسانے شروع کر دئے اور جتنا اناج فراہم کر کے اپنے چشمے کیطرف لے گیا بساکھی کو بھی ساتھ لیگیا اور خوش ہو کر بولا مانگ کیا مانگتا ہے اُس نے چندر ریکھا کو طلب کیا سانپ بہت تلملایا مگر مجبور ہو کر اس کے ساتھ لڑکی کی شادی کر دی اور بہت کچھ مال واسباب دے کر رخصت کیا چندر ریکھا کے حسن کی شہرت سنکر راجہ نر نے اس کو لینا چاہا، برہمن اپنی جورو کو لیکر بھاگا اور اپنے خسر ناگ سے جا کر فریاد کی، ناگ غصے میں بھر گیا اور تمام شہر پر آگ برسا ڈالی راجا پرجا سب جل کر خاک سیاہ ہو گئے، چندر ریکھا کی بہن کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو وہ بھی غصہ میں بھر کر ایک پہاڑ اُٹھا کر لائی کہ راجہ کے اوپر پھینکدے مگر اس کے پہونچنے سے پہلے راجہ کا کام تمام ہو چکا تھا اس لئے اُس نے وہ پہاڑ راستے ہی میں پھینکدیا جس سے بیس کوس تک پتھر ہی پتھر ہو گئے اس جگہ کو کورن ٹٹوی یا کشمیری زبان میں اس آرہ کہتے ہیں جو آج تک اس واقعہ کی یادگار چلی آتی ہے اس کے بعد یہ ناگ شیشرم ناگ میں چلا گیا اور اپنے داماد کو بھی ساتھ لیگیا چنانچہ دونوں خسر داماد ناگ امرناتھ کے راستے میں ابتک ملتے ہیں۔

راجہ لوچن

یہ راجہ بڑا نیک تھا اس کے زمانہ میں قحط ہوا، راجہ نے خدا سے دعا کی اسکی دعا کی برکت سے روزانہ کبوتروں کے غول کے غول لوگوں کے گھروں میں آجاتے لوگ پکڑ پکڑ کھاتے، مدت تک اسی طرح گذارہ ہوتا رہا،

راجہ میگواہن

یہ بڑا نیک اور منصف راجہ تھا، ایکدن یہ جنگل میں تھا، اس کے کان میں آواز آئی، چور چور مگر کوئی چیز نظر نہ آئی راجہ نے فوراً کہا باندھ لو، پھر کوئی بات سننے میں نہ آئی۔ چند روز کے بعد راجہ جنگل کو تفریح کے لئے گیا تو چند خوبصورت عورتیں سامنے آئیں اور ہاتھ باندھکر عرض کیا، کہ ہم ناگنیاں (سانپیے) ہیں، چند روز گذرے ہمارے خاوند رات کو سیر کے لئے نکلے تھے زمینداروں نے چور سمجھکر غل مچایا، چور چور حضور کی زبان سے نکل گیا باندھ لو، ہمارے شوہر اسی وقت سے قدرتی قید میں بند ہیں، آپ ہم پر رحم فرماویں، راجہ نے مسکرا کر کہا "اچھا چھوڑ دو" وہ سب قید سے چھوٹ گئے اور راجہ کے فرمانبردار بن گئے اور کئی سخت موقعوں پر راجہ کے کام آئے، ایکمرتبہ راجہ دریائے اٹک کے کنارے پہونچا اور کشتیاں نہ ملیں تو انہیں سانپوں نے دریائے اٹک پر سانپوں کا پُل باندھ دیا اسی طرح ایک دفعہ جھیل ولر میں راجہ کی کشتی باد تند سے غرق ہونے کو تھی، کہ ایکدم تمام جھیل میں سانپ ہی سانپ پیدا ہوگئے اور اسکی کشتی کو صحیح سلامت کنارہ پر پہونچا دیا،

کشمیر کی آبادی اور حکومت

پنڈت مورخ لکھتے ہیں کہ پہلے یہ خطہ بصورت تالاب تھا پانی ہی پانی بھرا تھا، قدرت خدا اس پر سیر کیا کرتی تھی، یہاں ایک جلد ہو دیو تھا جو لوگوں کو ستاتا تھا اتفاقاً کشب رشی یہاں آئے اُن سے سبنے فریاد کی انہوں نے دعا کی اور ایک طرف سے پہاڑ کاٹ کر پانی نکالدیا غرض وہ دیو ہلاک ہوگیا زمین نکل آئی، لوگ آباد ہوگئے اور کشب رشی کی وجہ سے اس کا نام کشب مر ہوا مؤلف گلدستہ کشمیر لکھتا ہے، گو یہ لکھا ہے کہ پہلے کشمیر بصورت تالاب تھا مگر اس کے کیا معنی ہیں کہ جلد ہو دیو جس کا ذکر شارکا ماہاتم میں ہے کس کو دکھ دیتا تھا اور شارکا بھگوتی نے کس کے بچانے کو اوتار لیا تھا، ان باتوں سے ضرور پایا جاتا ہے کہ یہاں کشب رشی سے پہلے بھی آبادی تھی اور آدگونند تک جس کو ہزارہا سال گذرے کشب رشی کے وقت بھی ضرور ہر قسم کا نظم و نسق حاکم و محکوم

تھے جیساکہ وسہ نندن دھونندن کا حال برتھ کتھا میں اور وشونگس اور پرتاب بھانو وغیرہ کا پورانوں
میں راجہ دریا دیو کا ذکر نیلہ مت پوران میں سورج ورما کا گیتا میں درج ہے جو غالباً انہیں ایام کے
راجاؤں میں تھے جو فرمانروائے کشمیر تھے (گلدستہ کشمیر ص۱۳) یہ لوگ اہل کشمیر کشب رشی کے آبادی
قایم کرنے کے بعد) صرف گرما کے چند ماہ (کشمیر میں) بود و باش رکھ کر موسم سرما میں بخوف افراط برف و
قوم اجنہ جو بکثرت ہوتے تھے یہاں سے جاکر کوہستان گرد و نواح بھمبر وغیرہ میں رہکر تابستان
کو یہاں واپس آجاتے تھے، ایک مدت تک یہی حال رہا یہ ایک سال کا ذکر ہے کہ وقت روانگی
کوہستان کے ایک شخص مسمی چندر دیو برہمن نے جو نہایت سن رسیدہ اور بوڑھا تھا اپنے لواحقوں
سے بسبب ناتوانی کہا چونکہ مجھ میں تاب سفر لانے کی نہیں ہے اس لئے واجب ہے کہ میرے واسطے
تمام سامان خوراک وغیرہ مہیا بہم پہونچا کر تم لوگ جاؤ میں یہاں رہونگا اگر بچگیا تو پھر ملاقات ہوگی ورنہ
موت تو ہر جگہ ممکن ہے ان لوگوں نے اس کی درخواست کی موافق عمل کیا اس کو تمام سامان مطلوبہ
بہم پہونچا کر خود راہی کوہستان ہوئے، جب برف بہت گر گئی تو قوم جن حسب معمول آئے، ایک
اجنبی شکل دیکھکر تعجب سے اس بوڑھے کو مثل گنید کی اُدہر اُدہر اچھالنے لگے حتی کہ بیچارہ ایک جن کی
ضرب زور سے تالاب نیلہ ناگ کے کنارے جا پڑا، دیکھتا ہے تو راجہ نیلہ ناگ جس کے گرد و پیش
غلامان زرین کمر و حلقہ بگوشان پری پیکر پوشش ہائے بوقلموں اور زیور ہائے گوناگوں پہنے ہوئے
کھڑے ہیں مسند آرائے حکومت ہے نیلہ ناگ نے اس بوڑھے کی زبانی اس کا تمام حال سنکر
بہ کمال ترحم و کرم اسکو کتاب نیلہ مت پران دی اور زبانی فرمایا کہ اس کتاب میں عدم مزاحمت
قوم اجنہ و دفعیہ دیگر بلیات کا انسداد درج ہے تم لوگ اس کے مطابق عمل پیرا ہوکر وقتاً فوقتاً
خیرات کیا کرو اس سے ہر سال مصائب طی مراحل و عبور منازل سے محفوظ رہوگے پھر بذریعہ
غلام صبا رفتار کے بوڑھے کو اس کے مسکن میں پہنچا دیا، بہار کے موسم میں اسکے لواحقین نے اسی
سلامت پاکر اس کی زبانی تمام کیفیت سُنی اور کتاب نیلہ مت پوران اپنے راجہ دریا دیو مسند نشین
وقت کو دی اس نے ان کو انعام دیکر اس کتاب کے موافق عمل کیا اور اپنی رعایا سے بھی عمل کرایا،

قدرت یا دشاہ حقیقی سے بلائے افراط برف و جن دور ہوگئی لوگوں نے بارہ ماہ سردی و گرمی بود و باش کشمیر اختیار کرلی۔ اور آبادی بخوبی ہوگئی، کلہن پنڈت نے اپنی تاریخ میں سب سے اول راجہائے معلوم شدہ کے راجہ ادگونند کو لکھا ہے (گلدستہ کشمیر ص۱۶ و ۱۷)

یہ ہیں پنڈتوں اور کشمیر کے مورخوں کے بیان جو باہم متضاد ہونے کے علاوہ ہر طرح دور از عقل و قیاس ہیں اور فرضی افسانے معلوم ہوتے ہیں، کتاب نیلہ مت پران کو راجہ دریا دیو کے عہد کی کتاب کہا جاتا ہے اور دریا دیو کا زمانہ کشپ رشی سے کچھ ہی بعد ہے گو یا دواپر کال کی تصنیف بیان کیا جاتا ہے لیکن کرپا رام مورخ کشمیر نے تحقیق کرکے لکھا ہے کہ یہ کتاب چندر راجارج کی تصنیف ہے جو راجہ ابھی منیو کے عہد میں ۱۴۰۲ قبل مسیح تھا، (گلزار کشمیر) لہٰذا یہ نیلہ مت پوران کا قصہ ہی غلط ہے (ناگ) ہندو اس کو سانپ سمجھتے ہیں اور ناگ حقیقت میں ایک قوم تھی، قوم کا تھ کی دو شاخیں تھیں ایک ستر و، دوسری ویسی، ناگ ویسی کی شاخ تھی، ناگ اور ترشک اور تشک یہ ایک ہی لفظ ہیں، لالہ جوالا سہائے کہتے ہیں ناگ و تکشک سنسکرت میں ہم معنی ہیں، تشک خلف ترک وہی تھا جس کو پرانوں میں ترشک کہا ہے (وقائع راجپوتانہ ص۵۵) قدیم زمانے کا ناگ بنس تکشک کہلاتا تھا چندر گپت اسی نسل سے تھا (حوالہ مذکور)

اصل حقیقت جسکی ہمنے اس کتاب میں دوسری جگہ تفصیل کی ہے یہ ہے کہ کشمیر کو اول حضرت سلیمان علیہ السلام نے آباد کیا ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں یہاں انہیں کا مذہب اور حکومت ہوگی، چونکہ ہندوؤں نے تاریخ نہیں لکھی اس لئے نہیں معلوم ہوسکتا کہ حضرت سلیمان کے بعد کون حکمران ہوا اب جب تاریخی حساب کچھ چلتا ہے تو ہم کو رتنا کر کے خلاف حسب بیان کلہن آدگونند کو کشمیر کا راجہ تسلیم کرنا چاہئے، اور اسکی تخت نشینی جنگ مہابھارت سے تیس چالیس سال قبل قرار دینی چاہیے کیونکہ اس کا جراسندھ کے ساتھ جنگ متھرا میں شریک ہونا بیان کیا گیا ہے اسکے بعد اس کا بیٹا دامودر ہے جو راجہ قندہار کی لڑکی کے سوئمبر کے موقع پر بمقابلہ سری کرشن مارا گیا پھر اس کی بیوی جسوتی کا زمانہ ہے اس کے بعد کشمیر کا راجہ سومدت ہے کیونکہ یہ جنگ مہابھارت میں

شریک تھا، اس کا عہد حکومت چھٹی صدی قبل مسیح کا آخری حصہ ہے، کلہن نے دامودر کے بیٹے کا نام دیال گونند لکھا ہے کشمیر میں ایسے راجہ بھی گذرے ہیں جن کے دو دو نام تھے یا سومدت کا لقب دیال گونند ہو گا جنگ مہا بھارت کے بعد کشمیر کا راجہ سوراندر یا سُندر تھا کیونکہ اس کی لڑکی بھمن کو بیاہی تھی،

پانچویں صدی قبل مسیح مہاراجہ رامچندر کی حکومت یہاں ہوئی، تیسری صدی قبل مسیح کے آخری حصہ میں پورن کرن پسر دیا کرن والی جموں یہاں حکمران تھا، تیسری صدی قبل مسیح کے نصف میں یہاں اشوک مگدی کی حکومت تھی، ۹۵ قبل مسیح میں کشمیر راجہ بکرماجیت کے زیر اثر تھا اس کے بعد کنشک کی حکومت ہوئی، اس طرح کشمیر کی صحیح تاریخ مسلسل ہو جاتی ہے اور ایران و ہندوستان کی تاریخ سے مطابق ہو جاتی ہے ان ناموں کے درمیان جو زمانہ ہے اس کی خانپری خواہ کلہن کے بیان کردہ ناموں سے کر لیجائے یا رتنا کر کے، مہاراجہ اشوگ قوم ناگ سے تھا۔ اسی زمانہ سے اسی نسبت سے کشمیر میں اکثر موقعوں اور چشموں کے نام ناگ پر ہیں جیسے ویرناگ اننت ناگ وغیرہ، ناگ سے مراد سانپ نہیں،
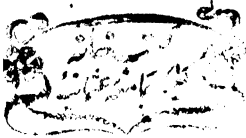
جنّت دُنیا

کشمیر جنت نظیر مشہور ہے ہندو اس کو زمین کا سر اور آنکھ کہتے ہیں اور نہایت متبرک جانتے ہیں، ایک اشلوک کا ترجمہ ہے (پاتال میں جو تیرتھ ہیں یا زمین پر جو ہیں بہشت میں جو ہیں وہ سب کشمیر دیس میں ہیں۔ گلدستہ کشمیر صـ۱۷) خواجہ حسین خوازمی نے اسکو چاہ زندان سے نسبت دی ہے اگر حالات پر نظر کیجائے تو ان کا یہ قول غلط ثابت نہو گا، پہاڑوں نے اس کو ہندوستان اور وسط ایشیا سے علیحدہ کر کے ایک قفس بنا دیا ہے کشمیر جانا سب تعلقات کا منقطع ہو جانا ہے، اور راستہ کا پیچ و خم اور نشیب و فراز اللہ اللہ ؎

رہ فقر از رہ کشمیر پیداست　　　که گامِ اوّل او ترکِ دنیاست

به کشمیر اعتقاد ما درست است   ولے ایمان براهش سخت سست است
درین رہ خوش بود معشوق دلخواه   کہ نتواند کس اورا برد از راه

عاقل خان نے خوب کہا ہے ؎

بے رنج محال است بفردوس رسیدن   ہمواری رہ گلشن کشمیر ندارد

ایک طرف سر بفلک پہاڑ دوسری طرف بے تہاہ غار، اس میں آب جہلم سانپ کیطرح لہریں مارتا ہوا ؎ اگر خواہی سلامت بر کنار ست

مولانا ادریس صاحب سارے راستے یا حافظ یا سلام پڑھتے رہے، کشمیر کی آمد و رفت کے دو تین دن میں انہوں نے خدا کو جس قدر یاد کیا اتنا شاید عمر بھر نکیا ہوگا، برف باری اور سردی کی یہ شدت کہ موسم سرما میں کشمیریوں کو گردن میں آگ کی انگیٹھی لٹکانی پڑتی ہے جس کو وہ کانگڑی کہتے ہیں تاکہ سینہ گرم رہے، سینہ سیاہ ہو جاتا ہے، داغ پڑ جاتا ہے، باہر یہ سیاہی اندر کا حال خدا جانے، کہتے ہیں ظاہر کا اثر باطن پر ضرور ہوتا ہے۔ تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خطہ پر پچاس برس کبھی اطمینان سے نہیں گذرے، کوئی نہ کوئی آفت و مصیبت پڑتی رہی، کبھی جنگ و فساد کبھی اور آفات ارضی و سماوی وبا زلزلہ طوفان قحط، باد تند، آتشزدگی، کشمیر چونکہ دلچسپ مقام ہے اس لئے ہیضہ خان، طاعون بیگ چیچک خانم کا بھی اکثر بطور سیر و تفریح یہاں آنا ہوا ہے۔ اور باوجود طویل قیام کے کشمیر نے انکی میربانی میں دریا دلی کا ثبوت دیا ہے، آگ ایسی ایسی لگی ہے کہ بارہ بارہ ہزار گھر جل کر خاکستر سیاہ ہو گئے ہیں، آندھیاں ہفتوں چلی ہیں جن سے درخت اور مکانات منہدم ہو گئے۔ ایسی زہریلی ہوا بھی چلی ہے جس سے ہزاروں آدمی مر گئے۔ زلزلے مہینوں تک آتے رہے، قحط ایسے ایسے پڑے کہ ؎ ملخ بوستان خوردہ و مردم ملخ، طوفان ایسے ایسے کئے کہ بڑی بڑی آبادیاں زیر آب ہو گئیں، ایک بستہ شہر مثل خزانہ قارون کی زمین میں اس طرح دھستا چلا گیا کہ ایک متنفس بھی نہ بچ سکا، ؎

جگہ جو امن کی ڈھونڈی تو راہ بھی نہ ملی　　وہ قہر تھا کہ خدا کی پناہ بھی نہ ملی

برف باری ایسی شدت سے ہوئی کہ فوجیں برف کے نیچے دب کر مر گئیں۔ ایک مرتبہ حضرت میکائیل کو جو غصہ آیا تو ستر گز لمبے برف کی سل پھینک ماری، نار جہیم کی لپٹیں کوہ سوم جی کے ذریعہ کشمیر پہونچ رہی ہیں (وَقِنَا رَبَّنَا عَذَابَ النَّار) اس طرح آفات کا نزول ہو تو دنیا میں کہیں دیکھا نہ سنا کہتے ہیں کہ کشمیری حسین ہوتے ہیں، مجھے اس کا کیا احساس ہو سکتا تھا ؎

شیخ مجبور ہیں اس سے کہ وہ اب بن ہی نہیں

اور کچھ تاک جھانک کا موقع بھی نہیں ملا، کیونکہ ساتھ تھا حیدر آباد کے مشہور و معروف متقی اہیر مولوی فیض الدین صاحب ایڈوکیٹ اور مولانا الحافظ الحاج محمد ادریس صاحب کا۔ مگر کچھ سفید سفید، بے نمک چہرے نظر آئے اور چال ڈھال طور و طریق بھی کچھ دل لبھانے والا نہ دیکھا ؎

حسن کو چاہیئے انداز و ادا ناز و نمک

کیا ہوا اگر ہوئے گوروں کی طرح گال سفید

اس بے نمکی کی شکایت شہنشاہ جہانگیر نے بھی کی ہے، کشمیری اکثر کثیف اور میلے کچیلے رہتے ہیں، مؤلف گلدستہ کشمیر نے بھی لکھا ہے، بسبب سردی اور افلاس کے غلاظت و کثافت یہاں کے باشندوں کے ساتھ رہتی ہے (ص ۴۸) شہنشاہ جہانگیر کشمیر کو جنت نظیر کہا کرتا تھا ایک مرتبہ ہاتھی پر سوار سری نگر کی سیر کرتا پھرتا تھا، کشمیری عورتیں راستوں پر کھڑی دعائیں دے رہی تھیں جب ہاتھی اُن کے برابر آیا تو بادشاہ کو بدبو آئی دریافت کیا کہ یہ بدبو کیسی ہے ایک مصاحب نے عرض کیا، جہاں پناہ یہ حوران جنت کے لباس کی خوشبو ہے۔

ایک شاعر نے لکھا ہے ؎

کسانیکہ آفاق گردیدہ اند　　بسے سال و مہ در سفر بودہ اند

بہ تعریف کشمیر و کشمیریان　　بہشتے پر از دوزخے گفتہ اند

کشمیر کے دارالحکومت سری نگر کے متعلق مؤلف گلدستہ کشمیر کا بیان ہے، آب و ہوا

اس کی صحیح المزاج نہیں، (گلدستہ کشمیر)، اگست میں شہر کی آب و ہوا باوجود پانچہزار دوسو
فٹ کی اونچائی کے ذرا گرم اور ملیریا والی ہو جاتی ہے (رہنمائے کشمیر ص۱۰۹) ان تمام حالات پر
نظر کر کے اور اس فلاکت و ادبار کو دیکھکر جو ملک پر گھٹا ٹوپ اندھیرے کی طرح چھایا ہوا ہے
یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ خطہ ارض مغضوب ہے، تصویر کا ایک رُخ تو یہ تھا دوسرا رُخ یہ ہے تمام
ملک ہرسبز ہے، پھولوں پھلوں کی کثرت ہے جگہ جگہ چشمے اور آبشار چاروں طرف پہاڑ کھڑا ہے
بیچ میں ہرا بھرا میدان ہے گویا پتھر کی انگوٹھی میں زمرد کا نگینہ جڑا ہے۔ جب برف پڑتی ہے
جھیلوں کے پانی پر یخ کے جمنے سے فرش بلور نظر آتا ہے، ؎

کشمیر نگو رشک پری خانۂ چین است　　　فی الجملہ بہشتیست کہ بر روئے زمین است

کشمیر کی ہوا فَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ کہتی ہوئی چلتی ہے اور یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ کا
معجزہ ظاہر کرتی ہے، ؎

ہر سوختہ جانے کہ بکشمیر درآید　　　گر مرغ کباب ست کہ با بال و پر آید

شاہزادی زیب النساء کا شعر ہے ؎

در مذہب عشاق دم از عشق روا نیست　　　مرغے کہ ہوائے خوش کشمیر ندارد

جہانگیر بادشاہ نے لکھا ہے کشمیر ایک باغ ہے، سدا بہار قلعہ آہنی حصار بادشاہوں
کے لئے گلشن فرحت افزا، درویشوں کے لئے خلوت کدہ دلکشا چمن خوش آبشار دلکش ؎

از شاہ جہانگیر دم نزع چون پرسند　　　با حسرت دل گفت کہ کشمیر دگر ہیچ

ہوا اور پانی سرد اور خوشگوار ہے، دسمبر جنوری میں سردی بہت بڑھجاتی ہے فروری
میں برف گرتی ہے موسم بہار میں سب سے اوّل بید مشک پر پھول آتا ہے پھر شگوفۂ بادام آتا ہے
کاتک میں زعفران پر پھول آتا ہے، موسم خزان میں سیب شفتالو چنار کی فصل ہوتی ہے
اکبر بادشاہ نے دیکھکر فرمایا ؎

ذوقِ فنا نیافتۂ ورنہ در نظر　　　رنگین تر از بہار بود جلوۂ خزان

چنار کے پتے سُرخ ہو کر بہار دکھاتے ہیں ؎

اگرچہ مایۂ دل بستگی است قالب سرو　　عنان ہوش بدست چنار کشمیر است

کسی شاعر نے صحیح کہا ہے ؎

ز آب و آتش است آباد کشمیر　　ازیں ہا می شود برباد کشمیر

پانی نہ ہو آگ نہ ہو تو زندگی محال ہے، پانی بڑھ جائے تو سیلاب آجائے ذرا آگ لگے تو لکڑی کے مکانات ہیں اک دم میں راکھ کا ڈھیر ہو جائیں۔

تصویر کے دونوں رُخ دیکھکر بھی میں تو اسے ثانی زمہریر کہتا اور سب کے جواب دے لیتا مگر کیا کروں حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

یکے گفتا کہ در اوصاف کشمیر　　ز شیرینی نباشد ہیچ تقصیر

مقام خوبرویاں آن زمین است　　بخوبی رشک فردوس زمین است

بزرگوں کے سامنے لب کشائی کی مجھے جرأت نہیں چلو جنت نظیر ہی سہی ؎

جس کو دُنیا کہے اس بات کو کیوں کر نہ کہوں

کشمیر جنت نظیر ہے۔ جنتہ تجری تحتہا الانہار) اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کو قدرت ہی نے جنت نظیر بنایا ہے یا انسانی ہاتھوں نے یہ باغ لگایا ہے، اگر یہ حضرت انسان کی کارگذاری ہے تو وہ کون لوگ تھے جن کا یہ بے نظیر کارنامہ ہے اس تحقیقات کیلئے ہم کشمیر کو تین زمانوں پر تقسیم کرتے ہیں، عہد قدیم یعنی زمانہ قبل از اسلام، عہد متوسط حکومت اسلامیہ کا زمانہ، عہد جدید حکومتِ اسلامیہ کے بعد سے ابتک کا زمانہ

عہد قدیم

یہ آیندہ ابواب میں ثابت کیا جائے گا کہ اس خطہ میں زمین نمودار نہ تھی پانی ہی پانی بھرا تھا، حضرت سلیمان کے عہد میں ایک پہاڑی کے منہدم ہونے سے زمین نمودار ہوئی

ایک پہاڑی پر آکر حضرت نے قیام فرمایا جو آج تک تخت سلیمان کے نام سے مشہور ہے جب خطۂ زمین نمودار ہوگیا حضرت نے اس پر آبادی قایم کی، اوّل مقام بابل اور اسوریہ جس کو اب سری نگر کہتے ہیں آباد ہوئے اس کے بعد تاریخ پر تاریکی چھائی ہوئی ہے جب تاریخی زمانہ آتا ہے اور تاریخیں لکھی جاتی ہیں اور تحقیقات کیجاتی ہے تو اس سرزمین پر ہندو ہی ہندو نظر آتے ہیں، ہندؤوں ہی کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے عہد میں کوئی ترقی نہیں ہوئی تھی، ایک قدیم مورخ کا بیان ہے، درتمام آن ولایت سوائے کوہستان وہاموں در ازمنۂ سابقہ چند ہزار محل عمارت وزراعت بود بحوادث و نوازل کہ بجائے خود مرقوم خواہد شد اکثرے نماندہ (واقعات کشمیر) اور ہندو عہد میں کوئی ہو بھی نہیں سکتی تھی کیونکہ ہندؤوں نے نہایت سخت حکومت کی ہے، ولسنٹ اسمتھ نے لکھا ہے، دنیا میں بہت کم ملک کشمیر کے ان راجہ رانیوں کی طویل فہرست کی برابری کر سکتے ہیں جن کا طغرائے امتیاز شرمناک طمع وحشیانہ سفاکی اور بے دردانہ بدنظمی کے سوا کچھ نہ تھا (ارلی ہسٹری) ہندؤوں کے عہد میں بس اسقدر ہوا کہ بعض راجاؤں نے مندر بنائے بعض راجاؤں نے ان کو توڑا جلایا، ان کی یادگار مندر ہی اب تک باقی ہیں جن میں تیس تیس چالیس چالیس من کے پتھر لگے ہیں جن کو دیکھکر حیرت ہوتی ہے، نہ کسی نے زراعت کے لئے اراضیات درست کرائیں نہ باغات لگائے نہ اجناس ومیوہ جات پھول پھلوار لگوائے یہاں تک کہ کشمیر میں سنگھاڑا اور نیلوفر تک بھی نہ تھا۔ زعفران ضرور ہوتا تھا مگر اس پر تین پھول سے زیادہ نہ کھلتے تھے اکبر بادشاہ کے عہد میں آٹھ تک نوبت پہونچی، (تاریخ کشمیر حصۂ دوم صـ۱۸۸) نہ ملک میں کوئی کارخانہ تھا نہ صنعت و حرفت تھی نہ تعلیم تھی، مکانات بھونڈے بے قطع تھے، اہل ملک کا طرز معاشرت، لباس پوشاک وغیرہ تک میں معقولیت نہ تھی، نہ سڑکیں تھیں نہ پل، سری نگر کے ایک محل سے دوسرے محل میں جانے کیلئے ڈونگے اور کشتیاں استعمال کیجاتی تھیں، یہ کشمیر جنت نظیر نہ تھا بلکہ ایک مرغزار تھا۔

عہد متوسط

سنہ ۱۳۲۶ء سے کشمیر میں اسلامیہ حکومت ہوئی اور زراعت و تجارت و صناعت عمارت میں ترقی ہونی شروع ہوئی، ممالک غیر سے میوہ جات و پھول وغیرہ منگا کر لگائے گئے، خداوند ذوالجلال نے افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں کو بھی کچھ نہ کچھ سبزہ پھول پھل عنایت فرمائے ہیں، کشمیر کے مرغزار کو کیوں محروم کیا ہوگا، مگر تاریخ پتہ نہیں دیتی کہ زعفران کے سوا کشمیر میں کس کس قسم کے میوے اور پھل پھول تھے، معمولی مشہور میوے سنگھاڑا ناشپاتی، توت اور معمولی پھول گلاب اور نیلوفر تک نہ تھے غلوں میں صرف شالی ہی شالی تھی۔ تمام پھول پھل اور اجناس مسلمانوں نے لگائے، پل بنائے، سڑکیں نکالیں، نہریں نکالیں محلے اور موضعے آباد کئے باغات لگائے، مکانات بنائے، کارخانے قایم کئے غرض اس مرغزار کو جنت نظیر بنا دیا، صاحب رہنمائے کشمیر لکھتے ہیں جب مسلمان بادشاہوں کا زمانہ آیا تو سوائے چند ایک قریباً تمام سلاطین کشمیر نے صنعت و حرفت میں دلچسپی لی (ص۹۴) شاہان مغلیہ تو صنعت و حرفت کے سرپرست و دلدادہ تھے ان کی تمام دلچسپیوں نے تو واقعی کشمیر کو جنت نظیر بنا دیا خصوصاً اکبر، جہانگیر، اس کی ملکہ نورجہاں بیگم، شاہجہان اور داراشکوہ نے تو مکانات اور مساجد کے علاوہ باغات اور چشموں کو بھی نمونہ ارم بنا دیا، چشمہ ویرناگ (قریب اسلام آباد) چشمۂ شاہی شالامار نشاط باغ، چنار باغ، پری محل، پتھر مسجد، قلعہ ہری پربت، غرض کئی عمارتیں باوجود اپنے درو دیوار خستہ ہونے کے قدیم نقش و نگار کا ثبوت دے رہی ہیں، رہنمائے کشمیر ص۹۵ و ۹۶)

کشمیر میں ماہران فن نے عمارات کو تین قسم پر منقسم کیا ہے، ان تینوں قسموں میں ہندوانی طرز کو جگہ نہیں دی (۱) مغلیہ عہد سے قبل طرز تعمیر (۲) چوبی طرز عمارت (۳) خاص مغلیہ طرز، (اسلامک کلچر ان کشمیر بحوالہ کیالوجیکل سروے رپورٹ ۱۹۰۶ و ۱۹۰۷ء) سب سے پہلا مسلمان بادشاہ

سلطان صدر الدین تھا اس نے محلات تعمیر کرائے جن کو احسان فراموش حاسد ہندوؤں نے بلچھ مر (خبیث کا مقام) کہنا شروع کیا، مسلمانوں نے بلندی مرزام رکھا، ۱۳۴۸ء میں سلطان علاؤالدین نے علاؤالدین پورہ، ۱۳۶۰ء میں سلطان شہاب الدین نے شہاب الدین پورہ، ۱۳۷۸ء میں سلطان قطب الدین نے قطب الدین پورہ، ۱۳۹۴ء میں سلطان سکندر نے سکندر پورہ آباد کیا، اور سلطان سکندر نے سدتالاب سالن مرگ تا پرگنہ بھاگ تعمیر کرائے سلطان کی بیگم کے مقبرے میں جو احاطہ مزار السلاطین میں ہے روغنی سانچے میں ڈھلی ہوئی نیلے رنگ کی اینٹیں لگی ہیں جس کی یورپین ماہران فن بھی مداح ہیں، سید مدنی کے مقبرے میں رنگین ٹائیلوں کا کام ہے جس کی مسٹر نکولس نے بھی تعریف کی ہے (اسلامک کلچر ان کشمیر) سری نگر کی جامع مسجد جو اپنی آپ نظیر ہے سلطان سکندر ہی کی تعمیر ہے،

کشمیری زبان میں پل کو کدل کہتے ہیں، سری نگر کے بعض محلوں کے نام کدل ہی پر ہیں سب سے پہلے سلطان علی شاہ نے ۱۴۱۷ء میں پل بنایا جو عالی کدل مشہور ہوا، ۱۴۲۳ء میں سلطان زین العابدین کی تخت نشینی کے وقت صرف یہی ایک پل تھا (فتوحات کبرویہ) ۱۴۲۳ء میں سلطان زین العابدین نے زینہ کدل، ۱۴۹۰ء میں فتح شاہ نے فتح کدل اور اس کے وزیر ملک سیف نے ۱۴۹۲ء میں سیفا کدل، ۱۵۵۳ء میں حبیب شاہ نے حبہ کدل، ۱۷۷۱ء میں امیر خان جوانشیر نے امیرا کدل بنایا، تمام مورخ متفق ہیں کہ سلطان زین العابدین کی عمارتیں نایاب روزگار تھیں، زینہ لنک، سونا لنک آج موجود ہوتے تو دنیا ان کو دیکھکر حیرت کرتی، اس سلطان کا زمانہ تو کشمیر میں ایسا گذرا ہے کہ ایسے دن کشمیر نے نہ کبھی پہلے دیکھے تھے اور نہ آئندہ دیکھنے نصیب ہوں۔

سلطان شہاب الدین کے تذکرہ میں پنڈت نراین کول نے لکھا ہے کہ کشمیر کہ بسبب نزول اتراک ویران شدہ بود بزراعت و عمارت آورد (تاریخ کشمیر) سلطان زین العابدین کے بیان میں کرپارام نے لکھا ہے در تزاید زراع و معموری بقاع توفیق یاب شد زینہ گیر زینہ کوٹ

زینہ لور و زینہ ڈب، زینہ کدل، زینہ لنک، زینہ بازار از ترقیات اوست، پیشہ وراں چوں حکاک و مہر کن و کاغذ گر و قلمدان ساز وغیرہ از امصار بعیدہ تجسس و تجسس آوردہ ہنر ہا را رواج داد (گلزار کشمیر) شالبافی جو کشمیر کی خاص صنعت ہے اسی سلطان کی یادگار ہے۔ اس سلطان نے میوے پھول اجناس ممالک غیر سے منگوا کر یہاں کاشت کرائے مدرسے، شفا خانے، محتاج خانے، دار الترجمہ قائم کئے، آثارات قدیمہ یعنی منادر ہنود کی مرمت کرائی توت، سنگھاڑا، انگور، سیب، ناسپاتی ہیشکر ممالک غیر سے منگا کر کاشت کرلے،

بقول صاحب شباب کشمیر اس نے اپنی حکومت کو دار الامان اور کشمیر کو جنت نظیر بنا دیا (ص۸) اکبر بادشاہ نے جب اوّل مرتبہ کشمیر کا سفر کیا تو راستے کی یہ کیفیت تھی کہ بادشاہ کو کچھ گھوڑے پر اور کچھ پیدل سفر کرنا پڑا (شاہی سیر کشمیر) باوجودیکہ آگے آگے سفر مینا راستہ بناتی جاتی تھی۔ ابوالفضل لکھتا ہے سہ ہزار سنگ تراشان کوہ کن و خار اشگافان فرہاد فن دو ہزار بیلداران کارگذار بسر کردگی قاسم خان دستوری یافتند، راستے کے متعلق قدیم مورخ کا بیان ہے، قدرے در زمان سلاطین کشمیر و اکثر بعد تصرف بادشاہان چغتائیہ صاف و ہموار شد (واقعات کشمیر) شاہ جہاں کے عہد میں سڑکوں پر سرائیں وغیرہ بنائی گئیں، کرپا رام لکھتا ہے از آغاز استیلا، دولت چغتائیہ باغات نضارت افزا و عمارات دل کشا صورت تعمیر پذیر فتند (گلزار کشمیر ص۳۶) اکبر نے قلعہ ناگر نگر تعمیر کرایا شالامار کی بنیاد ڈالی، اس کے غلام نواب نسیم خان نے باغ لگایا، جہانگیر نے چشمہ ویرناگ شالامار باغ بنایا، نورجہاں نے نو مسجد، نور باغ، باغ بحر آرار، شاہجہان نے باغ فرح بخش باغ چشمہ ویرناگ، باغ صاحب آباد، چشمہ شاہی چشمہ اننت ناگ چشمہ مارتنڈ، باغ بیجبہارہ، اس کے وزیر نواب آصف خان نے نشاط باغ شہزادہ داراشکوہ نے اپنی بیگم کے لقب پر پری محل، نواب ظفر خان صوبیدار نے باغ ظفر آباد باغ گلشن، نواب علی مردان صوبیدار نے باغ تیل بل و سرائے ہفت چنار، نواب لشکری خان صوبیدار نے باغ تیل بل، نواب سیف خان نے باغ سیف خان، امیر خان جوالشیر نے شیرگڈھی

باغ امیر آباد وغیرہ بنائے، یہاں بعض باغوں اور عمارتوں کے متعلق مجملاً لکھدیا گیا ہے، تاریخ کے باب میں مفصل مذکور ہے۔ ناظرین کو واضح ہو جائے گا کہ تقریباً تمام مسلمان سلاطین وحکام نے باغات وعمارات میں ترقی کی ہے، عہد افاغنہ میں بھی بعض باغات وعمارات بنائے گئے اور آثار قدیمہ کی تو برابر مرمت ہوتی رہی، گئے گذرے زمانے میں بھی مسلمان حکام قدیم عمارات وباغات کو سنبھالے رہے،

اب زراعت ومیوہ جات اور پھولوں کا ذکر سنئے، مؤلف گلدستہ کشمیر سلطان زین العابدین کے حالات میں لکھتا ہے، کشمیر میں زراعت وتجارت کو از حد ترقی ہوئی، اہل فضل وکمال ہر فرقے کے منگوا کر یہاں آباد کیا، ان کی معاش خاطر خواہ مقرر کی، بہت سے مدارس بھی بنوائے ویران شدہ زمین اس کے عہد میں آباد ہوئی، (گلدستہ کشمیر) درختان میوہ دار یہاں منگوائے انگور، سیب وغیرہ کے درخت بھوٹان کیطرف سے منگوا کر باغات بنوائے، سنگھاڑا تخم نیلوفر، تالابوں میں لگوائے، اس کے وقت میں نیشکر بھی بوئے گئے تھے جو بخوبی ہوگئے تھے، (گلدستہ کشمیر صہ ۱۱۲) توت کشمیر میں اسی زمانے میں آئے (شباب کشمیر صہ ۹۹) سیب اور ناسپاتی کے درخت اسی کے زمانہ میں کشمیر میں آئے (تاریخ ریاست جموں وکشمیر صہ ۱۰۱)، اس کے عہد میں کریوہ مارتنڈ پر انگور کے باغ کثرت سے تھے، اور یہاں کا انگور مشہور تھا، (راج ترنگنی پنڈت شری دہر) شہنشاہ اکبر کے زمانے میں کشمیر کا حاکم مرزا حیدر تھا (کاتب کی غلطی ہے ہمایوں کا اکبر لکھدیا) اس کے زمانے میں اسپ کلان کی سواری اور بنانے عمارات دلنشین اور اکثر وضع معقول نے رواج پایا، اشجار میوہ دار کے پیوند لگانے کا رواج کشمیر میں نہ تھا، ہندوستان میں محمد قلی افشار داروغہ باغات کشمیر نے اکبر کے عہد میں اس کا رواج دیا اول کابل سے شاہ آلو کو منگا کر پیوند دیا، تو یہاں کی آب وہوا کے موافق ہوا س زمانے سے اس کا رواج پھیلا (اقبالنامہ جہانگیری) زعفران کو جو ترقی اکبر کے عہد میں ہوئی اس کا ذکر اور حوالہ پہلے لکھا جا چکا ہے، اکبر اور جہانگیر کے عہد میں ڈیڑھ پیسے کے چار سیر انگور ملتے تھے (شباب کشمیر صہ ۱۲۶)

گلاب، گل زنبق، کیلاس اور بہت سے میوے اور پھول شاہجہان کے عہد میں نواب ظفرخان صوبیدار نے ممالک غیر کے منگوا کر کاشت کرائے، قدیم مورخ کا بیان ہے میوہ ہا کہ در وقت ایشان (راجگان وسلاطین کشمیر) نبود در سلطنت سلاطین تیموریہ بسعی حکام خصوص ظفرخان ہمہ اش رسیدہ بحدے وافر شد کہ بہایم ودواب رائیسر است، انواع درخت میوہ ہا واقسام گل از ولایت بسعی وتردد تمام آوردہ درین دو باغ (شالامار وفیض بخش) مذکور نہال نمودہ است خصوصاً گل زنبق، وگل گلاب ومیوہ کیلاس کہ پیشتر در کشمیر نبود در عہد او بہم رسید (واقعات کشمیر) ظفرخان کی اس سعی کا تمام ہند ومورخین نے بھی اعتراف کیاہے، میوہ ترل یہ افغانوں کے عہد کی یادگار ہے، (رہنمائے کشمیر ص۶۷) اس بیان کو بڑ ہکر ان حوالوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کشمیر میں قبل از عہد اسلام جہاڑ جھاڑ برف وآبشار معمولی سبزہ زار کے سوا اور کچھ بھی نہ تھا، اب جو کچھ کشمیر میں میوہ جات واجناس وپھول وغیرہ ہیں وہ سب مسلمانوں کا صدقہ ہیں، مسلمانوں نے یہ ثابت کرنیکے لئے کہ یہ سب کچھ مسلمانوں کا لایا ہوا، لگایا ہوا ہے ایک یہ خصوصیت قایم کردی ہے کہ جامع مسجد کی چھت پر ایسے ایسے پھول لگائے ہیں جو کشمیر میں دوسری جگہ نہیں، اسکا اقرار حالات جامع مسجد سرینگر میں شیر مال ریاست کشمیر نے بھی کیاہے صنعت زراعت تجارت کی ترقی کیوجہ سے ملک میں اسقدر خوشحالی تھی کہ اکبر کے عہد میں سرینگر میں تیس ہزار سے زیادہ کشتیاں تھیں (رہنمائے کشمیر) اس زمانہ میں نہ ریل تھی نہ موٹر سیاحت وتفریح کے لئے باہر سے بہت کم لوگ آتے تھے، یہ تعداد کشتیونکی رعایاہی کی سیر وتفریح کی وجہ سے تھی یہ کشمیر تھا جو جنت نظیر کہلایا،

عہد جدید

حکومت اسلامیہ کے بعد کشمیر میں نہ کوئی نیا میوہ آیا، نہ نئی جنس آئی، زعفران کی وہ برکت کافور ہوگئی قدیم عمارتیں کچھ سکھوں نے منہدم کردیں کچھ خبرگیری نہونیکی وجہ سے خود بیوند خاک ہوگئیں سونالنک روپالنک اب پتھروں کا ڈھیر ہے روپالنک میں ایک مکان تھا جسکو سلطان حسن شاہ نے تعمیر کرایا تھا اسکو سکھوں نے منہدم کردیا (جغرافیہ ریاست جموں وکشمیر مصنفہ پنڈت نند کول) شالامار کے

نگینہائے عقیق مہاراجہ رنبیر سنگھ کے عہد میں اکھاڑے گئے (تاریخ خلیل) راستہ جس پر رعایا کی آمد و رفت ہے
وہ ہر طرح خراب و ویران ہے (کلام فوق ص۵) شہر میں (سرینگر) صفائی کی حالت بہت بری ہے، گلی کوچے
بازار سب غلیظ (رہنمائے کشمیر ص۱۰۹) سرینگر کے مقامات گو اب بھی خوشنما ہیں مگر خاص شہر اب سیاح
کے دل پر عموماً بہت اچھا نقش نہیں چھوڑتا، (شاہی سیر کشمیر ص۵) شہر کے گلی کوچے غلیظ اور تنگ
ہیں جنہیں دیکھکر سیاح دنگ ہیں کہ یا الٰہی بہشت میں یہ کثافت کہاں سے آئی، جہاں دولت بیرا
یعنی جہانگیر بادشاہ کے محل کا نشان بتاتے ہیں وہاں اب دہان کی کھیتی ہوتی ہے، نشاط اور شالامار
دونوں اجڑ پڑے ہیں ان کے فوارے بالکل ٹوٹ گئے ہیں، حوضوں میں پانی کی عوض سوکھی کائی
جمی ہے (اردو کورس مڈل پنجاب مرتبہ لالہ رام کشن ۱۸۹۹ء) غرض سکھوں اور ڈوگروں کے
عہد میں کشمیر برباد ہو گیا جو کچھ تفریحگاہیں شالامار وغیرہ بری بھلی حالت میں ہیں وہ انگریزوں کے
اثر کا طفیل ہے ورنہ ڈوگرے تو صفحہ تاریخ پر بھی ان کا نشان نہ چھوڑتے زراعت و تجارت صنعت
کا تنزل اس سے ظاہر ہے کہ نوے فیصدی رعایا نان شبینہ کو محتاج ہے غلاظت و کثافت کا بڑا سبب
فلاکت ہے اس زمانے میں کہ سڑکیں صاف و وسیع تیار ہیں، ریل موٹریں موجود ہیں ہزاروں سیاح
ہر سال کشمیر جاتے ہیں مگر کشتیوں کی تعداد حسب تصریح محکمہ معتمد دربار کشمیر (۱۷۶۷) ہے اکبر کے عہد کی
تعداد سے نصف سے کچھ زیادہ ــــ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

انگریزی گورنمنٹ چونکہ آثار قدیمہ کی نگرانی رکھتی ہے اسلئے کچھ قدیم آثار باقی ہیں، جامع مسجد
غریب مسلمانوں کے چندے کے بل پر کھڑی ہے، گورنمنٹ کی طرف سے ریاستوں کو تاکید ہے کہ تعمیرات
وغیرہ میں ایک معقول رقم سالانہ خرچ کیا کریں تاکہ مزدوروں کی شکم پوری ہوتی رہے، اسلئے
موجودہ حکومت کشمیر نے کچھ باغات و کوٹھیاں تعمیر کرائی ہیں۔ یہ رسمی عمارتیں سونالنک روپالنک
پری محل عمارتوں کا جواب نہیں ہو سکتیں، ازریڈنسی کے اطراف و جوانب کی سڑکوں کی درستی و صفائی
سے شہر کے متعفن و تنگ و تاریک راستوں کا دھبہ دھل نہیں سکتا،

غرض کشمیر اب وہ کشمیر نہیں رہا جس کو جنت نظیر کہا جاتا تھا، اب کچھ اور نام تجویز
ہونا چاہیئے ــــ وہ خطاب اس کا تو مٹ گیا وہ اب ایک اجڑا دیار ہے

باب سوم

کشمیر کا جغرافیہ

کشمیر کی وجہ تسمیہ

کلہن پنڈت نے لکھا ہے کہ کشمیر کا پہلا نام تت سر بھو (تیرتھوں کی سرزمین) تھا، یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یہاں زمین نہ تھی، نہ آبادی تھی جیسا کہ آیندہ بیان سے واضح ہوگا اور ابتدا میں ہندوستان میں معبد وغیرہ بھی نہ تھے تو تیرتھوں کی سرزمین کیسی اور وہ نام رکھنے والا کون تھا پھر اس کا نام ستی سر ہوا پھر کشب مر جس کا آخر کو کشمیر بن گیا، ان ناموں کے متعلق یہ روایت ہے، اصل میں اس خطہ کا نام کشب مر تھا یعنی مکان کشب رشی کا، یہ بھی کہتے ہیں کہ قدیم الایّام میں اس خطہ کی صورت تالاب کی سی تھی اور ہر طرف اس میں پانی ہی پانی تھا، ستی جی یعنی شکتی (قدرت) مہادیو جی کی اس میں سیر کیا کرتی تھیں اس لئے اس کا نام ستی سر تھا، بعد اس کے کشب منی نے جلد بھو دیو کو مار کر پانی براہ بارہ مولہ اخراج کر کے اسے آباد کیا، تو اسی کے نام سے مشہور ہو کر کشب مر کہلانے لگا، بعض کا بیان ہے کہ قدیم ہی سے اس کا نام کشمیر تھا، کم پانی کو کہتے ہیں، اس میں سے (ک) لیا گیا، اور شمیر باہر نکالنے کو کہتے ہیں، چونکہ پانی اس کا باہر نکالا گیا اس لئے کشمیر ہوا، شاہ بابر کا قول ہے کہ قوم کاش کے نام پر جو درہ سندھ سے یہاں بسنے آئی تھی اس کا نام کاشمیر ہوا بلکہ کاشغر اور کاغان وغیرہ ایسے نام کے شہر اسی قوم کے نام سے مشہور ہوئے ہیں، تبتی لوگ اس ملک کو کش چھیل اور تبت خورد والے کش چھپا گلگت والے کشیر کہتے ہیں، یہ کسی تاریخ سے ثابت نہیں کہ کشب رشی کے عہد سے آدگوند

کے وقت تک فرمانروایان کشمیر کون تھے اور ان کو کیا ہوا اور کشب رشی سے پہلے یہاں کون لوگ آباد تھے، گو یہ لکھا ہے کہ اس سے پہلے کشمیر بصورت تالاب تھا مگر اس کے کیا معنی ہیں کہ جلد بھودیو لوگوں کو آزار پہونچاتا تھا۔ جب یہاں آبادی نہ تھی تو دیوندکور نے تکلیف کسکو دی اور بکا سر دیو جس کا ذکر شارکا مہاتم میں ہے کس کو دکھ دیتا تھا اور شارکا بھگوتی نے کس کے بچانے کو اوتار لیا تھا، ان باتوں سے ضرور پایا جاتا ہے کہ یہاں کشب رشی سے پہلے بھی آبادی تھی اور آدگونند تک جس کو ہزارہا سال گذرے کشب رشی کے وقت سے بھی ضرور ہر قسم کا نظم و نسق حاکم و محکوم تھے۔ (گلدستہ کشمیر صـــ۱۳)

اس بات پر سب کو اتفاق ہے کہ پہلے کشمیر ایک تالاب تھا اور ستی جی دختر دکھ پرجاپت جو ستی ہوگئی تھیں اس پر سیر کرتی تھیں، اُن ایام کا نشان کشتی باندھنے کا اب تک شوپیان کے نزدیک ویسہ باد پر نوکابندن میں موجود ہے بلکہ لفظ نوکابندن کے معنی بھی کشتیاں باندھنے کی جگہ ہے اس سبب سے اس کو ستی سر کہتے ہیں کشمیر کے دوسرے معنی یہ ہیں شاستری میں پرجاپت سے مراد کشب رشی ہے اس سے بھی معلوم ہوا کہ کشب رشی ہی بانی آبادی کشمیر تھا، (گلدستہ کشمیر صـــ۱۳) کشب رکھی پوتا برہما کا ہندوستان کے تمام معبدوں اور مندروں اور تیرتھوں کی یاترا کرتا ہوا موضع بونیر متصل راجوری کے پہونچا، اور جلد بھو کا حال سُنکر اس کے دفعیہ کے فکر میں بمقام نوکابندن میں جو ہیر پور کے متصل ہے ایک ہزار سال تک عبادت کرتا رہا، وہاں اس کی دُعا قبول ہوئی اور سودرشن چکر کے ذریعہ سے (جو خاص آلہ مخرج آب پیدا کرنے کا ہے) کوہستان غربی بارہ مولہ کے نیچے سے ایک مخرج نکال کر پانی کے بہہ جانے سی سطح زمین نمودار ہوا اور جلد بھودیو کوہ ماران میں جہاں ایک عمیق قلعہ پانی کا باقی رہ گیا تھا جا چھپا، کشب منی نے یہ دیکھکر پھر عبادت شروع کی، دوسری دفعہ بھی دُعائے عابد قبول ہوئی اور شارکا بھگوتی یعنی قدرت حق نے جس کا یادگار اب تک کوہ ہاری پربت معابد ہنود سے ظاہر ہوکر پارۂ کوہ سمیر کو لاکر رہایش گاہ دیوندکور پر رکھدیا اور وہ سفاک خاک میں ملگیا سطح ستی سر تمام بلاؤں

سے پاک ہو کر قابل بود و باش ہو گیا۔ تب ہی سے اس خطّہ کا نام کشمیر مشہور رہوا (گلدستۂ کشمیر صفحہ ۱)
لالہ رتن لال مست لکھتے ہیں کاش ایک دیو تھا اور میر اس کی زوجہ تھی جب دونوں اِس
کوہستان میں آئے تو اس صحرا کی آبادی کے لئے ایک مرد اور ایک عورت ممالک متفرقہ سے پکڑ لائے
وہاں جمع کیا اور جوڑی لگایا کہ ان لوگوں سے وہاں آبادی ہوئی (عمدۃ التواریخ)
صاحب تکمل تاریخ کشمیر نے کشب رشی کی زوجہ کا نام میر لکھا ہے اور اس کو کشمیر کی وجہ تسمیہ بتلایا ہے۔
(صہ ۱۹) کرپا رام نے گلزار کشمیر میں اس کے بانی کا نام کشف لکھا ہے۔ کشمیر کی آبادی اور وجہ تسمیہ کے
متعلق یہ روایتیں ہیں جو ہندو مورّخوں اور پنڈتوں نے بیان کی ہیں۔ اگر ان بیانات کو معمولی
نظر سے بھی دیکھا جائے تو ان کے باہمی تضاد سے ان کے بُطلان پر یقین ہو جاتا ہے، اگر کشمیر
بصورت تالاب تھا اور ستی جی یعنی قدرت الٰہی اس پر سیر کرتی تھی اور کوئی آبادی نہ تھی تو یہ
نام رکھنے والا کون تھا اور اس میں کیا خصوصیت ہے، قدرتِ خدا ہر جگہ ہر وقت موجود ہے
اگر ستی جی پرجاپت کی بیٹی تھی تو ان ناموں سے اور اس بیان سے بیٹی کا باپ سے مقدم ہونا
لازم آتا ہے۔ یہ قوی شبہ واقع ہوتا ہے کہ ستی جی قدرتِ خدا ہے یا کسی انسانی صُورت کا
نام ہے، صاحبِ گلاب نامہ نے پرجاپت کی بیٹی کا نام ادتی لکھا ہے، صاحب عمدۃ التواریخ
لکھتے ہیں، ستی سر کہتے تھے (کشمیر کو) یہ نام مہا دیو کی اوّل زوجہ کا ہے بعد اس کے پاربتی زوجہ
ہوئی (صہ ۳۴) غرض ستی جی کا وجود اور اس کا کشب رشی سے تعلق ہی ثابت نہیں لہٰذا ستی سر
کی داستان فرضی ہے، کشب رشی کو مؤلف گلدستۂ کشمیر نے برہما کا پوتا لکھا ہے یعنی کشب
بن مارچ بن برہما اور کشب رشی ہی کو پرجاپت لکھا ہے، صاحب گلاب نامہ نے کشب رشی کو
پرجاپت کا داماد لکھا ہے، راجہ شیو پرشاد لکھتے ہیں کہ پرجاپت آفتاب کو کہتے ہیں (آئینہ تاریخ نما)
اس طرح کشب رشی کا وجود بھی ثابت نہیں، اِس کے علاوہ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ دُنیا کی
ابتدا برہما سے ہوئی لیکن اس داستان سے معلوم ہوتا ہے کہ برہما کی اولاد سے علیحدہ کوئی
جلد بھو دیو کی قوم بھی تھی اور برہما کے بعد تیسری ہی پشت تک اس قدر آبادی کا ہو جانا کہ

ہندوستان سے کشمیر تک آبادی پھیل جائے کسی طرح خیال میں نہیں آسکتا، یہ بیان کہ کشب رشی ہندوستان کے تمام معابد و منادر کی زیارت کرتا ہوا یہاں پہونچا خلاف قیاس ہے اس قدر قلیل مدت میں معابد کی یہ کثرت کیونکر ممکن ہے اس کے علاوہ منادر کی بحث میں ہمنے ہندوؤںکی تاریخ سے ثابت کیا ہے کہ پانچویں صدی قبل مسیح سے پہلے مندر نہ تھے، غرض جہاں تک غور کیا جائے یہ داستان بے بنیاد ثابت ہوگی، ایک روایت یہ ہے کہ میر نام ایک پری تھی، اس پر کشف نام دیو عاشق تھا، حضرت سلیمان علیہ السلام جب اس طرف آئے تو انہوں نے کشف سے فرمایا کہ اگر تو اس کا پانی نکال دے تو میر تجھ کو دیدیجائے گی، کشف نے آلہ جہکر سے اس کا پانی نکالدیا۔ حضرت نے میر سے اس کا نکاح کردیا، اس لئے اس خطہ کا نام کشف میر ہوا (مکمل تاریخ کشمیر ص۱۵) اس روایت میں دیو پری کا معاملہ وہی سابقہ روایتوں کا سا افسانہ ہے، اصل حقیقت صرف اس قدر معلوم ہوتی ہے کہ یہ خطہ چاروں طرف سے پہاڑوں سے گھرا ہوا تھا، درمیان میں پانی بھرا ہوا تھا، امتداد زمانہ سے ایک طرف پہاڑ کے منہدم ہونے سے سطح زمین نمودار ہوگئی۔

ایسا ہی صاحب تاریخ ریاست جموں وکشمیر نے لکھا ہے کچھ عرصہ کے بعد حضرت سلیمانؑ ادہر آئے انہوں نے اس خطہ کو آباد کیا۔ حضرت کی تشریف آوری کا ذکر پنڈت رتنا کر نے اپنی تاریخ میں اس طرح کیا ہے کہ راجہ نراندر کی تخت نشینی کے چند روز بعد سندیمان نام ایک شخص جو مغربی ممالک کے رکھیشروں میں سے تھا کشمیر پہونچکر کوہ لارجیت پر مقیم ہوا، سندیمان کا ویمان (تخت رواں۔ ہوائی جہاز) آسمان پر چلتا تھا۔ تمام جن دیو، چرند پرند اس کے مطیع تھے اُسنے ہی کشمیر کا پانی خارج کرایا، (مکمل تاریخ کشمیر حصہ اول حاشیہ ص۱۰۹)

ان تمام روایتوں سے حضرت سلیمانؑ کا کشمیر میں آنا اور پانی خارج کرانا ثابت ہی صرف اس قدر واقعہ کے علاوہ باقی افسانہ ہے، حضرت کا تعلق کشمیر سے کچھ نہ کچھ ضرور ہے اول تو یہ روایتیں دوسرے کشمیر میں تخت سلیمان نام ایک پہاڑ بھی ہے، حضرت کی نسبت سے نواح ایران میں بھی ایک مقام تخت سلیمان مشہور ہے، تیسرے قدیم زمانہ میں یہ خطہ ضرور حضرت

کی نسبت سے مشہور تھا، چنانچہ شیخ سلیمان کشمیری سے جب ان کا وطن دریافت کیا (یہ ساتویں صدی ہجری میں تھے) تو انہوں نے کشمیر نہیں کہا، باغ سُلیمان کہا، ایک قدیم مورخ نے بھی کشمیر کی تاریخ کا نام باغ سُلیمانؑ رکھا ہے، غرض حضرت کے عہد میں جو دسویں صدی قبل مسیح کا زمانہ ہے پہاڑ گرنے سے پانی نکلکر یہ خطہ نمودار ہوا اور حضرت نے اس کو آباد کیا۔ اس خطہ میں اوّل کون لوگ آباد ہوئے یہ خراسان وغیرہ اور اس کے نواح کے قبایل تھے کیونکہ یہ ممالک حضرت کے زیر حکم تھے اس لئے حضرت نے وہیں کے قبایل کو ادہر منتقل کیا ہوگا، اور تبّت قریب ہے پھر کچھ تبت کے لوگ آئے ہوں گے کیونکہ مورخین نے بیان کیا ہے کہ اہل کشمیر اہل تبّت کی نسل سے ہیں خراسان یا اُس کے نواح کے قبایل ہوں خواہ اہل تبّت یہ سب بابل و اشوریہ کے قبایل کی نسلیں تھیں کیونکہ انہیں مقامات سے قوموں نے منتشر ہو کر مختلف ممالک آباد کئے، ڈاکٹر سنوبس لکھتے ہیں کہ بعد طوفان لوگوں نے شہر بابل آباد کیا اور ایک بُرج تعمیر کرنا شروع کیا جس کو آسمان سے ملانے کا ارادہ تھا، خدا کو ان پر غصّہ آیا، ان کی زبان میں اختلاف پیدا کر دیا وہ ایک دوسرے کی زبان سمجھنے سے مجبور ہو گئے اس لئے وہاں سے اطراف عالم میں منتشر ہو کر آباد ہوئے (تاریخ ملل قدیمہ ۱۱۵) بابل سے نکلکر قبیلہ کش کی ایک شاخ نے مختلف آبادیاں قایم کیں، چند محققین نے لکھا ہے کہ سامی قبایل میں ایک قبیلہ کش نام تھا جس کی سلطنت چار ہزار قبل مسیح بابل میں قایم تھی (تاریخ قدیم پروفیسر الیس و تاریخ پروفیسر راجسرس وغیرہ) اس قبیلہ نے جو آبادیاں قایم کیں وہ اسکے نام سے مشہور ہوئیں، ایک آبادی ان کی نرشیز کے قریب تھی اس کا نام کشمیر ہو گیا، (ایک شہر کش نام نخشب کے قریب تھا (غیاث اللغات) اسی طرح کاشغر و کاشان وغیرہ اسی قبیلہ کی نسبت سے یہ ملک کشمیر مشہور ہوا، یہاں انہوں نے اوّل دو آبادیاں قایم کیں اور ان دونوں کے نام اصل وطن کی یاد میں اسوریہ اور بابل رکھے، اسوریہ کو ہند و مورخ سوریہ نگر لکھتے ہیں، جو اب سری نگر ہے۔ بابل اب ایک موضع ہے پرگنہ وچھن پارہ میں، جس طرح اصل شہر بابل کے متعلق مشہور ہے کہ ایک کنوئیں میں دو فرشتے قید ہیں چونکہ وہیں کے قبایل یہاں آئے یہ روایت ساتھ لائے

اب امتداد زمان سے وہ روایت کشمیر کے متعلق کسی قدر تغیر سے اس طرح مشہور ہے کہ مسجد سیّد علی ہمدانی واقع پرگنہ بومزدہ کے نیچے ایک کنواں ہے جس میں دو فرشتے قید ہیں، قدیم زمانہ میں قوم کش کی آبادی کا ذکر راج ترنگنی میں بھی ہے، لارنس صاحب کی کتاب انڈین اینی چیوڈ جلد اوّل صد۱۰۲ پر ہے کہ قدیم زبان سنسکرت میں کہش اس قوم کا نام تھا جو کوہ ہمالہ میں ملک کے بہت بڑے حصّہ میں آباد تھی مگر بہت سی حالتوں میں یہ شک پڑتا ہے کہ یہ نام کہش کس قوم پر استعمال کیا جائے لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم سلسلہ کوہ ہمالہ میں ایک تھوڑی سی جگہ میں آباد تھی اور یہ وہ قلعہ ہے جس کے مغرب میں دریائے وتشۂ (جہلم) کی گذرگاہ کا درمیانی حصّہ اور مشرق میں کشتوار ہے راج ترنگنی میں کئی جگہ ذکر آیا ہے کہ راجپوری (راجوری) کے حکمران کہش قوم کے راجہ تھے اور انکی فوج میں بھی اس قوم کے لوگ تھے، یا نہال کیطرف دریائے چندربھاگا (چناب) تک کے وادی میں کہش قوم کی جائے رہائش کا پتہ ملتا ہے۔ ترنگ نمبر ۸ کے اشلوک ۶۹ میں ویرانک کے حوالہ سے ثابت ہوتا ہے کہ دریائے وتشتہ کے وادی جو بارہ مولہ سے نیچے کی طرف ہے کہشوں کی جائے رہائش تھی وہ قوم جس کا نام زمانہ قدیم میں کہش تھا آجکل کھکہ کہلاتی ہے (اقوام کشمیر صد۱۳۵ و ۱۳۹) غرض قبیلہ کش کی نسبت سے یہ خطّہ کشمیر مشہور ہوا، مر یہ لفظ عربی ہے اس کے معنی جائے گذر ہیں چونکہ عربی زبان تمام زبانوں کی اصل ہے (اس کی بحث ہماری کتاب میزان التحقیق میں ہے) اس لئے عربی الفاظ ہر زبان میں موجود ہیں۔

کشمیر کے قرب وجوار میں اکثر نام عربی ہی زبان میں تھے۔ جمو کا قدیم نام بروع تھا (تاریخ شجاع حیدری) بروع کے معنی خوبصورت ہیں چونکہ یہاں سے دلچسپ مناظر شروع ہوتے ہیں اسلئے بروع نام رکھا گیا، جموں کے دریا کا نام توی رکھا گیا، کیونکہ یہاں سے تفریحی مقامات شروع ہوتے ہیں اسلئے یہ نام رکھا گیا، توی کے معنی عربی میں فرحت وانبساط کے ہیں دریائے جہلم کا قدیم نام بہت ہی، بہت کے معنی حیرت میں ڈالنے والا حیران کردینے والا، چونکہ اس دریا کے چھوٹے سے منبع اور اس کے جھیل میں سے ہو کر گذرنے سے تعجب وحیرت ہوتی ہے اور اس کا لاتعداد چکر

ٹھاکر پہاڑوں سے گذرنا مُسافر کی حیرانی کا باعث ہوتا ہے اِس لئے اس کو بہت کہنے لگے۔
کوئی اِن افسانہ بازوں سے پُوچھے کہ کیا ترشیز کے نزدیک جو مقام کشمر تھا وہاں بھی کشب رشی آلہ
جھکر سے اخراج آب کر کے جلد بھو دیو کو قتل کرنے گئے تھے، غرض کشمیر کی اصل کشمر ہے جو قبیلہ کش سے
منسوب ہے اسی وجہ سے اہل تبّت اس کو کش جھیل اور تبّت خورد والے کش چھپا، گلگت والے
کشیر کہتے ہیں، اس بیان کو پڑھ کر ان ناموں پر غور کیا جائے تو سب موزوں نظر آئیں گے، باقی
پنڈتوں کی مبالغہ آمیزی و افسانہ طرازی مشہور ہے سے چون ندید ند حقیقت رہ افسانہ زدند

کشمیر

ہمالہ کے کوہستان کے درمیان ایک وسیع خطّہ ہے جو پنجاب کی سرحد شمالی بناتا ہے وہ تمام
کوہستانی سلسلہ جو پنجاب و جموں و کشمیر تک پھیلا ہوا ہے اس کو ہندوستان سے اور اس
کوہستان نے جو تبت و لداخ وغیرہ تک ہے اس کو وسط ایشیا سے جُدا کر دیا ہے، گویا کشمیر
وسط ایشیا اور ہندوستان کے درمیان ایک خطّہ بشکل منحنی ہے اوّل یہ ملک ہی علیحدہ تھا لیکن
چند صدی قبل مسیح سے اس کا تعلق ہندوستان سے قایم ہوا اس لئے اس کا شمار ہندوستان
میں ہوتا ہے، کشمیر کا طول ۱۴۸ میل ہے، عرض شمال مغرب سے جنوب مشرق تک ۴۰ میل ہے
رقبہ تیس ہزار میل مربع بلندی سمندر سے چھ ہزار فٹ ہے اس کے پہاڑوں کی چوٹیاں اٹھارہ ہزار
فٹ تک بلند ہیں، مگر ننگا پربت ستائیس ہزار فٹ کے قریب ہے۔

حُدود اربعہ

شمال میں تبّت خورد (لداخ) نیل، درآور، بلتستان، حصورہ، اسکردو،
جنوب میں اکھنور، جموں، پونچھ، نوشہرہ، کشتوار (کاشغر) بھدرواہ جہلم، گجرات، سیالکوٹ،
مشرق میں دراس، زنکار، مدر دلداخ،
مغرب میں دارد پکھلی۔ گکھر، ہزارہ، راولپنڈی

کشمیر کی آب وہوا صحت بخش اور مفرح ہے، قدرتی مناظر دلچسپ ونظر فریب ہیں، ہندو کشمیر کو زمین کا سر اور آنکھ کہتے ہیں، ایک اشلوک کا ترجمہ ہے (پاتال میں جو تیرتھ ہیں یا زمین پر جو ہیں بہشت میں جو ہیں وہ سب کشمیر دیس میں ہیں، گلدستۂ کشمیر ص۱۷) تمام ملک سرسبز، پھولوں اور پھلوں کی کثرت، ہر جگہ چشمے اور آبشار، برفیلے پہاڑ، جہانگیر بادشاہ نے اس کو جنت دُنیا خطاب دیا ہے، باقی تفصیل ہمنے ایک خاص مضمون میں کی ہے، کشمیر کا قدیم راستہ تو وہ ہے جو بادشاہی راستہ کہلاتا ہے اور پیر پنچال کا راستہ بھی کہتے ہیں، یہ سڑک سنہ ۱۰۲۹ ہجری مطابق سنہ ۱۶۲۰ء میں طیار ہوئی تھی، آجکل کا راستہ جہلم ویلی روڈ کہلاتا ہے یہ سڑک کوہالہ سے سری نگر تک دریائے جہلم کے کنارے کنارے چلی گئی ہے، راولپنڈی سے مری تک تو انگریزون کی آمد و رفت کی وجہ سی سڑک پہلے سے طیار تھی، مری سے کوہالہ تک بعد کو طیار ہوئی، کوہالہ سے بارہ مولہ تک سنہ ۱۸۸۴ عیسوی میں اور بارہ مولہ سے سری نگر تک (۳۴ میل) سنہ ۱۸۹۰ء میں تیار ہوئی، کوہالہ سے سری نگر تک (۱۳۲) میل ہے، اس سڑک پر ندی نالوں، دریاؤں پر چھوٹے بڑے دو ہزار سے زیادہ پُل بنے ہیں یہ سڑک وسیع اور عمدہ ہے، چنا اور نیشکر کے علاوہ تمام اجناس پیدا ہوتی ہیں، زعفران موضع پانپور یا پم پور اور قطعہ دانتو میں پیدا ہوتا ہے کل زعفرانی رقبہ دس بارہ میل ہے، دانتو کا زعفران پانپور سے اچھا ہوتا ہے، پہل گام کے قریب بنفشہ ہوتی ہے یہاں عام لوگ اس کو گنفش کہتے ہیں۔

چاول کی پیداوار زیادہ ہے اور یہی کشمیریوں کی عام غذا ہے مگر جیسا نفیس چاول ممالک متحدہ آگرہ و اودھ کے اضلاع پیلی بھیت، دہرہ دون، سہارنپور، ٹانڈہ (ریاست رام پور) کا ہوتا ہے ایسا یہاں نہیں ہوتا، سیب، انگور، گیلاس، آلو بخارا، زرد آلو، آلوچہ، بادام، کاٹخی، توت بادام، خربوزہ، تربوز وغیرہ ہر قسم کے میوے اور پھل ہوتے ہیں، ایک میوہ ترل ہوتا ہے جو کسی قدر ترشی مائل ہے، یہ میوہ پٹھانوں کے عہد کی یادگار ہے، نیشکر، آم، لیموں، کیلہ، نارنگی، سنترہ، بیر نہیں ہوتے، شالبافی، چکن، کاغذ، لکڑی کی صنعتیں قابل دید ہیں، آبریشم کا کارخانہ بھی ہے پشمینہ، پارچات اونی، زعفران، بہدانہ، بنفشہ، چوب دیو دار، ریشم خام، زیرہ سیاہ یہاں سے

ممالک غیر کو جاتا ہے، یہاں ایک قسم کا پتھر نیلے رنگ کا ہوتا ہے جو نہایت ہی خوشنما ہے، اِس کو شالما کہتے ہیں،

مشہور قصبات

اسلام آباد، گلمرگ، بارہ مولہ، بانہال، پہل گام، ان میں گلمرگ کے سوا کوئی بارونق وصاف ستھری آبادی نہیں۔

سرینگر

یہ کشمیر کا سب سے بڑا شہر اور دارالحکومت ہے۔ اس کی آبادی ڈیڑھ لاکھ کے قریب ہے ان میں ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان ہیں، پنڈتوں نے لکھا ہے کہ اس کا اصل نام سوریہ نگر (شہر آفتاب) تھا، کثرت استعمال سے سری نگر ہوگیا، اس کا نام پرورسین پورہ بھی ہے اس کو راجہ پرورسین نے ۲۰۰۰ء میں آباد کیا (گلدستۂ کشمیر و رہنمائے کشمیر) راجہ پرورسین نے اس کو رونق دے کر دارالسلطنت بنایا لیکن یہاں آبادی پہلے بھی تھی جس کا نام بقول ہندو مورخین کے سوریہ نگر تھا حقیقت یہ ہے کہ قوموں کی ابتدا بابل واشوریہ سے ہے اور زمانۂ قدیم میں ان شہروں کا عروج تمام خطوں سے بڑھا ہوا تھا، اس لئے یہاں جو قومیں آئیں انہوں نے وطن اصلی کی یاد میں اسوریہ نام رکھا، سری نگر کی آب وہوا باعتبار کشمیر کا دارالحکومت ہونے کے اچھی نہیں، شہر کی حالت بھی اچھی نہیں، سری نگر کے مسلمان باشندے مفلوک الحال ہیں، (مسلمان گو سوداگر اور تاجر بھی یہاں نظر آتے ہیں اور بعض جاگیردار اور معزز گھرانے بھی ہیں مگر ان کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔ بالعموم فلاکت زدہ ہیں، مسلمان مردوں اور عورتوں کے لباس سے اور ان کی حالت سے بے بسی اور غریبی ٹپکتی ہے، ان کے مقابلہ میں ان کے پنڈت بھائی سب تعلیمیافتہ ہیں یہ لوگ دوکانداری بھی کرتے ہیں، بیوپار بھی اور تمام دفتروں پر بھی چھائے ہوئے ہیں۔ رہنمائے کشمیر صفحہ ۱۱)

اہل کشمیر کے مزاج میں صفائی اور نفاست کم ہے، سری نگر میں ایک مسلمان قوم ہے جو ہانجی کہلاتے ہیں یہ ملاحی پیشہ ہیں، بوٹ ہاؤس اور شکارے (ڈونگے، چھوٹی کشتیاں) رکھتے ہیں۔

یہ چھوٹی بڑی کشتیاں ہر قسم کی ہوتی ہیں، اعلیٰ درجہ کی مکلف اور خوشنما بھی، اوسط درجہ کی بھی ادنیٰ درجہ کی جن پر سائبان خسپوش (چھپّر) ہوتا ہے، اسی سے اس قوم کا گذر اوقات ہوتا ہے اس زمانہ میں بہت شکستہ حال ہیں۔

ڈل

ڈل یعنی تالاب شہر پانچ میل لمبا، ڈہائی میل چوڑا، پندرہ فٹ گہرا ہے، اس کا ایک حصہ جسکو سدورہ کھوں کہتے ہیں (۴۵) فٹ گہرا ہے اس کے چاروں طرف باغات ہیں، دامن کوہستان شالامار میں ہے اس میں لکھاتا: سنگھاڑا، نیلوفر ہوتا ہے، بعضوں نے اس کو تین حصّوں میں تقسیم کیا ہے، ایک ڈل کلان جو حضرت بل کے سامنے ہے دوسرا ڈل خورد جو کوہ سُلیمان سے نشاط باغ تک ہے، تیسرا سدرہ کھون جو کوہ ماران کے نیچے ہے۔ زمانہ سلف میں (حضرت سلیمان کیوقت) جب کشمیر کا پانی خشک ہوا تو یہاں بھی میدان ہوگیا، اس کو تالنی مرگ کہتے تھے (تاریخ حسن) جب راجہ پرورسین نے دریائے جہلم کا بند ناوہ پور میں بنایا تو دریا کا پانی یہاں جمع ہوگیا۔ راجہ درلب دروں کے زمانہ میں طغیانی سے اور پانی جمع ہوکر یہ جھیل بن گئی،

مصنوعی جزیرے

رُوپا لنک (چاندی کی لنکا) نسیم باغ کے سامنے ہے (۴۶۵) گز مربع ہے، پانی سے تین فٹ بلند ہے۔

سونا لنک (سونے کی لنکا) ڈل کلان یعنی جنوبی حصّہ تالاب میں ہے، (۴۰) گز لمبا، ۳۶ گز چوڑا ہے سلطان زین العابدین نے یہ جزیرہ بنایا تھا اور اس پر محل تعمیر کیا، عہدِ دولت مغلیہ میں اس کی مرمت ہوئی، امیر خان جوان شیر نے اس کو خوب رونق دی (تاریخ حسن) اب پتھروں کا ایک ڈھیر ہے۔

زینہ لنک، سُلطان زین العابدین نے جھیل ولر میں زینہ لنک کے نام سے ایک مکان تعمیر کرایا تھا

اِس کے متعلق ایک مسجد بھی تھی، اس مکان کا نام خرم آباد تھا جس کے آثار میدپورہ کے قریب اب بھی پائے جاتے ہیں۔ اس کی وسعت دو سوگز مربع اور بلندی دس گز تھی اسکی تاریخ تھی ؎

این بقعہ چو بنیاد فلک محکم باد　　مشہور بہ زینہ ڈینب در عالم باد
شہ زین عباد تا درو جشن کند　　باپیوستہ چو تاریخ خودش خرم باد ۸۴۷ ہجری

۱۸۸۱ء تک بقول صاحب تاریخ حسن مسجد موجود تھی اب کچھ بھی نہیں۔

باغات

شالامار۔ اس نام اور اس کے معنی کے متعلق بہت اختلاف ہے، مؤلف گلدستۂ کشمیر نے لکھا ہے یہاں کامدیو کا مکان تھا، شاستری والے اس کو مار کہتے ہیں اور شالا مکان کو جس سے شالامار یعنی کامدیو کا مکان ہوا۔ ایک وجہ یہ لکھی ہے مار کشمیری میں دریا کو کہتے ہیں۔ یہاں زمانۂ سابق میں پشمینہ دھوتے تھے اس لئے شالامار ہوا (گلدستۂ کشمیر صـ۵۴)

کیا خوب! جہانگیر اور شاہجہان باغ بنائیں اور اس کا نام رکھیں کامدیو کے نام یا شال شوئی کے کام پر، اس کو کوئی دیوانہ بھی قبول نہ کریگا۔ شالما کشمیر میں ایک قسم کے پتھر کا بھی نام ہے۔ شالاباغ نواح مظفرآباد (علاقہ کشمیر) میں ایک موضع کا بھی نام ہے، موضع اودم پور (علاقہ جموں) کی ایک ندی کا نام شالامار ہے، یہ ندی کشتوار کے پہاڑ ناگنا شیر وکی چوٹی سے نکلی ہے،

رائے بہادر پنڈت شیونراین شمیم ایڈوکیٹ پنجاب نے بحوالہ اگنی پران لکھا ہے کہ شالی مالی نام ایک پھول تھا (تاریخ شالامار باغ لاہور)۔ راجہ پرورسین نے اپنے محلات کا نام شالی مالی رکھا تھا۔ یہ محلات اسی مقام پر تھے جو شالامار باغ کے قریب ہے۔ (تاریخ شالامار باغ لاہور)

اس مقام کو شالی مار کہنے کی یہ وجہ ہوسکتی ہے کہ شالی مار یعنی شالی کا دریا اس کی آبپاشی سے شالی کثرت سے پیدا ہوتی ہے جو کشمیر کی عام خورش ہے، ان تمام باتوں پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی دیو دیوی کا اثر نہیں نہ لوئی کمبل کا ذکر ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ پتھر کا نام ہویا

پھول کا یا ندی کا یا گاؤں کا، شالی کی پیداوار کشمیر میں زیادہ ہے اور اسی کی پیداوار پر کشمیر کی مرفہ الحالی کا مدار رہے، غالباً اسی کی رعایت سے یہ تمام نام ہیں، اصل شالی مر ہو گا یعنی شالی کی جگہ کثرت استعمال میں کوئی شالما رکھیا، کوئی شالی مالی ہو گیا، کوئی شالامار ہو گیا۔ اس باغ کا نام یہ معمولی فہم کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ دیو دریا شالی ان میں سے کسی کی نسبت سے اپنے باغ کا نام جہانگیر و شاہجہان نہ رکھ سکتے تھے، باغ کا نام شاہ لیمار ترکی لفظ ہے جس کے معنی ہیں شاہی تفریحگاہ مختلف زبانوں کے الفاظ آپس میں ملتے جلتے ہیں یہ ایک اتفاق ہے کہ جہاں شالی مار ندی ہے جہاں شالی مالی پھول ہے، جہاں شالما پھر ہے وہاں شاہی باغ کا نام بزبان ترکی جو تجویز ہوا وہ ان سے ملتا ہوا ہے، مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دربار میں اس کی وجہ تسمیہ پر بحث ہوئی تو کسی نے دیو دیوی دریا کا ذکر نہیں کیا، کہا تو ترکی لفظ شاہ لیمار کہا (تاریخ شالامار باغ لاہور ص۹)، ابتدا، میں شاہ لیمار نام کے باعث سے اس کو شالی مار کہتے تھے۔ شالامار نہیں کہتے تھے۔ جہانگیر کا شاعر مرزا سلیم کہتا ہے ؎

چو شد دامانِ دریا جلوہ گاہش بسوئے شالی مار افتاد راہش

شاہجہان کے آخر عہد میں کثرت استعمال سے شالامار بولا جانے لگا، ظفر خان کا شعر ہے ؎

بر آوردہ پر از شوق نگارش کہ تا بوسد کنار شالامارش

اگر اس نام کا تعلق دیو، دریا، راج محل کے نام سے ہوتا تو یہ نام کشمیر ہی کے باغ تک محدود رہتا دوسرے مقام کے شاہی باغ کا نام نہ ہوتا۔ لاہور کے باغ کا بھی نام ہونا صاف ثابت کرتا ہے کہ اس لفظ کا تعلق دیو دریا وغیرہ یا شاستری زبان سے نہیں بلکہ یہ لفظ ترکی بمعنے تفریحگاہ شاہی ہے، شاعر نے اس کی اس باغ کی قطعہ تاریخ میں اسی لفظ کے معنی سے تاریخ نکالی ہے۔ اور اگر جہانگیر ایسا ہی دیو دیوی کا معتقد اور شاستری زبان کا دلدادہ ہو گیا تھا تو اور لوگوں کو کیا ہوا تھا جو اپنے باغوں کے نام یہی رکھے۔ شالامار باغ کالکا، شالامار باغ کپورتھلہ، شالامار پٹیالہ، شالامار راجوری شالامار باؤلی قلعہ دہلی، شالامار سوہدرہ۔ شالامار باغ کشمیر کے بنانے کا خیال سب سے پہلے اکبر بادشاہ

کو ہوا، اُس نے حکم دیا تھا کہ تالاب ہارون (سری نگر سے ۶ میل فاصلہ پر ایک مقام ہارون نام ہے یہاں جھیل بھی ہے یہ مقام شالی مار بھی مشہور تھا) سے ایک نہر نکالی جائے اور آب ڈل کے کنارے پر اسی مقام پر ایک باغ بنایا جائے۔ اِس تجویز پر اُس کے عہد میں صرف اس قدر عملدرآمد ہوا کہ چہار دیواری بنادی گئی، جہانگیر نے ۱۰۲۶ھ ہجری میں اِس کا کام بہ نگرانی شاہزادہ خرّم (شاہجہان) شروع کرایا، ۱۰۳۱ھ تک تکمیل ہوئے اور اس کا دوسرا نام فرح بخش تجویز ہوا، قطعہ تاریخ یہ ہے ؎

چو شد آراستہ باغ فرح بخش ۔۔۔ بحکمِ حضرتِ ظلِّ الٰہی
شہنشاہ شہاں شاہ جہانگیر ۔۔۔ کہ مشہور ست از مہ تا بماہی
پئے تاریخ این گلزار ریحان ۔۔۔ خرد فرمود، فرحت گاہ شاہی
۱۰۳۱ ہجری

شاہجہان کے عہد میں نواب ظفر خان صوبیدار نے اِس باغ کے شمالی حصہ کو وسعت دی اور اس حصہ کا نام فیض بخش رکھا، اس کا قطعہ تاریخ یہ ہے ؎

چو باغِ فیض بخش از حکمِ شاہی ۔۔۔ بہ باغ ارم گشتہ مباہی
فرح بخش از کمال افتخارش ۔۔۔ چو گل بر طرف خود دادہ قرارش
ازین رو کاثمر فخر جہان ست ۔۔۔ کہ در وی گلشن شاہجہان است
پئے تاریخ سالش صبح گاہی، ۔۔۔ خرد گفتا مسرت گاہ شاہی
۱۰۴۲ ہجری

شالامار کا طول ۵۹۰ گز، عرض ۳۰۷ گز، بلندی ۱۰ فٹ ہے، ڈل سے باغ تک (۱۲) گز چوڑی نہر ہے، زوال حکومت مغلیہ کے بعد عظیم خان صوبیدار نے اس کی مرمت کرائی تھی مسلمانوں کے بعد ان کی حالت روز بروز خراب ہوتی گئی، مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں اس کی حالت بہت ردّی تھی (تاریخ شالامار ص۵۸ و تاریخ پنجاب خان بہادر محمد لطیف) مہاراجہ رنبیر سنگھ نے اسکی مرمت کرانی چاہی مگر بجائے مرمت کے خاین اہلکاروں نے اور خراب کر دیا، محمد خلیل مرجانپوری لکھتا ہے " نودا نہائے نحاس از میان کشیدہ بردند و بجائے آن ناودانہائے سفالین چسپانیدہ

نگین ہائے عقیق وغیرہ بمقدار دو خروار زیر قبضہ آوردند این ہمہ موجب خرد برد اہلکاران شد
(تاریخ خلیل)

باغ چشمہ شاہی

یہ شاہجہان کی یادگار ہے - ۱۱۳ گز طول ۴۳ گز عرض، بلندی ۷ فٹ، ۱۰۶۷ھ ہجری میں نواب علی مردان خان صوبیدار کے اہتمام سے تیار ہوا، قطعہ تاریخ یہ ہے ؎

دوش دیدم نشستہ بر کوثر — شاہ مردان علی جم جاہی
گفتمش السلام گفت علیک — گفت برگو دگر چہ میخواہی
گفتمش بہر چشمہ تاریخے — گفت برگو کہ، کوثر شاہی
۱۰۶۷ھ

نشاط باغ

شاہ جہان کے وزیر آصف خان نے بنایا - ۵۹۵ گز طول ۳۶۸ گز عرض، بلندی ۱۳ فٹ

نسیم باغ

اکبر بادشاہ کے غلام نواب نسیم خان نے لگایا، اس میں ۶۵۶ درخت چنار کے ہیں، اس کے پتے خزان میں سرخ ہو کر بہار دکھاتے ہیں، جہانگیر اس باغ کو جنت الدنیا کہا کرتا تھا - باعتبار زمانہ اِس باغ کا ذکر شالامار سے پہلے ہونا چاہیئے تھا، مگر خاکسار مصنف نے غلامونکو صف نعل میں ہی جگہ ملتی دیکھی ہے

چشمے

مالنبل تمام چشموں میں خوبصورت ہے - اچھبل یہ چشمہ اننت ناگ سے تین کوس دامن کوہ میں ہے، راجہ اچھ (رکھ) کے نام پر مشہور تھا، شاہ جہان نے تعمیر کرا کر اس کا نام صاحب آباد رکھا اور بھی کئی خوبصورت چشمے ہیں -

تالاب

انچار یا ڈل سے بڑا ہے، سری نگر کے گوشۂ شمال مغرب میں ایک کوس کے فاصلہ پر ہے

اس میں نالہ مار پڑتا ہے اور دریا ایک طرف سے اس کے ساتھ مل کر پھر علیحدہ ہو جاتا ہے،
اس کے علاوہ اور بھی تالاب ہیں۔

جھیل

جھیل اولر سری نگر سے پندرہ کوس فاصلہ پر ہے، بارہ میل طول، دس میل عرض سولہ فٹ
گہری ہے، دریائے جہلم اس کے بیچ میں چلتا ہے کشمیری مورخ لکھتے ہیں کہ زمانہ قدیم میں یہاں
شہر سندھ مت نگر آباد تھا، جو غرق ہو گیا چونکہ اوّل پانی ایک سوراخ سے نکلنا شروع ہوا تھا
جس نے ایک طوفان بن کر شہر کو غرق کر کے جھیل بنا دیا اور کشمیری زبان میں اولر بمعنی سوراخ ہے
اس لئے اس جھیل کا نام اولر مشہور ہوا، اس کا اصل نام پدم ناگ تھا،

دریا

بہت یونانی اس دریا کو ہائیڈسپس، مسلمان بہت، پنڈت وتستا، پنجابی جہلم کہتے ہیں۔
یہ دریا چشمہ وترتر موضع پولی (قریب چشمہ ویرناگ) واقع پرگنہ شاہ آباد سے نکلتا ہے اور تمام
کشمیر کو سیراب کر کے ترموگھاٹ پر دریائے چندر بھاگا (چناب) سے مل کر بہمراہی دریائے سندھ
بحر عرب میں گرتا ہے، کہنہ بل سے بارہ مولہ تک اس پر تیرہ پُل بنے ہیں، ایک شاعر اس کی تعریف
میں لکھتا ہے ؎

آبِ او از سحابِ فیضِ عمیم	بر زمین آسمان کشمیر است
کرد سیراب خطۂ پنجاب	آب جہلم نشان کشمیر است
در تن مردگان روان بخشد	این کہ آب روان کشمیر است

مرگ

مرگ اصل میں مرغ ہے، مرغزار کا مخفف، زیادہ مشہور، سونہ مرگ، گوگل مرگ، گلمرگ ہے،
گلمرگ اچھا مقام ہے، ساڑھے آٹھ ہزار فٹ بلند ہے۔

پہاڑوں پر چشمے

کولہ ناگ، شیشہ ناگ، جدہر ناگ، اننت ناگ، سب سے زیادہ مشہور چشمہ ورناگ ہے دامن کوہ بانہال میں ہے پچاس فٹ گہرا ہے، اس کے گرد چوبیس محرابیں بنی ہیں ایک پتھر پر کندہ ہے، "بادشاہ ہفت کشور عدالت گستر ابوالمظفر نورالدین جہانگیر ابن اکبر بادشاہ غازی بتاریخ سنہ ۱۵ جلوس درین سرچشمہ فیض آئین نزول اجلال فرمود۔

از جہانگیر ابن اکبر شاہ — این بنا سر کشیدہ بر افلاک

بانی عقل یافت تاریخش — قصر آباد و چشمہ ورناگ "

سنہ ۱۰۲۹ ہجری

چشمہ کے باہر سنگ موسیٰ پر جو آبشار ہے کندہ ہے ؎

حیدر بحکم شاہ جہان بادشاہ دہر — شکر خدا کہ ساخت چنین آبشار جو

این جوئے دادہ است زجوئے بہشت یاد — زین آبشار یافتہ کشمیر آبرو

تاریخ جوئے گفت بگوشم سروش غیب — از چشمۂ بہشت برون آمد است جو،

اس تاریخ میں چشمہ بہشت کے اعداد ۱۰۵۵ میں سے جُو کے اعداد ۹ تفریق کرنے سے سنہ ۱۰۴۶ برآمد ہوتے ہیں، یہ نہایت لطیف تخرجہ ہے

کریوہ

معمولی سطح زمین سے جو زمین بلند ہو اس کو کریوہ کہتے ہیں، کریوہ اسلام آباد اور کریوہ پان پور زیادہ مشہور ہیں،

نمبل

یعنی دلدلی زمین جس میں پانی ہمیشہ بھرا رہتا ہے، زیادہ مشہور کونہ بل اور گھیر بل ہیں۔

پہاڑ

بانہال - پیر پنچال - شوپیان - ہاری پربت (ماران) سری نگر سے ایک میل بجانب شمال ہے

سری نگر کی سطح سے ۲۵۰ فٹ بلند ہے۔اس پر اکبر بادشاہ کے حکم سے سنہ ۱۰۰۶ ہجری مطابق سنہ ۱۵۹۶ عیسوی میں ایک قلعہ تعمیر کیا گیا جو دس سال میں بن کر طیار ہوا۔قطعہ تاریخ یہ ہے ؎

بنائے قلعہ ناگر نگر کوٹ	بحکم بادشاہ داد گستر
کرور و دہ لک از مخزن فرستاد	دو صد اُستاد ہندی جملہ چاکر
نہ کردہ ہیچ کس بیگار آنجا	تمامی یافتند از مخزنش زر
چہل چار از ظہور بادشاہی	ہزار و شش ز تاریخ پیمبر

سنگین دروازہ کی طرف کنڈرات کے متصل یہ اشعار کندہ ہیں ؎

بنائے قلعہ ناگر نگر بعون اللہ	بحکم حضرت ظلّ الہ اکبر شاہ
بسعی خواجہ محمد حسین گشت تمام	حقیر بندہٗ از بندہ ہائے اکبر شاہ
بقائے دولتِ این شاہ تا ابد بادا	بحقّ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللہ

جہانگیر نے اس قلعہ میں باغات و عمارات کا اضافہ کیا، عطا محمد صوبہ دار نے اپنے عہد میں اس کی مرمّت کرائی اور کچھ عمارت میں بھی اضافہ کیا، یہ قلعہ اب تک موجود ہے۔

ننگا پربت۔سری نگر سے ۷۵ کوس ہے اس پر قلعہ ہے سطح سمندر سے ستائیس ہزار فٹ بلند ہے۔

تخت سلیمان۔اس کو کوہ سندیمان بھی کہتے ہیں کیونکہ راجہ سندیمان نے اس پر مندر بنایا تھا اور شنکر اچارج بھی کہتے ہیں۔کیونکہ شنکر اچارج نے یہاں آکر قیام کیا تھا، اس پہاڑ کے متعلق مؤلف گلدستۂ کشمیر نے لکھا ہے (سنہ ۳۰۸۸ کلجگی میں اپنے نام پر (راجہ سندیمان) نے اس پر ایک مندر بنایا تھا جس کو اہل اسلام نے لفظ سلیمان سے بدل کر تخت سلیمان اس کا نام رکھا ہے بعد اس کے شنکر اچارج سوامی اس پر آکر رہا اور اس کے نام سے کوہ شنکر اچارج اب تک مشہور ہے اس کی چوٹی پر ایک سنگین مندر موجود ہے اس میں شیوجی کا لنگ ہے)۔اس ناواقفیت کا کیا ٹھکانا ہے۔شنکر اچارج سے پہلے کشمیر میں مسلمان کہاں تھے جو سندیمان کو سلیمان بنا گئے

ص۸۶ پر خود ہی لکھا ہے کہ (شنکر اچارج بقول بعضے ہمعصر محمد تھا) لیکن یہاں اس کو بھول گیا تأمل روایات سے ثابت ہے کہ شنکر اچارج سرزمین کربلا کے حکمران سپرویل کے عہد حکومت میں پیدا ہوا۔ سپرویل رسول کریم کے عہد میں تھا اور مشرف باسلام ہوا، اس کا تذکرہ ہماری کتاب غازیان ہند میں ہے ڈاکٹر برنل نے شنکر اچارج کا سن ولادت ۶۵۰ء قرار دیا ہے، راجہ سندیمان سے بہت عرصہ پہلے سلیمان کا زمانہ ہے کیونکہ راجہ سورانذر والی کشمیر ہمعصر تھا بہمن شہنشاہ ایران کا، بہمن کی بڑی بیگم (ملکہ) قبیلہ رجعام بن سلیمان سے تھی اور سورانذر کے بعد حسب بیان گلدستۂ کشمیر ۳۵ راجہ گذرے جب سندیمان ہوا۔ اس لئے تخت سلیمان نام قدیم ہے کہ سندیمان قدیم نہیں کشمیری راجاؤں نے بعد کو مندر بنایا ہے اور غالباً مسجد توڑ کر بنایا ہے کیونکہ اس مندر کے متصل مسجد کے نشانات محراب وغیرہ باقی ہیں اور ایک قبر بھی ہے۔ (رہنمائے کشمیر ص۱۲۶)۔ صاحب مکمل تاریخ کشمیر نے ایک اور سندیمان کا ذکر کیا ہے جو سلیمان سے قبل ہے۔ اس سندیمان کو انہوں نے خاندان پانڈوں کے راجہ راما نند کا بیٹا اور جانشین قرار دیا ہے۔ اور اسی کو شہر سندھمت نگر کا بانی لکھا ہے اور اسی نے یہ مندر تعمیر کیا ہے، لیکن یہ سندیمان اگر شہر آباد کرتا تو اس کا نام اپنے نام یا اپنے باپ کے نام پر رکھتا، سندھمت نگر کیوں رکھتا۔ سندھمت نگر اور یہ مندر اصل میں سندیمان عرف اسی رائے کا ہی اس کے باپ کا نام سندھمت تھا۔ یہ خاندان بیجہ کے حکمرانوں میں شامل کر کے بیان کیا گیا ہے۔ اور اس کا زمانہ حسب بیان رتنا کر و صاحب مکمل تاریخ کشمیر سلیمان سے بہت عرصہ بعد ہے جسکو رتنا کر سندیمان کر کے بیان کرتا ہے اور اس کے بعد جو حالات بیان کرتا ہے وہ حضرت سلیمان کے حالات سے ملتے ہیں۔ جو پہلے بیان ہو چکے ہیں، سلیمان زبان پر چڑھتے چڑھتے سندیمان ہو گیا، اگر ہم دو سندیمان ہی بقول صاحب مکمل تاریخ کشمیر تسلیم کر لیں تو بھی سندھمت نگر اور یہ مندر ہم کو اس قوی قیاس کی بنا پر سندیمان دوم کا بنا کردہ ماننا پڑے گا۔ اور اس کا زمانہ سلیمان سے بہت بعید ہے۔ ایک شخص شنکر اچارج نام تیرھویں صدی عیسوی میں بعہد راجہ بھیم دیو آیا اور کوہ سلیمان پر مقیم ہوا (تاریخ جدولی کشمیر) اسی وقت سے اس کو کوہ شنکر اچارج کہنے لگے بہر صورت تخت سلیمان نام

قدیم ہے۔

سویم جی۔ سری نگر سے ۲۵ میل فاصلہ پر ہے چھ ہزار فٹ بلند ہے، آتش فشاں مشہور ہے اس میں سے کبھی کبھی گرمی نکلتی ہے۔

گلمرگ، سطح سمندر سے ساڑھے آٹھ ہزار فٹ بلند ہے۔

یہ سب کوہستان ہمالہ کی شاخیں ہیں۔

کانیں

ہرنکھ پہاڑ میں ہیرے کی کان ہے۔ علاقہ دراس میں سونے کی، عیش وکامراج میں چاندی اور تانبے کی، بورنیا میں سرمہ کی، کامراج میں گندھک کی، علاقہ وچھن پارہ میں بلور کی، موضع کھروشار میں سنگ موسی وچقماق کی، علاقہ ہندلارس میں شیشہ وکانچ کی، کوہ آبک میں سنگ چونہ کی بعض مقامات پر لوہے اور کوئلے کی بھی کانیں ہیں۔

متفرقات

پرگنہ مارشد موضع بونہ زدہ میں ایک مسجد ہے جس کو حضرت سیّد علی ہمدانی نے تعمیر کرایا تھا عوام میں مشہور ہے کہ چاہ بابل جس میں دو فرشتوں کے قید ہونے کا قصّہ مشہور ہے اسکے نیچے ہے، پرگنہ وچھن پارہ میں سرحد تبت کے نزدیک ایک موضع ہے جس کا نام بابل ہے، یہ موضع ملک کشمیر کی آبادی کی ابتدائی یادگار ہے، بابل سے جب اقوام عالم منتشر ہوکر اطرافِ عالم میں پہونچیں تو بعض نے اپنے قدیم وطن، بعض نے اپنے اجداد، بعض نے اپنے قبیلے کے نام پر اپنی جدید آبادیوں کے نام رکھے۔ اسی طرح اس موضع کا نام بابل رکھا گیا، صاحب مکمل تاریخ کشمیر نے لکھا ہے کہ یہ موضع راجہ رام دیو نے آباد کیا۔ لیکن یہ امر قرین قیاس نہیں۔ رام دیو موضع آباد کرتا تو اس کا نام رام نگر وغیرہ رکھتا۔ اس کو بابل سے کیا نسبت تھی۔ اصل یہ ہے کہ رام دیو نے اس کو گاؤں سے شہر بنایا۔ کشمیر یونکی عام غذا اور کشمیر کی عام پیداوار چاول ہے، کشمیری ٹخنوں تک لمبا کرتا پہنتے ہیں۔ موسم سرما میں گلے میں ایک مٹی کی انگیٹھی لٹکاتے ہیں جس میں آگ ہوتی ہے، اکثر سینہ پر

سیاہ داغ پڑ جاتا ہے۔ ایک شاعر نے لکھا ہے ؎

زآب و آتش است آباد کشمیر　　　　ازینہا می شود برباد کشمیر

پانی کی کثرت، شالی کی پیداوار اور ملک کی سرسبزی کا باعث ہے مگر آگ تاپنے سے سردی سے حفاظت ہوتی ہے۔ جب پانی بڑھ جاتا ہے، طوفان آکر آبادی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ آگ لگجاتی ہے تو لکڑی کی عمارتوں کی وجہ سے شہر جل کر خاکستر سیاہ ہو جاتا ہے۔

اقوامِ کشمیر

رتناگر اور کلہن وغیرہ مورخین کشمیر نے کشمیر کی آبادی کے متعلق جو روایات لکھی ہیں انمیں سے بعض نقل کیجا چکی ہیں اور بعض آیندہ بیانات میں مذکور ہونگی وہ سب بے بنداور دیوی دیوکی دور از عقل و قیاس داستانیں ہیں، کشمیر کی آبادی حضرت سلیمان کے عہد سے شروع ہوئی اور وہاں خراسان وغیرہ ممالک سے قبایل آکر آباد ہوئے، زیادہ تر تبت کے قبایل یہاں آئے، ڈاکٹر آرنلڈ صاحب نے لکھاہے کہ زیادہ تر کشمیر کے قدیم باشندے اہل تبت کی نسل سے ہیں (پریچنگ آف اسلام) اُن قدیم اقوام کے حالات نہیں ملتے۔ کشمیری اقوام کی ایک تقسیم یہ بھی مشہور ہے۔ مل ماسی - باناماسی - ملماسی وہ جو کشمیر سے ترک وطن کر کے چلے گئے تھے۔ پھر سلطان زین العابدین کے عہد میں آگئے۔ باناماسی وہ غیر ملکی جو سلطان زین العابدین کے عہد میں دیگر ممالک سے آکر آباد ہوئے۔ اب جو مشہور قومیں آباد ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ متمول سرکاری دفاتر پر قابض برہمن ہیں۔ کشمیری برہمنوں اور ان کے رسم و رواج کے متعلق ہندو اور برہمن مصنفوں نے جو لکھا ہے وہ مع حوالہ نقل کیا جاتا ہے۔ پنڈت ہر گوپال لکھتے ہیں۔ تیز، ہوشیار، چالاک، ذہین، رسا، طامع، فضول خرچ، قبیلہ پرور، مدمغ، مغرور، محنتی، بزدل، (گلدستہ کشمیر صفحہ ۹۶)۔ برہمنان کشمیر کا ہندوستان کے برہمنوں سے خورونوش نکرنے کا یہ باعث ہے کہ سلف میں ایک شخص ذات کا چمار یہاں کے فاضل پنڈت کے پاس شاستری پڑھنے کو بلباس برہمن آیا۔ ایک مدت تک پڑھتا رہا

اس کے ساتھ کھاتا پیتا بھی رہا۔ آخر الامر معلوم ہو گیا۔ (گلدستۂ کشمیر) ۔مسٹر لارنس صاحب سابق مہتمم بندوبست لکھتے ہیں، یہ (کشمیری پنڈت) عموماً کوتاہ اندیش اور قدامت پسند ہوتے ہیں (ویلی آف کشمیر)۔ منشی محمد الدین فوق لکھتے ہیں کشمیری پنڈتوں میں پردہ مطلق نہیں ہے۔ اکثر پنڈتانیاں دریا کے کنارے پر علی الصباح کثرت سے نظر آتی ہیں۔ مسلمان کشمیریوں کی نسبت پنڈتانیاں زیادہ نازک اور خوبصورت ہوتی ہیں۔ پنجابی عورتوں کی نسبت کشمیری عورتیں ان میں سے بھی کشمیری پنڈتانیاں زیادہ خوبصورت ہوتی ہیں۔ اور اُن کے حسن و جمال کا تمام ہندوستان میں چرچا ہے (اقوام کشمیر صفحہ ۱۸۱ و ۱۸۶) پنڈت مرد اور عورتیں مسلمان عورتوں اور مردوں کی نسبت زیادہ شکیل اور آسودہ حال ہیں۔ (رہنمائے کشمیر صفحہ ۱۱) یہ لوگ مسلمان کے ہاتھ کی روٹی پکائی ہوئی کھا لینا کچھ عیب نہیں جانتے۔ یہ کشمیری دوسرے ملک میں جا کر پنڈت کہلاتے ہیں۔ (جام جہان نما جلد سوم صفحہ ۵۵) پنڈت شیو نراین رینہ کاشمیری وکیل چیف کورٹ پنجاب لکھتے ہیں۔ اِس کا (کشمیری پنڈت کا) میلان طبع عیاشی کی جانب زیادہ ہوتا ہے عیاشی سے مراد نہ بد وضعگی اخلاقی ہے بلکہ اس میں عیش و عشرت امیرانہ بھی شامل ہے (صفحہ ۱۸) خرچ کے بارے میں اندازے سے زیادہ صرف کرنیکو تیار رہتا ہے۔ اگر اس میں اپنا حظ نفس شامل ہو مسلمانوں کی میل جول نے اسے نہ صرف مہمان نواز بنا دیا ہے بلکہ فضول خرچ بھی کر دیا ہے (صفحہ ۱۹) خود غرضی نے اس کو اس قدر کم حوصلہ کر دیا ہے غیر قوموں سے اس کا اتحاد صرف بظاہر ہوتا ہے (صفحہ ۲۰) اس میں دلیری اور شجاعت کا نام و نشان نہیں، گفتگو ظاہرا ایسی کرتا ہے کہ گویا رستم زمان ہے مگر نہایت بودا اور کم دل ہوتا ہے (صفحہ ۲۱) اگر خاطر خواہ آسودہ نہیں ہے تو دیانتدار نہیں ہو سکتا (صفحہ ۲۲)۔ کانیتھر (ایک رسم ہے جو بچے کی ولادت پر ہوتی ہے) کے موقع پر ایک نسخہ موسوم بہ پنجگو طیار کیا جاتا ہے۔ پنجگو عجیب نسخہ ہے۔ اس کے اجزا پانچ ہوتے ہیں۔ گھی[۱]۔ دہی[۲]۔ دودھ[۳]۔ گائے کے پیشاب کے چند قطرے[۴]۔ گوبر[۵] خفیف مقدار میں۔ اس میں قدرے میٹھا ملا کر ایک چھوٹی سی کٹوری میں طیار کرتے ہیں اس میں سے بچے کو قدرے بموقع کانیتھر چٹاتے ہیں اور قدرے گھر کی عورتیں بھی

استعمال فرماتی ہیں۔ معجون پنچگو زنّاربندی پر بھی طیار کیجاتی ہے اور زنّاربندی کے اُمیدوار کو چٹائی جاتی ہے (صفحہ ۵۵) نیوگ (جسکے دوسرے معنی زناکاری ہے) اولاد نرینہ پیدا کرنیکے لئے جائز ہے۔ اکثر پنڈت کہتے ہیں کہ فی الحقیقت ویدوں سے لیکر منوسمرتی تک احکام موجود ہیں کہ بیوہ اپنے خاوند کے رُوحانی فائدے کیلئے بحالت بیوگی اولاد نرینہ غیر مرد سے پیدا کرا سکتی ہے، لیکن ازدواج ثانی نہیں کر سکتی (صفحہ ۳۷) جب کوئی بیمار قریب المرگ ہوتا ہے تو اس کو فوراً چارپائی پر سے اُتار کر زمین پر ایک چٹائی پر ڈال دیتے ہیں۔ بیمار اس نامعقول سلوک سے ہراسان ہو جاتا ہے (صفحہ ۱۱۸) قماربازی عام اس رسم (دوالی) پر ہونی ضرور سمجھی جاتی ہے ورنہ لوگ کہتے ہیں کہ اگلا جنم گدھے یا چوہے کا ہوتا ہے، کشمیریوں کے یہاں ہر زن و بچہ پوجا کے بعد قماربازی کرتے ہیں۔ (صفحہ ۱۳۴) بہت سے کشمیری منشیات کے عادی ہیں (صفحہ ۱۴۳) گروجی مہاراج محفلوں میں علانیہ بھنگ اور افیون استعمال فرماتے ہیں۔ بھنگ کو بھی مذہبی عزت انہوں نے دی وہ شیوجی کی بوٹی کہلاتی ہے (صفحہ ۱۴۳) کتاب کشمیری پنڈت مطبوعہ ۱۸۹۳ء) - مسٹر تالبورٹ صاحب لکھتے ہیں۔ اکثر (کشمیری پنڈت) علمدار اور چالاک ہیں۔ دستی محنت نہیں کرتے، اختیار حاصل کرکے اور وں پر ظلم وستم کرتے ہیں (خلاصہ حال اقوام ہند مطبوعہ ۱۸۷۰ء صفحہ ۳۴) (صفحہ ۵ حاشیہ دیکھئے)

دراصل ہندوؤں میں سب سے شریف قوم برہمن ہے، یہی حاملان مذہب ہیں انہوں نے علوم وفنون میں ترقی کی، ہندوؤں کے عہد حکومت میں ہندوستان میں ان کا بڑا اقتدار تھا کشمیری پنڈتوں کے بہت سے گوت (خاندان) ہیں مثلاً کچلو، مصری، خار، نہرو، سپرو، رینہ بٹ وغیرہ۔ بٹ عام طور پر تبتی نسل سے ہیں (راج ترنگنی حاشیہ صفحہ ۱۴۶)

راجپوت

ہندوؤں میں چار ذاتیں ہیں اور ان کی بہت سی گوتیں ہیں۔ اصل یہ چار ہیں۔ برہمن چھتری، ویش، شودر، جو لوگ علمی و مذہبی خدمت کرتے تھے وہ برہمن ہوئے۔ جنہوں نے ملک گیری وملکداری کی وہ چھتری کہلائے، تجارت پیشہ لوگ ویش مشہور ہوئے، خدمتگاری

کرنیوالے شودر کہلائے۔ راجپوت چھتری کی ایک شاخ ہے، چھتریوں میں دو خاندان نامور ہیں۔ سورج بنسی اور چندر بنسی (سورج بنس یہ خاندان برہما کے پوتے بیسواں سے جس کو سورج بھی کہتے ہیں چلا ہے اس لئے سورج بنس کہلایا، چندر بنس یہ خاندان برہما کے دوسرے پوتے چندرمان سے چلا ہے جس کو سوم بھی کہتے تھے۔ تواریخ راجپوتان ملک پنجاب جلد اوّل صفحہ ۶ مصنفہ ٹھاکر کاہن سنگھ رئیس بسوہلی علاقہ کشمیر)

لالہ کشوری لال لکھتے ہیں راجپوت میں بہت فرق ہیں، اصل ان کی چھتری سے ہے اکثر اولاد حرم سے جو چھتریاں ہوئیں وہ بلقب راجپوت و ٹھاکر مشہور ہوئے (اقوام الہند) وہ راجپوت بالکل مختلف قوموں کی اولاد سے ہیں، جن میں سے بعض قدیم سے ہندوستان میں آباد تھیں۔ بعض نسلاً آریہ ہیں اور بعض بہت بعد ہندوستان میں آئیں۔ اس امر کی عمدہ شہادتیں موجود ہیں کہ چندیل راجپوتوں کا ہندوستان کے قدیم گونڈوں سے قریبی تعلق تھا۔ اور اس بنا پر یہ نتیجہ نکالنا بالکل حق بجانب ہوگا کہ چندیل راجپوت درحقیقت بہار یا گونڈ قوم کے لوگ ہیں جو ہندو مذہب اور تمدن کے رنگ میں رنگ گئے اور حکومت و بادشاہی حاصل کرنے کے بعد کشتری یا راجپوت سمجھے جانے لگے (ارلی ہسٹری) راجپوت چھتریوں کی شاخ ہے، ان کے نام کے ساتھ میاں لکھا جاتا تھا مگر مہاراجہ نے ممانعت کردی اب ٹھاکر کا لفظ لکھا جاتا ہے (اقوام کشمیر صفحہ ۱۹۰) راجپوت چھتری کا دوسرا نام ظاہر ہوا تب یہ راجپوت ایک ذات منفرد ہوگئی (تاریخ سکھاں صفحہ ۱ مصنفہ عطر سنگھ قلمی موجودہ پبلک لائبریری لاہور)

ملک پنجاب و ریاست ہائے کوہستان پنجاب میں راجپوت قوم کے دو فرقے ہیں، ایک جیکاریہ، دوسرا اسلامیہ یا اکہیرہ۔ جیکاریہ راجپوت وہ خاندان ہے جو ہل نہیں چلاتا، ایک مدت سے یہ لوگ سوائے خاندان سلامیہ کے بلقب میاں نامزد رہے ہیں، الحال میں تحریک راجپوت سبھا جموں و بمنشائے حکم حضور سری مہاراجہ صاحب بہادر والی جموں و کشمیر بجائے لفظ میاں کے ٹھاکر کہلانے لگے (تواریخ راجپوتان ملک پنجاب جلد اوّل صفحہ ۲۸) اگرچہ سلسلہ انساب سلامیہ راجپوتوں کا

بھی انہیں راجگان سے ملتا ہے جن سے کہ جبکاریہ راجپوت مگر فرق صرف ہل چلانے کا ہے (حوالہ مذکور ص۲۸۱) مثل کشمیری پنڈتوں کے تجارت و زراعت کو پسند نہیں کرتے (میاں لوگ) اور بخلاف ان کے (برہمنوں کے) مستورات کا ستر رکھتے ہیں اور جنگی ملازمت میں خوش رہتے ہیں لڑکی کا مار ڈالنا ان کی قدیم رسم تھی جس رسم بد کو مہاراجہ گلاب سنگھ نے سمت ۱۹۰۳ بکرمی مطابق ۱۸۴۶ء میں بند کر دیا۔ ان کی عورتیں ستی بھی ہوتی تھیں (گلدستہ کشمیر ص۲۹) ٹھکر لوگ اصل ہندوستان کے ٹھاکروں سے کچھ تعلق رکھتے ہوں جو کہ اب زمینداری کرتے ہیں۔ مگر بعض ٹھکروں کی اصل میاں لوگوں سے تھی جنہوں نے زراعت اختیار کی وہ ٹھکر ہو گئے (گلدستہ کشمیر ص۲۸) یہ لوگ (ٹھکر) ان سے (داما دوں سے) بموقعہ شادی بعوض دختروں کے دو دو سو بلکہ زیادہ روپے لیتے ہیں۔ اور بوڑھے ہو کر یہ لوگ شادی کرتے ہیں جبکہ وہ چالیس برس کے ہوتے ہیں تو عورت ان کی ہنوز طفل نابالغ ہوتی ہے جس کے سبب سے بہت خرابیاں ظہور میں آتی ہیں (گلدستہ کشمیر ص۳۰) ٹھکروں کی بابت افسر مردم شماری نے اس طرح رپورٹ کی ہے کہ وہ بھیڑ بکری کا سڑا ہوا گوشت کھاتے ہیں۔ بہت گندے اور میلے کچیلے رہتے ہیں ان کی لڑکیاں کنوارپن ہی میں جننا شروع کر دیتی ہیں۔ رسم شرادہ شاذ و نادر ہی کرتے ہیں اور شیو دیوتا کی پوجا کرتے ہیں (اقوام کشمیر ص۱۱۵) ٹھکر جنوب و مشرق کے پہاڑی علاقوں کے باشندے تھے (راج ترنگنی حاشیہ ص۶۶۳)
ان میں اور بھی بہت سی سوشل برائیاں ہیں (اقوام کشمیر ص۱۹۱)

ڈوگرہ

حسب بیان تواریخ راجپوتان ملک پنجاب۔ خاندان راجپوتان جموں وال ان کا ابتدائی نکاس اجودھیا سے ہے یہ سورج بنسی ہیں، مہاراجہ رامچندر کے پسر کش کی نسل سے ہیں راجپوتانہ میں ان کی برادری کچھواہا کہلاتی ہے۔ مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے علاقجات جموں کو ڈوگرتھ ویش بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ ڈوگرتھ کے معنی دو متبرک کے ہیں، یہ اشارہ ہے دو چشموں سروسر اور مان سر کی طرف جو راجپوت یہاں رہتے ہیں ڈوگرے کہلاتے ہیں (گلدستہ کشمیر ص۲۸)

ڈوگرے راجپوتوں کی حالت اس طرح لکھی ہے طامع اور کسی قدر تنگدست سب سے پہلے فراخ حوصلہ اور پھر خوف کھانے والے، آرائش بدن کے شایق ظاہری نمود کرنے میں تیار، بہادر، دلاور، بارکش محنتی، (گلدستہ کشمیر صہ ۲۸)

بُدھ

مسلمان کے ہاتھ سے یہ لوگ کھانا کھا لیتے ہیں اور اپنے مذہب پر پابند ہیں اگر ایک گھر میں سات بھائی ہوں اور ایک کی شادی ہو جائے تو گویا سات ہی کی شادی ہو جاتی ہے (گلدستہ کشمیر صہ ۲۱)

یہ ایک مذہبی فرقہ ہے اس کے بانی گوتم بدھ ہندو گھرانے میں پیدا ہوئے انہوں نے کسی قدر اختلاف کے ساتھ ہندو مذہب سے بدھ مذہب کی بنیاد قایم کی اور ہندوؤں ہی نے ہندوستان میں اوّل ان کا مذہب قبول کیا جو رسم ان کے متعلق گلدستہ کشمیر میں لکھی ہے وہ ہندوؤں کی قدیم رسم ہے، درو پدی کا قصہ تمام تاریخوں میں مذکور ہے اور ہندوؤں میں بعض مقامات میں زمانہ قریب تک رائج تھی، اس زمانہ میں اس قدیم رسم پر کہیں کہیں کبھی کبھی عملدرآمد ہوا ہے، اس کا مفصّل بیان ہماری کتاب غازیان ہند میں ہے۔
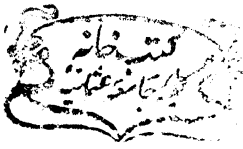
سِکھ

یہ ایک مذہبی فرقہ ہے اس میں ہر ذات کے لوگ شامل ہیں، رائے بہادر لالہ کنہیا لال لکھتے ہیں کہ خاکروب، نجار وغیرہ کو بھی گرو گوبند سنگھ نے سکھ بنا لیا (تاریخ پنجاب صہ ۱۴۱) ہم راجپوت کھتری لوگ ہیں (گرو گوبند سنگھ سے ہندوؤں نے کہا) اور آپ کے سکھ لوگ اکثر شودر لوگ ہیں، پھر ان لوگوں کے ساتھ مل کر ہم لوگ کھانا پینا وغیرہ کیسے کر سکتے ہیں (سوانح عمری گرو گوبند سنگھ صہ ۱۷) کشمیر میں زیادہ مشہور سکھوں کی دو قسمیں ہیں، ایک جنسی یعنی وہ سکھ جو اوّل اوّل کشمیر میں آئے، یہ راجہ سکھ جیون کے عہد میں آئے اور فوج میں ملازم ہوئے خواہ انہوں نے اپنی تنخواہ میں بجائے نقد کے جنس مقرر کرائی اسلئے جنسی مشہور ہوئے ان کے بعد جو آئے وہ زمیندار کہلائے،

ان کے رسم ورواج ہندوؤں کے قریب قریب ہیں۔

ہانجی

یہ ایک مسلمان قوم ہے ان کا پیشہ ملاحی ہے، اکثر کشتیوں میں رہتے ہیں، کشتیوں کا کرایہ ان کا ذریعہ معاش ہے، مہتمم بندوبست کشمیر لکھتے ہیں یہ قوم راجہ پرورسین کے عہد حکومت ۱۰۲ء میں لنکا سے آئی تھی، (ویلی آف کشمیر) ہانجی کہتے ہیں کہ ہم نوح کی نسل سے ہیں (اقوام کشمیر) خیر نوح کی نسل سے تو ساری دنیا ہی ہے یہ وہ اپنی برتری ثابت کرنے کے لئے کہتے ہیں، کتاب اقوام کشمیر میں ان دروغگوئی، بدزبانی، فریب کاری کی شکایت لکھی ہے اور یہ ایک حد تک صحیح ہے لیکن متعصب مؤلف گلدستہ کشمیر نے ان کی بہت ہی ہجو لکھی ہے وہ لکھتا ہے قوم ہانجیاں بڑی بدمعاش رزیل اور خراب فرقہ ہے، تمام شرارتیں انہی سے ہوتی ہیں، اکثر سیّاحان کشمیر کو بھی یہی لوگ عیاشی اور رنڈی بازی میں ڈال کر لوٹتے ہیں، اور بعض اوقات اپنی ہانجنوں کو پنڈتانیوں کا لباس پہنا کر اُن کے پاس لیجاتے ہیں (گلدستہ کشمیر حصہ اوّل ص۲۲) ہانجی لوگ جاہل و مفلس اور اکھڑ ہیں۔

مسلمان

مسلمانوں میں بہت سی قومیں اور قبیلے ہیں۔ شیخ، سیّد، مغل، پٹھان، مسلمان شرفاء جس کثرت سے کشمیر میں آئے، ہندوستان کے کسی اور خطہ میں اس کثرت سے نہیں آئے، ان کی نسلیں اب تک موجود ہیں مگر اکثر جاہل مفلس توہم پرست، کم ہمّت، مؤلف گلدستہ کشمیر نے عام مسلمانوں کی بہت ہجو کی ہے، (مسلمان لوگ دراز قد، بہودیوں کی وضع پر مضبوط بعض شرفا بعض رزیل قوم، شریر فتنہ انگیز متعصب، نمکحرام، بے صبر ناخواندہ کاریگر، ہوا بین، بارکش، پست ہمت منافق، بزدل ہوتے ہیں جو شخص اِن سے نیکی کرے بلا مضایقہ اُس سے بدی کرتے ہیں، چنانچہ کسی نے خوب کہا ہے ؎

اگر قحط الرجال افتد ازین سہ اُنس کم گیری ... یکے افغان دوم کنبوہ، سوم بدذات کشمیری

کشمیری بے پیری انہیں کے حق مشہور ہے، گلدستہ کشمیر حصہ اوّل ص۲۲) اچھے اور بُرے ہر قوم و ملت

ہیں ہوتے ہیں، عام طور پر کسی قوم کا نام لیکر ایسے سخت الفاظ لکھنا شرافت و انسانیت سے بعید ہے۔ اس کتاب میں جابجا ہر قسم کے اقوال نقل کئے گئے ہیں، ہر قوم کے متعلق رائے قایم کرنے کا ناظرین کے لئے کافی سامان ہے۔ میں ایسے بیہودہ بیان میں اوراق سیاہ کرنا نہیں چاہتا نہ ایک مورّخ ہوکر تعصّب کے جال میں پھنسنا چاہتا ہوں، جو مشہور قدیم شعر و مثل نقل کی ہے اس میں مسلم و غیر مسلم کی خصوصیت نہیں ہے اور یہ صفات انہیں میں زیادہ راسخ ہونگی جن کی مدّت قیام کشمیر میں زیادہ ہے، شریر فتنہ انگیز کہنا غلط ہے، مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد سے آج تک ہندوؤں کی رعایا بنے ہوئے غربت و مظلومیت کی زندگی بسر کر رہے ہیں، یہ شریر سے ممکن نہیں مفلس بے صبر ہوتا ہی ہے، پست ہمتی اور بزدلی اُن کی ظاہر ہے کہ حکومت نے اُن کے ہر قسم کے حقوق پامال کئے مگر انہوں نے کان تک نہ ہلایا، ناخواندہ صحیح ہے مگر اس کا بار حکومت کے ذمہ ہے حکومت نے رعایا کی تعلیم کا کافی انتظام نہیں کیا، باقی نیکی کے بدلے بدی کرنیوالے اس صفت کا کوئی ثبوت تاریخ سے نہیں ملتا ہے، تاریخ اس کے خلاف بیان کرتی ہے، سلطان سکندر نے اڈک ہندو کو وزیر بنایا اُس نے سلطان کے بھائی کو زہر دیا اُس کے ماموں کو قتل کیا، سلطان نے اس پر بھی درگذر کی لیکن یہ شرمندہ نہ ہوا، اور بغاوت کی عبداللہ خان صوبیدار نے (بعہد احمد شاہ دُرّانی) سکھہ جیون کو نائب صوبیدار بنایا، اس نے بغاوت کی عظیم خان نے پنڈتوں کو محکمہ مال سپرد کیا انہوں نے غبن و غصب کیا، اس کے خلاف سازشیں کیں، پنڈت کاک کے متعلق خود اسی مؤلف نے ص۲۰۰ پر لکھا ہے کہ اس نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کو فتح کشمیر کی ترغیب دی۔ راجہ سیف اللہ خان نے لکھپت ہندو کو وزیر بنایا اس نے مہاراجہ گلاب سنگھ کو حملہ کرنے کی ترغیب دی، مسلمانوں میں سادات شیوخ وغیرہ کے وہی خاندان مشہور ہیں جو اکثر ممالک میں ہیں، ہمدانی، بخاری، گیلانی، اندرابی، بیہقی، مشہدی وغیرہ، شیوخ قریشی، فاروقی، گنائی، شاہمری وغیرہ، پٹھان کاکاخیل، آفریدی، یوسف زئی وغیرہ، مغل عشائی، باندے وغیرہ، مسلمان قلیل تعداد میں شیعہ ہیں، باقی سُنّی ہیں، ان میں وہی مذہبی اور شادی غمی کے رسم و رواج

ہیں جو عام طور پر مسلمانوں میں ہیں۔ زیادہ تر بدعات کی طرف مائل ہیں (شریف گھرانوں میں پردے کا سختی سے رواج ہے، متوسط درجے کے لوگ بھی پردے کے پابند ہیں (رہنمائے کشمیر ص۱۱)

ان قدیم اور باہر سے آئے ہوئے مسلمانوں کے علاوہ جو کشمیری مسلمان ہوئے ہیں ان کے رسم و رواج بھی قدیم مسلمانوں کی طرح ہیں، ان میں سے اکثر اپنے قدیم ناموں سے مشہور ہیں، مثلاً ڈار، ڈامر، راتھر، ڈانگر (ان کی اصل کھتری ہے، ویلی آف کشمیر) لون یہ قبیلہ ویش سے مسلمان ہوا (ویلی آف کشمیر) ماگرے یہ بھی کھتری تھے انمیں کا پہلا شخص لالی ناگری حضرت سید علی ہمدانی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا (اقوام کشمیر ص۸۶) تانترے پال بٹ یہ برہمن سے مسلمان ہوئے، لکر و یہ پنجاب کے کھکروں کے نسل سے ہیں، رینہ، تانتر، ٹھاکر یہ بھی کھتری سے مسلمان ہوئے (اقوام کشمیر ص۱۸۹ بحوالۂ لارنس صاحب) مسلمانوں میں بعض قبائل کنٹ، ملک، کاؤس وغیرہ ناموں سے مشہور ہیں ملکے یہ خطابی و اضافی نام ہیں، ملک شاہی زمانہ میں ایک عہدہ تھا جو راستوں میں امن و امان قائم رکھنے کا ذمہ دار ہوتا تھا۔ اب جو لوگ ملک کہلاتے ہیں وہ انہیں عہدیداروں کی اولاد ہیں، یہ کھتری ہیں، کنٹ اکبر بادشاہ نے اپنے میر عمارت صوبۂ کشمیر خواجہ حسین کابلی کو انعام میں طلائی کنٹھہ دیا لوگ ان کو خواجہ حسین کنٹھہ کہنے لگے، ان کی اولاد اسی نام سے مشہور ہے، کاؤس ملا یوسف کاؤس کی نسل سے ہیں، (اقوام کشمیر) ایک خاندان بمبہ مشہور ہے، صاحب تاریخ حسن نے انکو بنی امیہ لکھا ہے لیکن تالبورٹ صاحب نے خلاصہ حال اقوام ہند میں لکھا ہے کہ یہ برہمن سے مسلمان ہوئے۔

چک

یہ ایک قبیلہ ہے جو مسلمان ہو گیا اور مدتوں کشمیر پر حکمران رہا، ان میں ایک فریق شیعہ ہو گیا تھا باقی سنی رہے، مؤلف گلدستہ کشمیر نے ان کے متعلق ایک عجیب اہانت آمیز روایت لکھی ہے کہ واردستان میں ایک عورت سے ایک جن نے زنا کیا اس سے جو لڑکا پیدا ہوا اس کا نام چک رکھا گیا، ظاہر ہے کہ یہ ایک متعصبوں کی گھڑی ہوئی کہانی ہے اصل میں چک کے معنی خدا ہیں

کشمیری اپنے حدود پر رہنے والے قبیلہ کو چک کہتے تھے، لارنس صاحب نے لکھا ہے کہ ان کا نسب
چیلاس کی قوم ورد سے ملتا ہے (گلشن کشمیر) چک ایک قوم کا نام ہے جو قدیم الایام سے علاقہ وردستان
اور گلگت میں بود و باش رکھتی تھی (اقوام کشمیر ص۸۱) ابتدائے چودھویں صدی عیسوی میں راجہ
سہدیو کے زمانے میں ایک شخص لنگر چک نام اس قوم کا کشمیر میں آکر آباد ہوا یہ واردستان کا رہنے
والا تھا (مکمل تاریخ کشمیر)

جرال

یہ ایک راجپوت قبیلہ ہے جو مسلمان راجگان بھمبر کی اولاد میں سے ہیں ہندوان کو بیٹیاں
دیتے تھے مگر مہاراجہ نے اس کی ممانعت کردی (جرال لوگ جو کہ راجگان بھمبر مسلمان شدہ کی اولاد
ہیں۔ سابقاً یہ لوگ ماہلی وغیرہ قوموں ہنود کی دختروں سے شادی کر لیتے تھے باوجود مسلمان ہونے کے
انہوں نے یہ طریقہ دانستہ نہ بدلا تھا مگر مہاراجہ حال نے اس رسم کو بند کر دیا، گلدستہ کشمیر ص۲۱)
ہندوؤں کی لڑکیاں برابر اس خاندان میں چلی آتی ہیں جو شادی کے روز مسلمان کی جاتی تھیں
(تذکرہ بے مثل ص۱۵۵)۔

بعض قبائل ایسے ہیں جو ہندو مسلمانوں میں مشترک ہیں یعنی ان کی بعض شاخیں مسلمان
ہیں بعض ہندو جیسے کول رینہ، خوشد بٹ، ورسیرو، کچلو، پنڈت، باقی اور چھوٹی قومیں ہیں
جن کی کوئی تاریخ نہیں ملتی، انیسویں صدی سے عیسائی قومیں بھی پہنچ گئی ہیں یہ مخلوط ہیں۔

زبان کشمیر

کشمیر کو حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے آباد کیا ان کی زبان عبرانی تھی اس لئے یہ قوی
قیاس ہے کہ کشمیر کی ابتدائی زبان عبرانی تھی جب آبادی قائم ہو گئی تو اہل تبت یہاں آئے،
تبت، ایران اور اس کے قرب وجوار کی نسلیں آباد ہوئیں تھیں اس لئے انکی زبان ابلامی (آرین) تھی
پھر ہندوستان کی طرف سے قبایل جا کر آباد ہوئے، ان تمام زبانوں کے ملنے سے ایک زبان پیدا ہوئی جو

کشمیری زبان ہے، کشمیر پر آباد ہونے کے بعد ایک غیر معلوم زمانہ سے ہندؤوں کا تسلط ہے اسلئے
کشمیری زبان میں ہندؤوں کی زبان کا زیادہ میل ہے - عہد حکومت اسلام سے زمانہ قریب تک
کشمیر کی سرکاری زبان فارسی رہی، کشمیری زبان میں فارسی الفاظ بھی زیادہ ہیں غرض جس طرح
ملک کشمیر مختلف اقوام سے مرکب ہے، اسی طرح کشمیری زبان بھی مختلف زبانوں سے مرکب ہے
آجکل کشمیری زبان تو سب جانتے ہیں، فارسی، عربی، انگریزی، سنسکرت کے جاننے والے کم ہیں
اُردو عام طور پر رائج ہے،

مذاہب کشمیر

کشمیر کو اوّل حضرت سلیمان (علیہ السّلام) نے آباد کیا جو اسلام کے پیغمبر تھے اونہیں کے مطیع
و متبعین آباد ہوئے اس لئے کشمیر کا پہلا مذہب اسلام ہے اس کے بعد کچھ پتہ نہیں چلتا کہ کشمیری
کب اس مذہب سے منحرف ہوئے اب تاریخ جو پتہ دیتی ہے تو کشمیر میں ہندو مذہب کا رائج ہونا ثابت
ہوتا ہے، حضرت سلیمان سنہ ۱۰۰۰ قبل مسیح تھے، اس لئے تخمیناً کہا جا سکتا ہے کہ ہندو مذہب کشمیر
میں سنہ ۸۰۰ قبل مسیح سے رائج ہے اور پانچویں صدی قبل مسیح میں وہاں بُدھ مذہب کا رواج ہوا بُدھ مذہب نے
یہاں اچھا عروج پایا لیکن پھر برہمنوں نے اس کو ایسا مٹایا کہ اب یہ مذہب صرف برائے نام ہے
سنہ ۹۰۰ع سے اسلام کشمیر میں داخل ہوا، لیکن اس کی عام اشاعت تیرہویں صدی عیسوی سے
ہوئی سکھ مذہب سنہ ۱۷۵۳ء میں کشمیر میں پہونچا، اور انیسویں صدی عیسوی میں عیسائی مذہب
پہونچا، کشمیر میں پچانوے ۹۵ فی صدی مسلمان ہیں باقی پانچ فیصدی دیگر اقوام و مذاہب کے لوگ ہیں

باب چہارم

تاریخ کشمیر، خاندان جموں

سنہ ۳۱۸۰ قبل مسیح لغایت سنہ ۳۱۲۵ قبل مسیح

کشب رشی کے بعد جب گاؤں، قصبات آباد ہوئے تو قبیلے کا بزرگ ہر قبیلہ پر حکمران ہوتا تھا، کچھ عرصہ کے بعد .... ایک ایک گاؤں کا حاکم ہوگیا پھر آپس میں لڑ بھڑ کر ایک آدمی کئی کئی گاؤں پر قابض ہوگیا اور انہوں نے کوٹ (قلعہ) تعمیر کر لئے، یہ زمانہ کوٹہ راج کا زمانہ مشہور ہے اس کے اور حالات نہیں ملتے کشمیر میں بہت سے کوٹہ راج تھے، اندر کوٹ، رنہ کوٹ، شیرہ کوٹ، سودوہ کوٹ، شال کوٹ، دور کوٹ، بنہ کوٹ، سردار کو متر کہتے تھے ان کوٹہ راجوں کو ملک گیری کی ہوس ہوئی ایکدوسرے سے نبرد آزما ہوئے مدتتک یہی سلسلہ قایم رہا آخر سب نے تنگ آکر راجہ پورن کرن والی جموں سے درخواست کی کہ وہ کوئی امن و امان کی صورت پیدا کر دے۔ راجہ جموں نے اپنے بیٹے دیا کرن کو فوج دیکر بھیجا اس نے سب کو زیر کر کے اپنی حکومت قایم کر لی، دیا کرن کے بعد اس کا بیٹا تخت نشین ہوا، اس کا نام اور حال کچھ معلوم نہیں، اس کے بعد اس کا بیٹا سومدت تخت نشین ہوا یہ جنگ مہا بھارت میں کوروں کی طرف سے لڑتا ہوا مارا گیا اس کے کوئی اولاد نہ تھی، اس خاندان میں پچپن سال سلطنت رہی

خاندان اوکنند

سنہ ۳۱۲۱ قبل مسیح لغایت سنہ ۳۰۳۶ قبل مسیح

سومدت کے بعد چار سال تک طائف الملوکی رہی آخر سب نے متفق ہو کر ایک شخص اوکنند نام

کو راجہ بنالیا یہ راجگان متھرا کے خاندان کا آدمی تھا۔ اس نے عدل و انصاف سے ستر و سال حکومت کی جب سری کرشن نے متھرا پر حملہ کیا تو یہ راجہ متھرا کی مدد کے لئے گیا، اور سری کرشن کے بھائی بلبھدر (بلرام) کے ہاتھ سے جمنا کے کنارے مارا گیا،

نوٹ

یہ روایت صاحب مکمل تاریخ کشمیر نے غالباً پنڈت رتناگر کی تاریخ سے نقل کی ہے، سری کرشن متھرا کے راجہ کنس کو قتل کرنے گئے تھے اسوقت تو ایسے دور و دراز سے راجاؤنکی آمد و جنگ مذکور نہیں، کنس کے قتل کے بعد جب سری کرشن نے اپنے نانا اوگرسین کو تخت نشین کیا تو کنس کے خسر راجہ جراسندھ نے متھرا پر فوج کشی کی، اس جنگ میں ضرور راجاؤں کا اجتماع ہوا، کلہن پنڈت نے لکھا ہے کہ اوکنند جراسندھ کا رشتہ دار تھا اسکی مدد کیلئے گیا تھا متھرا میں مارا گیا، کلہن کے بیان کا سلسلہ ملتا ہے وہ پہلی روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی، کلہن نے لکھا ہے کہ یہ جنگ مہابھارت سے بیس سال قبل تخت نشین ہوا، یہاں یہ دقت پیش آتی ہے کہ متھرا پر سری کرشن کی جنگ جراسندھ سے مہابھارت کی لڑائی سے چالیس سال سے بھی زیادہ قبل ہوئی ہے)

اوکنند کے بعد اسکا بیٹا دامودر تخت نشین ہوا یہ راجہ عادل و باذل تھا اس نے قرب و جوار کے علاقے بھی فتح کئے اس سے اکثر راجے خایف رہتے تھے (تاریخ اعظمی) یہ راجہ قندہار کی لڑائی کے سوئمبر میں گیا، وہاں سری کرشن بھی آئے تھے اُس نے اپنے باپ کا انتقام لینا چاہا اس پر جنگ ہوئی۔ جادو بنسیوں نے اُس کو مار ڈالا اُس نے تیرہ سال حکومت کی،

نوٹ

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ سریکرشن نے برہمنوں سے جادو کرا کر مار ڈالا یہ غلط ہے اور یہ غلطی اس لئے واقع ہوئی کہ مورخین نے لکھا ہے کہ جادوں نے مار ڈالا یہ تو سمجھے نہیں کہ جادو (یادو) سریکرشن کے مورث کا نام تھا اس لئے ان کا خاندان جادو بنسی کہلا تھا اُن کے خاندان والوں کو جادوں لکھا ہے یہ سمجھ گئے کہ جادو کرا کر مار ڈالا)۔

دامودر جب مارا گیا تو اس کی رانی جسومتی حاملہ تھی، اس نے ریاست کو سنبھالا اور چودہ برس تک حسن انتظام سے کاروبار سلطنت کو انجام دیا اس کے لڑکا پیدا ہوا تھا اس کا نام دیال گونند رکھا گیا تھا، یہ چودہ برس کی عمر میں بلقب گونند دوم تخت نشین کیا گیا، صاحب تاریخ ریاست جموں کشمیر نے لکھا ہے کہ اس کے عہد میں جنگ مہابھارت ہوئی چونکہ یہ بچہ تھا اس لئے اس کو کسی فریق نے شرکت کیلئے نہیں بلایا (ص۸۲) اس نے چالیس سال حکومت کی، اس کے عہد حکومت میں انتظام ابتر رہا، پانڈوؤں کی نسل کا ایک آدمی ہردیو یا ہرن دیو نام اس کے پاس آکر نوکر ہوا اور ترقی کرتے کرتے وزیر ہو گیا، آخر اس نے بلوہ کرا کر راجہ کو قتل کر دیا، اور خود تخت نشین ہو گیا۔ اس خاندان میں پچاسی ۸۵ برس حکومت رہی۔

نوٹ

خاندان اوکنند کے بعد کلہن پنڈت اور ان تمام مورخوں نے جنکی بنیاد کلہن پنڈت کی راج ترنگنی پر ہے (۳۵) راجاؤں کے حالات سے لاعلمی ظاہر کی ہے، کشمیر کی سب سے پہلی تاریخ پنڈت رتناگر کی راج ترنگنی ہے جو کلہن کو دستیاب نہیں ہوئی تھی، سلطان زین العابدین کے عہد میں مُلا احمد ملک الشعراء مورخ کشمیر کو اس کا نسخہ ملگیا، اس نے ترجمہ کر کے شامل تاریخ کیا، منشی محمد الدین صاحب فوق نے رتناگر اور مُلا احمد کی تاریخ اور نیز دیگر نایاب نسخوں سے مکمل تاریخ کشمیر کو مرتب کیا، اسمیں ان راجاؤں کے حالات ہیں جن کے کلہن نہیں لکھ سکا ہے اس لئے کشمیر کی تمام تاریخوں میں یہی معتبر و مستند ہے۔ ہمنے راجاؤں اور سلاطین کی ترتیب میں مکمل تاریخ کشمیر کو ہی ترجیح دی ہے اور راجاؤں اور سلاطین کے حالات میں گلدستہ کشمیر کو بھی پیش نظر رکھا ہے،

خاندان پانڈو

دیال گونند کو قتل کرا کر ہرن دیو بن پریحیپ بن اہھن بن ارجن پانڈو تخت نشین ہوا یہ اپنے بھائی جنمہ جی سے لڑ کر یہاں آگیا تھا، اس نے راجہ دیال گونند سے ظاہر کیا کہ وہ پانڈوؤں کی نسل سے ہے، اس لئے راجہ نے اس کی قدر کی، یہ ترقی کرتے کرتے وزیر ہو گیا پھر اس نے بلوہ کرا کر

راجہ کو قتل کر دیا اور خود راجہ بن گیا،

نوٹ

ہرن دیو کے متعلق جو بیان کیا گیا ہے وہ بھی خلاف قیاس ہے، گذشتہ بیان سے ثابت ہے کہ خاندان گونندا اور پانڈوں سے مخالفت تھی پانڈو سر کرشن کے حلیف تھے اس لئے ہرن دیو اگر پانڈو خاندان سے ہوتا تو گونند دوم کے پاس نہ آتا۔ اگر آتا تو اپنا تعلق اس خاندان سے ظاہر نکرتا، اگر کرتا تو گونند دوم اسکی قدر تو کیا کرتا اُس کو قتل کرا دیتا،

ہرن دیو نے پانسو راجوں کو شکست دیکر اپنا مطیع کیا، اس نے ہندوستان کے کچھ حصہ پر بھی قبضہ کر لیا تھا (تاریخ ریاست جموّں وکشمیر) اس کے عہد میں رعایا سے پیداوار کا چھٹا حصہ لیا جاتا تھا۔ یہ تیس برس تک عدل و داد سے حکومت کرکے مرا،

رامدیو اپنے باپ ہرن دیو کے بعد تخت نشین ہوا، اس نے خراج بجائے چھٹے حصہ کے دسواں حصہ مقرر کیا، ایک نہر بنائی، عالیشان مندر تعمیر کرائے، سادھوں، گسائیونکو خوب مال و زر دیا۔ ہارو سوامی اور مارو سوامی دو برہمن فقیر اس کے پیر و مشیر تھے اس نے کابل، ملتان، مالوہ، بیجانگر، کمایوں، جموّں وغیرہ ممالک فتح کئے، اور بے شمار مال غنیمت حاصل کیا، کئی راجاؤں سے ڈولے لئے، مارواڑ کی قوم کچھواہا کے کئی راجاؤنکی لڑکیاں داخل حرم تھیں آخر تارک الدنیا ہوکر فقیر ہو گیا۔ اُس نے ۶۹ سال حکومت کی،

بیاسدیو۔ اپنے باپ رامدیو کے بعد تخت نشین ہوا۔ اس نے مدارس جاری کئے تالاب بنایا۔ مندر آباد کئے، آخر ۵۲ برس تک عدل و داد سے حکومت کرکے مرا،

درنا دیو۔ یہ بیاسدیو کا بیٹا تھا۔ اس نے ۵۸ برس تک حسن و خوبی سے حکومت کی

سہمدیو۔ یہ درنا دیو کا بیٹا تھا اس کے حسن انتظام سے ملک نے خوب ترقی کی، ۵۴ برس تک حکومت کرکے مرا،

گوپالدیو۔ سہم دیو کا بیٹا تخت نشین ہوا یہ دائم المریض اور کاہل و غافل تھا مگر وزیر نے

انتظام سلطنت کو سنبھالے رکھا، ختن کے راجہ نے کاشغر کے راجہ پر حملہ کرکے قتل کیا، راجہ کاشغر گوپال دیو کا سالا تھا، اُس نے اس کے انتقام کے لئے ختن پر فوج کشی کی لیکن اسکی تمام فوج ماری گئی اس غم میں یہ بھی مر گیا، تیرہ سال حکومت کی۔

وزیانند، یہ سہمدیو کا دوسرا بیٹا تھا۔ بھائی کے بعد تخت نشین ہوا اُس نے ختن پر فوجکشی کرکے راجہ ختن کو شکست دیکر اس کی لڑکی کو داخلِ حرم کیا، اس لڑکی کا نام سمرن تھا، اور بیشمار مالِ غنیمت لیکر واپس آیا۔ چھبّیس سال حکومت کرکے مرا،

سکھدیو، یہ راجہ گوپال دیو کا بیٹا تھا، چچا کے بعد تخت نشین ہوا اپنے چچا زاد بھائی رامانند پسر راجہ وزیانند کو وزیر بنایا، یہ راجہ عیاش و غافل تھا ایکدن موقع پاکر رامانند وزیر نے اس کو گرفتار کرکے دریا میں ڈالدیا یہ چالیس سال حکمران رہا۔ اس کے عہد میں بعض ممالک بھی قبضہ سے نکل گئے تھے،

رامانند۔ وزیر خود تخت نشین ہوا، اِس نے ملک کا انتظام خوبی سے کیا، راجہ سکھدیو کے زمانہ میں جو ممالک قبضہ سے نکل گئے تھے ان میں سے بعض فتح کئے اس نے خراج میں اضافہ کیا، دسواں حصّہ لینے کی عوض پانچواں حصّہ لینا شروع کیا، ستّاون سال حکومت کرکے مرا،

سندیمان یہ رامانند کا بیٹا تھا اس نے سندھمت نگر آباد کیا، اکیس مندر تعمیر کرائے تختِ سلیمان معروف کوہ شنکراچارج پر جو مندر ہے وہ اسی کا تعمیر کردہ ہے اس نے کابل، قنوج، قندہار وغیرہ فتح کئے، راجہ قندہار نے اپنی بیٹی نذر کی، سندیمان اس کے عشق میں ایسا محو ہوا کہ سب کچھ بھول گیا، یہ رانی کشتی کے اُلٹنے سے دریا میں ڈوب گئی، راجہ اس کے غم میں مجنون ہو گیا راجہ قندہار نے اپنی دوسری لڑکی بھیجدی، جب راجہ کی حالت درست ہوئی اس کے بعد یہ امورِ سلطنت سے غافل ہو گیا، اور عیش و عشرت میں مشغول رہا، ۶۵ برس حکومت کرکے مرا،

نوٹ

سندھمت نگر کی آبادی کو اس سندیمان کی طرف منسوب کرنا خلافِ قیاس ہے یہ اگر کوئی

شہر آباد کرتا تو اس کا نام اپنے نام پر سندیمان نگر رکھتا یا اپنے باپ کے نام پر راماند نگر رکھتا سندھ مت نگر رکھنے کے کیا معنی، سندھ مت نگر سندیمان دوئم عرف اری راؤ نے آباد کیا ہوگا کیونکہ اس کے باپ کا نام سندمت تھا،)

مرہن دیو سندیمان کا بڑا بیٹا تخت نشین ہوا، اُس نے اپنے بھائی کامن دیو کو وزیر بنایا کامن دیو نے رعایا پر ظلم و ستم کیئے، پھر بھائی سے بھی باغی ہوگیا، آخر اس طرح صلح قرار پائی کہ کامن دیو کو کشمیر کا غربی حصہ دیا گیا، جو کامن راج کے نام سے مشہور ہوا، اب کامراج کہلاتا ہے، مرہن دیو کے حصہ میں شرقی علاقہ رہا جو مرہن راج مشہور رہا اب مراج کہلاتا ہے، مرہن دیو (۵۵) سال عدل و انصاف سے حکومت کر کے مرا،

چندر دیو یہ مرہن دیو کا بیٹا تھا، تخت نشین ہوا۔ اُس نے اپنے چچا کامندیو پر فوجکشی کی چونکہ کامندیو ظالم تھا اس لیئے رعایا نے بھی چندر دیو کا ساتھ دیا، کامندیو گرفتار ہو کر قتل ہوا، اس کا بیٹا رکھدیو قید کر دیا گیا، اس کے فتح کے بعد چندر دیو عیش و عشرت، شراب و کباب میں مشغول ہو کر سلطنت سے بیخبر ہو گیا۔ اس کے تین سو ساٹھ رانیاں تھیں، راجہ کو غافل دیکھکر امرا وزراء نے لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کر دیا، یہ ۵۲ سال حکومت کر کے مرا،

آنند دیو یہ مرہن دیو کا دوسرا بیٹا تھا، بھائی کے بعد تخت نشین ہوا، اسنے نہایت ظلم و ستم سے حکومت کی، ہزاروں بیگناہ قتل کرا دیئے، (۲۸) سال حکومت کر کے مرا،

دریپتا دیو یہ آنند دیو کا بیٹا تھا اس نے (۵۱) سال عدل و انصاف سے حکومت کی آخر اس کے بھائی ہرنام دیو نے بغاوت کر کے قتال و جدال کیا، دریپتا دیو اسی جنگ میں مارا گیا،

ہرنام دیو بھائی کو قتل کر کے تخت نشین ہوا، اس نے ظلم و ستم سے حکومت کی شراب کے نشہ میں ہر وقت مخمور رہتا، رقص و سرود میں محو رہتا، اس کے عہد میں ناچ، رنگ، قمار و زنا نے خوب رواج پایا۔ یہ راجہ رعایا کی بہو بیٹیوں کو خراب کرتا تھا۔ راہ میں چلتی عورتوں کو پکڑوا لیتا تھا اس کے وزیر نے بغاوت کی اور شاہی محلات میں آگ لگا دی لیکن وزیر مغلوب ہو کر قتل ہوا

کچھ دنوں کے بعد وزیر کے لڑکے نے باپ کے انتقام میں موقع پاکر اس کو قتل کر دیا، اس نے (۳۹) سال حکومت کی،

سلکن دیو اپنے باپ ہرنام دیو کی جگہ تخت نشین ہوا یہ بھی باپ کی طرح عیاش تھا مگر ہفتہ میں ایکدن امور سلطنت کو حسن و خوبی سے انجام دیتا تھا ۲۸ سال حکومت کر کے مرا،

سینادت، یہ راجہ سلکن دیو کا بڑا بیٹا تخت نشین ہوا یہ احمق بھی تھا، عیّاش بھی تھا، سترہ سال حکمران رہا۔ اس کے بھائی منگلادت نے اس کو قتل کر کے تخت پر قبضہ کر لیا،

منگلادت یہ بھی عیاش و ظالم تھا، اس کے عہد میں ایکمرتبہ ایسی زہریلی ہوا چلی کہ ہزاروں آدمی مر گئے اس نے (۳۹) سال حکومت کی،

کھیمہ اندر منگلادت کا بیٹا تخت نشین ہوا، اوّل اوّل اس نے خوب انتظام و اہتمام سے حکومت کی پھر ظالم و عیاش ہو گیا، رعایا کے گھروں میں گھسکر عورتوں کی عصمت دری کرتا، وزیر کی بیوی سے بھی آشنائی کر لی، وزیر کو ناگوار ہوا، اس نے ملازمین شاہی سے سازش کر کے ایک رات کو قتل کر دیا۔ اس نے (۶۶) سال حکومت کی،

بھیمہ سین تخت نشین ہوا یہ کھیمہ اندر کا بیٹا تھا، یہ عیاشی شرابخوری، ظلم و ستم میں سب سے بڑھکر تھا۔ راجہ ختن نے فوج کشی کر کے کاشغر پر قبضہ کر لیا، اس نے اس کے مقابلہ کیلئے لشکر روانہ کیا جو کوہ قراقرم پر شدّت برفباری سے تباہ ہو گیا، یہ راجہ (۱۶) سال حکومت کر کے مرا

یندر سین بھیمہ سین کا بیٹا تخت نشین ہوا، یہ عیاشی و ستمرانی میں اپنے باپ کا بھی باپ نکلا، اس کے عہد میں فسق و فجور کی یہ کثرت تھی کہ لوگ اپنی بیٹیوں سے مُلوّث تھے،

نندگپت کمہار نے دعوی کیا کہ اسکو خدا نے ہدایت خلق پر مامور کیا ہے اور وعظ و نصایح شروع کئے لوگوں نے اس کا مذاق اُڑایا، اس کو ستایا جب وہ تنگ ہو گیا تو عذاب الٰہی کی پیشین گوئی کر کے شہر سے باہر چلا گیا، رات کو ایسا زلزلہ آیا کہ تمام مکانات منہدم ہو گئے ایک سوراخ میں سے پانی نکلنا شروع ہوا، زمین پھٹ گئی۔ سارا شہر غرق ہو گیا، راجا پرجا میں سے کوئی بھی نہ بچا کہتے ہیں

کہ اس جگہ اب جھیل ولر موج زن ہے، سندھ مت نگر شہر یہیں تھا، چونکہ اوّل ایک سوراخ سے پانی اُبلنا شروع ہوا اور کشمیری میں سوراخ کو ولر کہتے ہیں اس لئے اس جھیل کا نام ولر ہے، سندر سین نے (۱۴) سال حکومت کی،

خاندان مالوہ
۲۰۴۲ قبل مسیح لغایت ۱۸۸۵ قبل مسیح

سندھ مت نگر کے خسف کے بعد دو مہینے تک ملک بے سر رہا، آخر سب نے لو نام ایک شخص کو راجہ منتخب کیا، یہ راجگان مالوہ کے خاندان سے تھا اور پریشان ہو کر کشمیر آگیا تھا، اور راجاؤں کی قدردانی سے علاقہ لولاب میں جاگیر حاصل کی تھی،

لو نے تخت نشین ہو کر اچھی طرح انتظام سلطنت کیا ایک شہر لولو نام آباد کیا، ایک موضع لیوار نام آباد کر کے برہمنوں کو جاگیر میں دیا۔ اس نے قرب و جوار کے علاقے فتح کئے (۶۰) سال حکومت کر کے مرا،

کوشی یہ راجہ لو کا بیٹا تھا اس کو کوش سیاکھ اور کنول بیں بھی کہتے تھے اس نے (۱۷) سال عدل و داد سے حکومت کی، موضع کوہارو (کولہ) آباد کر کے برہمنوں کو جاگیر میں دیا۔

خگندر یہ راجہ کوشی کا بیٹا تھا (۳۰) سال عدل و انصاف سے حکومت کر کے مرا،

سورا اندر خگندر کا بیٹا تخت نشین ہوا اس نے عمارتیں بنوائیں، مواضعات آباد کئے برہمنوں کو جاگیریں دیں، عدل و انصاف سے حکومت کی اس کے بیٹا نہ تھا اس نے لو نام ایک لڑکا پرورش کر لیا تھا اس کی بیٹی نہایت حسین تھی، بہمن اسفندیار بادشاہ ایران نے اس لڑکی کے حسن و جمال کی تعریف سنکر حکیم جاماسپ کو بطلب دختر راجہ کے پاس بھیجا، راجہ نے لڑکی معہ بہت سے تحائف کے بھیجدی اور لولو کو بھی ساتھ کر دیا، یہ لڑکی ایران میں کتایون کے نام سے مشہور ہوئی (اس واقعہ کی تحقیق ہم لکھ چکے ہیں) راجہ سورا اندر ۴۷ سال حکومت کر کے لاولد مرا،

خاندان گودہر

سنہ ۱۸۸۷ قبل مسیح لغایت سنہ ۱۶۶۵ قبل مسیح

گودہر راجہ سورانندر کے لاولد مرنے پر گودہر نام ایک شخص راجہ بنایا گیا اس نے چند مواضعات آباد کئے، برہمنوں کو جاگیریں دیں. ۳۰ سال عدل وانصاف سے حکومت کرکے مرا،

سودرن گودہر کا بیٹا تخت نشین ہوا اس نے ایک موضع آباد کیا، نہر کھد وائی، عدل و بذل سے (۳۵) سال حکومت کرکے فوت ہوا،

جنک یہ سودرن کا بیٹا تھا (۳۲) سال نیکنامی سے حکومت کرکے وفات پائی۔

سچی نر۔ جنک کا بیٹا تخت نشین ہوا (۴۰) سال عدل وانصاف سے حکومت کرکے لاولد مرا

گلکندر، یہ سچی نر کا بھتیجا تھا۔ چچا کے بعد جانشین ہوا اس نے ملک کو رونق دی نہر جاری کی، نوگر نام ایک موضع آباد کیا، قوانین وضوابط جاری کئے، ۴۵ سال حسن وخوبی سے حکومت کرکے مرا

بلدیو گلکندر کا بیٹا تخت نشین ہوا یہ رعیت پرور منصف مزاج تھا اس کے عہد میں راجہ بھیکم والی اُجین نے حملہ کیا مگر شکست کھا کر بھاگ گیا، بلدیو ۳۵ سال حکومت کرکے مرا،

نل سین راجہ بلدیو کا بیٹا تخت نشین ہوا یہ بڑا ظالم تھا، اس نے ایک لاکھ آدمی بیگناہ قتل کرائے تمام ملک میں لوٹ کھسوٹ مچادی، ایک رات محل میں آگ لگی۔ یہ معہ اہل وعیال جل کے مرا (۲۵) سال حکومت کی،

خاندان جمون بارثانی

سنہ ۱۶۲۵ قبل مسیح لغایت سنہ ۱۵۷۰ قبل مسیح

گوگرن نل سین کی بربادی کے بعد اہل ملک نے راجہ دیا کرن کی نسل سے گوگرن نام ایک شخص کو راجہ بنایا۔ اس نے مندر تعمیر کئے (۲۶) سال عدل وانصاف سے حکومت کرکے مرا،

پرہلاد یہ گوگرن کا بیٹا تھا، باپ کے بعد تخت نشین ہوا۔ یہ فقیر منش آدمی تھا، کاروبار سلطنت اپنے وزیر بمبور پر چھوڑ رکھا تھا، اس کے عہد میں عدل وانصاف سے کام ہوا، گیارہ

سال حکومت کرکے تخت و تاج وزیر بمبور کے حوالے کرکے تارک الدنیا ہوگیا،

بمبور نے آٹھ برس تک عدل و انصاف سے حکومت کی آخر اپنے چچازاد بھائی کی بیوی پر عاشق ہوا اور دیوانہ ہو کر نکل گیا،

خاندان گودھر بار دوم

سنہ ۱۵۰۷ قبل مسیح لغایت سنہ ۱۲۸۴ قبل مسیح

پرتاب شیل، بمبور کے بعد اہل ملک نے راجہ گلکندر کے پوتے پرتاب شیل نام کو راجہ منتخب کیا اس نے ۳۲ سال حسن و خوبی سے سلطنت کی،

سنگرام چند۔ پرتاب شیل کا بیٹا باپ کے مرنے کے بعد تخت نشین ہوا اور ایکسال چار ماہ حکومت کرکے مرگیا،

الارک چند یہ پرتاب شیل کا دوسرا بیٹا تھا، بھائی کے بعد تخت نشین ہوا اس نے موضع الارک نگر آباد کیا، ایک نہر جاری کی جو نہر لاری کے نام سے مشہور رہے ۳۱ سال حکومت کرکے مرا،

بیرم چند الارک چند کا بیٹا تھا، بڑا سخی تھا، ۵۴ سال حکومت کرکے مرا،

بہکن، بیرم چند کا بیٹا تھا یہ کم عقل تھا لیکن اس کی رانی چکرا نام نہایت دانشمند تھی وہی کاروبار سلطنت انجام دیتی تھی اُس نے سترہ برس حکومت کرکے زہر سے خودکشی کی، شوہر کے بعد رانی چکرا بھی تارک الدنیا ہوگئی اس راجہ کے کوئی اولاد نہ تھی،

بہگونت یہ بیرم چند کا دوسرا بیٹا تھا، بھائی کے بعد تخت نشین ہوا یہ چودہ سال حکومت کرکے لاولد مرا،

اشوک گودہر کے پوتے راجہ جنک کے بھائی شکنی کے اولاد سے اشوک نام ایک شخص تخت نشین ہوا یہ بہادر شجاع عادل تھا، اس نے بہت سی فتوحات کیں، ایک شہر پاٹلی پاترجو آجکل پٹنہ کے نام سے مشہور ہے آباد کیا، یہاں پہلے ایک شہر پشپ پور آباد تھا لیکن اشوک کے

عہد میں یہ ویران تھا، اس کی سلطنت کے آثار برہما، کابل، قندھار ترکستان میں پائے جاتے ہیں، شاہ چین بھی اس کا باجگذار تھا، ابتدا میں یہ شیومت کا معتقد تھا پھر بودھ مذہب اختیار کرلیا، اس نے بودھ مذہب کی اشاعت کیلئے ممالک غیر برہما، تبت، چین وغیرہ میں مبلغ بھیجے. اس نے برہمنوں کو ذلیل وخوار کیا پرانے مندر مسمار کرکے اپنے مذہب کے معبد بنائے بیجبہارہ کے مشہور مندر گرا کر بدھ وہار بنایا، اس کی ایک رانی تشیارکشا نام اسکے بیٹے کونال پر عاشق ہوگئی، اور اس سے ناجائز تعلق کی درخواست کی، اس نے سوتیلی ماں کے ساتھ یہ تعلق پسند نکیا رانی نے اس کو اندھا کرادیا، جب راجہ کو یہ واقعہ معلوم ہوا اس نے رانی کو زندہ جلوادیا، یہ ۵۱ سال حکومت کرکے ۸۲ برس کی عمر میں ۱۳۷۴ء قبل مسیح میں مرا (اس کے متعلق ہم پہلے تحقیق لکھ چکے ہیں)

جلوک۔ اشوک کا لڑکا تخت نشین ہوا یہ شیومت کا پیرو تھا، پنڈت اودبٹ اسکا اُستاد اور مشیر تھا، اس نے شیومت کی اشاعت کی ملک کو ترقی دی یہ مدبر و منتظم تھا، مگر اس نے بودھوں کو برباد کیا، (وفرقہ بودھ کہ درکشمیر غلبہ ساختہ بودند از شہر بدر کردہ گلزار کشمیر) (۶۰) سال حکومت کرکے مرا

نوٹ

جلوک اشوک کا بیٹا نہ تھا، مورخین ہند اشوک کے بیٹے دسترتھ اور اس کے پوتے سمپرتھ کا ذکر کرتے ہیں، (تاریخ ہند پروفیسر ایشوری پرشاد) تمرناسک والے نے جلوک کو اشوک کا پوتا لکھا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جلوک اشوک کے بیٹے کونال کا بیٹا ہوگا کیونکہ راجہ شیوپرشاد لکھتے ہیں، اشوک کا دوسرا پوتا جلوک کشمیر میں شیو پرست تھا (آئینہ تواریخ نما ۸۱) اشوک کے بعد اس کے بیٹے دسترتھ نے یہ ملک بھتیجے کو دیدیا ہوگا، کیونکہ ایک محقق نے لکھا ہے اشوک کے بعد کشمیر ہندوستانی سلطنت سے آزاد ہوگیا (ہندوستان کی ابتدائی تاریخ) ص ۹۹ اشوک کی بحث ہم لکھ چکے ہیں اوس کے بعد یہ نوٹ پڑھنے سے سمجھ میں آجاویگا کہ جلوک اشوک

دامودر جلوک کے بعد اس کا بھائی دامودر تخت نشین ہوا۔ اس نے ۳۲ سال عدل وانصاف سے حکومت کی، برہمنوں کی بددُعا سے یہ راجہ سانپ بنگیا،

نراندر یہ دامودر کا بیٹا تھا اس کے عہد میں حضرت سلیمان کشمیر میں آئے، ان کا ہوائی تخت کوہ جیت لارک کی چوٹی پر ٹھہرا، ان کی عظمت وشان دیکھکر لوگ اُن پر ایمان لائے۔ راجہ نراندر بھی حاضر خدمت ہوگیا، اور راج پاٹ چھوڑکر ہمراہ ہوگیا، راجہ سندرسین کے زمانہ میں جو سندھ مت نگر طوفان سے غرق ہوا تھا، اس زلزلہ اور طوفان میں بارہ مولہ کے پاس مقام کہاوہ نیار کے موقع پر پہاڑ کا ایک ٹکڑا گرا جس سے دریائے بہت کی روانی مسدود ہوگئی تمام کامراج میں عالم آب دکھائی دینے لگا تھا۔ حضرت سے لوگوں نے درخواست کی کہ اگر یہ رکاوٹ دور ہوکر پانی نکل جائے جو اراضی زیرآب ہے وہ قابل آبادی وزراعت ہوجائے حضرت نے حکم دیدیا۔ چنانچہ قوم جن نے دریا کو گہرا کرکے مخرج آب پیدا کردیا۔ زمین نکل آئی۔ جب حضرت روانہ ہونے لگے راجہ نراندر بھی ہم کاب جانے کو طیار ہوا تو حضرت نے اپنے ہمراہیوں میں سے تین ترکی شہزادوں کنشک، ہشک، زشک کو کشمیر کی حکومت عطا فرمائی (حضرت سلیمان کے متعلق تحقیق ہم پہلے لکھ چکے ہیں)

خاندان ترکی

سنہ ۲۶۲ اقبل مسیح لغایت سنہ ۱۸۱ ۲ اقبل مسیح

ہشک نے موضع ہشکر جو اب اشکورہ کہلاتا ہے کنشک نے کنشک پورہ (کانسپور)، زشک نے زشک پورہ (ذوکرہ) آباد کئے ان کے آخری عہد میں برہمنوں نے بدھ مذہب کی مخالفت کی، مخالفت کے باعث بغاوت کرکے ان کو معزول کردیا، ان تینوں نے عدل و داد سے (۱۸) سال حکومت کی، مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے کہ یہ تینوں شیوجی کو مانتے تھے اور انہوں نے بودھ، شیو، اگنی، پوجن ان تینوں مت کو ملاکر ایک کیا تھا (صہ ۲۴)

(نوٹ) اگر یہ حضرت سلیمان کے ہمراہی ہوتے تو شیو وغیرہ کی پرستش کیوں کرتے،

ان کے متعلق تحقیق ہم نے لکھدی ہے اور حضرت سلیمان دسویں صدی قبل مسیح میں تھے،

خاندان گودہر بار سوم

سنہ ۱۲۴۱ قبل مسیح لغایت سنہ ۱۲۱۸ قبل مسیح

ابھی بینو ترکی شہزادوں کو معزول کر کے راجہ بھگونت کے لڑکے ابھی بینو کو تخت نشین کیا[۱] اس نے بودھوں پر ایسے ایسے مظالم کئے کہ جن کے بیان سے بقول صاحب مکمل تاریخ کشمیر قلم کا سینہ شق ہوتا ہے، اس نے بودھ مت کا انسداد کر کے شیومت کو ترقی دی چندرا اچارج برہمن جو ہندوستان کا رہنے والا تھا کشمیر آیا۔ راجہ اس کا معتقد ہوگیا اس نے کتاب چندرا بیاکرن تصنیف کی اس راجہ نے موضع ابھی پور جو آجکل ابہہ پور کہلاتا ہے آباد کر کے برہمنوں کو جاگیر میں دیا، چندرا اچارج نے اسے اور بھی متعصب بنا دیا، اس کے عہد میں شدت برف سے ملک تباہ ہوا۔ یہ ۲۳ سال حکومت کر کے لاولد مرا،

نوٹ

بیرم چند سے ابھی بینو تک سوا دو سو برس سے کم زمانہ ہوتا ہے، ان کے درمیان (۹) راجہ ہوئے، کشمیری مورخونکی یادداشت وحافظہ کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس قلیل عرصہ میں ایسی شدید غلطی کہ بیرم چند کے دونوں بیٹوں ببکہن اور بھگونت کو لاولد لکھا، یہاں بھگونت کا بیٹا ابھی بینو کر دیا، ایسے قوی الحافظہ مورخوں نے زبانی یادداشتوں سے کشمیر کی تاریخ مرتب کی ہے۔ ان راجاؤں کا بیان مکمل تاریخ کشمیر حصہ اول کے ۹۱ و ۹۳ و ۹۴ و ۱۱۲ و ۱۱۳ پر ہے، ہمنے اسی کے اتباع میں بیرم چند و ابھی بینو کے درمیان میں انکو لکھا ہے

خاندان مالوہ بار دوم

سنہ ۱۲۱۸ قبل مسیح لغایت سنہ ۱۹۲ قبل مسیح

اس خاندان کے بیان کے ابتداء میں صاحب مکمل تاریخ کشمیر نے لکھا ہے کہ مشہور کلہن پنڈت

---

[۱] یہ ترکی شہزادوں کے عہد حکومت میں علاقہ وچھن پارہ میں جاگیردار تھا۔ راجہ بیرم چند کی اولاد سے تھا

کی ترنگنی کا وہ حصہ جو تاریخ نویسی کے باب میں درج کرنیکے قابل ہوسکتا ہے اسی اورنگ سے شروع ہوتا ہے اس کے پہلے کے حالات کلہن پنڈت نے وضاحت سے نہیں لکھے اس نے اپنی تاریخ راجہ اوکنند سے شروع کی وہ لکھتا ہے کہ راجہ گونند سوم سے پہلے باون راجاؤں کے حالات اسے بالکل معلوم نہیں ہوسکے، منجملہ ان کے اس نے صرف سولہ راجاؤں کے حالات درج کئے ہیں لیکن ان کا زمانہ حکمرانی بھی اُسے تحقیق معلوم نہیں ہوسکا، صرف نیلہ مت پوران سے اوکنند دامودر جسومتی بال گونند راج ترنگنی پدمہ مہر سے لو گوشی ھگندر سوران گودھر سودرن جنک سچی نر اور راج ترنگنی چھولاکر سے اشوک جلوک دامودر اور ہشک کنشک زشک کے نام اسے مل گئے جو اس نے اپنی تاریخ میں درج کردئے باقی ۳۷ راجاؤں کا نام تک بھی اس کو معلوم نہیں ہوسکے۔ اس لئے جو کچھ حالات ہمنے اوپر بیان کئے زیادہ تر پنڈت رتناکر کی جانکاہ کوششوں کا نتیجہ ہیں جس کے لئے وہ خاص شکریہ کے مستحق ہیں ورنہ کلہن پنڈت کے حوصلہ پر دو ہزار سال سے زیادہ عرصہ کی تاریخ ہماری نظروں سے بالکل پوشیدہ تھی باقی تمام جدید مورخوں نے بھی کلہن پنڈت ہی کی تقلید کی ہے (ملخص بیان مکمل تاریخ کشمیر حصہ اول اورنگ یازدہم ص ۱۱۵ مطبوعہ سنہ ۱۹۳۱ء)

گونند سوم ابھی مینو کے لاولد مرنے پر اہل ملک نے راجہ لو کے خاندان سے گونند نام ایک شخص کو تخت نشین کیا اس نے ہندوستان میں نئی جان ڈالدی (تاریخ ریاست جموں وکشمیر) ۳۵ سال حکومت کرکے مرا،

نوٹ

گونند سوم کو راجہ لو کے پوتے حگندر کی اولاد سے لکھا ہے لیکن نے گذشتہ اوراق میں ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ خگندر کی نسل اس کے بیٹے سوراندر کے لاولد مرنے پر ختم ہوچکی، اب یہاں خگندر کی نسل کہاں سے پیدا ہوگئی اگر خگندر کی نسل سے کوئی ہوتا تو سوراندر کے بعد تخت نشین ہوتا اور حکومت خاندان گودھر کو نہ ملتی وہاں صاف لکھا ہے کہ راجہ سوراندر کی وفات پر وارث تخت

کوئی نہ رہا (مکمل تاریخ کشمیر حصہ اول ص۶۷)

وبیش گونند سوم کا بیٹا تھا ساڑھے ترین سال عدل و انصاف سے حکومت کرکے مرا

اندرجیت وبیش کا بیٹا تھا اس نے کچھ فتوحات کیں ساڑھے پینتیس سال حکومت کرکے مرا

راون اندرجیت کا بیٹا تھا اس نے ہندوستان میں بہت سی فتوحات کیں اس نے وئی ٹشور نام ایک مندر تعمیر کرایا (کلہن نے پنج لکھی مندر ہونیکے باعث اس مندر کا وہ مقام قرار دیا ہے جہاں اب بڈشاہ کا مقبرہ ہے لیکن یہ غلط ہے مقبرہ مذکور کا نام کوکی شری ہے مکمل تاریخ کشمیر) اس نے ۳۰ سال حکومت کی،

وبیش ثانی یہ راون کا بیٹا تھا علم موسیقی کا ماہر تھا، صاحب تصنیف تھا ہمیشہ رقص و سرود عیش و عشرت میں مشغول رہتا ۳۶ سال حکومت کرکے مرا،

نرعرف کنر، وبیش ثانی کا بیٹا تھا یہ عیش و عشرت میں مشغول رہتا، امور سلطنت سے غافل تھا، اس نے بدھوں کے مندر جلائے اور گھر جلائے ان کی جاگیریں ضبط کرکے برہمنوں کو دیدیں (تاریخ ریاست جموں وکشمیر و گلدستہ کشمیر) ایک برہمن کی بیوی چندرریکھا نام کو زبردستی چھیننا چاہتا تھا وہ اپنی بیوی کو لیکر فرار ہوگیا، اس کا طویل قصہ گلدستہ کشمیر ص۲۷ پر لکھا ہے اس کے عہد میں آگ لگی یہ بڑا ظالم تھا (تاریخ اعظمی) ۳۹ سال ۹ ماہ حکومت کرکے مرا،

سدھ نر کا بیٹا (۶۰) سال عدل و انصاف سے حکومت کرکے مرا،

اوت پلاکھ (۳۰) سال حکومت کرکے مرا، یہ سدھ کا بیٹا تھا،

ہرنیا پلاکھ، اوت پلاکھ کا بیٹا (۳۷) سال ۷ ماہ حکومت کرکے مرا،

ہرنیہ کل، ہرنیا پلاکھ کا بیٹا (۶۰) سال حکمران رہا۔

وسہ کل، ہرنیا کل کا بیٹا (۶۰) سال حکمران رہا۔

مہر کل دسہ کل کا بیٹا یہ بڑا سنگدل اور ظالم تھا، اس کے عہد میں ایک ترکستانی رئیس نے کشمیر پر حملہ کیا، مہر کل نے اس کو شکست دی پھر اس نے تمام ہندوستان کو روند ڈالا، قتل و غارت

لوٹ کھسوٹ کرتا ہوا لنکا تک جا پہونچا، لنکا کے راجہ کو قتل کر کے دوسرے شخص کو تخت نشین کیا، مہر کل لوگوں کو تکلیف دیکر مزے لیا کرتا تھا، اس کے دربار میں ہر وقت قتل وخونریزی ہوا کرتی تھی شکاری درندے اور جانور موجود رہتے تھے جو مقتولین کا گوشت کھاتے تھے یہ کوہ پیرپنچال پر تھا کہ اس کے ایک ہاتھی کا پیر پھسل گیا ہاتھی چنگھاڑتا لڑھکتا دردناک چیخیں مارتا نیچے گر کر مر گیا یہ تماشا اس کو اچھا معلوم ہوا، اس نے سو ۱۰۰ ہاتھی اسی طرح پہاڑ سے گرا کر یہ تماشا دیکھا اس نے علاقہ کھادرپارہ میں نہر چندرہ کول جاری کرائی - اس میں پہاڑ سے ایک پتھر آکر گرا، پانی کی روانی رک گئی لوگوں نے بہت کوشش کی پتھر نہ ہٹا، اس نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہتا ہے کہ اگر کوئی باعصمت عورت اس کو ہٹائے تو ہٹ سکتا ہے، اس نے حکم دیا ہزاروں عورتوں نے کوشش کی مگر پتھر نہ سرکا، ایک کمہار کی لڑکی نے اس پتھر کو ہٹادیا، اس پر راجہ غضبناک ہوا کہ تمام عورتیں بے عصمت ہیں، اس نے تمام عورتوں کو اُن کی اولادوں کو، اُن کے شوہروں کو اُن کے باپوں کو اُن کے بھائیوں کو سب کو قتل کرا دیا، ان کل مقتولین کی تعداد تین کروڑ تھی، اس کے زمانہ میں فسق وفجور کی ایسی کثرت تھی کہ اکثر لوگ بہنوں اور بیٹیوں سے ملوث تھے اس نے قندھار فتح کیا اور وہاں خوب لوٹ کھسوٹ کی، اور بہت سے قندھاری قیدیوں کو دریائے سندھ میں غرق کرایا یہ بودھوں کا جانی دشمن تھا، اس نے ایک موضع مہرپورہ آباد کر کے برہمنوں کو بخشدیا، مہر کل برہمنوں پر مہربانی کرتا اور ان کی پرستش کرتا تھا، (راج ترنگنی حاشیہ ۱۳۹) آخر (۷۰) سال ستمرانی کر کے آگ میں جل کر خودکشی کی۔

بک مہر کل کا بیٹا اس نے شہر لوبجھ آباد کیا، نہر بنوائی، یہ سخی و عادل تھا (۶۳) سال (۹) ماہ حکمران رہا۔

کھتے نند بک کا بیٹا (۳۰) سال عدل و انصاف سے حکومت کر کے مرا،

وسنند کھتے نند کا بیٹا یہ ذی علم صاحب تصنیف قدر دان علما، اور عادل تھا۔ (۵۲) سال حکومت کی،

نرثانی وسہ نند کا بیٹا(۶۰) سال حکمران رہا۔

اچھ نرثانی کا بیٹا تھا اس نے اچھ بل آباد کیا۔ ۶۲ سال حکومت کی،

گوپادت اچھ کا بیٹا، اس نے چند مواضعات آباد کئے سرحد پر کچھ فتوحات کیں مندر بنائے برہمنوں کو جاگیر دیں عدل و داد سے ۶۰ سال ۶ ماہ حکومت کی،

گوکرن ثانی گوپادت کا بیٹا، ۵۸ سال حکمران رہا۔

نرندرادت گوکرن ثانی کا بیٹا ۳۶ سال ۳ ماہ حکمران رہا۔

جدہشٹر نرندرادت کا بیٹا تھا۔ اسکی آنکھیں بہت چھوٹی چھوٹی تھیں اس لئے اندھا مشہور تھا۔ اس نے ابتدا میں عدل و انصاف سے حکومت کی پھر انتہا درجہ کا ظالم و عیاش ہوگیا، جبراً عورتوں کی عصمت دری کرتا۔ یہ ۲۵۰ قبل مسیح تخت نشین ہوا۔ اس کے بھائی دبیٹر نام نے سکندر سے جبکہ وہ ہندوستان میں فتوحات کر رہا تھا، جدہشٹر کے مظالم کی فریاد کی سکندر نے اپنا لشکر ساتھ کر دیا۔ جدہشٹر تاب مقابلہ نہ لاسکا، ہندوستان کی طرف بھاگا اور راجہ پورن والی ہستنا پور سے مدد لیکر آیا۔ سکندر سے مقابلہ کیا مگر مارا گیا، سکندر نے کشمیر کی حکومت جدہشٹر کے بھائی دبیٹر کو دیدی اور خود سیر تفریح میں مشغول ہوا، ایک شخص نے سکندر کے بازوؤں پر تیر مارا، سکندر زخمی ہوا ملزم پکڑا گیا، اُس نے بیان کیا کہ میں نے یہ حرکت دبیٹر کے حکم سے کی، سکندر نے دبیٹر کو معہ اس کے خاندان کے قتل کرا دیا، اور حکومت کشمیر خاندان راجگان اُجین کے ایک شخص پرتاب ادت کی سپرد کرکے چلا گیا، (یہ رتناگر کا بیان ہے اس کے متعلق تحقیق ہم پہلے لکھ چکے ہیں) دیگر مورخین نے لکھا ہے کہ جب جدہشٹر کے مظالم حد سے گذر گئے تو رعایا نے بغاوت کی یہ ہندوستان کو بھاگا، راستہ میں ایک راجہ نے اس کو پہچان کر مار ڈالا۔ یہ ۴۸ برس حکمران رہا۔

خاندان راجگانِ اُجین

سنہ ۱۹۲ قبل مسیح لغایت سنہ ۹۲ قبل مسیح

پرتاب آدت یہ بکرماجیت راجہ اجین کے خاندان سے تھا، کوئی مورخ بیان نہیں کرتا کہ کشمیر کیوں آیا، اندھا جدہشٹر کے بعد لوگوں نے اس کو راجہ منتخب کیا، اس نے (۳۲) سال عدل و داد سے حکومت کی، (واہ مورخان کشمیر کیا کہنا بکرماجیت تو خود مسیح سے ۵۷ برس قبل تھا۔ یہ ۱۹۲ء میں خاندان اجین سے بہت پیشتر گزرا ہے)

جلوک ثانی پرتاب آدت کا بیٹا تھا۔ (۳۲) سال حسن و خوبی سے حکومت کر کے مرا،

تونجین جلوک ثانی کا بیٹا تھا۔ یہ عادل و باذل تھا۔ اس نے رعیت پروری کی اسکی رانی واگ لیسٹا نام حسن صورت و حسن سیرت میں یکتا تھی۔ اس کے عہد میں قحط پڑا (۳۶) سال حکومت کر کے لاولد مرا،

خاندان بجے

سنہ ۹۲ قبل مسیح لغایت سنہ ۱ قبل مسیح

بجے، رعایا نے بجے نام ایک شخص کو راجہ بنایا۔ اس نے بجبہارہ آباد کیا ۸ سال حکومت کر کے مرا۔ (بجبہارہ تو پہلے سے آباد تھا اشوک نے وہاں بدھ مذہب کا مندر بنایا تھا۔

جے اندر، بجے کا بیٹا تھا، غافل و سادہ لوح تھا، اس نے اپنے لایق وزیر سندھ متی کو حاسدوں کے کہنے سے پھانسی پر چڑھایا (۳۷) سال حکومت کر کے لاولد مرا،

سندھیمان اہل ملک نے سندھ متی وزیر کے بیٹے اری رائے کو تخت نشین کیا اس نے سندھیمان لقب اختیار کیا (۴۷) سال حکومت کر کے تارک الدنیا ہو گیا، کلہن نے لکھا ہے کہ سندھ متی وزیر پھر زندہ ہو کر بلقب سندھیمان تخت نشین ہوا، اس کی حکایت ہم نقل کر چکے ہیں

خاندان مالوہ بارسوم

سنہ ۱ء لغایت سنہ ۹۵ء

اندھا جدہشٹر کا ایک بیٹا تھا اس کا نام معلوم نہیں اس کا بیٹا گوپادت نام تھا جب اندھا

جدہشتر بھاگا تو اس کا خاندان بھی منتشر ہوگیا، آخر اس خاندان نے قندہار میں قیام کیا، گوپادت کا بیٹا میگواہن ساعۂ میں کشمیر آیا۔ اسی زمانہ میں سندیمان نے سلطنت چھوڑی اس لئے یہ تخت نشین کر دیا گیا،

میگواہن یہ جانورکشی کو سخت گناہ سمجھتا تھا، اس نے گرد و پیش کے راجاؤں کو فتح کرکے اُن سے جانورکشی چھڑائی پھر ہندوستان کیطرف مہمات لیگیا اسی طرح لنکا تک پہونچا، تمام حکمرانوں سے حفاظت حیوانات کا عہد لیا، جانورکشی چھڑانیکے لئے خوب مردم کشی کی اس نے بعض مواضعات آباد کئے۔ ۳۴ سال حکومت کرکے مرا،

سرشٹ سین میگواہن کا بیٹا تھا اس کو توبخین اور پرورسین بھی کہتے تھے ۳۰ سال حکومت کرکے مرا،

ہرن سرشٹ سین کا بیٹا تھا۔ اس نے اپنے بھائی تورمان کو وزیر بنایا۔ تورمان نے بغاوت کی اِس وقت تک کشمیر میں کوڑیوں کا رواج تھا۔ تورمان نے اپنے نام کا سکّہ چلایا۔ آخر راجہ ہرن نے اس کو گرفتار کرکے قید کردیا مال و اسباب ضبط کرلیا، تورمان کی بیوی رانی انجنا جو سورج بنسی خاندان کے راجہ وزندر گھوبنسی کی لڑکی تھی وہ اس زمانہ میں حاملہ تھی۔ وہ بھاگ کر نگر کوٹ پہنچی اور ایک کمہار کے گھر پناہ لی۔ وہاں اس کے ایک لڑکا پیدا ہوا، انجنا نے اس کا نام پرورسین رکھا۔ پرورسین کا ماموں جے اندر اپنی بہن کی تلاش میں پھرتا تھا نگر کوٹ پہونچکر بہن بھانجے کو پایا، ان سے ملا، اس کے بعد راجہ ہرن نے تورمان کو رہا کر دیا۔ وہ بھی اپنے بیوی بچے سے آملا، مگر جلد ہی مرگیا، جب پرورسین جوان ہوگیا، تو وہ ہندوستان کے معابد کی زیارت کو گیا۔ ۹۵ھ میں راجہ ہرن مرگیا۔ یہ لاولد تھا۔ چونکہ کوئی وارث تخت نہ تھا، اہل کشمیر نے سمندرپال بکرم راجہ اُجین سے درخواست کی کہ وہ ان کے لئے کوئی راجہ منتخب کردے، والئ اجین نے یہ ملک اپنے ایک خادم برہمن ماترگپت کو بخشا۔

خاندان برہمن
سنہ ۹۵ء لغایت سنہ ۱۰۲ء

ماترگپت راجہ اجین کا خادم قوم کا برہمن تھا۔ راجہ اجین نے اس کو تخت کشمیر بخشا۔ اس نے نہایت خوبی سے ۶ سال ۹ ماہ حکومت کی پھر تارک الدنیا ہو گیا،

خاندان مالوہ بار ششم
سنہ ۱۰۲ء لغایت سنہ ۶۱۷ء

پرورسین نے جب سنا کہ اس کا چچا راجہ ہرن لاولد مرا او تخت کشمیر ایک برہمن کو مل گیا، تو جمعیت فراہم کرکے آیا، لیکن اس کے حملہ سے پہلے ہی ماترگپت ترک سلطنت کرکے جاچکا تھا۔ یہ بے کھٹکے کشمیر آکر تخت نشین ہو گیا، اوّل انتظام سلطنت میں مصروف ہوا پھر فتوحات پر متوجہ ہوا۔ ہندوستان کو پامال کرتا ہوا سمندر تک جا پہونچا۔ یہ جس کا ملک فتح کرتا اُسی کو بخشدیتا، شیلادت پسر راجہ اجین کو جب اس کے دشمنوں نے نکال دیا تو اس نے اسکی مدد کرکے ملک واپس دلایا۔ پھر شیلادت نے اِس سے بغاوت کی۔ اِسنے اسکو شکست دی شیلادت نے معافی چاہی اسنے معاف کردیا اسی طرح شیلادت نے چند بار کیا، اس نے شہر سری نگر آباد کیا اس کا نام پرورسین پورہ تھا (۶۰) برس حکومت کرکے مرا،

جدہشٹر پرورسین کا بیٹا (۳۹) سال ۳ ماہ حکمران رہا۔

نرندادت جدہشٹر کا بیٹا ۱۳ سال حکمران رہا۔

تونجین یہ جدہشٹر کا دوسرا بیٹا تھا تخت نشین ہوا۔ اور اپنے بھتیجے راجہ نرندادت کے لڑکے کو وزیر بنایا۔ پھر دونوں میں مخالفت ہو گئی، جنگ و جدل ہوئی۔ وزیر مارا گیا۔ اس کا ہفت سالہ لڑکا سرسین بھاگ کر راجہ نگرکوٹ کے یہاں پناہ گزین ہوا۔ راجہ نے اس سے اپنی لڑکی بیاہ دی کچھ عرصہ کے بعد جمعیت فراہم کرکے کچھ سسرال سے مدد لیکر تونجین سے معرکہ آرا ہوا تونجین میدان جنگ میں مارا گیا۔ اس نے (۴۳) سال حکومت کی،

سرب سین تونجین کو قتل کر کے تخت نشین ہوا۔ اس نے گرد و نواح کے علاقے فتح کئے ہندوستان پر بھی فوجکشی کی۔ عدل و انصاف سے ۴۸ سال حکومت کر کے مارا گیا۔

گندہرب سین سرب سین کا بیٹا تھا۔ عیاش و ظالم تھا۔ کاروبار سلطنت سے غافل تھا کئی علاقے اس کے قبضہ سے نکل گئے یہ ہر وقت رقص و سرود میں محو رہتا، تونجین کا پوتا لچھمن علاقہ وچھن پارہ میں جاگیردار تھا وہ جمعیت فراہم کر کے چڑھ آیا۔ اور گندہرب سین کو گرفتار کر کے قید کر دیا اس نے ۳۷ سال حکومت کی۔

لچھمن گندہرب سین کو قید کر کے تخت نشین ہوا۔ اس نے گرد و نواح کے علاقے فتح کئے۔ جب ملتان کے راجہ سوم کرن پال سے لڑنے کو چلا، راستہ میں مرگیا، ۳۲ سال ۶ ماہ حکومت کی

شورک یہ لچھمن کا بھتیجا تھا۔ یہ تخت نشین ہوا لچھمن کا لڑکا بجرادت نابالغ تھا۔ اس نے ملتان فتح کیا۔ راجہ واردستان نے کامراج پر حملہ کیا۔ شورک مقابلہ کیلئے گیا، آخر گرفتار ہو گیا جب اس کی گرفتاری کی خبر کشمیر پہونچی بجرادت راجہ لچھمن کا بیٹا فوج لیکر اس کو چھڑانے گیا اور قلعہ پٹن کا جس میں شورک قید تھا محاصرہ کر لیا۔ لیکن واردستان والوں نے شورک کا سر کاٹ کر باہر پھینکدیا۔ شورک نے عدل و داد سے (۵۱) سال حکومت کی۔

بجرادت نے قلعہ پٹن فتح کر کے شورک کے قاتلوں کو سزا دی اور تخت نشین ہو گیا، شورک کا لڑکا جے اندر جمعیت فراہم کر کے مراج پر قابض ہو گیا۔ بجرادت بھی فوج فراہم کر کے پہنچا، خوب جنگ و جدل ہو گئی، آخر صلح ہو گئی، لیکن بجرادت نے جے اندر کو ملاقات کے بہانے سے بلا کر قتل کر دیا۔ بجرادت نے کئی مندر تعمیر کرائے پرانے مندروں کی مرمت کرائی۔ (۱۰) سال ۸ ماہ عدل و انصاف سے حکومت کر کے مرا۔

رنادت بجرادت کا بیٹا یہ نہایت نیک تھا اسکی رانی نارمہ نام بھی ہمہ صفت موصوف تھی۔ اس نے شفا خانے مسافر خانے مندر تعمیر کرائے اس کے عہد میں نوشیروان نے ہند پر حملہ کیا۔ اور اس کے بعض مقبوضات بھی قبضے سے نکل گئے (۶۰) سال ۳ ماہ حکومت کر کے یہ معہ

اپنی بیوی کے تارک الدنیا ہوگیا۔ اس نے ۴۹۷ء تک حکومت کی۔

نوٹ نوشیروان کا حملہ ہندوستان پر ۵۳۰ء کے بعد ہوا ہے۔

دیناوت رناوت کا بیٹا باپ کے بعد ۴۹۷ء میں تخت نشین ہوا۔ یہ بھی فقیر منش آدمی تھا۔ ۴۴ سال حکومت کر کے سلطنت سے دست کش ہوگیا۔

بکرماوت یہ رناوت کا دوسرا بیٹا تھا۔ بھائی کے بعد تخت نشین ہوا ۴۲ سال حکومت کر کے مرا

بالادت یہ بکرماوت کا بیٹا تھا اسکو جیانند بھی کہتے تھے۔ یہ نہایت دانشمند اور بہادر تھا اس نے سمندر تک ممالک فتح کیے (۳۵) سال حکومت کر کے ۶۱۷ء میں مرگیا۔ اسکے اولاد نرینہ نہ تھی ایک لڑکی اننگ لیکھا نام تھی۔ اس لڑکی کی شادی داروغہ اصطبل کے لڑکے درلبدرون سے ہوئی تھی۔ اننگ لیکھا کی اپنے باپ کے وزیر کنک نام سے آشنائی تھی۔ درلبدرون نے ان دونوں کا اختلاط بچشم خود دیکھکر چشم پوشی کی اس لئے وزیر درلبدرون کا خیر خواہ تھا۔ راجہ کے بعد وزیر کی حسن تدبیر سے درلب درون تخت نشین کر دیا گیا۔

خاندان کارکوٹ

۶۱۷ء لغایت ۸۷۳ء

درلبدرون اگرچہ داروغہ اصطبل کا لڑکا تھا مگر اس کی ماں کارکوٹ بنسی خاندان سے تھی اسلیے یہ خاندان کارکوٹ بنسی مشہور ہے اس نے انتظام سلطنت حسن وخوبی سے کیا۔ اس کے عہد میں چینی سیاح ہون سانگ کشمیر میں آیا۔ ۳۶ سال حکومت کر کے ۶۵۳ء میں مرگیا۔

درلبک درلب درون کا بیٹا ملہن باپ ہی کے سامنے مرگیا تھا۔ درلبک اس کا بیٹا تھا اس کا نام پرتاب اپیڈ بھی تھا۔ دادا کی جگہ تخت نشین ہوا۔ یہ عیش وعشرت میں مشغول رہتا لیکن انتظام سلطنت کو اس کا وزیر سنبھالے رہا۔ یہ راجہ ایک سوداگر کی عورت نرندر پربھا پر عاشق ہوگیا۔ سوداگر اس عورت کو راجہ کے پاس رقاصہ کے لباس میں بھیجا کرتا تھا۔ اس کے بطن سے راجہ کے تین لڑکے چندر اپیڈ، تارا پیڈ، مکتا پیڈ پیدا ہوئے ۵۰ سال حکومت کر کے مرا

چندراپیڈ عرف بجرادت یہ درلیک کا بیٹا تھا اس نے شہنشاہ چین کے پاس سفارت بھیجکر اپنی حکومت تسلیم کرائی اور خراج دینا قبول کیا شہنشاہ چین نے ۷۲۰ء میں اسکو شاہی خطاب عطا کیا یہ بڑا رحمدل اور منتظم تھا، ۸ سال ۸ ماہ حکومت کرکے مرا،

تاراپیڈ بھائی کے بعد تخت نشین ہوا اس کا لقب اودیادت بھی تھا یہ بڑا ظالم و سفاک تھا۔ اس کے ظلم سے سارا ملک ویران ہوگیا، کچھ ملحقہ علاقہ بھی قبضہ سے نکل گیا، اس نے اپنی لڑکی کی شادی کی خوشی میں ہزاروں آدمی ذبح کرائے۔ ۴ سال ۲۴ دن حکومت کرکے مرا،

مکتا پیڈ عرف للتادت بھائی کی جگہ تخت نشین ہوا۔ یہ بڑا عالی ہمت اور بہادر اور قدردان علم و ہنر مدبر و منتظم تھا۔ مورخین نے اس کی اس قدر فتوحات لکھی ہیں کہ ان پر یقین کرنا مشکل ہے کابل و قندہار۔ ہندوستان کے تمام خطے، لنکا۔ روس کا علاقہ، یہ سب اس کی فتوحات میں شامل ہیں، لوٹ کھسوٹ سے اس نے بے انتہا دولت جمع کی، بہکر کے راجہ سے شکست کھاکر دوسری طرف متوجہ ہوا۔ راجہ گوڑ دلیس اور راجہ بنگال کو عہد و پیمان کرکے لایا پھر دغا سے بلاوجہ ان کو قتل کردیا۔ راجہ بنگال کے ہمراہیوں نے کشمیر آکر خوب قتل و غارت کیا۔ مندروں کو بھی لوٹا۔ اس کے عہد میں موضع شیر دروں میں زمین کھودنے سے ایک مندر نیچے سے دبا ہوا نکلا اسپر کتبہ تھا کہ یہ مہاراجہ رامچندر اور لچھمن کا تعمیر کیا ہوا ہے۔ یہ راجہ ایک مہم سے واپسی میں کوہ اربا ٹک (دیوہ سوئی) پر شدت برف سے معہ فوج ہلاک ہوا جب یہ آخری مرتبہ اپنے ملک سے چلا تھا تو اس نے اپنی اولاد اور امراء کو وصیت کی تھی، (۱) سب اتفاق و اتحاد سے رہیں۔ (۲) کوہستانی قوموں کو تعزیری شکنجہ میں اینٹھے رکھنا ضروری ہے (۳) زمینداروں کے پاس ایک سال سے زیادہ خرچ کا غلہ نہ رہنے پائے، نہ کاشتکاروں کے پاس ضرورت سے زیادہ بیل وغیرہ رہیں۔ (۴) دیہاتیوں کو شہریوں کا طرز معاشرت نہ اختیار کرنے دیں نہ شہریوں اور دیہاتیوں میں رشتہ ہونے دیں۔ (۵) قلعوں اور مورچوں اور راستوں کی مرمت جاری رہے (۶) فوج کو ایک ہی جگہ نہ رہنے دیں اور ایک ہی قوم سے ایک ہی مقام سے فوج بھرتی نہ کریں (۷) اہلکار

لوگ باہم رشتہ داری نکریں (۸) ملازمین میں بددلی پیدا نہونے دیں ایک ہی خاندان کے بہت سے لوگوں کو عہدے نہ دئے جائیں۔ اس راجہ نے چند مواضعات آباد کرائے۔ مندر بنائے مشہور ناٹک نویس بھوا بھوتی کو اپنے دربار کا ملک الشعرا مقرر کیا، ۳۶ سال ۷ ماہ حکومت کرکے مرا،

کولیا پیڈ مکتاپیڈ کی جگہ تخت نشین ہوا۔ اس کے بھائی وزرادت نے بغاوت کی۔ آخر یہ راجہ ایک سال پندرہ دن حکومت کرکے تارک الدنیا ہوگیا۔

وزرادت عرف بجرادت بھائی کی جگہ تخت نشین ہوا۔ اس نے للتادت ثانی بھی لقب اختیار کیا۔ اس کو راجہ کوبیی کمبہ بھی کہتے تھے۔ یہ بڑا عیاش وظالم تھا۔ ہزاروں بے گناہوں کا خون بہایا، رعایا کو لوٹا کھسوٹا، مندروں کو لوٹا، اسکے حرم میں تین سو ساٹھ رانیاں تھیں یہ لوگوں کو سخت عذاب سے مارتا تھا۔ سات سال حکومت کرکے مرا،

پرتھوا پیڈ وزرادت کا بیٹا یہ باپ سے بھی زیادہ ظالم وسفاک تھا۔ چار سال ایک ماہ حکومت کی۔ اس کو اس کے بھائی سنگرام پیڈ نے معزول کیا۔

سنگرام پیڈ بھائی کو معزول کرکے تخت نشین ہوا۔ اس کو سات دن بعد اس کے دوسرے بھائی جیا پیڈ نے قتل کردیا۔

جیا پیڈ بھائی کو قتل کرکے تخت نشین ہوا۔ یہ راجہ بہادر عالی ہمت، قدردان علم و فن تھا۔ اس نے اوّل عدل و انصاف سے حکومت کی پھر ظلم پر کمر باندھی۔ پنجاب و بنگال میں فتوحات کرکے نیپال پہونچا۔ وہاں اس کی فوج ایک دلدل میں پھنس گئی۔ راجہ نیپال نے اُس کو گرفتار کرکے قید کردیا۔ لیکن اپنے وزیر کی جان نثاری اور حکمت عملی سے یہ قید سے چھوٹا۔ اور پھر نیپال پر حملہ کرکے راجہ نیپال کے محل کی اینٹ سے اینٹ بجا دی، اس کی غیبت میں اس کی رانی ایک برہمن سے ملوث ہوگئی، پھر جب اس کو گناہ کا خیال آیا تو گرو سے مسئلہ دریافت کیا۔ گرو نے کہا اس کا کفارہ یہ ہے کہ تم آگ میں جل مرو۔ رانی نے ایسا ہی کیا۔ جب یہ کشمیر واپس آیا تو اس کا خسر پورہ (سالا) زریا بچ نام جسکو یہ قایم مقام کرگیا تھا خود سر ہوگیا اس نے راجہ کا مقابلہ کیا

اور مارا گیا۔ راجہ نے جب اپنی رانی کا واقعہ سُنا تو برہمنوں کا دشمن ہو گیا۔ ان کی جاگیریں۔ ضبط کیں جلا وطن کیا۔ ان جلا وطنوں میں سے ننانوے آدمی دریائے چندر بھاگا (چناب) میں غرق ہو گئے۔ اب اس نے رعایا کو لوٹنا اور ستانا شروع کیا۔ زمینداروں سے سال بھر کی پیداوار چھین لیتا تھا۔ انہیں پیٹ پالنے کے لئے بھیک مانگنی پڑتی تھی مندروں کو لوٹا، ان کے اوقاف ضبط کئے ہزاروں برہمن قتل کرائے شاستر اور مذہبی کتابیں جمع کر کے زمین میں دفن کرا دیں یہ کتابیں ایسی کثیر تعداد میں تھیں کہ ان کے دفن ہونے سے ایک سدِّ آب (بند) تیار ہو گئی، جو آج تک تولہ مولہ کے راستہ میں موسھو کے نام سے مشہور رہے پرگنہ کامراج میں اسکو تانبے کی ایک کان ملی۔ یہ کان اس کو خواب میں پدمناگ (سانپوں کے بادشاہ) نے بتائی تھی۔ اس تانبے پر اس نے اپنا سکہ مضروب کرایا۔ اس نے چند مواضعات بھی آباد کئے اس نے اپنا لقب ذنیادت ثانی بھی رکھا تھا، ۲۳ سال حکومت کر کے مرا۔

للتا پیڈ جیا پیڈ کا بیٹا تھا یہ فضول خرچ عیاش اور امور سلطنت سے غافل تھا۔ ایک مے فروش کی لڑکی جیا دیوی نام پر عاشق ہو کر اس کو داخل محل کیا۔ اس نے چند مواضعات آباد کئے برہمنوں کو جاگیریں دیں۔ گیارہ سال نو ماہ حکومت کر کے مرا۔ اسکی اولاد جیا دیوی کے بطن سے تھی

سنگراما پیڈ جیا پیڈ کا دوسرا بیٹا تھا۔ اس کا لقب پرتھوا پیڈ بھی تھا۔ سات برس حکومت کر کے مرا۔

چیت جیا پیڈ۔ للتا پیڈ کا بیٹا تھا اس کو برہیت بھی کہتے تھے یہ کمسن تھا۔ اس کے ماموں پدم، مم، آدت، بل، دم منتظم تھے انہوں نے رعیت کو خوب لوٹا جب راجہ ہوشیار ہوا تو اس کے دوسرے بھائی اجتا پیڈ کو مقابلہ پر کھڑا کر دیا۔ اجتا پیڈ نے اس کو معزول کیا۔ یہ بارہ سال حکمران رہا۔

اجتا پیڈ بھائی کو معزول کر کے تخت نشین ہوا۔ یہ برائے نام بادشاہ تھا۔ اصل حکمران اِس کے ماموں تھے جو ظلم و ستم سے دولت حاصل کر کے پانچ حصّے کرتے ایک حصّہ راجہ کو دیتے۔

اور ایک ایک حصّہ خود لیتے۔ آخر ان چاروں میں اختلاف ہوا۔ سخت خونریز لڑائیاں ہوئیں ان لڑائیوں میں مم کے بیٹے لیشودرم نے بڑا نام پیدا کیا۔ راجہ دوسرے ماموں ادت بل کا طرفدار تھا۔ ادت بل کو شکست ہوئی۔ شنلگ شاعر نے بھونا پدیہ نام کتاب اس جنگ کے تذکرے میں تصنیف کی لیشودرم نے راجہ کو معزول کر دیا یہ ۳۷ سال حکمران رہا۔

اننگا پیڈ مم نے سنگراما پیڈ کے بیٹے اننگا پیڈ کو تخت نشین کیا یہ پانچ برس برائے نام حکمران رہا۔ ادت بل اور اس کے بیٹے سودرم نے غلبہ پاکر اسکو معزول کر دیا۔

ادت پلا پیڈ ادت بل نے اجتا پیڈ کے بیٹے ادت پلا پیڈ کو تخت نشین کیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد پھر خانہ جنگی شروع ہوئی۔ انہیں لڑائیوں میں یہ راجہ مارا گیا یہ دو برس حکمران رہا۔

خاندان خمار
سنہ ۸۷۲ء لغایت سنہ ۹۵۶ء

اس خاندان کی اصل حقیقت پر کسی نے روشنی نہیں ڈالی صاحب تکمل تاریخ کشمیر نے جیاد لوی کے خاندان کے لوگوں کے نام سوکھ ورم ششکی ورم وغیرہ پر قیاس کرکے اس خاندان کے بانی اونتی ورم کو اسی خاندان سے قرار دیا ہے۔ میرے خیال میں ان کا یہ خیال دو وجہ سے صحیح ہے ایک یہ کہ چیت جیا پیڈ کے عہد سے اسی خاندان کا غلبہ تھا۔ دوسرے بعض مورخین نے اونتی ورم کے باپ کا نام سکھتو لکھا ہے جو غالباً سوکھ درم کا مخفف ہے

اونتی ورم اپنے سوتیلے بھائی شیرورما کی اعانت سے راجہ ادت پلا پیڈ کو قتل کرکے سنہ ۸۷۲ء میں تخت نشین ہوا۔ یہ عادل باذل قدردان علوم تھا۔ اس کے عہد میں کشمیر میں بڑے بڑے فضلا اور مصنفین جمع تھے۔ کشمیر میں موجد فن تاریخ پنڈت رتناگر اسی کے عہد میں تھا۔ اس نے چند مواضعات آباد کئے۔ اس نے جانورکشی کی ممانعت کر دی تھی۔ اس نے راجوری وغیرہ بعض مقامات قریبہ کو فتح کیا۔ زراعت کو ترقی دی۔ اس کے عہد میں زلزلہ آیا۔ قحط پڑا۔ اٹھائیس سال تین ماہ حکومت کرکے مرا۔

شنکر ورما اونتی ورم کے بعد اس کی اولاد میں تخت کے لئے تنازع ہوا۔ شنکر ورما غالب آیا۔ اس کے بھائی سوکھ ورما نے دوبارہ بغاوت کی مگر کامیاب نہ ہوسکا۔ اس نے پہکلی، دہمنورہ، ہمبر بزورِ شمشیر فتح کئے۔ پرتھی چند والی نگرکوٹ نے خود متابعت اختیار کرلی پھر گجرات پر حملہ کیا۔ علی خان راجہ گجرات نے خوب مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھا کر مغلوب ہوا۔ شنکر ورما نے اس کا ملک اسی کو بخشدیا۔ پھر کابل ہرات غزنی بدخشان پر حملے کرکے پامال کیا۔ ان فتوحات کے بعد زنا اور قمار بازی میں مشغول ہوا۔ جب خزانہ خالی ہوگیا تو رعایا کو لوٹنے لگا۔ مستحقین کی معاشیں ضبط کیں۔ مندروں کا مال لوٹا برہمنوں سے چڑھاوا چھیننے لگا۔ وزن و پیمانے گھٹا دئے تاکہ اجناس کی قیمت بڑھ جائے جب اس طرح بھی ضرورتیں پوری نہ ہوئیں تو لشکر لیکر دریائے سندھ (اٹک) کے کناروں پر غارتگری و مردم آزاری شروع کی جب لوٹ مار کرتا ہوا اوڑی پہنچا تو اس کے بھائیوں کے ایما سے ایک مخالف نے اس کے تیر مارا یہ مرگیا۔ اٹھارہ سال آٹھ ماہ چار دن حکومت کی، تین رانیاں بھی اس کی لاش کے ساتھ ستی ہوئیں۔

گوپال ورما شنکر ورما کا بیٹا تھا۔ یہ عادل و منتظم تھا۔ مگر اس کا باپ جو خرابیاں پیدا کر گیا تھا۔ یہ کماحقہ ان کا انسداد نہ کرسکا۔ اسکی ماں سوگند رانی وزیر و خزانچی سے ملوث ہوگئی گوپال ورما بہت برہم ہوا۔ مگر کچھ نکر سکا۔ ۲ سال ایک ماہ حکومت کرکے مرگیا۔

سنکٹ ورما یہ شنکر ورما کا دوسرا بیٹا تھا۔ بھائی کے بعد تخت نشین ہوا اس نے دس دن حکومت کی۔ بعض نے لکھا ہے کہ تارک الدنیا ہوگیا۔

سوگندا رانی راجہ شنکر ورما کی بیوی تخت نشین ہوئی۔ اس نے چند مواضعات آباد کئے مگر انتظام ملک درست نکر سکی۔ اقوام نایک، آنگی، تانتر نے متفق ہوکر اس کی مخالفت کی آخر دو سال بعد رانی کو حکومت سے دست بردار ہونا پڑا۔

پنگو چونکہ اونتی ورم کی اولاد سے کوئی باقی نہ رہا تھا سوگندا رانی نے پنگو (شیر ورما وزیر کے لڑکے جو اسی کے خاندان سے تھا) کے حق میں سلطنت سے دست برداری کی

لیکن اس پر قبیلہ تانتر راضی نہ ہوا اور پنگو کو معزول کر کے اس کے لڑکے پارتھ کو تخت نشین کر دیا

پارتھ جب تخت ہوا اس کی عمر دس سال تھی اس کے عہد میں سخت قحط پڑا۔ میر دروں پسر شنکر دروں اور سوگند ادت نے جوار اکین سلطنت تھے رعایا کو لوٹنا ستانا شروع کیا۔ ادھر پنگو بیٹے سے سلطنت چھیننے کے درپے ہوا باپ بیٹوں میں جنگ وجدل ہوئی، پنگو کی بیوی بپٹ دیوی وزیرادت سے پھنس گئی میر دروں نے اپنی بہن کی شادی پنگو سے کر دی یہ بھی وزیر سے ملوّث ہوگئی، بیویوں کی عصمت فروشی نے وزرا کو پنگو کا ہمدرد بنا دیا آخر سب نے مل کر پارتھ کو معزول کیا۔ اس نے پندرہ سال ۹ ماہ حکومت کی۔

پنگو اس کا اصل نام نرزتھ ورما تھا بیٹے کی معزولی کے بعد تخت نشین ہوا۔ ایکسال بعد مر گیا۔

چکر ورما پنگو کا دوسرا بیٹا تھا جس کو اس نے ولی عہد بنایا تھا تخت نشین ہوا۔ ۹۵۰ء میں پارتھ نے جمعیت فراہم کر کے حملہ کیا۔ اس جنگ وجدل کے زمانہ میں تانتروں نے راجہ کو معزول کر دیا۔ اس نے دس سال تین ماہ حکومت کی۔

سشیر ورما یہ پنگو کا تیسرا بیٹا تھا۔ بھائی کے بعد تخت نشین کیا گیا، یہ بدچلن تھا، اس نے انتظام سلطنت کرنا چاہا۔ مگر اراکین سلطنت کے سامنے اسکی کچھ پیش نہ گئی۔ ایک سال بعد معزول کر دیا گیا۔

پارتھ بار دوم اسکو دوبارہ تخت نشین کیا گیا۔ تانتروں نے ایکسال بعد اسکو معزول کر دیا۔

چکر ورما بار دوم دوبارہ تخت نشین کیا گیا۔ یہ عیش وعشرت رقص وسرود میں مشغول ہوگیا یہ برہمنیوں کو جبراً داخل محل کرتا۔ ارکان سلطنت نے رعیت کو لوٹنا شروع کیا۔ چھ مہینے کے اندر ہی لوگ اس کے مخالف ہوگئے یہ تاڑ گیا اور بہت سا مال و دولت لیکر کامراج کی طرف بھاگ گیا سنگرام ڈانگر کے یہاں پناہ گزیں ہوا۔

شنبو دروں یہ میر دروں کا لڑکا تھا۔ جب چکر ورما فرار ہوگیا، تانتروں نے اس کو راجہ بنا لیا۔ چکر ورما سنگرام ڈانگر سے مدد لیکر آیا۔ اور ایک سخت جنگ کے بعد کامیاب ہوا

شنبو درون گرفتار ہو گیا۔

چکرورما بار سوم اس نے ظلم و ستم اور عیاشی کا بازار گرم کیا۔ برہمنوں اور شریفوں کی بہو بیٹیوں کو بجبر پکڑتا۔ سنگرام ڈانگر کو جس کی بدولت اسدفعہ اس کو سلطنت نصیب ہوئی فریب سے قتل کیا اس کے رشتیداروں نے محلات شاہی میں گھسکر اس کو معہ اس کی رانی کے قتل کردیا۔ اس دفعہ اس نے ایکسال دس ماہ بیس دن حکومت کی،

اونمتا ورما یہ پارتھ کا لڑکا تھا۔ تخت نشین کردیا گیا۔ یہ چکرورما سے بھی زیادہ ظالم اور بدکردار تھا اس نے حاملہ عورتوں کے حمل گرائے بہت سے بے گناہوں کو تہ تیغ کیا۔ اس کا باپ پارتھ تارک الدنیا ہوکر فقر و مسکنت کی زندگی بسر کر رہا تھا اس کو اور تمام اہل خاندان کو قتل کرادیا دو سال ایک ماہ حکومت کرکے لاولد مرا۔

شیر ورما اونمتا ورما کی رانی نے ایک بچے کو متبنی کرلیا تھا۔ اس کا نام شیر ورما تھا۔ اونمتا ورما کے بعد ۹۵۶ء میں یہ تخت نشین کیا گیا۔ کملا درون نے مراج سے آکر اس پر حملہ کیا۔ یہ قتل ہوا۔ ایکماہ حکمران رہا۔

کملا درون خود تخت نشین ہو گیا۔ لیکن اس کو اہل ملک نے پسند نکیا۔ اور راجہ پرورسین کی نسل سے ایک شخص یوشسکر نام کو ۹۵۶ء میں تخت نشین کیا۔

خاندان مالوہ بار پنجم
۹۵۶ء لغایت ۹۶۶ء

یوشسکر اس نے عدل و عطا سے نو سال ۹ ماہ حکومت کی مفید قوانین نافذ کئے مدرسے قایم کئے اپنے زمانہ علالت میں اپنے چچازاد بھائی ورنٹ کو تخت نشین کیا۔

ورنٹ اس نے ایکدم سختی شروع کی یوشسکر ابھی زندہ تھا بیمار تھا۔ اس نے اسکو معزول کردیا۔ ۶ دن حکومت کی۔

سنگرامدیو ورنٹ کو معزول کرکے یوشسکر نے اپنے نابالغ بیٹے سنگرامدیو کو تخت نشین کیا۔

یوشسکر کے بعد ایک شخص پروہ گپت نے اس کو پکڑ کر دریا میں ڈبو دیا اس نے ۶ ماہ حکومت کی
پروہ گپت یہ پرگنہ اڈون کے زمیندار سنگرام گپت کا بیٹا تھا۔ راجہ اونمتاورما کے زمانہ میں مصاحبین شاہی میں داخل ہوا۔ آخر سنگرام دیو کا خاتمہ کر کے خود تخت نشین ہو گیا۔ یہ نہایت ظالم اور عیاش تھا۔ راجہ یوششکر کی بیوہ گوری نام کو اس نے طلب کیا اس نے آگ میں جل کر اپنی عصمت بچائی۔ ایک سال تین ماہ تین دن حکومت کر کے مرا،
کھیمہ گپت پروہ گپت کا بیٹا تھا یہ عیاش ظالم، قمار باز تھا، رقص و سرود میں مشغول رہتا۔ اکثر زنانہ لباس پہنتا۔ اس کی رانی راجہ لوہر کوٹ کی بیٹی تھی، ویدا رانی نام تھا۔ راجہ اس پر عاشق تھا اس لئے رانی کا سب پر اقتدار تھا۔ وزیر پھلگن نے رانی کا اقتدار گھٹانے کیلئے اپنی لڑکی چندر لیکھا نام راجہ کی نذر کی، اس رانی کو ویدا رانی کی طرح کامیابی نہیں ہوئی۔ اس لئے وزیر پھلگن ویدا رانی سے کبیدہ خاطر تھا۔ یہ راجہ بلیوں کا شکار کھیلا کرتا تھا۔ ایکدن شکار کے لئے جنگل میں گیا اس نے ایک گیدڑ دیکھا جس کے منہ سے آگ کے شعلے نکلتے تھے یہ خوف سے بیمار ہو گیا چند روز بعد مر گیا۔ آٹھ سال چھ ماہ گیارہ دن حکومت کی۔
(گیدڑ کے منہ سے آگ کے شعلے نکلنے تو افسانہ معلوم ہوتا ہے۔ ایک زنانہ مزاج بلیوں کے شکاری کا گیدڑ سے ڈر جانا قرین قیاس ہے)

ابھی منیو کھیمہ گپت کا بیٹا تھا۔ کم سنی میں تخت نشین ہوا۔ اس کی ماں ویدا رانی منتظم سلطنت تھی۔ پھلگن وزیر نے بغاوت کی، بارہ مولہ میں جنگ ہوئی۔ رانی نے رو کر کہا کہ اگر میرا شوہر نہ مرتا تو تم لوگ میری سلطنت کے درپے نہ ہوتے۔ پھلگن وزیر کے دل پر اس کا اثر ہوا اور وہ جنگ سے دست کش ہو کر پونچھ کی طرف چلا گیا۔ پرگنہ مراج میں مہمن شور نے بغاوت کی اسکے مقابلہ کیلئے رانی نے نرواہن وزیر کو بھیجا، مہمن شور مارا گیا۔ راجہ تھنکن والی شاہی چڑھ آیا اسکے مقابلہ کیلئے رانی نے زیر کمان لیشور لشکر روانہ کیا۔ لیشور راجہ کو گرفتار کر لایا۔ اور بہت سا لوٹ کا مال لایا رانی کے سامنے پیش کیا۔ رانی بہت خوش ہوئی۔ رانی نے اس کا مرتبہ بڑھایا۔ یہ مغرور

ہوکر خودسر ہوگیا۔ رانی نے اس کی جلاوطنی کا حکم دیا یہ مقابلہ پر آمادہ ہوگیا۔ نرواہن وزیر نے اس کو مغلوب کرکے ملک بدر کیا کچھ دنوں کے بعد رانی نے کسی بات پر نرواہن وزیر کو سخت سُست کہا نرواہن کبیدہ خاطر ہوکر وزارت سے دست کش ہوگیا۔ رانی نے پونچھ سے وزیر پھلگن کو طلب کیا جب یہ وزیر معہ اپنی فوج کے آیا اس کی فوج نے شہر میں خوب لوٹ گھسوٹ مچائی۔ اسی زمانہ میں سری نگر میں آگ لگی، تمام شہر جل کر خاکستر سیاہ ہوگیا۔ لیکن رانی نے جلد شہر کی تعمیر شروع کردی۔ تیرہ سال دس ماہ حکومت کرکے ابھی مینو مرگیا۔

نندی گپت ابھی مینو کا بیٹا باپ کے بعد ۹۹۰ء میں تخت نشین کیا گیا لیکن اصل حکمران رانی تھی۔ کچھ عرصہ کے بعد راجہ نے کاروبار سلطنت میں مداخلت شروع کی۔ رانی کو ناگوار ہوا۔ اس نے پوتے کو زہر دیکر دنیا سے رخصت کیا۔ یہ ایکسال ایکماہ نوروز حکمران رہا۔

ترBھون گپت نندی گپت کا بھائی تخت نشین کیا گیا دوسال بعد رانی نے اس پوتے کو روانہ عادم کیا۔

بھیمہ گپت ترBھون گپت کا نابالغ لڑکا تخت نشین کیا گیا۔ اسی زمانہ میں پھلگن وزیر مرگیا۔ دوسرا وزیر بوئی نام تھا اس کو رانی نے زہر دے کر ہلاک کیا۔ اور اپنے دوست کلش دیوکو وزیر بنالیا۔ پونچھ سے تونگ نام ایک گوجر خط لیکر آیا۔ رانی اس پر عاشق ہوگئی اوّل تو اس سے خفیہ تعلق رکھا۔ پھر شادی کرلی۔ بھیمہ گپت نے جب ہوش سنبھالا تو اسکو اس نئے دادا کی اطاعت گران معلوم ہوئی۔ رانی کو جب یہ معلوم ہوا تو اس کو بھی اس کے باپ کے پاس چلتا کردیا۔ یہ پانچ سال چار ماہ برائے نام حکمران رہا۔

ویدا رانی، سب کو مار کر آخر ۹۹۸ء میں رانی خود تخت نشین ہوئی۔ پرتھی راج راجہ راجوری نے سرکشی کی۔ رانی نے اپنے شوہر تونگ کی سرکردگی میں لشکر روانہ کیا تونگ نے راجہ کو شکست دیکر راجوری میں آگ لگادی۔ ۱۰۱۵ء میں سلطان محمود غزنوی نے حملہ کیا مگر موسم کی ناموافقت کے باعث سری نگر تک نہ پہونچ سکا۔ راستے ہی سے لوٹ گیا

راجہ پروہ گپت کی اولاد میں تو کوئی باقی نہ رہا تھا اس لئے رانی نے اپنے بھتیجے سنگرام دیو کو سنگرام راج خطاب دیکر ولی عہد کیا۔ ۱۰۰۳ء میں اٹھارہ سال چار ماہ آٹھ دن حکومت کر کے مری (سلطان محمود غزنوی کا پہلا حملہ کشمیر پر ۱۰۱۶ء اور دوسرا ۱۰۲۰ء میں ہوا۔

خاندان لوہر کوٹ

۱۰۰۳ء لغایت ۱۱۷۱ء

سنگرام راج ویدا رانی کے بھائی اودے راج کا بیٹا تھا۔ رانی کے بعد تخت نشین ہوا اس نے تونگ کو وزیر بنایا۔ یہ امر برہمنوں کو ناگوار گذرا۔ اور بغاوت کی۔ تونگ نے برہمنوں کی خوب گوشمالی کی۔ قتل کیا قید کیا جاگیریں ضبط کیں راجہ انند پال والی لاہور سلطان محمود غزنوی سے شکست کھا کر کشمیر آیا۔ اور سنگرام راج سے مدد کا خواستگار ہوا۔ سنگرام نے زیر کمان تونگ لشکر روانہ کیا یہ لشکر شکست کھا کر واپس آیا۔ سلطان نے ۱۰۲۳ء (۱۰۲۰ء صحیح ہے) میں راجہ کشمیر کی گوشمالی کا ارادہ کیا۔ مگر موسم اور راستے کی خرابی سے راستے ہی سے لوٹ گیا۔ اس راجہ نے ظلم و ستم شروع کیا۔ اس نے وزیر بدبشور نے مندروں کو لوٹا۔ راجہ اپنی ایک رانی شری لیکھا کی محبت میں ایسا محو ہوا کہ کاروبار سلطنت کی مطلق خبر نہ رہی۔ (۲۴) سال ۹ ماہ حکومت کر کے ۱۰۲۸ء میں مرا۔

ہری راج سنگرام راج کا بیٹا تخت نشین ہوا۔ رانی شری لیکھا نے اس خیال سے کہ میں تخت نشین ہو جاؤنگی بائیس ۲۲ دن کے بعد اس بیٹے کو زہر دیکر ہلاک کیا اور خود تخت نشین ہونا چاہا مگر اراکین سلطنت رضامند نہ ہوئے۔

اننت دیو۔ امراء نے سنگرام راج کے دوسرے بیٹے اننت دیو کو تخت نشین کیا۔ اس کی عمر دس سال تھی۔ سنگرام راج کے بھائی اگرہ راج نے جو لوہر کوٹ میں حکمران تھا حملہ کیا۔ اسی جنگ میں مارا گیا۔ کشمیری لشکر نے لوہر کوٹ پہونچکر شہر کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور قلعہ کو آگ لگادی اس کے وزیر رودرپال اور اس کے درباری مسخرے ڈلک اور اس کے

داروغہ اصطبل نے جو بہت منہ چڑہے بنے رعایا کو خوب لوٹا ستایا۔ اور مندروں کو لوٹا۔ اس کا ایک وزیر تربھون نام باغی ہوگیا مگر شکست کھا کر بھاگا۔ کچھ دنوں کے بعد سات راجاؤں کو ابھار کر چڑھا لایا۔ اس حملہ آور لشکر کا سپہ سالا راجہ دارو تھا۔ ایک خونریز جنگ کے بعد راجہ دارو مارا گیا حملہ آور منتشر ہوگئے۔ وزیر رودرپال بے شمار مال غنیمت لیکر راجہ کے حضور میں حاضر ہوا پھر راجہ چمبہ نے بغاوت کی مگر شکست کھائی۔ اس کے ایک وزیر ادت بل نام نے اندہونکی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ جاری کیا۔ اننت دیو کی شادی جالندہر کے راجہ کی لڑکی شریمتی نام سے ہوئی تھی یہ رانی حسن صورت کیساتھ حسن سیرت سے بھی آراستہ تھی۔ راجہ کو اس سے بیحد محبت تھی۔ اس نے راجہ کو سمجھا کر ظلم و ستم سے باز رکھا۔ اور صدقہ اور خیرات پر مایل کیا۔ سو گاؤں برہمنوں کو جاگیریں دلائے چند علما سے کتابیں تصنیف کرائیں۔ یہ راجہ آخر اس رانی کے مشورے سے تخت سلطنت سے دستکش ہوکر تارک الدنیا ہوگیا۔ اس نے تریپن ۵۳ سال حکومت کی۔

کلشن دیو۔ اننت دیو نے ۱۰۶۴ء میں تخت سلطنت اپنے بیٹے کلشن دیو کو سپرد کیا کلشن دیو عیاشی، قماربازی میں مشغول ہوا۔ اپنی چچی اور اس کی لڑکی دونوں سے تعلق پیدا کیا۔ کلہن پنڈت اپنی راج ترنگنی میں لکھتا ہے کہ وہ بے کھٹکے اپنی بیٹی سے ناجائز تعلق رکھتا تھا۔ شرفا کی عورتوں کی عصمت دری کرتا ہر وقت نشے میں مخمور رہتا۔ یتیموں کو ستاتا، مندروں کو لوٹتا اس نے جنایت بھی توڑے تھے۔ (راج ترنگنی ص ۶۷۴) جب اننت دیو کو اس کی آوارگی کی اطلاع ہوئی تو اس کو تخلیہ میں بلا کر سمجھایا۔ مگر اس پر کچھ اثر نہ ہوا آخر اننت دیو ناراض ہوکر سب زر و جواہر لیکر مندر بجے شور میں جا بیٹھا۔ کلشن دیو لشکر لیکر باپ پر چڑھ آیا اس کی ماں شریمتی نے برہمنوں اور امیروں کے ذریعہ سے اس کو فہمایش کرائی۔ یہ لشکر کشی سے باز رہا۔ مگر سری نگر آکر باپ کے ہمراہیوں اور ملازموں کے مکانات کو آگ لگادی یہ سنکر اننت دیو اور برہم ہوا اور اپنے پوتے ہرش دیو کو بجبہارہ میں طلب کیا تاکہ اس کو گدی نشین کرے۔

کلش دیو نے جب یہ سُنا بہت گھبرایا اور باپ کے پاس آکر معافی چاہی اور اس کو رضامند کر کے ساتھ لے آیا۔ دو مہینے بعد باپ کو قید کرنے کی فکر کرنے لگا۔ اننت دیو کو اطلاع ہوگئی یہ بیجبہارہ کو کو بھاگ گیا۔ کلش دیو نے باپ کے ملازموں کو گرفتار کر کے گھاس میں لپیٹ کر زندہ جلوا دیا، ایکدن دفعتاً بیجبہارہ جا پہونچا، رات کے وقت باپ کے محل اور شہر کو آگ لگادی اننت دیو اور اس کی بیوی جان بچاکر بھاگے۔ اوس کا تمام مال و اسباب جل کر خاک سیاہ ہوگیا۔ اننت دیو نے رانی کے زیورات فروخت کر کے ملازموں کے لئے سامان بہم پہونچایا صبح کے وقت اننت دیو کی رانی کو ایک جواہرات کا بنا ہوا النگ ملا جو جلنے سے بچ رہا تھا۔ اس کو رانی نے ستر لاکھ دینار کو تاک خاندان کے ایک مسلمان سوداگر کے ہاتھ فروخت کیا۔ (راج ترنگنی ۳۲۶) کلش دیو کے عہد میں ورج برور (ایک موضع سری نگر سے تیس میل) میں ایک مسلمان خاندان آباد تھا۔ یہ تاک کے نام سے مشہور تھا یہ لوگ تاجروں کی حیثیت میں بہت بڑی شہرت رکھتے تھے (راج ترنگنی حاشیہ ۳۲۶) اننت دیو ایک کوٹھری تعمیر کرا کر عبادت میں مشغول ہوگیا۔ کلش دیو نے پیغام بھیجا کہ اگر زندگی کی ہوس ہے تو کشمیر سے چلے جاؤ پونچھ وغیرہ میں جاکر عبادت کرو ورنہ ذلیل ہوگے۔ تکلیف اُٹھاؤ گے اننت دیو نے یہ پیغام سنکر بیوی سے کہا کہ تیری ناقص رائے کی بدولت مجھ کو یہ روز بد دیکھنا پڑا۔ اس پر میاں بیوی میں سخت کلامی ہوگئی۔ اننت دیو نے چھری مار کر اپنے آپ کو ہلاک کیا۔ رانی بھی خاوند کی لاش کے ساتھ ستی ہوگئی۔

راجہ سہج پال والی راجوری مرگیا اس کی جگہ اس کا بیٹا سنگرام پال تخت نشین ہوا۔ سہج پال کے بھائی مدن پال نے بغاوت کی سنگرام پال چچا کے مقابلہ سے عاجز آیا۔ اسکی بہن نے کلش دیو سے امداد کی درخواست کی کلش دیو نے بسر کردگی جیانند لشکر بھیجا مدن پال نے شکست کھائی، کچھ دنوں کے بعد مدن پال نے پھر سر اُٹھایا۔ کلش دیو کے سپہ سالار بپیٹ نے اس کو شکست دیکر گرفتار کرلیا۔ کلش دیو نے قرب وجوار کے تمام راجاؤں کو زیر کرلیا تھا۔ اس نے بیجبہارہ کے قریب ایک شہر آباد کیا تھا۔ بیجبہارہ سری نگر اور اسلام آباد کے درمیان میں ہے کلش دیو نے بدظن ہوکر اپنے

بیٹے ہرش دیو کو قید کر دیا۔ ہرش دیو کی ماں نے اس غم میں خودکشی کر لی۔ کلش دیو نے اپنے دوسرے بیٹے ادت کرشن کو ولیعہد بنایا۔ کلش دیو رسم تنترک ادا کرنے کا بڑا شایق تھا۔ اس رسم میں اپنے گرو کے ساتھ خوب شراب نوشی کرتا تھا۔ کیونکہ اس رسم میں شراب پی جاتی ہے (راج ترنگنی ۶۵۲) آٹھ سال حکومت کر کے ۱۱۰۲ء میں مرا۔ ممکا جیہ اور شادی شدہ رانیاں اور ایک مدخولہ عورت جے منی اس کے ہمراہ جل مریں (راج ترنگنی ۶۷۶)

ادت کرشن تخت نشین ہوا اور اپنے چھوٹے بھائی بجے مل کو وزیر بنایا بجے مل نے درخواست کی کہ ہرش دیو کو رہا کر دیا جائے اس نے یہ درخواست منظور نہ کی اس پر بجے مل ناراض ہو کر بھاگ گیا اور لار ہو کر جمعیت فراہم کر کے سری نگر پر حملہ کر دیا راجہ نے داروغہ جیل کو حکم دیا تھا کہ اگر میں تیرے پاس سرخ نگینے کی انگوٹھی بھیجوں تو تو ہرش دیو کو قتل کر دینا اور اگر سبز نگینے کی بھیجوں تو رہا کر دینا جب میدان کارزار گرم ہوا تو اس کو مناسب معلوم ہوا کہ ہرش دیو کا خاتمہ کر دے اس نے داروغہ کے پاس انگشتری بھیجی مگر جلدی میں سرخ کی جگہ سبز بھیجدی داروغہ نے ہرش دیو کو رہا کر دیا۔ ہرش دیو رہا ہو کر حملہ آور لشکر سے آملا اور گھمسان کی جنگ شروع ہوئی، ادت کرشن نے جب شکست کے آثار دیکھے خودکشی کر لی۔ یہ ۲۲ دن حکمران رہا۔

ہرش دیو نے تخت نشین ہو کر بجے مل کو وزیر بنایا اور حسن و خوبی سے انتظام سلطنت جاری ہوا یہ راجہ علم ادب اور موسیقی کا ماہر تھا۔ اہل علم کی قدر کرتا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد بجے مل سے مخالفت ہو گئی دونوں میں جنگ ہوئی بجے مل شکست کھا کر وردستان کو بھاگ گیا اور راجہ وردستان سے مدد لیکر آیا۔ مگر راستے میں شدۃ برف سے مع فوج ہلاک ہو گیا۔ اس فتح غیبی نے ہرش دیو کو مغرور کر دیا اور اس کی حالت بدل گئی۔ شراب خوری۔ قمار بازی عیاشی میں مشغول ہو گیا۔ بقول مؤلف گلدستہ کشمیر ہمشیرہ سے بھی ملوث تھا اس کے عہد میں وبا پھیلی قحط پڑا سیلاب آیا۔ اس نے میوہ دار درخت کٹوائے۔ مندروں کا روپیہ ضبط کیا۔ سونے چاندی کے بت فروخت کر دئے۔ برہمنوں کو قتل کیا۔ اس کے محل میں تین سو ساٹھ رانیاں تھیں اس پر

بھی زناکاری سے باز نہ آتا تھا۔ وار دستان پر چڑھائی کی۔ راجہ دار و نے شکست دی یہ بھاگا راجہ دار و نے تعاقب کیا۔ لیکن اس کے چچازاد بھائی اوسچل و سوسل نے دلیری سے مقابلہ کر کے اس کو گرفتار ہونے سے بچایا۔ راجہ بھون نے لوہر کوٹ پر حملہ کیا ہرشدیو نے اس کے مقابلہ پر گندہرب نام سپہ سالار کو بھیجا۔ گندہرب نے راجہ کو شکست دی پھر سنگرام والی راجوری نے سرکشی کی۔ گندہرب نے اس کو بھی زیر کیا۔ گندہرب کی ان خدمات سے خوش ہو کر ہرشدیو نے لوہر کوٹ اس کو بخشدیا۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد اس سے ناخوش ہو گیا۔ گندہرب معہ عیال و اطفال کاشی کو چلا گیا۔ اقوام ڈانگر ولوں نے بغاوت کی ہرشدیو نے ان کا اور ان کے ساتھ برہمنوں کا قتل عام کرایا۔ پھر اس نے اپنے چچازاد بھائیوں اوسچل اور سوسل کو قید کرنا چاہا اوسچل راجوری کو سوسل لار کو بھاگ گئے اوسچل نے جمعیت فراہم کر کے مراج پر حملہ کیا مگر شکست کھا کر بھاگا۔ ہرشدیو مناور پر سپور و پٹن کو لوٹ کھسوٹ کر واپس ہوا اوسچل کو جب ہرشدیو کی واپسی کی خبر ملی۔ بارہ مولہ میں آکر قدم جما بیٹھا۔ سوسل بھی جمعیت فراہم کر کے بھائی سے آملا۔ ادہر ان کے ماموں انند نام نے اقوام ڈانگر اور لون سے ساز باز کر کے کامراج میں بغاوت کرا دی ان لڑائیوں میں ہرشدیو کا سپہ سالار چندراج مارا گیا اور سوسل اور اوسچل متفق ہو کر دار السلطنت پر حملہ آور ہوئے ہرشدیو بھاگا۔ فاتحوں نے شاہی محلات کو آگ لگا دی۔ شہر میں خوب قتل و غارت کیا ہرشدیو ایک فقیر کی جھونپڑی میں جا چھپا اوسچل کے ایک سپاہی نے پہچان کر اس کے کپڑے اتار لئے اور قتل کر کے ننگی لاش کو پڑا چھوڑ گیا۔ ایک لکڑ ہارے نے رحم کھا کر اس کو جلایا اس نے گیارہ سال ۸ ماہ ۲۲ دن حکومت کی۔ ہرشدیو کی حماقت کی بہت سی کہانیاں کلہن پنڈت نے لکھی ہیں۔

اور اس کے چال چلن کے متعلق لکھا ہے کہ اس کے باپ کی جن رانیوں نے اسے اپنی گود میں لٹایا تھا انہیں یہ بغل میں لیکر بوسے دیا کرتا تھا۔ اور متواتر ان کے ساتھ عیش و عشرت میں محو رہتا تھا اس نے اپنی بہنوں کے ساتھ بدفعلی کرنے میں بھی فرق نکیا (راج ترنگنی ص۲۵۷) کسی گاؤں یا قصبہ یا شہر میں کوئی بھی مندر ایسا باقی نہ تھا جسے اس ترشک راجہ ہرش نے ناپاک نکیا ہو (راج ترنگنی ص۱۸۹)

ہرش چونکہ بت شکن اور دیوتاؤں کی مورتیوں کو بیحرمت کرنے والا تھا۔ اس لئے اس کے لئے لفظ ترشک استعمال کیا ہے (راج ترنگنی حاشیہ ص۱۸۷) سب سے پہلے اس نے کشمیر میں ۱۱۰۳ء میں ایک پل کشتیوں کا بنایا (شباب کشمیر)

اوسچل ہرشدیو کے بعد ۱۱۰۴ء میں اوسچل تخت نشین ہوا۔ اس نے باقاعدہ و باضابطہ حکومت کی۔ البتہ سخت کلامی اور باہم لوگوں کو لڑاتے رہنے کا عادی تھا۔ اسنے اپنے بھائی سوسل کو لوہر لوٹ کا علاقہ دیدیا۔ اوسچل اہل علم کی قدر کرتا تھا۔ اس نے امن و امان قایم کیا، زراعت کو ترقی دی۔ منہدمہ منادر کی مرمت کرائی۔ اس کی بدزبانی وغیرہ کی وجہ سے لوگ اس سے منحرف ہو گئے۔ سوسل نے لوہر کوٹ سے حملہ کیا مگر شکست کھائی۔ راجہ دارو نے حملہ کیا اس نے بھی شکست کھائی۔ راجہ ہرشدیو کا صغر سن پوتا بکھاچر نام تھا۔ اوسچل نے اس کے قتل کا حکم دیا جلادنے بکھاچر کی کم عمری اور بے گناہی سے متاثر ہو کر اس کو کسی طرح بچا کر راجہ نروام والی مالوہ کے پاس پہونچا دیا۔ راجہ مالوہ نے اس کو اولاد کی طرح پالا۔ ۱۱۲۴ء میں کوہ سوم جی واقع کامراج سے آتش فشانی شروع ہوئی اوسچل تھوڑے سے سپاہی ساتھ لیکر اس کے درشن کرنے گیا وہاں ڈانگروں نے اس پر شبخون مارا راجہ یوشسکر کی نسل کے دو شخص چھوڈ اور رڈ حملہ آوروں میں شامل تھے۔ اس بلوے میں اوسچل اپنے ساتھیوں سے جدا ہو گیا، مشہور ہو گیا کہ اوسچل مارا گیا۔ چھوڈ اور رڈ راتوں رات دارالسلطنت میں پہونچکر راجہ بن گئے۔ اوسچل بھی آکر اپنے محل میں مقیم ہوا صبح کو جب اوسچل برآمد ہوا۔ تو چھوڈ اور رڈ کامراج کی طرف بھاگ گئے مگر اوسچل کی فکر میں لگے رہے آخر ایکدن حیلے سے محلسرائے کے دروازے پر رڈ نے اس کو قتل کیا اوسچل نے دس سال ۴ ماہ ایکدن حکومت کی۔ اس کی لاش کے ساتھ اس کی رانیاں معہ چھتر و چنور ستی ہوئیں۔

رڈ اوسچل کو قتل کر کے رڈ تخت نشین ہوا۔ صبحکو اوسچل کے سپہ سالار نے اس پر حملہ کر کے اس کو مع ہمراہیوں کے قتل کیا۔ یہ ایک رات حکمران رہا۔

سلہن اوچل کا سوتیلا بھائی اوچل کی جگہ ۱۱۲۵ء میں بعد قتل رڈ تخت نشین کیا گیا۔ سوسل نے جمعیت فراہم کرکے حملہ کیا مگر شکست کھائی۔ کچھ دنوں کے بعد راجہ اور سپہ سالار گگہہ چندر میں مخالفت ہوگئی، سپہ سالار نے سوسل کو اُبھارا اُس نے حملہ کیا۔ راجہ نے سپہ سالار کو اس کے مقابلہ کے لئے بھیجا یہ پہلے ہی اس سے سازش کر چکا تھا۔ اس کو ساتھ لیکر دارالسلطنت میں آپہونچا سلہن قلعہ بند ہوگیا۔ سوسل اور سپہ سالار دروازہ توڑکر قلعہ میں داخل ہوئے اور سلہن کو معہ اس کے بھائی لوٹن کے گرفتار کر لیا۔ اس نے ۳ ماہ ۲۷ دن حکومت کی۔

سوسل تخت نشین ہوا یہ بہادر اور ذی حوصلہ اور مدبّر تھا۔ سپہ سالار سے جس کی وجہ سے اس کو سلطنت نصیب ہوئی تھی اس کی مخالفت ہوگئی۔ اس وزیر نے راجہ اوچل کے بیٹے کو اُبھارا اور خود اس کا شریک ہوکر بغاوت کی مگر شکست کھا کر اوچل کا لڑکا تو بھاگ گیا وزیر اپنے قلعہ میں قلعہ بند ہوگیا۔ سوسل نے محاصرہ کر لیا۔ آخر تنگ آکر وزیر باہر آیا۔ اور سوسل کے پیروں پر گر پڑا۔ سوسل نے اس کا قصور معاف کر دیا۔ ایکدن سوسل شکار کو گیا۔ قوم ڈانگ کے باغیوں نے اس پر حملہ کیا۔ یہ زخمی ہوا مگر جان سلامت لیکر گھر آگیا۔ ۱۱۲۳ء میں کشمیر میں آگ لگی شہر کے مکانات، ہٹہ، منڈیاں اور دوسری عمارات سب جل کر راکھ ہوگئیں (شباب کشمیر صفحہ ۱۱۳) ۱۱۳۱ء میں راجہ دیلوک والی براگ کشمیر میں تیرتھوں کی جاترا کے لئے آیا۔ اس کے ساتھ بکھاچر راجہ ہرشدیو کا پوتا بھی تھا۔ اس نے لوگوں سے سازباز کرکے اور سوپال راجہ راجوری اور ڈگربل والی بہلول کی مدد سے علم بغاوت بلند کیا۔ آخر سوسل بھاگ کر سیہ بٹ راجہ تاپر کے یہاں پہونچا اس راجہ نے سوسل کو گھیر لیا اور خفیہ بکھاچر کو اطلاع دیدی۔ اس کا سپہ سالار اس کی گرفتاری کو آپہونچا سوسل لڑ بھڑ کر بھاگ نکلا اور تن تنہا لوہر کوٹ جا پہونچا۔ اس نے آٹھ سال چھ ماہ اٹھارہ روز حکومت کی۔

بکھاچر سوسل کے بھاگنے کے بعد ۱۱۲۳ء میں تخت نشین ہوا۔ اس نے تھوڑے دنوں تک تو عدل وانصاف سے حکومت کی پھر عیاشی ولہو ولعب میں مشغول ہوگیا۔ شراب خوری اور

زناکاری میں ایسا محوا ہوا کہ شرم وحیا اور عاقبت بینی سب کو بالائے طاق رکھدیا رعایا بددل ہوگئی وزیر کی بیوی پر قبضہ کرلیا۔ اور وزیر کو لوہر لوٹ سوسل کی گرفتاری کے لئے بھیجا۔ وزیر اس سے سازباز کرکے اور بہت سی جمعیت فراہم کرکے اس کو لیکر آپہنچا بکھاچر نے مقابلہ کیا۔ راجہ چوری نے بھی اس کی مدد کی مگر سوسل غالب آیا۔ بکھاچر بھاگ نکلا اس نے چھ ماہ ۱۲ دن حکومت کی۔

سوسل بار دوم بکھاچر کے بھاگنے کے بعد سوسل دوبارہ تخت نشین ہوا۔ مگر بکھاچر نے ہمت نہ ہاری۔ راجگان کوہستان سے مدد لیکر چڑھ آیا۔ چکدر میں آگ لگادی، ہزاروں حیوان انسان معہ مال و اسباب جل گئے۔ مگر شکست کھائی اور بھاگ گیا۔ کچھ دنوں کے بعد جمعیت فراہم کرکے پھر حملہ کیا عرصہ تک باہم جنگ وجدل رہی اور ان لڑائیوں سے ملک تباہ ہوگیا۔ قحط پڑا۔ آخر سوسل حکومت اپنے بیٹے جے سنگھ کو سپرد کرکے خود دست کش ہوگیا۔ اس دفعہ اس نے ایکسال ۳ ماہ ۲۴ دن حکومت کی۔

جے سنگھ تخت نشین ہوا بکھاچر برابر حملے کرتا رہا۔ اس کا دفاع سوسل نے اپنے ذمہ لیا بکھاچر اور سوسل لڑتے رہے جے سنگھ بے کھٹکے حکومت کرتا رہا۔ اس نے خوب انتظام سلطنت کیا مگر لوگوں کے بہکانے سے باپ کا مخالف ہوگیا۔ اور بکھاچر سے نامہ و پیام شروع کیا۔ بکھاچر نے سوسل کے ایک ملازم نبل نام سے سازش کی، نبل نے سوسل کو قتل کردیا۔ اور اس کا سر لیکر بامید انعام بکھاچر کے پاس کو چلا راستے میں جے سنگھ کے سپاہیوں نے اُسے پکڑکر قتل کردیا۔ اب جے سنگھ خود بکھاچر کے مقابلہ کو نکلا خوب گھمسان کی جنگ ہوئی۔ بکھاچر مارا گیا۔ پھر لوٹن نے بغاوت کی یہ بھی مارا گیا۔ کلہن پنڈت مورخ کشمیر اسی زمانہ میں تھا۔ انہیں دنوں میں چنگیز خان نے پنجاب پر حملہ کیا۔ چنگیز خان کے مقابلہ کیلئے جو راجے جمع ہوئے تھے۔ ان میں جے سنگھ بھی تھا اس کے بعد ایک اور جنگ ہوئی جسے کلہن ترکوں کی جنگ لکھتا ہے۔ اس جنگ کا صحیح طور پر پتہ نہیں چلتا اسی جنگ میں ۱۱۲۶ء میں جے سنگھ مارا گیا۔ اس نے عدل و انصاف سے ۲۶ سال گیارہ ماہ ۲۷ دن

پرمانو یہ جے سنگھ کا بیٹا تھا۔ احمق اور ظالم تھا جب تک اس کا وزیر مولچند زندہ رہا کاروبار سلطنت بخوبی چلتا رہا۔ اس کے بعد جو وزیر ہوئے وہ ستم شعار تھے اس نے سات سال ۶ ماہ ۱۰ دن حکومت کی۔

ورنی دیو، پرمانو کا بیٹا یہ سات برس حکومت کرکے ۱۱۷۷ء میں لاولد مرا

(نوٹ) جے سنگھ کے عہد میں چنگیز خان کا حملہ لکھا ہے یہ غلط ہے چنگیز خان جلال الدین شاہ خوارزم کے تعاقب میں ہندوستان آیا۔ یہ زمانہ سلطان التمش کا تھا ۱۲۲۱ء میں۔

خاندان اوپادیو

۱۱۷۷ء لغایت ۱۳۲۶ء

اوپادیو۔ ورنی دیو کے لاولد مرنے پر اوپادیو نام شخص غیر راجہ منتخب کیا گیا یہ بیوقوف تھا۔ اس کے عہد میں بربادی وتباہی کے سوا اور کچھ نہ ہوا۔ (۹) سال ۸ ماہ حکومت کرکے مرا،

رسیہ دیو اوپادیو کا بھائی تخت نشین ہوا۔ یہ بھی عقل و دانش میں اپنے بھائی کا ہموزن تھا۔ برہمنوں نے بغاوت کی مگر شکست کھائی۔ یہ راجہ ۱۸ برس ۱۳ دن حکومت کرکے مرا،

جگدیو رسیہ دیو کا بیٹا یہ عادل وسخی و مدبّر تھا۔ امرا لوٹ کھسوٹ عادی ہورہے تھے ان کو یہ انتظام واہتمام پسند نہ آیا۔ سب نے متفق ہوکر راجہ کو نکال دیا۔ راجہ پھر جمعیت فراہم کرکے آیا۔ اور سب کو شکست دیکر قبضہ کرلیا۔ ۱۲۱۸ء میں اس کے ایک مصاحب پدم نام نے اسکو زہر دے کر مار ڈالا۔ اس نے ۱۴ سال ۳ ماہ ۱۳ دن حکومت کی

پدم۔ پدم نے جب جگدیو کا خاتمہ کردیا تو اس کے خاندان پر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا۔ جگدیو کا بیٹا راج دیو کشتوار کو بھاگ گیا۔ پدم تخت نشین ہوگیا۔ راج دیو جمعیت فراہم کرکے آیا۔ باہم جنگ و جدل ہوئی پدم کو اسی کے ایک سپاہی نے قتل کردیا۔ اس نے بھی مہینہ دو مہینہ کچھ حکومت کرلی۔

راج دیو پدم کے قتل کے بعد ۱۲۱۸ء میں راجدیو تخت نشین ہوا اس نے عدل و انصاف

سے حکومت شروع کی اس کے وزیر بلادچند جاگیردار لار نے بغاوت کی مگر باہم صلح ہوگئی پھر قوم ٹٹ نے بغاوت کی راجہ نے ان کا قتل عام کرایا۔ اس کے عہد میں جملا اچارج ایک فاضل نے کتاب ارمانن بچار تصنیف کی راجہ نے اس صلہ میں موضع جمال نگر جاگیر میں دیا۔ اس راجہ نے چند مواضعات بھی آباد کیے (۲۳) سال ۳ ماہ ۲۷ دن حکومت کر کے مرا۔

سنگرام دیو راجدیو کا بیٹا یہ مدبّر و منتظم و قدردان اہل ہنر تھا۔ اس نے اپنے بھائی سورج دیو کو وزیر بنایا۔ سورج دیو نے پلادرچند سپہ لار کو ساتھ ملا کر بغاوت کی اور قلعہ گگنہ گیر میں مقیم ہوئے راجہ نے حملہ کیا یہ دونوں اسکرود کو بھاگ گئے وہاں کے راجہ سے مدد چاہی راجہ لوہنگ والی اسکرود نے لشکر فراہم کیا۔ مگر سنگرام دیو کے لشکر نے پہونچکر اسکرود کو برباد کر دیا۔ سورجدیو گرفتار ہو کر آیا۔ راجہ نے اس کو قتل کرا دیا۔ پھر کلہن پنڈت مورّخ کے بیٹوں نے بغاوت مگر مغلوب ہو کر معافی چاہی راجہ نے معاف کر دیا۔ قوم ڈانگر نے ملک میں لوٹ کھسوٹ کی مگر یہ سب فتنوں کو فرو کرتا تھا۔ آخر کلہن کے بیٹوں نے اس کو زہر دیکر ہلاک کیا۔ اس نے ۱۶ سال ۱۰ دن حکومت کی

رامدیو سنگرام دیو کا بیٹا تخت نشین ہوا اس نے کلہن کے بیٹوں کو قتل کر کے باپ کا انتقام لیا۔ اس نے پرگنہ وچھن پارہ میں ایک قلعہ تعمیر کیا۔ اور عدل و انصاف سے حکومت کر کے مرا، ۲۱ سال ۱ ماہ ۱۲ دن حکمران رہا۔ یہ لاولد تھا۔ اس لئے اس نے ایک برہمن کے لڑکے لچھمن کو متبنی کر لیا تھا۔ جو اس کے بعد تخت نشین ہوا۔

لچھمن اسمیں کسی قسم کی قابلیت نہ تھی اس کا وزیر سنگرام چند جاگیردار لار کا چلاتا تھا آخر وزیر سے مخالف ہو گئے۔ وہ ناراض ہو کر اپنی جاگیر کو چلا گیا۔ اور جمعیت فراہم کر کے حملہ آور ہوا اور اسی جنگ میں مارا گیا۔ وزیر کے بیٹے رامچندر نے راجہ کی اطاعت قبول کر لی۔ راجہ نے اس کو وزیر بنا لیا۔ اس کے عہد میں ایک شخص کجبل نام کشمیر میں آیا۔ بہت لوگ اس کے معتقد ہو گئے اور حضرت بلبل شاہ تبت سے معہ بارہ سو مریدوں کے کشمیر میں آئے (گلدستہ کشمیر صفحہ ۱۰۱)

یہ راجہ ۱۳ سال ۲ ماہ ۱۲ دن حکومت کر کے مرا۔

سہمدیو، لچھمن کا بیٹا تھا ۱۲۹۲ء میں تخت نشین ہوا۔ اس کے عہد میں شنکراچارج آیا۔ کوہ سلیمان پر مقیم ہوا۔ اسی زمانہ سے کوہ سلیمان کو شنکراچارج کہنے لگے۔ شنکراچارج نے بدھ مذہب والوں اور کچل کے معتقدوں کو زیر کیا۔ (شنکراچارج کی تحقیق ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ وہ مشہور شنکراچارج نہیں کوئی دوسرا شخص ہے) اس زمانہ تک کشمیر میں قانون تھا کہ اگر کوئی عورت زنا کرے تو اس کے باپ کو سزا دی جائے۔ راجہ کے دربار میں ایک مطربہ نے آکر گایا۔ راجہ بہت خوش ہوا اور اس سے کہا کہ مانگ کیا مانگتی ہے اس نے کہا کہ یہ قانون صریح ظلم ہے اس کو منسوخ کر دیا جائے راجہ نے یہ قانون منسوخ کر دیا۔ اس نے اوّل اوّل عدل وانصاف سے حکومت کی پھر ایسا ظلم وستم اور عیاشی کی کہ رعایا بیزار ہوگئی۔ آخر اس کو اس کے ایک مصاحب نے قتل کر دیا یہ ۱۴ سال ۵ ماہ (۲۷) دن حکمران رہا۔

سہدیو یہ سہم دیو کا بھائی تھا اس کے بعد ۱۳۰۱ء میں تخت نشین ہوا۔ یہ نرم مزاج کم ہمّت اور منصف تھا۔ رامچندر وزیر سہدیو کے عہد میں ہی عہدے وزارت سے دست کش ہوگیا تھا۔ اس کے عہد میں ایک شخص شہمیر نام آیا (اس کا حال آئندہ مذکور ہوگا۔) راجہ نے موضع دار اویر اس کو جاگیر میں دیا۔ راجہ نجین والی تبت کا لڑکا رنچن نام (اسکا حال آئندہ مذکور ہوگا) اپنے چچا سے مغلوب ہوکر رامچندر کے پاس آیا۔ راجہ سہدیو نے رامچندر کو وزیر بنا لیا۔ رامچندر کا دادا مولچند مدّت تک تبّت پر حکمران رہا تھا (مول چند ولد راجہ سوم چند جو چندر بنسی راجپوت تھا نگر کوٹ (کانگڑہ) کا راجہ تھا۔ بارہویں صدی عیسوی میں شاہان دہلی نے اس کا ملک فتح کر لیا یہ پریشان ہوکر کشمیر آیا۔ راجہ جے سنگھ نے اس کو لار کا علاقہ جاگیر میں دیا۔ اور فوج کا سپہ سالار مقرر کیا۔ چنگیز خان کے حملے کے وقت اس نے ایسی بہادری دکھائی کہ جے سنگھ بہت خوش ہوا اور اس کو تبت خورد وکلاں میں بھی جاگیر دی اور رینہ خطاب دیا) رنچن عرف رتن جو کے خاندان سے اور مول چند سے اچھے تعلقات تھے اسی وجہ سے پریشان ہوکر رتنجو رامچندر کے پاس آیا۔ رامچندر نے اس کو اپنے پاس ٹھیرایا اور راجہ سے سفارش کرکے اس کا وظیفہ مقرر کرا دیا۔ ۱۳۰۷ء ایک شخص

لنگر چک نام واردستان سے آکر (اس کا حال آیندہ مذکور ہوگا) موضع تربہ گام میں سکونت پذیر ہوا اس کے بعد ایک اور خاندان گلگت سے جو ہست چک کا خاندان کہلاتا تھا۔ اور موضع کوپہ وارہ میں مقیم ہوا۔ ۱۳۲۳ء میں زولجو تاتاری نے جو راجہ قندہار کا سپہ سالار تھا۔ کشمیر پر حملہ کیا۔ راجہ تاب مقابلہ نہ لاسکا۔ کشتوار کو بھاگ گیا۔ زولجو نے قبضہ کر کے خوب قتل و غارت کیا آٹھ مہینہ بعد واپس ہوا راستے میں شدت برف سے معہ ہمراہیوں کے ہلاک ہوا۔ اس دوران میں وزیر رامچندر اپنے قلعہ گگنہ گیر میں رہا اس نے ہزاروں آدمیوں کو پناہ دی اس انتظام میں اسکے ساتھ شاہ میر اور رنچو بھی شریک تھے۔ زولجو کے جانے کے بعد رامچندر نے حکمرانی شروع کی۔

رامچندر اس کے عہد میں ایک کوہستانی قوم نے حملہ کر کے قتل و غارت کیا۔ رامچندر نے شاہ میر اور رنچو کو ان کے مقابلہ پر مامور کیا، ان دونوں نے حملہ آوروں کو گرفتار کر کے پھانسی پر لٹکایا پھر رنچو اور رامچندر میں مخالفت ہوگئی، رنچو نے ان تبتیوں کو جو وارد کشمیر تھے مجتمع کر کے رامچندر پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا۔ اور اسکی بیٹی کوٹہ رانی سے شادی کر کے خود تخت نشین ہوگیا۔

رنچو عرف رینچن شاہ رامچندر کو قتل کر کے ۱۳۲۵ء میں تخت نشین ہوا اس نے امن و امان قایم کیا۔ کشمیر کے امن و امان کو سنکر کشتوار سے راجہ سہدیو آیا۔ اور تخت حاصل کرنیکے لئے کچھ جد و جہد کی مگر ناکام ہوکر واپس گیا۔ رنچو نے رامچندر کے بیٹے اپنے سالے راون چند کو اس کی سابقہ جاگیر بحال کی۔ اور اس کے ساتھ تبت کا وہ حصہ بھی جو کشمیر کے تابع تھا دیدیا۔ اس کا خطاب رینہ مقرر کیا شاہ میر کو وزیر اور بچہ بٹ کو سپہ سالار بنایا۔ رنچو بدھ مذہب کا پیرو تھا لیکن عقاید میں مذبذب تھا بقول صاحب تاریخ اعظمی اسکو ہنود کے کسی فرقہ پر اعتماد نہ تھا۔ تبت سے جب یہ نکلا تو صاحب ہوش تھا۔ اور تبت میں مسلمانوں کو دیکھ چکا تھا، یہاں شاہ میر کی صحبت سے اسلام سے مانوس ہو چکا تھا۔ اس نے اپنے ہم مذہبوں سے شاہ میر کا مباحثہ بھی کرایا (رہنمائے کشمیر ۱۹) آخر حضرت بلبل شاہ کے دست حق پرست پر مسلمان ہوا اس کا سالا راون چند اور اسکی بیوی کوٹہ رانی اور اور بہت سے آدمی مسلمان ہوئے (مختصر التواریخ) رنچو کا نام صدرالدین قرار پایا

اب اس کا ذکر از نام سلطان صدر الدین کیا جاتا ہے۔

سلطان صدر الدین

سنہ ۱۳۲۵ء میں سلمان ہوا اس نے چند عمارتیں تعمیر کرائیں، عدل و انصاف سے حکومت کی۔ سنہ ۱۳۲۷ء میں انتقال کیا دو سال سات ماہ حکومت کی اس کا حیدر نام ایک چودہ سالہ لڑکا تھا۔ سلطان کے متعلق مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے اس نے مفسدوں کو سزا دیکر امن قایم کردیا۔ عدل و انصاف سے حکومت کرنے لگا۔ ہنود کی خاطر داری اور دلدہی کی (گلدستہ کشمیر صفحہ ۱۰۱) اس ہندو نوازی کا یہ صلہ ملا کہ سلطان کے محلات کو ہندو ملیچھ مرکہتے تھے ملیچھ بمعنی ناپاک مرجگہ مسلمان ان کے جواب میں بلندی مرکہتے تھے اس لئے یلدی مرشہور رہا (شباب کشمیر صفحہ ۲۸۶) احسان فراموش متعصب کرپارام سلطان کی وفات کا ان الفاظ میں ذکر کرتا ہے رخت در سیہ خانہ وحشت کشید (گلزار کشمیر صفحہ ۱۵۹) حیدر کے متعلق کوئی تفصیل دستیاب نہیں ہوئی۔ صاحب مکمل تاریخ کشمیر کے بیان سے اس کا بعد سلطان موجود ہونا ثابت ہوتا ہے بس اور کچھ نہیں۔ لیکن کرپارام نے حیدر کو سلطان کا بیٹا بھی لکھا ہے اور پھر سلطان کے متعلق لکھا ہے (چون وارثے نداشت) اس لئے یہ خیال قایم ہوتا ہے کہ حیدر سلطان سے کچھ دنوں کے بعد مرگیا۔

راجہ اودیان دیو
سنہ ۱۳۲۷ء لغایت سنہ ۱۳۴۳ء

کوٹہ رانی سلطان صدر الدین کی محبوب بیوی تھی اور سلمان ہوگئی تھی اس کا اقتدار تھا اس نے بجائے اس کے کہ سلطان کے بیٹے حیدر کو تخت نشین کرتی یا خود تخت نشین ہوتی راجہ سہدیو کے بھائی اودیان دیو کو جو ذوالقدر خان عرف زولجو کے حملہ کیوقت بھاگ گیا تھا۔ اور اسی زمانہ میں کھکلی میں مقیم تھا بلا کر تخت نشین کردیا اور اس سے عقد کرلیا۔ اودیان دیو کم عقل و کم ہمت تھا معاملات سلطنت کو رانی ہی انجام دیتی تھی سنہ ۱۳۳۱ء میں ڈلچ نام ایک ترک نے کشمیر پر فوج کشی کی ترک کا نام سنتے ہی راجہ تخت و تاج اہل و عیال سب کو چھوڑ

سر پر پاؤں رکھ کر تبت کو بھاگ گیا۔ رانی نے شہمیر کو ترک کے مقابلہ پر مامور کیا شاہ میر نے ترکوں کی ایسی مرمت کی کہ چھٹی کا دودھ یاد آ گیا ایسے بھاگے کہ پیچھا پھر کر بھی نہ دیکھا اس فتح سے ملک میں اور بھی شاہ میر کی ڈھاک بیٹھ گئی۔ اور اہل ملک اس کے ممنون احسان ہوئے کہ تباہی سے بچا لیا ورنہ زولجو کی طرح ڈل بھی گت بناتا جب امن وامان ہو گیا رانی نے راجہ کی تلاش کی تبت سے دستیاب ہوئے اور پھر آ کر تخت پر براجمان ہو گئے اس واقعہ کے متعلق پنڈت نراین کول لکھتے ہیں بجانب تبت گریخت (راجہ بوقت حملہ ترک) چون اطفائے نائرہ فتن واندفاع آشوب ومحسن بحسن عقل ودرایت وسعی مبارزت شاہ میر مکتفی گردید (تاریخ کشمیر) شاہ میر کے بیٹوں جمشید اور علاؤالدین کو علاقہ کامراج میں عہدے دئے گئے، شاہ میر کی طرف عام رجوعات دیکھکر راجہ اور رانی اس کا اقتدار گھٹانے کی فکر میں ہوئے۔ راجہ نے شاہ میر کا اپنے پاس آنا جانا بند کر دیا۔ آخر پندرہ سال ۲ ماہ حکومت کر کے راجہ مر گیا۔ کوٹہ رانی کے بطن سے ایک خورد سال لڑکا بولہ رتن نام تھا اس کا اتالیق پنجہ بٹ سپہ سالا تھا۔

کوٹہ رانی (سنہ ۱۳۴۳ء) ادیان دیو کے بعد کوٹہ رانی خود تخت نشین ہو گئی۔ اور اس نے اپنے بھائیوں کو شریک حکومت کرنا چاہا۔ اہل ملک وارا کین سلطنت مخالف ہوئے شاہ میر نے سبکو متفق کر کے اپنی حکومت کا اعلان کر دیا۔ پنجہ بٹ سپہ سالار نے خورد سال بولہ رتن کے نام سے مخالفت کی مگر مارا گیا۔ کوٹہ رانی نے پچاس دن خود مختار آنہ حکومت کی اور تقریباً چھ مہینے فتنہ وفساد رہا۔ آخر کار شاہ میر کی حکومت تسلیم کرنی پڑی
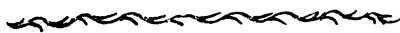
عہد اسلام

سلطان شمس الدّین

راجہ سہدیو کے عہد حکومت میں اپنے وطن کینر سے (کینر کا علاقہ سواد سے آگے ہے مضافات کابل سے ہے) ایک شخص شہمیر (شاہ میر) نام آیا۔ بعض مورخین نے میر کا لفظ دیکھکر اس کو سیّد لکھا ہے بعض نے وطن کے لحاظ سے مغل بتایا ہے بعض نے ارجن پانڈو کی نسل سے بتایا ہے صحیح وہ ہے جو صاحب تکمل تاریخ کشمیر نے لکھا ہے کہ شیخ تھا) راجہ نے اس کو نوکر رکھ لیا۔ زولجو کے حملے کے وقت اس نے اچھی خدمات انجام دیں۔ راجہ اس پر مہربان ہوگیا۔ اور زمرۂ مصاحبین میں شامل کرلیا۔ راجہ رامچندر نے اس کو بحال رکھا۔ رنچو نے وزیر بنالیا۔ رنچو عرف صدر الدّین کے بعد چاہیئے تھا کہ اس کا بیٹا حیدر تخت نشین کیا جاتا مگر کوٹہ رانی کا اقتدار تھا وہ جانتی تھی کہ اگر حیدر تخت نشین ہوا تو مجکو حکومت نصیب نہ ہوگی۔ اس نے کم عقل و کم ہمّت اودیان دیو کو بلا کر تخت نشین کیا اور خود اس کی رانی بن گئی۔ ایک مسلمان کے تخت پر ایک غیر مسلم کا حقدار کو محروم کرکے قابض ہوجانا شہمیر کو ناگوار ہوا، اس پر طرّہ یہ کہ کوٹہ رانی نے اس سے شادی کرلی گویا خود کھلم کھلا مرتد ہوگئی یہ بھی شہمیر کو شاق گذرا، ڈل ترک کے حملے کیوقت راجہ نے بزدلی دکھائی شہمیر نے جان پر کھیل کر ملک و رعایا کو بچایا۔ کرپارام نے لکھا ہے، "ڈل نام با جمعیت تمام از راہ سیرہ پور نزول نمود شاہمیر و راون چند و پنچہ بٹ کہ سرآمد لشکر بودند بدافع او تعین شدند، شاہمیر در رفع خصم آویزشہا و کوششہائے نمایان بپایان رسانید (گلزار کشمیر ص۱۵۹) اہل ملک شہمیر کے ممنون و مشکور ہوئے اس کے گرویدہ ہوگئے۔ راجہ اور رانی اس کے اقتدار گھٹانے کی فکر میں ہوئے اور راجہ نے اس کا اپنے پاس آنا جانا بند کردیا اس زمانے میں معنوین سلاطین کا

جو حال ہوتا تھا اس سے تاریخ بین اصحاب خوب واقف ہیں ذرا بادشاہ کی نظر پھری اور
اور جان و مال عزت و عیال سب نذر فنا ہوئے ایسے موقع پر ہر شخص اپنا تحفظ کرتا ہے چاہیئے
تو تھا کہ شہمیر بغاوت کرکے راجہ کا کام تمام کر دیتا مگر اُس نے ایسا نہیں کیا اور راجہ کو بدستور
تخت پر رہنے دیا اس نے اور اس کے بیٹوں نے اپنے زیر حکم علاقے میں اپنی قوت مستحکم کرلی
تاکہ راجہ کی دست درازی سے بچے رہیں۔ کچھ عرصہ کے بعد راجہ مرگیا۔ اس موقع پر بھی شاہ میر
نے تخت کی تمنا نہیں کی اور رانی کو تخت نشین ہونے دیا ان تمام امور سے شاہ میر کی نیک نیتی
ثابت ہوتی ہے۔ رانی نے اپنے بھائیوں کو شریک سلطنت کرنا چاہا اس پر عام ناراضی پھیلی
اگر یہ صورت قایم رہتی تو کشمیر میں پھر بلوے اور بغاوتیں ہوتیں اور ملک تباہ و برباد ہوتا۔ شاہمیر نے
سب کو متفق کرکے اپنی حکومت کا اعلان کر دیا اس طرح کشمیر ایک سخت خونریزی سے بچ گیا۔ اب
رانی نے یہ چال چلی کہ پنچہ بٹ سالار کے ذریعہ سے بولہ رتن کے لئے سلطنت کا مطالبہ کیا اگر رانی
بولہ رتن کی حکومت چاہتی تو راجہ کے بعد اس کو تخت نشین کرتی اور اپنے بھائیوں کو شریک نہ
بناتی۔ شاہمیر اگر اعلان کے بعد بولہ رتن کی حکومت تسلیم کرتا پھر اس کا نام و نشان بھی باقی نہ رہتا
اس پر جنگ ہوئی اور پنچہ بٹ کے قتل ہونے سے یہ مہم ختم ہوئی۔ رانی اندرکوٹ میں حکمرانی کرنے
لگی۔ دوعملی کسی ملک میں بھی اچھی نہیں ہوتی شاہ میر نے اس کا فیصلہ یوں کرنا چاہا کہ رانی سے عقد
کر لیا لیکن رانی اور اس کے لڑکے بولہ رتن کی طرف سے وہ مطمئن نہ ہو سکا۔ اور اس نے دونوں کو
نظر بند کر دیا۔ رانی نے چھری مار کر خودکشی کرلی اس کے بعد قبیلہ لون نے بغاوت کی سلطان نے انکی
خوب گوشمالی کی اور ان کو عہدوں سے برطرف کر دیا۔ قبائل چک اور ماگرے جو سلطان کے وفادار
تھے ان کی عزت افزائی کی، تین سال پانچ ماہ کے حکمرانی کے بعد سلطان نے وفات پائی جمشید اور
علی دو بیٹے چھوڑے اس سلطان کے متعلق مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے یہ شخص بڑا بہادر اور
جوانمرد اور عادل تھا (گلدستہ کشمیر ص ۱۰۳) سلطان کی تاریخ وفات (آمدہ شمس باز زیر سحاب) ہے
اس زمانہ تک کشمیر میں سن بکرمی کا رواج تھا سلطان نے اس کو موقوف کرکے ایک نیا اسلامی سن

ایجاد کیا جس کی ابتدا رینچن شاہ کی تاجپوشی سے قرار دی یہ سن شاہان مغلیہ کے عہد تک کشمیر میں رائج رہا اس کے عہد میں رعایا سے پانچواں حصّہ پیداوار کا لیا جاتا تھا۔

سلطان جمشید

۱۳۴۷؁ء لغایت ۱۳۴۸؁ء

جمشید نے تخت نشین ہو کر چھوٹے بھائی علی شیر کو وزیر بنایا، علی شیر نے تھوڑے دنوں کے بعد بغاوت کی۔ سلطان کے وزیر سراج الدین اور عہدے دار علی شیر سے مل گئے۔ سلطان نے یہ رنگ دیکھکر سلطنت سے دستکشی اختیار کی اور چند روز بعد انتقال کیا۔ ایکسال دو ماہ ۱۳۴۸؁ء تک حکومت کی۔

سلطان علاؤ الدّین

علی شیر بلقب علاؤ الدین بھائی کی جگہ ۱۳۴۸؁ء میں تخت نشین ہوا اس کے عہد میں ہر چیز کی فراوانی رہی آخر زمانہ حکومت میں بے وقت بارش ہونے سے قحط عظیم ہوا سلطان نے رعایا کی کافی امداد کی اس سلطان کو تعمیرات کا بڑا شوق تھا۔ پرانی عمارتوں کی مرمت کرائی سری نگر میں محلہ علاؤ الدّین پورہ آباد کیا۔ قبائل لون وناٹک سلطان سے منحرف ہو کر کشتوار کو بھاگ گیا۔ سُلطان نے ان کو حکمت عملی سے بلا کر محبوس کیا۔ گیارہ سال ایک ماہ حکومت کر کے ۱۳۵۹؁ء میں مرا ؎

بہر تاریخ وفات سلطان ؛ ہاتفے گفت مکانش فردوس
۷۶۱ھ

سلطان شہاب الدّین

علاؤ الدین کا بڑا بیٹا سیا مک بلقب شہاب الدین ۱۳۶۰؁ء میں تخت نشین ہوا ؎

ہاتفِ غیب بہر سال جلوس ؛ گفت از من شہنشہ نامی
۷۶۱ھ

صاحب تاریخ فرشتہ نے شہاب الدین وقطب الدین کو سلطان شمس الدین کا بیٹا لکھا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ملا احمد نے اپنی تاریخ میں شہاب الدین کو علاؤ الدین کا بڑا بیٹا لکھا ہے۔ اِس مورّخ کا بیان بہ نسبت فرشتہ کے زیادہ صحیح ہے کیونکہ یہ کشمیر کا خاص مورّخ اور قریب زمانے کا

مورخ ہے۔ یہ سلطان بہادر اور خلیق مدبّر و منتظم تھا جس دن کسی شہر کے فتح ہونے کی خبر نہ آتی اس دن کو اپنے ایام زندگی میں شمار نہ کرتا۔ اس نے شہاب الدین پورہ آباد کیا۔ گلگت، تبّت، بدخشان، کابل، کاشغر، جموں وغیرہ فتح کئے، کابل پر حملہ کیا اور کابل کے بادشاہ احمد خان کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ آٹھ مہینہ بعد سیّد تاج الدین بیہقی کی سفارش پر اس کو رہا کیا اور اس کا ملک اُس کو بخشدیا اور اپنی بہن کا عقد اس سے کر دیا۔ اور اس کی بہن سے خود عقد کر لیا۔ پھر پچاس ہزار سوار اور پانچ لاکھ پیادے لیکر سلطنت دہلی پر حملہ آور ہوا، فیروز شاہ تغلق نے مقابلہ کیا اسی زمانہ میں حضرت امیر کبیر سیّد علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کشمیر میں تشریف لائے اور چار ماہ قیام کر کے ہندوستان کی طرف تشریف لیگئے، بمقام فیروزپور سلطان شہاب الدین بھی حاضر خدمت ہوا حضرت کو دو مسلمان بادشاہوں کا لڑنا پسند نہ آیا۔ شہاب الدین کو حکم دیا کہ فیروز شاہ سے صلح کر لو۔ اسوقت شہاب الدین کا پلّہ بھاری تھا۔ لیکن حضرت کے تعمیل ارشاد میں اس نے صلح کر لی۔ اس صلح میں کشمیر سے سرہند تک کا علاقہ شہاب الدین کو ملا۔ فیروز شاہ کی تین لڑکیاں سلطان کے آدمیوں سے منسوب ہوئیں۔ ایک سلطان کے بیٹے حسن خان سے دوسری سلطان کے دوسرے بیٹے قطب الدین سے، تیسری سلطان کے سپہ سالار سیّد حسین بہادر سے، مورخین دہلی اس جنگ و صلح کے ذکر سے خاموش ہیں پھر دکن جاکر سوشرم پور فتح کیا۔ راجہ نگر کوٹ نے خود حاضر ہو کر نذر و تحائف پیش کئے اور ماتحتی قبول کی۔ والی تبّت بھی خود ہی درخواست کر کے باجگذار بنا سلطان نہایت عالی حوصلہ اور بلند خیال تھا۔ ملک فتح کر کے مالکان سابق ہی کو بحال کر دیتا تھا۔ اپنی دوسری بیگم کے بہکانے سے اس نے اپنے بیٹوں حسن خان اور علی خان کو دہلی کی طرف جلا وطن کر دیا اور اپنے چھوٹے بھائی ہندال عرف قطب الدین کو ولیعہد بنایا۔ جب بیمار ہوا اور بچنے کی توقع نہ رہی تو اپنے کئے پر پچھتایا اور حسن خان کو طلب کیا، حسن خان جموں تک آنے پایا تھا کہ بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔ اس سلطان کے عہد میں کشمیر میں سیلاب آیا۔ حضرت امیر کبیر سیّد علی ہمدانی نے کشمیر میں حضرت سیّد حسین سمنانی کو بھیجا۔ سلطان اُن کے ساتھ نہایت عزت و احترام سے پیش آیا حضرت

کے ہاتھ پر کثرت سے لوگ مشرف باسلام ہونے لگے۔ ہندوؤں کو یہ ناگوار گذرا اور شورش برپا کردی کئی جگہ ہنگامے ہوئے، بیجبہارہ (ایک موضع ہے سری نگر سے چالیس میل کے قریب درمیان سری نگر و اسلام آباد) کے مشہور مندر بجبیشور کو مفسدین نے اپنا مرکز قرار دیا۔ اس لئے یہ مندر سلطان نے منہدم کرادیا (مکمل تاریخ کشمیر حصہ دوم) ۱۹ سال ۳ ماہ حکومت کر کے ۱۳۷۸ء میں فوت ہوا اس سلطان کے متعلق مؤلف تاریخ ریاست جموں وکشمیر نے لکھا ہے، یہ سلطان علم کی قدر کرتا تھا۔ اور انصاف کرتے وقت امیر غریب ہندو مسلمان میں کوئی فرق نہ کرتا تھا (ص ۹۹)۔ اس کے عہد میں ہنود بڑے صاحب اقتدار و وقار تھے (گلدستۂ کشمیر ص ۱۴) کشمیر کہ بسبب نزول اتراک ویران شدہ بود بزراعت و عمارت آورد (تاریخ کشمیر مصنفہ پنڈت نراین کول) اکلیل فرماندہی را بجواہر روز واہر معدلت واحسان زینت داد (گلزار کشمیر ص ۱۶۰)

سلطان قطب الدین

شہاب الدین کے بعد اس کا چھوٹا بھائی ہندال بلقب قطب الدین تخت نشین ہوا یہ بڑا منتظم اور عادل تھا، لوہرکوٹ کے صوبیدار نے سرکشی کی، اس پر لشکر کشی کر کے سلطان نے اپنا تسلط کرلیا۔ سلطان شہاب الدین کا لڑکا حسن خان جو حسب طلب سلطان شہاب الدین آیا تھا سلطان قطب الدین کے حضور میں آیا تھا قطب الدین نے اس پر بیحد نوازش والطاف کی لیکن دراندازون نے چچا بھتیجوں میں ناموافقت کرادی۔ سلطان نے حسن خان کو گرفتار کرنا چاہا۔ رائے شیر دل وزیر نے حسن خان کو آگاہ کردیا، حسن خان لوہرکوٹ کو بھاگ گیا۔ سلطان کو جب اطلاع ہوئی وزیر کو قید کردیا۔ وزیر بھی قید خانے سے نکل کر لوہرکوٹ پہونچ گیا، وہاں کے زمینداروں نے ان دونوں کو گرفتار کر کے سلطان کے حوالے کردیا۔ سلطان نے وزیر کو قتل کرادیا اور حسن خان کو قید کردیا۔ اس سلطان کے عہد میں کئی مرتبہ قحط پڑا۔ مگر سلطان کے جود و سخا نے رعایا کو پریشان نہ ہونے دیا، مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے اس نے اپنے وقت کے بہت سے قحطوں پر رعایا کو اپنا ممنون کیا (ص ۱۰۱) اس کے عہد میں ۷۸۱ھ ہجری مطابق ۱۳۷۹ء میں حضرت سید علی ہمدانی تشریف لائے

سات سو سادات آپ کے ہمراہ تھے اور چھ مہینے قیام کر کے واپس چلے گئے ان کے ہاتھ پر بہت سے لوگ مسلمان ہوئے اور مسلمانوں کی اصلاح ہوئی۔ حضرت نے اپنی کلاہ مبارک سلطان کو عطا فرمائی سلطان نے اس کو اپنے تاج میں رکھا۔ سنہ ۱۵۱۷ء میں فتح شاہ نے وصیت کی کہ یہ کلاہ میرے کفن میں رکھدی جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا مولانا احمد نے جو اس زمانے کے صاحب کمال بزرگ تھے سنکر فرمایا۔ تاج شاہی از سر شاہان کشمیر برفتاد و سرداری آنہا رو بہ نگوساری نہاد۔
چنانچہ اس کے بعد سلطنت کو زوال شروع ہوا۔ سلطان قطب الدین ذی علم اور شاعر تھا یہ اشعار اُس کے ہیں ؎

اے بگرد شمع رویت عالمے پروانہ	وز لب شیرین تو شورِ لیست در ہر خانہ
من بجنا ایں آشنائی میخورم خون جگر	آشنا را حال این شد وائے بر بیگانہ
قطب مسکین گر گناہے میکند عیبش مکن	عیب نبود گر گناہے می کند دیوانہ

سولہ سال سات دن حکومت کر کے سنہ ۱۳۹۴ء میں وفات پائی۔

سلطان سکندر بُت شکن

سلطان قطب الدین نے دو خوردسال لڑکے چھوڑے بڑے کا نام آشکارا اور چھوٹے کا ہیبت خان تھا۔ آشکار کو اس کی ماں لورہ خاتون نے سکندر کے لقب سے تخت نشین کیا اور کاروبار سلطنت خود انجام دینے لگی ؎

شاہ عادل سکندر ثانی ،	کہ ازو یافت سرفرازی تاج
ملک روشن بنور شرع ازوست	گرچہ بودہ زکفر چوں شب داج
بہر تاریخ سال سلطنتش	عقل گفتہ بشرع دادہ رواج

سلطان کی بہن اور بہنوئی محمد شاہ کی نیت میں کچھ فتور آیا۔ سلطان کی والدہ نے آگاہ ہو کر دونوں کو قتل کرا دیا، سیہ بٹ اڈک، ساہس رائے مادری یہ چار ہندو وزیر تھے رائے مادری نے سلطان کے بھائی ہیبت خان کو زہر دے کر مار ڈالا چونکہ عینی و کافی شہادت نہ تھی اس لئے سلطان اسکو

سزا دینے میں متامل تھا۔ مگر اس سے ناخوش تھا اور وہ بھی سلطان سے خایف تھا اس نے سلطان کی دسترس سے بچنے کیلئے یہ تدبیر کی کہ سلطان سے عرض کیا کہ اہالیان تبت خود قرار واقعی طور پر مطیع نہیں ہوئے اس لئے ان کی گوشمالی پر مجکو مامور کیا جائے۔ سلطان نے اس خیال سے کہ شاید یہ اس جنگ میں مارا جائے اس کو اجازت دیدی اس نے تبت پر تسلط کامل کر لیا اور سلطان سے منحرف ہو گیا۔ سلطان نے لشکر روانہ کیا۔ وہ مغلوب ہو کر گرفتار ہوا سلطان نے اس کو قید کر دیا۔ اس نے قید خانے میں زہر کھا کر خودکشی کی۔ اسی جنگ میں سلطان کا ماموں اس کے ہاتھ سے شہید ہوا تھا۔ جس قدر مذموم رسومات مروج تھیں سلطان نے حکماً سب کو بند کر دیا۔ بہت سے ناواجب محصول بند کر دئے جیسے باج تمغہ (محصول عبور دریا و داخلہ شہر) ہمیشہ سے وصول کئے جاتے تھے سلطان نے موقوف کر دئے۔ سلطان کے بذل و عطا و قدردانی کا شہرہ سنکر عراق خراسان ماوراءالنہر وغیرہ ممالک سے لوگ جوق در جوق آ کر ملازمت شاہی میں داخل ہو گئے انتظام مملکت اور بہبودی رعایا کے لئے اس نے بہت سعی کی یہ سلطان بڑا صاحب اقبال تھا بہت سی فتوحات کر کے اپنے مقبوضات کو دور دور تک بڑھایا (مکمل تاریخ کشمیر) ۱۳۹۸ء میں امیر تیمور نے ہندوستان پر حملہ کیا ابھی دریائے اٹک کے کنارے تک پہونچا تھا کہ سلطان سکندر نے بمقتضائے عاقبت بینی ایک سفارت اظہار اطاعت کیلئے بسرکردگی مولانا نورالدین امیر تیمور کی خدمت میں بھیجی اور درخواست کی کہ جس جگہ حکم ملاقات کے لئے حاضر ہوں تیمور بہت خوش ہوا اور دو ہاتھی گھوڑا مع ساز و یراق مرصع و خلعت زردوزی بھیجا اور لکھا کہ جب ہم دہلی فتح کر کے پنجاب پہونچیں تو حاضر ہو۔ تیمور نے جب دہلی سے مراجعت کی سلطان تحایف و نذرانہ لیکر روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں سنا کہ تیمور کے وزرا کہتے ہیں کہ سلطان کو تین ہزار گھوڑے اور ایک لاکھ اشرفی نذر لانی چاہیئے۔ سلطان یہ سنکر پریشان ہوا واپس لوٹ آیا اور عرضی لکھی کہ حضور کے لایق پیشکش طیار نہ ہو سکی۔ جلد فراہم کر کے حاضر ہوتا ہوں۔ جب یہ عرضداشت پہونچی تیمور کو سب حال معلوم ہوا تو کہا وزیروں نے نہایت نامعقول حرکت کی ان کو چشم نمائی کی سلطان کے

قاصدوں پر مہربانی کی اور کہا کہ سلطان اس کا کچھ خیال نہ کرے بے خطر ہمارے پاس چلا آئے سلطان یہ مژدہ سنکر روانہ ہوا بارہ مولہ تک پہونچا تھا کہ خبر ملی تیمور دریائے سندھ پار ہو کر سمرقند کو روانہ ہو گیا۔ سلطان واپس آیا۔ اور ۸۰۱ھ ہجری میں اپنے بیٹے شاہی خان کو معہ تحایف و نذر سمرقند بھیجا تیمور نے شاہی خان کو نہایت احترام سے سات آٹھ برس تک وہاں رکھا ۸۰۸ھ میں واپس آیا۔ سلطان نے سکندرہ پورہ آباد کیا۔ سد تالاب تاسمت پرگنہ بھاگ تعمیر کرائی مشہور عالم و نادر روزگار جامع مسجد سری نگر و خانقاہ معلی تعمیر کرائی سلطان سکندر کے عہد میں حضرت سید میر محمد ہمدانی ابن حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی تشریف لائے سلطان نے حضرت سے بیعت کی اور حضرت کے دست حق پرست پر بکثرت ہندو مسلمان ہوئے سلطان کا وزیر سیہ بٹ معہ عیال و اطفال وغیرہ مشرف باسلام ہوا اس کا نام سیف الدین رکھا گیا۔ سیہ بٹ نے اپنی دختر بارعہ کا نکاح حضرت سے کر دیا۔ ہندو ابتدا سے اس کوشش میں لگے ہوئے تھے کہ تخت کشمیر پر قبضہ کریں اُن کو اسلام کی اشاعت بھی ناگوار تھی سلطان شہاب الدین کے عہد سے حضرت امیر کبیر کی وجہ سے کثرت سے اسلام کی اشاعت ہوئی تو ہندوؤں کا غصہ اور بھی بڑھا اور مسلمانوں کو آزار دینے لگے (شیخ سلیمان کا بیان دیکھو) سلطنت کے خلاف سازشیں کرنے لگے۔ بعض مندروں کو سازش و بغاوت کا مرکز بنایا۔ چنانچہ سلطان شہاب الدین جیسے نرم مزاج غیر متعصب فرمانروا کو جس کے ہندو بھی مداح ہیں مجبور ہو کر سختی سے کام لینا پڑا، اور مرکز بغاوت مندر بجبشور کو منہدم کرنا پڑا لیکن یہ آگ شہاب الدین کی معمولی دار وگیر سے نہ دبی۔ سلطان سکندر کے زمانے میں امیر کبیر کے صاحبزادے نے مستقل طور پر کشمیر میں سکونت اختیار کرلی ان کے کشف و کرامات، اخلاق و عادات کو دیکھکر اس کثرت سے ہندو مسلمان ہوئے جس کی نظیر تاریخ اسلام شاید مشکل سے پیش کر سکے۔ ایک انگریز محقق نے لکھا ہے کہ اس زمانہ میں اسلام کی زد سے کشمیر میں صرف گیارہ خاندان بچے تھے جو جو قبائل مسلمان ہوتے گئے اپنے مندروں کو ڈھاکر مسجدیں بناتے گئے۔ ان اُمور کو دیکھکر راسخ العقیدہ ہندوؤں کو جوش آیا۔ اور دبی ہوئی آگ مشتعل ہو گئی

اور بہت سے مندر سازش کا مرکز بنگئے۔ اس آگ کے دبانے کیلئے سیف الدین نے سختی کی جو مندر مرکز سازش بنے منہدم کیے گئے کچھ لوگ جلاوطن کئے گئے جب امن وامان ہوا۔ جو مندر منہدم کئے گئے اُن میں ایک مندر وزیہ الیشری کا مندر تھا جب اس کو مسمار کرنے لگے تو آگ کے شعلے نکلے لوگ ڈرے مگر سلطان نے کچھ پروانہ کی اور اس کو مسمار کردیا جب اس کی بنیاد کھودی گئی تو اس میں سے ایک پتھر نکلا جس پر یہ عبارت کندہ تھی۔ "بسم اللہ منتر بنہ تشنت وزیہ الیشری" یعنی بسم اللہ ایک منتر ہے جس سے مندر وزیہ الیشری ویران ہوگا۔

ایک مندر پر سپود تھا اس کو راجہ للتادت نے تعمیر کرایا تھا بنیاد رکھتے وقت نجومیوں سے دریافت کیا کہ یہ عمارت کب تک قایم رہیگی۔ نجومیوں نے کہا ایکہزار ایکسو سال گذرنے پر سکندر نام ایک بادشاہ اس کو ویران کریگا۔ راجہ نے یہ مضمون ایک تانبے کے پتر پر کندہ کراکر ایک صندوق میں بند کراکر بنیاد میں رکھوادیا تھا جو منہدم ہونے پر برآمد ہوا (مکمل تاریخ کشمیر و تاریخ فرشتہ) سلطان نے اُن مندروں سے تعرض نہیں کیا جو خالص معبد تھے وہ آجتک موجود ہیں ان کا موجود ہونا اس پر شاہد عادل ہے کہ مندروں کا انہدام تعصب مذہبی سے نہیں ہوا بلکہ جو مندر منہدم کیے گئے، اس کا کوئی اور ہی باعث ہوگا۔ ان مندروں کے انہدام سے سلطان کا لقب بت شکن پڑ گیا۔ ہندو مورخین نے لکھا ہے کہ سلطان نے ہندؤں کو جبراً مسلمان بنایا۔ اور تعصب مذہبی سے مندر منہدم کئے یہ بالکل غلط ہے، جبراً مسلمان کرنا اور غیر مسلم ذمی رعایا کے معابد کا بلاوجہ معقول منہدم کرنا جائز نہیں سلطان ایک مذہبی آدمی تھا وہ ایسا ہرگز نہیں کرسکتا تھا۔ اس کے علاوہ اسلام کے مشہور امام حضرت سیّد محمد صاحب موجود تھے اگر سلطان ایسا کرتا تو وہ ہرگز نہ کرنے دیتے اِس قسم کے الزامات متعصبین نے گھڑے ہیں نہ ان کا کوئی ماخذ ہے نہ ان کے پاس کوئی عقلی دلیل ہے متعصبین کے تراشیدہ الزامات کو بعض یورپین اور ہندوستانی مصنفین نے بھی نقل کیا ہے خود عقل و تحقیق سے کام نہیں لیا بعض ایسے مصنفین بھی ہیں جن کے قلم نے کسی پالیسی کے زیر حراست حرکت کی ہے اس قسم کی تمام تصانیف کو مثل سفیر کشمیر وغیرہ مشہور محقق ڈاکٹر آرنلڈ صاحب

نے ناقابل اعتبار قرار دیا ہے (پریچنگ آف اسلام) متعصب مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے کہ
سلطان نے برہمنوں سے مسلمان ہونے کو کہا تو برہمنوں نے جواب دیا (بنیوں کا بناؤٹی نو ایجاد دین
پر از شرارت وستم رہنمائے جہنم ہم کو قبول نہیں ایسے صاف اور گستاخانہ کلمات سیاہ درون سلطان
کے دل پر اور کدورت وغبار پیدا ہوا (گلدستہ کشمیر حصہ دوم ص۱۰۱) اول تو یہ واقعہ ہی سراسر بے بنیاد
ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں اس کے علاوہ اس میں کیا حرج ہے کہ کوئی عیسائی ہندو کو یا کوئی مسلمان
ہندو کو یا کوئی مسلمان عیسائی کو اپنے مذہب کی دعوت دے اس عبارت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ
سلطان نے برہمنوں کو دعوت اسلام دی۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ دعوت دینے والا خواہ کوئی ہو
اور کسی کو دعوت دے تہذیب ومتانت سے پیش آتا ہے۔ جواب دینے والوں کا بھی یہی دستور ہے
کہ وہ اپنے رد وقبول کا اظہار تہذیب ومتانت سے کرتے ہیں برہمنوں نے جو جواب دیا وہ نہایت سخت ہے
خود یہ مؤلف بھی اس کو گستاخانہ قرار دیتا ہے۔ اس پر سلطان نے جس قدر بھی عتاب کیا ہو بجا ہے
ایک تو سیدھی بات کا الٹا جواب، دوسرے توہین مذہب تیسرے توہین سلطنت یہ تین جرم تھے
جو برہمنوں پر عاید تھے لیکن رحمدل سلطان نے سکوت اختیار کیا اس ہٹ دھرمی کا کیا ٹھکانا ہے
کہ سلطان کے تحمل کی تو تعریف نہیں کیجاتی اس کو سیاہ درون کہا جاتا ہے برہمنوں کی بدتمیزی کو
سراہا جاتا ہے سلطان سکندر کے عہد میں ہندوؤں کا یہ زور تھا کہ برہمنوں نے سلطان کو گستاخانہ
جواب دیا اور شیخ سلیمان جب مسلمان ہوئے تو ان کو اپنی قوم کے خوف سے کشمیر چھوڑنا پڑا (شیخ کا
بیان آگے آئے گا) اور ہندو اس درجہ متعصب تھے کہ مسلمان بادشاہوں کے محلات کے برے نام
رکھتے تھے جیسا کہ رنچن شاہ کے بیان میں گذرا۔ اگر سلطان جابر ہوتا تو برہمنوں کی یہ مجال نہ ہوتی
اور مسلمانوں کو اس قدر خوف وہراس نہ ہوتا کہ ترک وطن پر مجبور ہوتے کسی عقلی ونقلی دلیل سے
ثابت نہیں کہ سلطان نے ہندوؤں پر تشدد کیا۔ مظالم کی داستانوں کے بیان میں متعصبین بھی متفق
نہیں۔ مؤلف گلدستہ کشمیر تمام الزامات سلطان کو لگاتا ہے، منشی کرپا رام مصنف گلزار کشمیر
سیف الدین کو بانی جور وستم قرار دیتا ہے۔ مؤلف تاریخ ریاست جموں وکشمیر لکھتا ہے اس نے

اپنے پہلے ہم مذہبوں پر بڑے ظلم کئے۔ سلطان نے اسی وزیر کے کہنے سے یہ حکم جاری کیا کہ تمام ہندو یا تو مسلمان ہو جائیں یا کشمیر سے باہر چلے جائیں بت توڑ دئے جائیں۔ (صٓا) یہ سفید جھوٹ ہے اگر سلطان ایسا حکم دیدیتا تو اس زمانے میں ہندوؤں کا زور تھا اور وہ مدت سے سلطنت کے خلاف سازشیں بھی کر رہے تھے ایسی بغاوت ہوتی کہ سلطنت کا خاتمہ ہو جاتا یا کوئی ہندو باقی نہ رہتا۔ سلطان سکندر ہی کے وقت میں لاکھوں ہندو کیونکر ہندو رہے اور سلطان کے وزیر اڈک اور ساہس کیسے بچے، یہ قدیم مندر جو آج تک کھڑے ہیں کیسے بچے۔ انہدام منادر، تبدیل مذہب اور جبر و اشاعت اسلام ان مسایل پر مستقل مضامین علیحدہ لکھے جائیں گے حقیقت صرف اسقدر ہے کہ ہندو حصول سلطنت کی مدت سے سعی کر رہے تھے اور اشاعت اسلام کو دیکھکر برہم ہو رہے تھے۔ حضرت سید محمد کی وجہ سے سلطان سکندر کے عہد میں اشاعت اسلام کثرت سے ہوئی اس پر ہندو اور بھی مشتعل ہوئے۔ جو لوگ مسلمان ہوتے ان کو ہندو ستاتے تھے، یہی برتاؤ انہوں نے سیف الدین کے ساتھ کیا، صاحب تکمل تاریخ کشمیر نے لکھا ہے "سیہ بٹ کو جس کا اسلامی نام ملک سیف الدین قرار پایا تھا۔ دین اسلام اختیار کرنیکے بعد راسخ الاعتقاد ہنود نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھنے لگے۔ ملک کو بھی یہ سب چیزیں پہونچتی تھیں (حصہ دوم ص۲۶) مفاسد کے انسداد کے لیے کچھ سختی کی گئی اور ظاہر ہے کہ اس قسم کے فسادات بغیر تنبیہ فرو نہیں ہوا کرتے اس قسم کے مفاسد کو کوئی عقلمند حق بجانب قرار نہیں دیسکتا، اور قیام امن بغیر انسداد مفاسد ممکن نہیں۔ سیف الدین ایسا نادان نہ تھا کہ خلاف شرع و انصاف عمل کرکے رعایا کو پریشان اور ملک کو ویران کرتا، صاحب تکمل تاریخ کشمیر سیف الدین کے متعلق لکھتے ہیں۔ مادۂ تعصب کسی قدر کم ہوتا تو اس کا نام آب زر سے لکھنے کے قابل تھا کشمیر میں اس کی عقل و دانش کی بہت سی روایتیں مشہور ہیں (حصہ دوم ص۳۱)۔

سلطان سکندر سے ہندو اس وجہ سے بھی مخالف ہوئے کہ سلطان نے بغرض رفاہ عام و تہذیب خلایق بعض مراسم کو بند کیا جو قدیم سے جاری تھیں اور جن کو ہندو اپنے مذہبی شعار سمجھتے تھے

مثل ستی، قمار بازی، شراب خوری وغیرہ، صاحب تکمل تاریخ کشمیر لکھتے ہیں اُس نے تمام ممنوعات ودیگر بدعات نامشروع مثل شراب خوری، قمار بازی، زناکاری، چوری اور دیگر رسومات بدبالکل ممنوع کردیں اور ساز وسرود چنگ ورباب جس کے لوگ عرصہ دراز سے والہ وشیدا ہو رہے تھے ایسے اڑا دئے کہ ملک میں ان کا نام ونشان تک باقی نہ رہا (حصہ دوم ص۲۵) ص۲۹ پر لکھتے ہیں کہ ستی کو بھی بند کیا، ستی، شراب خوری، قمار بازی، گانا بجانا۔ یہ قدیم سے ہندوں میں رائج تھا اور مذہبی شعار سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ ان کے متعلق بعض مذہبی کتب میں ہدایات ہیں اور متقدین کا عملدرآمد رہا ہے۔ رگوید میں ہے "بڑے بڑے قمار بازوں کے پھل جب ہوادار اور کشادہ مقام پر ڈالے جاتے ہیں تو میں مست ہو جاتا ہوں جس طرح چورس پینے سے مجھے مزا آتا ہے اسی طرح پانسے مجھے شایق بناتے ہیں۔ (منڈل ۱۰ سوکت ۳۴ منتر ۱۰)

مہادیو نے اپنی بیوی پاربتی سے کہا کہ برہمن کی نجات شراب پینے میں ہے تو بلا شراب مذہب کو نہیں سمجھ سکتی، برہمن کو شراب پینا چاہیے۔ (تانتر)

ہندو فاضل مسٹر دت لکھتے ہیں کہ ہمیں شکنتلا سے معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت شرابخانے تھے اور نیچ قوم کے لوگ وہاں جاتے تھے لیکن اعلیٰ ذات کے لوگ بھی شراب سے ناآشنا نہ تھے۔ (معارف جنوری سنہ ۱۹۳۳ء)

کالیداس نے اکثر جگہ لکھا ہے کہ عورتوں کے منہ سے شراب کی بو آتی تھی۔ راجہ للتادت کے بیان میں لکھا ہے کہ اس کی سپاہ نے شراب نارجیل پیا اس سے تکان ان کا دور ہوا (گلدستہ کشمیر ص۹)

سری کرشن نے شراب چھڑکا ہوا کھانا اپنی قوم کو کھلایا (حیات سری کرشن ص۱۰۶)

لالہ لاجپت رائے لکھتے ہیں پراچین بھارت ورش میں جوا کھیلنے کا مرض عام تھا (تاریخ ہند)

لالہ کالیداس کپور ایم۔اے ایل ایل۔بی قدیم آریوں کی تعریف میں لکھتے ہیں۔ سوم رس پیتے تھے اس سے ایک طرح کا نشہ آجاتا تھا۔ ناچنے گانے اور چوسر کھیلنے کے شوقین تھے (ہندوستان کی ابتدائی تاریخ حصہ اول) ستی جی دختر دکھ پرجاپت کشب بن مارج بن برہما کی بیٹی) جو ستی

ہوگئی تھی (گلدستہ کشمیر حصّہ دوم صـ۱۳) مادری راجہ پانڈو کی دوسری رانی راجہ کی لاش کے ساتھ ستی ہوئی تھی (ہندو گلاسیکل ڈکشنری مصنفہ لالہ دیوی سہائے و تاریخ پنجاب بھائی پرمانند)۔

راجگان کشمیر میں شنکرورما، اننت دیو، اُچل کی رانیاں ستی ہوئیں (گلدستہ کشمیر)۔

مشہور سیّاح شیخ ابن بطوطہ شہر اجودہن کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہاں عورتیں اپنے شوہر کی لاش کے ساتھ ستی ہوتی ہیں، غرض قماربازی شرابخوری، ستی کے روکنے کو ہندو مذہب میں دست اندازی سمجھے۔ ادہر ان امور کی روک تھام۔ ادہر مرکز بغاوت منادر کا انہدام، پھر کثرت اشاعت اسلام یہ اُمور تھے جن کی بنا پر ہندو سلطان سکندر سے ناراض ہوئے اور اس کو ظالم و متعصب سبھی کچھ کہا گیا۔

سلطان جب علیل ہوا تو اپنے تینوں بیٹوں میر خان، شاہی خان، محمد خان کو طلب کر کے میر خان کو ولی عہد مقرر کیا۔ علی شاہ خطاب دیا۔ بھائیوں کو متحد رہنے کی ہدایت کی بائیس ۲۲ سال ایک ماہ سولہ دن حکومت کر کے وفات پائی، شعرا اور امرا نے مراثی و تاریخیں لکھیں عام ماتم ہوا۔ حضرت احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مرثیہ لکھا تھا اس کے چند شعر یہ ہیں ؎

کجاست شاہ سکندر کجاست مید انش — در انتظار ہلاک اندگوئے و چوگانش

عجب کہ دیدہ شود گل شگفتہ در گلزار — عجب کہ کبک خرامد بناز در کہسار

عجب کہ باغ بخندد چو مردم غافل — عجب کہ باغ نگرید بسان ابر بہار

خدا شناس ہمیں بس صفت سکندر شاہ — کہ آفرین خدا بر روانش باد ھزار

زہجر شاہ دل ہر کہ ہست پر خون ست — جگر ز درد کباب است سینہ جیحون ست

زیادہ مشہور تاریخ (فوت سکندر) ہے۔
۸۲۰ھ

سلطان علی شاہ

سلطان سکندر کی وفات پر ۸۲۰ ہجری میں اس کا خورد سال بڑا بیٹا بلقب علی شاہ تخت نشین ہوا۔ کاروبار سلطنت وزیر سیف الدین انجام دیتا رہا۔ علی شاہ کی شادی راجہ جموں

کی لڑکی سے ہوئی تھی۔ ہندو مورخ مثل مصنف گلزار کشمیر و مؤلف گلدستہ کشمیر اس رشتے کا ذکر نہیں کرتے بلکہ چھپاتے ہیں۔ مؤلف گلدستہ کشمیر نے تو یہاں تک کوشش کی ہے کہ علی شاہ کے جموں جانے کی بجائے پنجاب جانا لکھا ہے لیکن کشمیر کے قدیم مشہور مورخ صاحب تاریخ اعظمی نے بحوالہ تاریخ نادری لکھا ہے کہ اس کی شادی راجہ جموں کی لڑکی سے ہوئی تھی یہ راجہ مل دیو یا اس کے بیٹے ہمیر دیو کی لڑکی تھی ہندو مورخ پنڈت بیربر لکھتے ہیں۔ "چون وارد چکلہ جموں گردید (علی شاہ) راجہ آنجا بنابرین کہ دخترش در عقد علی شاہ بود در خصوص ترک سلطنت او را ملامت نمود و لشکر از ہمراہ خود داد (مختصر التواریخ قلمی موجودہ کتب خانہ سری نگر)

مخالفین سلطنت کی تنبیہ کا سلسلہ جاری رہا۔ جب اطمینان ہو گیا تو بند کر دیا گیا۔ ۸۲۵ھ میں سیف الدین کا انتقال ہو گیا۔ سلطان نے اپنے بھائی شاہی خان کو وزیر بنا لیا، شاہی خان نے نہایت خوبی سے کاروبار سلطنت کو انجام دیا۔ ہندوؤں پر مہربانی کی۔ علی شاہ نے حج بیت اللہ کا ارادہ کیا۔ سلطنت اپنے بھائی شاہی خان کے سپرد کر کے اپنے خسر راجہ جموں سے ملنے گیا، راجہ مذکور نے ترک سلطنت پر اس کو ملامت کی۔ راجہ راجوری نے بھی بہکایا۔ علی شاہ نے ارادہ فسخ کر دیا اور راجہ جموں کا لشکر لیکر کشمیر پر قبضہ کرنے آیا۔ دونوں بھائیوں میں جنگ ہوئی علی شاہ فتحیاب ہوا۔ شاہی خان بھاگ کر جسرت گھکر کے پاس گیا (جسرت امیر تیمور کی قید میں تھا۔ وہاں سے بھاگ آیا تھا۔ اور پنجاب وغیرہ کے بعض حصص پر دخل پا لیا تھا) علی شاہ نے شاہی خان کا تعاقب کیا، شاہی خان اور جسرت نے مل کر علی شاہ کو گرفتار کر لیا۔ اور ٹھکلی میں نظر بند کر دیا۔ وہیں مرا۔ اس نے ۶ سال ۹ ماہ ۱۷ دن حکومت کی اس کے عہد میں شیر گڈھی کے محلات تعمیر ہوئے تھے، والی کاشغر نے یورش کر کے دونوں تبت پر قبضہ کر لیا یہ اس کا مقابلہ نہ کر سکا۔ اس کی فوج کا جنرل سدہ راج اور صوبہ کامراج کا گورنر گورکھ تھا۔ مؤلف گلدستہ کشمیر نے اس کو ظالم لکھا ہے لیکن کوئی روایت ظلم و ستم کی نقل نہیں کی۔ دوسرے تاریخین اس قسم کے ذکر سے خاموش ہیں تاریخ اعظمی میں یہ ضرور لکھا ہے کہ قوم چک امور سلطنت میں مداخلت کرنے لگی تھی

اس لئے ان کو قتل کیا گیا (یہ چک مسلمان تھے اور شاہی ملازم تھے)

سلطان زین العابدین عرف بڈشاہ

سلطان زین العابدین یہ سلاطین کشمیر میں سب سے زیادہ نامور بادشاہ گذرا ہے۔ ۷۹۹ھ میں پیدا ہوا (اس کا نام شاہ رخ مرزا تھا) فتحیات کبرویہ) عام طور پر شاہی خان کہتے تھے۔ سلطان سکندر اپنے تینوں بیٹوں کو ایک بزرگ سید حسین خوارزمی مقیم کشمیر کی خدمت میں لیگیا۔ حضرت نے تینوں کے لئے دعا فرمائی۔ زین العابدین شہزادگی کے زمانہ میں حضرت شیخ بہاء الدین گنج بخش کشمیری کی خدمت میں گیا۔ شیخ اس کے اخلاق وعادات سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا (بحکم خدا ترا بادشاہ دین و دنیا کردیم و گنجہائے فراوان بتو بخشیدیم)

زین العابدین نے مولانا کبیر سے علوم فقہ و حدیث وغیرہ حاصل کئے، ۸۲۶ھ ہجری مطابق ۱۴۲۳ء اپنے بھائی علی شاہ کو قید کر کے ازلقب زین العابدین تخت نشین ہوا۔ اپنے استاد مولانا کبیر کو شیخ الاسلام اور اپنے چھوٹے بھائی محمد خان کو وزیر بنایا۔ محمد خان نے خیر خواہی اور عدل وانصاف سے وزارت کی، یہ بادشاہ کی زندگی ہی میں مرگیا۔ بادشاہ نے اس کے بیٹے حیدر خان کو وکیل مقرر کیا۔ زین العابدین کا پہلا نکاح سیّد تاج الدین بیہقی کی لڑکی بی بی خاتون سے ہوا (سیّد تاج الدین کا سلسلہ نسب چار واسطوں سے سیّد جلال الدین بخاری سے ملتا ہے، (فتحیات کبرویہ) لیکن اس بی بی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی، بی بی خاتون نے اپنے بھائی سیّد نورالدین کے پوتے سیّد محمد امین اویسی بن سیّد میر حسن منطقی کو متبنی کرلیا تھا، بادشاہ کے تینوں بیٹے، ادہم خان۔ حاجی خان، بہرام خان دوسری بیگم سے تھے۔ بادشاہ کی ایک بیگم راجہ سندر سین والی راجوری کی بیٹی تھی۔ (اسلامک کلچر ان کشمیر بحوالہ جرنل آف دی پنجاب ہسٹوریکل سوسائٹی)

قوم چک کے آدمی جو شاہی ملازمت میں تھے معاملات سلطنت میں دخل دینے لگے اس لئے بادشاہ نے ان کو قتل کرایا۔ اس کے عہد میں دارو وسندھ وغیرہ فتح ہوئے۔ یہ بادشاہ بہادر سخی۔ ذی علم، عادل، قدردان مدبّر و منتظم تھا۔ اس کے عہد میں کشمیر نے ہر قسم کی ترقی کی، اس

بادشاہ کو ایسی شہرت نصیب ہوئی کہ کشمیر کے کسی بادشاہ کو نصیب نہیں ہوئی تھی، سندھ کے بادشاہ جام تغلق نے بہت سے تحائف اور گھوڑے بھیجے اور ایک قصیدہ خود سلطان کی مدح میں تصنیف کر کے روانہ کیا۔ زین العابدین اس قصیدے کو پڑھ کر بہت خوش ہوا اور شکر خدا بجا لایا کہ اس کی مدح میں ایک بادشاہ نے قصیدہ لکھا۔ شریف مکہ، خدیو مصر، سلطان روم، شاہان ترکستان و سیستان، شاہ دہلی، سلطان ابو سعید مرزا والی خراسان، و سلطان محمود شاہ والی احمد آباد گجرات نے تحایف بھیجے (طبقات اکبری، اسلامک کلچر ان کشمیر و تاریخ فرشتہ)۔

زین العابدین نے بھی ان سلاطین کو ہدایا و تحایف بھیجے۔ والی لاسہ (تبت سے اوپر سرحد چین پر) نے دو راج ہنس بھیجے (تاریخ فرشتہ و طبقات اکبری) زین العابدین کا علم موسیقی کی طرف زیادہ میلان تھا۔ راجہ ڈونگر سین والی گوالیار نے رشتہ اتحاد قایم کرنیکے لئے دو کتابیں اس علم کی تحفتہً بھیجیں (مختصر التواریخ) یہ بادشاہ ہندوؤں پر بہت مہربان تھا اس لئے ہندو اسکو بڈشاہ (بڑا بادشاہ) کہتے تھے اور مسلمان بٹ شاہ (برہمن بادشاہ) کہتے تھے۔ اس نے مندروں کی مرمت کرائی ہندوؤں کو عہدے دئے ان کی مذہبی کتابوں کی اشاعت کرائی۔ ان کے مذہبی ادارے قایم کئے اور ان کے حقوق سے زیادہ اُن کے ساتھ مراعات کیں۔ اس حد سے زیادہ ملاطفت کی وجہ سے بعض مسلمان مورخین نے مثل بہاؤالدین متو اس کے متعلق اچھا خیال ظاہر نہیں کیا۔ پنڈت زونراج اس کا مورخ تھا۔ اس مورخ نے کلہن پنڈت کے بعد سے زین العابدین کے عہد تک کشمیر کی تاریخ لکھی اور بادشاہ کے نام پر اس کا نام زینہ ترنگنی رکھا۔ لیکن وہ اس تاریخ کو مکمل نہ کر سکا مر گیا۔ اب یہ تاریخ نایاب ہے (ترجمہ و نوٹ راج ترنگنی سٹین صاحب) کشمیر کے مشہور مندر شنکر اچارج کی مرمت کرائی۔ سندروں کے ساتھ پاٹ شالائیں قایم کیں (شباب کشمیر ص۱۰۱) ہندو فارسی پڑھنا گناہ سمجھتے تھے۔ زین العابدین نے برہمنوں کو طمع دلا کر اس طرف مائل کیا (مختصر التواریخ) اس کے خاص خاص ہندو افسر یہ تھے، سوم پنڈت مصاحب، پنڈت زونراج مورخ، شری بٹ افسر الاطباء، سلا شیو منجم ہمنت رینہ سپہ سالار، گنیش کول قانونگو، مادھو کول قانون گو،

گوپال کول صدر قانون گو۔ بودی بت مترجم۔ اس وقت تک کشمیر میں صرف تانبے کے سکّے رائج تھے اس بادشاہ نے سب سے پہلے سونے چاندی کے سکّے چلائے۔ علم موسیقی کا شایق تھا اس فن نے اس کے زمانہ میں بہت ترقی کی تھی اس نے خود چند ساز ایجاد کئے۔ اس کے دربار میں جس طرح علما، فقرا طبیب، پنڈت، شاعر، مورخ اور دیگر اہل فن تھے اسی طرح موسیقی کے اہل کمال بھی تھے جس طرح فقہ حدیث کے مدارس کی سرپرستی کرتا تھا۔ اسی طرح سنسکرت کی پاٹ شالاؤں اور موسیقی کے مدارس کا بھی سرپرست تھا اس کے عہد میں بہت سی ایرانی راگنیاں کشمیر کے مطربوں اور سازندوں نے اختیار کرلیں مثلاً راست، ساگا، کشمیری راست، چراغ، عراق، نوا، ریحانے، شاہ نواز، نوروز، نے، زیر، ڈنگولہ وغیرہ۔ بودی بٹ اس کے درباری ماہر موسیقی نے اس فن پر ایک کتاب تصنیف کی اس کا نام بادشاہ کے نام پر زین رکھا۔ سوم پنڈت نے ایک کتاب اس فن میں مانک نام تصنیف کی اسکو بادشاہ کے نام پر معنون کیا۔ (اسلامک کلچر ان کشمیر) بادشاہ نے خود ایک عجیب ساز ایجاد کیا تھا (کہ یک نقش را بہ دوازدہ مقام ادا می نمود، طبقات اکبری) اس کا ایک درباری ملّا عود خراسان کا رہنے والا تھا۔ بربط بجانے میں کمال رکھتا تھا۔ خواجہ عبدالقادر کا شاگرد تھا۔ صاحب طبقات اکبری نے اس کی تعریف لکھی ہے۔ ملّا جمیل، سلطان ابوسعید میرزا والی خراسان کے دربار کا مطرب تھا۔ سلطان نے اس کو دیگر تحایف کے ساتھ بڈشاہ کے پاس بھیجدیا تھا۔

(سیر المتاخرین) بادشاہ شاعر بھی تھا۔ یہ شعر اسی کا ہے ؎

جہاں نتواں ستردن نقش عشق سرشکن ہرگز ؛ حکایت ہا زبان تیشۂ فرہاد میگردد

اس کے دربار کے بعض مشہور اہل کمال یہ تھے۔ حضرت سیّد نصیر الدین خانیاری سفیر، مولانا کبیر شیخ الاسلام، سیّد محمد بیہقی مصاحب، ملّا جمال الدین قاضی القضات، قاضی حمید الدین صدر مدرس دار العلوم نوشہرہ،

اس کے عہد میں کئی مورخوں نے کشمیر کی تاریخیں لکھیں جو اب ناپید ہیں۔ قاضی حمید الدین ملا احمد، ملا نادری نے علیحدہ علیحدہ تاریخیں لکھیں جو اب نایاب ہیں۔ آتشبازی و بندوق کی ایجاد کشمیر

میں اسی بادشاہ کے ہاتھ سے ہوئی۔ اس نے اس فن پر حلب نام آتشباز کی مدد سے ایک کتاب سوال و جواب نام تصنیف کی، طبقات اکبری میں اس کتاب کے متعلق لکھا ہے (متضمن فوائد بسیار است سلطان باتفاق او (حلب) تصنیف کردہ) اسی کے عہد میں کان مس اور کان جواہر دریافت ہوئی اسی وجہ سے جواہرات زینہ زتن مشہور ہیں۔ اس کے عہد میں صنعت و حرفت میں کشمیر نے بہت ترقی کی۔ اس نے سمرقند، بخارا۔ خراسان سے ماہران فن کشمیریوں کی تعلیم کے لئے بلوائے، اور بعض کشمیریوں کو ان مقامات پر حصول علوم و فنون کے لئے وظائف دیکر بھیجا۔ سنگ تراشی، بوتل تراشی پتھر کو جلا دینا، بوتل بنانا۔ سونے کے ورق بنانا۔ کاغذ سازی صحافی۔ قالین بافی، زین سازی، جلاکی شیشہ گری، غالیچہ سازی، پیپر ماشی۔ یہ صنعتیں اسی کے عہد میں رائج ہوئیں (تاریخ رشیدی)

اس کے عہد میں جو قحط ہوئے اُن میں اس نے رعایا کی پوری امداد کی، صاحب تاریخ حسن لکھتے ہیں (خزائن و دفائن فراوان وقف محتاجان کردہ جان بخشی قحط زدگان فرمود) اسلامک کلچر ان کشمیر میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ راج ترنگنی میں ہے کہ سلطان نے ایکدن دس کرور دینار غرباء کو تقسیم کئے تھے، اس نے ہندوؤں کے آثارات قدیمہ کی مرمت کرائی (ابھیتر کوٹ [ابھیتر کے معنی درمیان یا وسطے] راجہ جیا پیڈ نے تعمیر کیا تھا یہ اندر کوٹ مشہور ہوا بڈشاہ نے اس کی مرمت کرائی اور یہاں عمارات بنوائیں اب کچھ نہیں (شباب کشمیر) اس بادشاہ کو عمارتیں بنانے کا شوق تھا۔ اس نے کشمیر میں لاجواب عمارتیں طیار کرائیں۔ زینہ کدل جو پل کشمیر میں مشہور ہے وہ اسی بادشاہ کا تعمیر کردہ ہے اسی طرح نالہ مار وغیرہ پر پل بنائے۔ ڈل میں جزیرہ سونہ لنک۔ جھیل ولر میں زینہ لنک بنائے، زینہ لنک کی تاریخ خرم آباد تھی اس لئے بادشاہ اس کو بھی خرم آباد ہی کہتا تھا۔ زینہ کوٹ ایک مقام کامراج کے جنوب و مشرق میں آباد کیا۔ پنڈت زونراج مورخ نے اپنی راج ترنگنی کے اشلوک ۱۲۴۸ میں لکھا ہے کہ اس کو بڈشاہ نے آباد کیا، زینہ کوٹ جین کوٹ مشہور ہو گیا۔ کیونکہ پنڈتوں کی زبان میں زین کا جین بولا جاتا ہے، زینہ دیب (دیب کشمیری میں محل کو کہتے ہیں) کو آباد کر کے عجیب و غریب محلات تعمیر کرائے، عہد مغلیہ میں نواب علی مردان خان نے ان کی مرمت کرائی، تاریخ رشیدی میں ان عمارات

کی بہت تعریف لکھی ہے اب کچھ کھنڈرات باقی ہیں۔ جامع مسجد سرینگر کی مرمت کرائی اور اس میں مدرسہ بنایا اس مرمت کی تاریخ (ترمیم المسجد) ہے۔ زینہ گیر آباد کیا۔ زینہ بازار بنایا۔ صاحب شباب کشمیر نے سچ لکھا ہے (بڈشاہ نے اپنی مملکت کو دارالامان اور کشمیر کو جنت نظیر بنا دیا۔ ۸۰ ھ) بادشاہ نے ایک کرتا ایجاد کیا تھا جس کا رواج کشمیر میں عام ہو گیا تھا۔ اس کو زینہ جامہ کہتے تھے، پنڈت زونراج اپنی راج ترنگنی میں لکھتا ہے کہ بادشاہ نے اپنے نام پر زین پورہ آباد کیا۔ مسافروں کے لئے لنگر خانے قایم کئے۔ شفا خانے، مسافر خانے، پُل، سرائیں، تالاب نہریں، مدرسے بنائے کشمندر مورخ نے بھی اپنی پرکاش میں ایسا ہی لکھا ہے۔ رعایا کو محصول تجارت اور کئی قسم کے ٹیکس معاف کئے اور کئی نہریں نکالیں، ایک نہر کا نام اپنے نام پر زین گنگا رکھا۔ پنڈت جونراج نے اپنی راج ترنگنی میں لکھا ہے کہ یہ جین گنگا کہلاتی ہے۔ تعلیم عام کے لئے بہت سے مدارس قایم کئے، محکمہ تعلیم کا افسر اعلیٰ ایک پنڈت تھا۔ دارالترجمہ قایم کیا۔ اس کے عہد میں کشمیر خوب سرسبز و شاداب ہو گیا۔ قسم قسم کے میوے اور پھول ممالک غیر سے منگا کر لگائے۔ انگور سیب وغیرہ کے درخت کھوتان سے منگوا کر لگوائے۔ پنڈت شری وہر نے اپنی راج ترنگنی میں لکھا ہے کہ بڈشاہ کے زمانہ میں کرلوہ مارسُند پر انگور کے باغات بکثرت تھے۔ یہاں کا انگور مشہور تھا۔ (در تعمیر ولایت و تکثیر زراعت و کندن جویہا توفیق کہ او یافت ہیچ کس را از حکام کشمیر دست نداده بود، طبقات اکبری) سنگھاڑہ تخم نیلوفر تالابوں میں لگوائے۔ نیشکر بھی کاشت کرائے۔ کشمیر کے ہندو اور اکثر مسلمان اس بادشاہ کو ولی سمجھتے تھے اس لئے اکثر کشف و کرامات کے واقعات مشہور و مذکور ہیں۔ شہنشاہ جہانگیر نے لکھا ہے (اور ا بڈشاہ می گویند، خوارق عادات او بسیار نقل می کنند آثار و علامات و عمارات او در کشمیر بسیار است۔ تزک جہانگیری) بادشاہ کے تینوں بیٹوں میں اختلاف تھا۔ حاجی خان نے بغاوت کی، بادشاہ اور ادہم خان نے مقابلہ کیا، حاجی خان شکست کھا کر پونچھ کو بھاگ گیا، ادہم خان نے تعاقب کرنا چاہا۔ بادشاہ نے منع کر دیا۔ پھر ۸۷۸ھ ہجری میں ادہم خان باغی ہو گیا بادشاہ نے اس کے مقابلہ پر حاجی خاں کو پونچھ سے بلا کر بھیجا۔ ادہم خان شکست کھا کر نیلاب کی طرف بھاگ گیا۔

بادشاہ نے ادہم خان کو ولیعہدی سے معزول کر کے حاجی خان کو ولی عہد بنایا۔ اور ۵۱ سال ۲ ماہ ۳ دن حکومت کر کے ۸۷۹ھ ہجری میں وفات پائی، بڑا ماتم ہوا۔ بہت سے مرثیے اور تاریخیں لکھی گئیں ؎

دریغا بادشاہ سلطین رفت — امام وقت زین العابدین رفت
جہاں تاریک شد از ماتم او، — کہ خورشید زمین زیر زمین رفت
کشید از آسمان سرہاتف غیب — ندا در داد ماہ ملک دین رفت
۸۷۹ھ

اس بادشاہ نے مفید قوانین جاری کئے اور ان کو تختہائے مس پر کندہ کرا کر شہر و دیہات میں اطلاع عام کے لئے نصب کرایا۔ اس بادشاہ کے متعلق کشمیر کے مؤرخوں اور ہند مؤرخوں کی رائیں نقل کیجاتی ہیں،

تمام انتظام ملک عمدہ کر کے جور و ظلم کو دور کیا۔ اس کے عہد میں غریب پر زبردستی نہ تعصب مذہبی ہونے پاتا تھا۔ کشمیر میں زراعت و تجارت کو از حد ترقی دی۔ تمام اوصاف حمیدہ و اخلاق پسندیدہ میں بے عدیل و بے نظیر تھا۔ ہر ایک جگہ مکتب و مدارس بنوائے، مفسدوں کو نیست و نابود کیا۔ دیگر ممالک سے درختان میوہ دار منگوا کر یہاں بوے، انگور و سیب وغیرہ کے درخت بھوٹان سے منگوا کر باغات بنوائے، سنگھاڑا و تخم نیلوفر تالابوں میں لگوائے اس کے وقت میں نے شکر لوٹے گئے تھے۔ جو بخوبی ہو آئے تھے۔ اہل فضل و کمال کو ہر فرقے کے منگوا کر یہاں آباد کیا۔ اور ان کی معاش خاطر خواہ مقرر کی۔ بہت سے مدارس بھی بنوائے، ولایت سے فارسی کتابیں منگوائیں صدہا کتب کا ترجمہ فارسی و عربی و ہندی و شاستری میں کرایا۔ شاستری پستکیں بھی جو کشمیر سے معدوم ہو گئیں تھیں۔ اور مقامات سے طلب کرائیں، مہابھارت و برتھ کتھا اور بعض پرانوں کا ترجمہ کرایا۔ اور کتب طیار کرائیں۔ بہت سے شاستر دور دور سے منگوا کر برہمنوں کو مفت دئے اس سلطان میں مسافر پروری کی صفت بھی پوری تھی جو مسافر آتا قدر پاتا۔ زولجو کے وقت کی ویران شدہ زمین اس کے عہد میں آباد ہو گئی۔ قحط میں خلقت کی پوری امداد کی، دو برس بعد اس کے

سیلاب آیا۔ تپستا کو سالگرہ پر دو طرف لغرض خوشنودی ہنود رعایا خوب چراغان کرایا۔ (گلدستہ کشمیر ص۱۱۱ لغایت ص۱۱۵) اس نے اس قدر نہریں بنوائیں کہ کشمیر کا کوئی حصہ نہ تھا جہاں کسی کو پانی کی تکلیف ہو سکے۔ اس کے عہد میں بہت سی بنجر زمین زراعت کے قابل ہو گئی اس نے زینہ کدل کے علاوہ اور کئی پل بنوائے۔ مارتنڈ کے پاس عالیشان عمارتیں تعمیر کیں اور کئی نئے قصبے آباد کئے جس طرف یہ نکل گیا وہاں ایک دو باغ ضرور بن گئے۔ سیب اور ناسپاتی کے درخت اسی زمانہ میں کشمیر میں آئے۔ تعلیم کو عام کرنے کے لئے بیشمار مدرسے کھولے اور اجازت دی کہ خواہ ہندو ہو یا مسلمان جس کا دل چاہے وہاں آکر پڑھے اور بہت سی رعایتوں کے علاوہ ہندؤں سے ٹیکس لینا بند کر دیا اور انہیں ان کی ضرورتوں کے موافق زمین عطا کی۔ اُن کے مندروں کی مرمت کر کے اُن کے حوالے کر دے یہ حکم جاری کر دیا کہ جس مذہب پر کوئی چاہے عمل کرے ہندؤں کے مقدمے دہرم شاستر کے مطابق فیصلہ ہونے لگے اس کے دربار میں ہندو مسلمان عالم جمع ہو گئے۔ اسنے خراسان سے جُلاہے بلا کر کشمیر میں آباد کئے اور شال بافی کے کام کو بڑی ترقی دی (تاریخ ریاست جموں و کشمیر ص۱۰۱ سے ص۱۰۳ تک) در تزاید زراع و معموری بقاع توفیق یاب شد زینہ گیر و زینہ کوٹ، زینہ پور، زینہ ڈنب، زینہ کدل، زینہ لنک، زینہ بازار از ترقیات اوست، پیشہ وران چون مہرکن و حکاک و کاغذگر و قلمدان ساز وغیرہ از امصار بعیدہ از تجسس و تحسس آوردہ ہنرہا را رواج داد (گلزار کشمیر ص۱۶۴ و ص۱۶۶) ان احسانات اور ہندو نوازیوں کا یہ صلہ ہے کہ آج اس کا مقبرہ خراب و خستہ پڑا ہے ایک سیاح شاعر نے کشمیر کے کچھ حالات نظم کئے تھے۔ اُس نے بھی لکھا ہے کہ ؎ شکستہ حال زین العابدین کا مقبرہ دیکھا

اس سلطان کے متعلق تمام ہندو مورخین بالاتفاق لکھتے ہیں کہ وہ متعصب تھا اس کے عہد میں کوئی متعصبانہ ظالمانہ کارروائی نہیں ہوئی اور اعلیٰ درجہ کا ہندو نواز تھا لیکن فہرست منادر میں مؤلف گلدستہ کشمیر نے مندر پرورسین کے متعلق لکھا ہے کہ بعہد بڈشاہ منہدم کیا گیا

اب اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو اس کے مالک و متولی مسلمان ہوئے انہوں نے منہدم کیا یا اس اندر میں خلاف اخلاق امور یا سلطنت کے خلاف سازشیں ہوتی ہونگی کہ ہندو پرور سلطان بھی اس کے انہدام پر مجبور ہوا اور کوئی تیسری صورت نہیں ہو سکتی جو صورت یہاں تجویز کیجائے وہی سلطان سکندر کے عہد کی مناور شکنی میں قبول کرنی چاہئے۔

سلطان حیدر

۸۷۵ھ میں زین العابدین کے مرنے کے تین دن بعد اس کا بیٹا حاجی خان بلقب سلطان حیدر تخت نشین ہوا اس کے بھائی بہرام خان اور اس کے بیٹے حسن خان نے اپنے ہاتھ سے اُس کو تاج پہنایا بادشاہ نے بہرام کو وزیر بنایا اور پرگنہ ناگام جاگیر میں دیا حسن خان کو ولیعہد مقرر کر کے کامراج کا صوبیدار بنایا۔ حسن خان نے راجوری گکھر۔ بھوگہ پال وغیرہ مقامات فتح کئے ایک حجام بادشاہ کا منہ چڑھا تھا وہ حکام سے رشوت لینا تھا جس سے کچھ نہ ملتا اس کی چغلی کر کے بادشاہ سے عتاب کراتا وزیر اور ولیعہد بھی اس سے ڈرتا تھا چنانچہ حسن خان کبھی جسنے سلطان کو تخت و تاج پر قبضہ کرانے میں سعی کی تھی اسی حجام کی شکایت پر قتل کیا گیا۔ سلطان کے بھائی ادہم خان نے تبّت سے فوج جمع کر کے تسخیر کشمیر کا عزم کیا لیکن جموّں آ کر راجہ ملک دیو والی جموّں کا شریک ہو کر مغلوں سے جو اس نواح میں آ گئے تھے جنگ آزما ہوا۔ اسی لڑائی میں مارا گیا، سلطان کو جب بھائی کے مارے جانے کی خبر پہونچی بہت غمگین ہوا اور اس کی لاش منگوا کر دفن کی، یہ بادشاہ شراب کثرت سے پیتا تھا حجام جو اس کا منہ چڑھا تھا اس کا نام بعض نے لولی بعض نے تولی لکھا ہے مؤلف گلدستہ کشمیر نے پورتا لکھا ہے غرض ہندو تھا۔ مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے کہ اس حجّام نے چند ہندوؤں کی ناکیں کٹوائیں اسپر فساد ہوا لیکن کشمیر کے قدیم ہندو مسلمان مورّخ اس کا تذکرہ نہیں کرتے یہ ایک بے اصل افسانہ ہے، فساد ضرور ہوا حقیقت صرف اس قدر معلوم ہوتی ہے کہ حجّام سے تنگ آ کر ہندوؤں نے بغاوت کی اور مقابر و مساجد کو منہدم کیا آگ لگائی سلطان نے جب یہ سُنا آگ بگولہ ہو گیا اور ہندوؤں کے قتل عام کا حکم دیدیا اب ہندو بہت گھبرائے

اور (نہ ہٹوا م نہ ہٹوام) میں ہندو ہیں کہکر جان بچائی کسی ظلم پر رعایا کا بغاوت کرنا بیجا نہیں مگر حجام کو قتل کرتے، بادشاہ کو قتل کرتے مساجد مقابر نے کیا خطا کی تھی جو انکو ڈھانے جلانے لگے، اس تعصب و وحشت پر نظر کیجئے تو قتل عام کا حکم درست و بجا معلوم ہوتا ہے۔ حجّام کا معاملہ مذہب سے متعلّق نہ تھا۔ اس کا پہلا وار ایک متقدر مسلمان حسن خان ہی پر ہوا۔ اراکین سلطنت نے سُلطان کو غافل دیکھکر اُس کے بھائی بہرام خان کو تخت نشین کرنا چاہا۔ لیکن اس کی خبر سلطان کے بھتیجے فتح خان ابن آدم خان کو ہو گئی وہ سرہند کی طرف تھا، وہاں سے لشکر جرّار لیکر آ پہونچا اور بہت سا مال و دولت لا کر سلطان کے سامنے پیش کیا۔ سُلطان خوش ہوا مگر حاسدوں نے پھر اُس سے سلطان کو برہم کر دیا سلطان ایکدن نشے کی حالت میں مکان سے گر کر مر گیا، ایکسال دو ماہ ۱۹ دن سلطنت کی۔

حسن شاہ

سلطان حیدر کے مرنے پر ۸۸۰ ہجری مطابق ۱۴۷۵ء میں اس کا بیٹا حسن خان تخت نشین ہوا اس نے ملک احمد کو وزیر بنایا۔ اس کے بعد اس نے اپنے مخالفوں کو برباد کرنے پر کمر باندہی۔ اس لئے اس کا چچا بہرام خان اپنے بیٹے یوسف کو ساتھ لیکر ہندوستان کو چلا گیا حسن شاہ نے حسن انتظام سے حکومت کی۔ مخالفوں نے اس کے چچا بہرام خان سے خط و کتابت کر کے حملہ کرنے کی ترغیب دی بہرام خان جمعیت فراہم کر کے علاقہ کامراج میں آ داخل ہوا اور ایک خونریز جنگ کے بعد مغلوب ہو کر گرفتار ہوا اور تیسرے دن قید ہی میں مر گیا۔ اس کا بیٹا یوسف بدستور قید رہا۔ حاکم بہلول پور نے بغاوت کی بادشاہ نے اس کی سرکوبی کے لئے فوج بھیجی۔ راجہ عجب دیو والی جموں کی فوج بھی شامل لشکر ہو گئی حاکم بہلول پور کی مدد کیلئے تاتار خان حاکم لاہور آیا۔ سیالکوٹ میں جنگ ہوئی تاتار خان شکست کھا کر فرار ہوا سلطان کے وزرا تازی بٹ اور ملک احمد انیو میں رنجش تھی۔ ایکدن دیوان خانہ شاہی میں مقابلہ ہو گیا، وہیں کشت و خون ہوا نشیمن شاہی کو آگ لگا دی گئی۔ سلطان نے برہم ہو کر ملک احمد کو قید کر دیا وہ قید خانے ہی میں مر گیا۔ اُس کی قبر پر

یہ شعر لکھے ہیں ؎

زین جہاں رفتیم و دل بر داشتیم — با جہانداران جہان بگذاشتیم
ایمنے جستیم از دستِ اجل — اے دریغا ما غلط پنداشتیم

سلطان نے اپنے خسر سید حسن بیہقی کو دہلی سے بلا کر وزیر بنایا یہ سلطان راگ و رنگ کا شوقین تھا۔ ہزار سے زیادہ قوال ملازم تھے۔ امور مملکت میں خرابی واقع ہوئی راجگان قرب و جوار منحرف ہو گئے۔ ۸۸۵ھ میں آگ لگی، جامع مسجد اور خانقاہ معلیٰ دونوں عمارتیں جل گئیں سلطان نے ان کو تعمیر کرایا۔ خانقاہ کی اس تعمیر کی تاریخ (مَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا) ہے اس سلطان کے آخر زمانہ میں میر شمس عراقی سلطان حسین میرزا والی خراسان کی طرف سے سفیر بن کر آیا۔ لیکن بادشاہ کی علالت کی وجہ سے باریاب نہ ہو سکا۔ بادشاہ کی بیوی حیات خاتون کے بطن سے دو بیٹے تھے۔ ایک کا نام محمد تھا دوسرے کا حسین، یہ دونوں خورد سال تھے سلطان نے اپنے وزیر سید حسن بیہقی کو وصیت کی کہ میرے بیٹے خورد سال ہیں اسلئے یوسف خان پسر بہرام خان کو جو قید میں ہے یا فتح خان پسر آدم خان کو جو جسر و تھ میں ہے تخت نشین کیا جائے اور میرے بیٹے محمد کو ولیعہد مقرر کیا جائے۔ وزیر نے اس وصیت کو قبول کیا۔ بارہ سال آٹھ ماہ حکومت کر کے ۱۴۸۷ء میں سلطان مر گیا۔

محمد شاہ و فتح شاہ

۸۹۲ھ مطابق ۱۴۸۷ء سے ۹۴۴ ہجری مطابق ۱۵۳۷ء تک کا زمانہ تاریخ کشمیر میں عجیب زمانہ ہے، محمد شاہ و فتح شاہ تخت و تاج کے لئے آپس میں لڑتے رہے کبھی ایک غالب ہوا کبھی دوسرا، اس طرح محمد شاہ پانچ مرتبہ اور فتح شاہ تین مرتبہ بادشاہ بنا۔ محمد شاہ ایک مرتبہ پانچ ہی مہینے بادشاہ رہا۔ درحقیقت اب بادشاہ برائے نام تھے امرا نے ملک تقسیم کر لیا تھا اسلئے ہمیشہ تلوار چلتی رہتی تھی۔

سید حسن وزیر نے حسن شاہ کی وصیت کے خلاف اُس کے خورد سال بیٹے محمد کو تخت نشین کر دیا۔ اور خود متکفل کاروبار سلطنت ہوا۔ تخت نشینی کے بعد حسب دستور محمد شاہ کے سامنے سامان طلا

و نقرہ و جواہرات و لباس و متاع نفیسہ و ہتیار پیش کیے گئے۔ محمد شاہ نے کسی چیز کیطرف التفات نہیں کیا۔ صرف کمان اُٹھالی۔ اس سے اُمرا نے جرأت و جہانبانی پر تفاؤل کیا چونکہ منتظم حکومت سید حسن تھا اس لئے اپنے اس اقتدار پر سادات بیہقی کو بڑا گھمنڈ تھا وہ کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے اس لئے دیگر امرا اُن سے ناخوش تھے پرسرام راجہ جموں اس زمانہ میں تاتارخان حاکم پنجاب کے خوف سے کشمیر میں پناہ گزیں تھا۔ اس نے لوگوں کو بہکا کر غدر کرادیا۔ سید حسن معہ تیس سادات کے قتل ہوا۔ سید حسن کے بیٹے سید محمد نے جرأت کر کے کچھ جمعیت فراہم کر کے باغیوں کو شکست دی اِس درمیان میں عیدی رینہ نے چاہا کہ یوسف خان پسر بہرام خان کو جو قید میں تھا تخت نشین کردے۔ سید علی کو جب اطلاع ہوئی اس نے یوسف خان کو قتل کردیا۔ یوسف خان کی ماں جو شوہر کی وفات کے بعد صبر و شکر کی زندگی بسر کر رہی تھی اور قائم اللیل و صایم الدہر تھی بیٹے کی قبر پر مجاور بنکر بیٹھ گئی۔ باغیوں نے پھر جمع ہو کر حملہ کیا۔ اب سادات نے تاتارخان سے مدد کی، درخواست کی وہ مدد کے لئے آیا، لیکن اس سے راستے میں راجہ دھنش والی بھمبر لڑ پڑا، غرض دو مہینے تک غدر و بغاوت رہی شہر میں خوب لوٹ مار ہوئی آگ لگی اس بلوے میں دو ہزار سادات کے قتل ہوئے اور کل مقتولین کا شمار دس ہزار رہا، آخر باغی غالب آئے باغیوں نے بادشاہ کو اپنی حفاظت میں لیلیا، اور اس کو نذریں پیش کیں، والی جموں کو بہت سا روپیہ دے کر ٹالا۔ پھر فتح شاہ نے حصول تخت کے لئے حملہ کیا، یہ تین دفعہ لڑ بھڑ کر شکست کھاکر ناکام پھرا۔ دوسری دفعہ شکست کھاکر بھاگا تو اس نے جموں پر جاکر قبضہ کرلیا چوتھی مرتبہ فتح شاہ نے اس زور شور سے حملہ کیا کہ شاہی لشکر مقابلہ نکرسکا، محمد شاہ بھاگا اور گرفتار ہوا، فتح شاہ نے اسکو دیوان خانے میں نظربند کردیا اور ہر قسم کا سامان راحت اُس کے لئے مہیا کردیا محمد شاہ کی شادی کاچی چک کی بہن صالحہ سے ہوئی تھی۔ اس دوران میں قحط بھی پڑا تھا۔ فتح شاہ تخت نشین ہوا مگر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد امرا میں خانہ جنگی شروع ہوگئی، دو برس سے زیادہ ہی بدامنی رہی کچھ لوگوں نے محمد شاہ کو ساتھ لیلیا، آخر فتح شاہ پنجاب کو بھاگ گیا اور محمد شاہ دوبارہ تخت نشین ہوگیا

سیّد محمد بیہقی وزیر بنا۔ حسن شاہ کے آخر میں میر شمس عراقی سفیر بنکر آیا۔ مگر بادشاہ کی علالت کی وجہ سے باریاب نہو سکا تھا۔ بادشاہ کی وفات ہو گئی، اور یہ سفارت ناکام واپس ہوئی جب واپس میر شمس خراسان پہونچا، تو سلطان حسین مرزا والی خراسان کو معلوم ہوا کہ یہ شیعہ ہے لہٰذا اُس کو جلا وطن کر دیا۔ میر شمس پھر کشمیر آیا اور یہاں آکر ظاہر کیا کہ میں شاہ قاسم انور بن سیّد نوربخش کا مرید وخلیفہ ہوں (سیّد نوربخش حضرت سیّد علی ہمدانی کے سلسلے میں تھے اس لئے اہل کشمیر ان سے واقف اور ان کے معتقد تھے) اہل کشمیر نے اس کی مدارات کی اس نے یہاں آکر کشمیر کے مشہور بزرگ بابا اسماعیل سے تجدید بعیت بھی کی اور ان کے ایک ناخواندہ مُرید بابا علی شاہ نجار سے جو ریاضت ومجاہدات میں مشغول تھا۔ اور اس وجہ سے لوگ اس کے معتقد تھے ربط وضبط بڑھایا اور اس کو اپنی طرف مایل کیا، رفتہ رفتہ اسنے بھی لوگوں کو مرید کرنا شروع کیا اور آہستہ آہستہ لوگوں کو عقاید مذہب شیعہ کی تعلیم دینی شروع کی، امرا میں سے ملک موسی رینہ کاچی چک غازی چک بھی اُس کے مرید ہو گئے، ان اُمرا کے گھمنڈ پر اُسنے علانیہ شیعیت کی تبلیغ شروع کی، اختلاف عقائد کی وجہ سے امرا میں اور مخالفت بڑھی میر شمس نے ایک کتاب احوطہ نام اپنے مذہب کی تصنیف کی اور اس کو سیّد نوربخش کی طرف منسوب کیا، اس طرح ایک نیا مذہب پھیل گیا۔ جو تبت میں ابتک نوربخشیہ کی نام سے رائج ہے اس مذہب کے لوگ سیّد نوربخش کو مہدی آخر الزمان مانتے ہیں۔ اور حضرات خلفاء ثلاثہ اور حضرت عائشہ کو بُرا کہتے ہیں کتاب احوطہ میں مسائل تصوّف کو عجیب پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے مسئلہ ہمہ اوست کو اس طرح بیان کیا ہے کہ جاہل صوفی آسانی سے شکار ہو سکے۔ اس کتاب پر علمائے ہند سے فتوی طلب کیا گیا علما نے لکھا کہ یہ کفر وزندقہ ہے۔ غرض میر شمس کی آمد سے کشمیر میں مذہبی نزاع پیدا ہو گیا جو زوال سلطنت کا باعث ہوا بعض ان عقائد کی اشاعت میں سیّد نوربخش کو بھی ملوث سمجھتے ہیں اکثر کا خیال ہے کہ شمس عراقی نے ان پر اتہام کیا ہے لیکن نوربخش یا اُن کے فرزند کا خود ان عقاید اور اس کتاب کو شائع کرنا کسی نے بیان نہیں کیا۔ صاحب تاریخ فرشتہ نے لکھا ہے، (میں مشائخ نوربخشیہ سے بدخشان میں ملا ہوں اور وہ میرے ہم درس رہے ہیں شب شریعت ظاہری

میں آراستہ اور سنن نبوی میں پیراستہ تھے اور بالتمام اہل سنۃ والجماعۃ کے ساتھ متفق تھے) صاحب
واقعات کشمیر نے بھی لکھا ہے کہ شمس عراقی نے سید نوربخش پر اتہام کیا ہے اس صورت میں فقیر کا
خیال ہے کہ سید نوربخش کو اس میں ملوث سمجھنا صحیح نہیں قبیلہ چک کے جو لوگ شیعہ تھے ان کا بیان
تھا کہ میر شمس کا مذہب شیعہ تھا اور کتاب احوطہ اس کی تصنیف نہیں کسی گمراہ ملحد کی تصنیف ہے
سید محمد بیہقی کو جب میر شمس کے عقاید و حالات معلوم ہوئے تو اس نے میر شمس کو کشمیر سے نکلوا دیا
اور اسکرود بھجوا دیا میر شمس کے مرید اسپر برافروختہ ہوئے اور انہوں نے فتح شاہ کو پنجاب سے بلوایا،
فتح شاہ جمعیت کثیر فراہم کر کے لایا، فریقین میں جنگ ہوئی، فتح شاہ کا لشکر اگرچہ بہت زیادہ تھا
مگر سید محمد کی شجاعت نے سبکو زیر کر رکھا تھا۔ اتفاقاً میدان جنگ میں سید محمد مع گھوڑے کے ایک
ویران کنویں میں گر گر رہگرائے عالم باقی ہوا، فتح شاہ کی فوج نے غلبہ پایا۔ محمد شاہ نوشہرہ کو بھاگ
گیا، میر شمس کے مریدوں نے سید محمد کے محل کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا، سید محمد کے تین لڑکے
تھے ایک سید مرتضیٰ یہ تبت کو بھاگ گیا تھا لیکن دشمنوں نے پہاڑ سے گرا کر مار ڈالا، دوسرا
سید ابراہیم اسکو گرفتار کر کے قید کر دیا جو ڈھائی برس بعد کسی طرح قید خانے سے بھاگ کر محمد شاہ
سے جا ملا، تیسرا سید یعقوب یہ شیر خوار تھا، اب فتح شاہ دوسری مرتبہ تخت نشین ہوا، شمس چک
کو وزیر بنایا دوسرے دن ایسا سخت زلزلہ آیا کہ ہزاروں مکان منہدم ہو گئے اور زلزلے کے
خفیف خفیف جھٹکے تین مہینے تک آتے رہے، کاروبار سلطنت تمام امرا کے ہاتھ میں تھا۔
بادشاہ برائے نام بادشاہ تھا، امرا میں خانہ جنگیاں ہوتی رہیں وزارتیں بدلتی رہیں موسیٰ رینہ
نے اپنے زمانہ وزارت میں اہل سنت پر بہت جبر و تشدد کیا، کچھ قتل کئے، کچھ جبراً شیعہ بنائے
کچھ جلا وطن کئے بلوے فساد ہوئے ایکمرتبہ بلوے میں یہ نوبت پہونچی کہ فتح شاہ بھاگا مگر ابراہیم
ماگرے نے واپس بلا لیا، پھر بغاوت ہوئی ادھر محمد شاہ لشکر لیکر آیا، فتح شاہ پنجاب کو بھاگ گیا
اور محمد شاہ تیسری دفعہ بادشاہ بنا، پانچ مہینے بعد فتح شاہ نے حملہ کیا، محمد شاہ مقابلہ نکرسکا پنجاب
کو بھاگ گیا اور فتح شاہ تیسری بار بادشاہ ہوا، اس دفعہ فتحشاہ نے آئے دن کے فسادات سے تنگ آکر

ملک کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ خود رکھا اور تین حصے جہانگیر پدر کاچی چک، شنکر رینہ کو دئے محمد شاہ نے حملہ کیا مگر شکست کھا کر بھاگ گیا۔ محمد شاہ ۱۵۱۷ء میں سلطان سکندر لودی کے پاس پہونچکر طالب امداد ہوا سلطان نے تیس ہزار لشکر اس کے ساتھ کر دیا اس لشکر سے شکست کھا کر فتحشاہ فرار ہو گیا اور محمد شاہ بار چہارم بادشاہ بنا، ۱۵۱۸ء میں فتحشاہ نے پھر حملہ کی طیاری کی مگر نوشہرے میں آکر مر گیا حضرت سید علی ہمدانی نے جو کلاہ سلطان قطب الدین کو عطا کی تھی وہ فتحشاہ کے پاس تھی اسکی وصیت کے موافق اس کے کفن میں رکھدی گئی ۱۵۲۰ء میں فتح شاہ کا بیٹا سکندر جمعیت فراہم کر کے حملہ آور ہوا مگر شکست کھا کر پنجاب کو بھاگ گیا اسی سال بابر بادشاہ نے کشمیر پر لشکر بھیجا مگر یہ مہم ناکام رہی۔ اس جنگ کے بعد کاچی چک نے جو محمد شاہ کے مخالفین و معتوبین میں سے تھا، معافی چاہی، محمد شاہ نے معاف کر دیا، کاچی چک کے ساتھ سکندر بن فتح شاہ بھی تھا، محمد شاہ نے اسکو گرفتار کر کے قید کر دیا وہ قید ہی میں مر گیا۔ ۱۵۲۷ء میں کاچی چک نے غلبہ پاکر محمد شاہ کو قید کر دیا،

سلطان ابراہیم

۱۵۲۷ء میں کاچی چک نے اپنے بہنوئی محمد شاہ کو معزول کر کے اس کے بیٹے ابراہیم کو تخت نشین کیا اور خود وزیر بنگیا، ابدال ملک اور چند امرا جو اس کی وزارت سے ناراض تھے، بابر بادشاہ کے پاس پہونچے، بابر نے ان کے ساتھ لشکر کر دیا اس دفعہ یہ بابری فوج کامیاب ہوئی یہ واقعہ ۱۵۲۸ء کا ہے اب ملک، ابدال ملک، لوہر ماگرے، ریگی چک، علی رینہ ان چار سرداروں نے تقسیم کر لیا، شاہی لشکر ہندوستان کو واپس چلا گیا، ان لوگوں نے ابراہیم کو معزول کر کے محمد شاہ کو کوہستان لہ سے بلا کر برائے نام بادشاہ بنا لیا۔ ابراہیم نے ایکسال گیارہ ماہ دس دن حکومت کی،

محمد شاہ بار پنجم

۹۳۶ھ ہجری مطابق ۱۵۲۹ء میں محمد شاہ پانچویں مرتبہ بادشاہ بنایا گیا اور چاروں سرداروں نے شاہی اخراجات کیلئے کچھ رقم مقرر کر دی۔ ۱۵۳۱ء میں مرزا کامران بن بابر بادشاہ نے جو اس وقت حاکم پنجاب تھا۔ اپنے بھائی ہمایوں بادشاہ سے اجازت لیکر کشمیر پر فوج کشی کی، محرم بیگ شاہی لشکر

کاسپہ سالار تھا۔ اس نے نصف ملک فتح کرلیا اور مرزا کامران کو فتحنامہ لکھا۔ اس میں یہ تاریخ لکھی

سے بحکم بادشاہے کز حریمش ✦ بفہم آسان شود تفہیم فردوس

سفر کردم بسوئے ملک کشمیر ✦ کہ از خوبی دہد تعلیم فردوس

چو کردم فتح نیم او بتاریخ ✦ خرد گفتا کہ فتح نیم فردوس

پھر تمام سرداران کشمیر نے متفق ہو کر محرم بیگ پر حملہ کیا۔ آخر مجبور ہو کر صلح کر کے محرم بیگ واپس چلا گیا، امرا کشمیر نے مرزا کامران کے لئے بہت سے تحائف دئے، اب محمد شاہ کے لئے ایک جاگیر مخصوص کی گئی اور ملک پانچ سرداروں میں تقسیم ہوا۔ کاجی چک، ابدال ماگرے، لوہر ماگرے۔ ریگی چک، سیّد ابراہیم ۱۵۳۲ء میں سلطان ابوسعید مرزا والی کاشغر نے حملہ کیا۔ اس لشکر کے سردار مرزا حیدر اور دایم علی بیگ تھے کشمیری سردار تمام بھاگ گئے، کاشغریوں نے تمام ملک روند ڈالا، آخر کشمیری پھر مجتمع ہو کر جنگ آزما ہوئے۔ اس جنگ کا خاتمہ صلح پر ہوا اور محمد شاہ نے اپنی لڑکی کا عقد سکندر خان پسر سلطان سعید خان سے کر دیا اس کے بعد دو ذوات الاذناب (دمدار ستارہ) نکلے پھر قحط پڑا۔ ۹۴۴ ہجری مطابق ۱۵۳۷ء میں محمد شاہ کا انتقال ہو گیا۔

سلطان شمس الدین

محمد شاہ کے بعد ۹۴۴ ہجری مطابق ۱۵۳۷ء میں اس کا بیٹا ابراہیم بلقب شمس الدّین تخت نشین ہوا، ملک بدستور سرداروں کے قبضے میں تھا، یہ سرداروں کا وظیفہ خوار تھا۔ خانہ جنگیاں برابر جاری تھیں گیارہ مہینے بیس دن حکومت کر کے مرگیا،

سلطان اسماعیل

۹۴۵ ہجری مطابق ۱۵۳۸ میں شمس الدین بھائی اسماعیل تخت نشین کیا گیا۔ یہ کاجی چک کا داماد تھا، کاجی چک وزیر بنا، امرا میں خانہ جنگی ہوئی۔ آخر بہت سے جھگڑوں کے بعد ملک تین حصوں میں تقسیم ہوا۔ ایک حصّہ سلطان کا، ایک حصہ کاجی چک کا، ایک حصّہ سیّد ابراہیم کا، کاجی چک نے بعض کو زبردستی شیعہ بنایا، ۱۵۳۹ء میں ایکسال پانچ ماہ پندرہ دن حکومت کر کے

اسماعیل شاہ مرگیا۔

سلطان ابراہیم ثانی

۱۵۴۰ء میں اسماعیل کے بعد اس کا لڑکا ابراہیم تخت نشین ہوا، کاچی چک کے مظالم سے تنگ آکر ملک ابدال ماگرے وریگی چک وغیرہ ہمایوں بادشاہ کی خدمت میں بمقام لاہور حاضر ہوئے اور کاچی چک کے مظالم و تعصب کی داستانیں سنائیں، بادشاہ اس وقت شیر شاہ سوری سے مصروف جنگ تھا، اس لئے کچھ التفات نہ کیا لیکن مرزا حیدر (ہمایون کا مصاحب سلطان ابوسعید والی کاشغر کا بھتیجا بابر بادشاہ کا خالہ زاد بھائی تھا، صاحب علم و اہل تصنیف تھا، تاریخ رشیدی اسکی تصنیف ہے) ہمایوں سے اجازت لیکر ان کے ساتھ کشمیر کو چلا، ہمایوں نے مرزا کے ساتھ ساڑھے چار سو آدمی کر دے (ہمایون جب ایران سے مدد لیکر ہندوستان فتح کرنے کو آیا اور کابل پہونچا تو تو مرزا نے عرضداشت بھیجی اور کشمیر آنے کی دعوت دی، ہمایون نے فتح ہندوستان کے خیال سے عذر کر دیا۔ جب وہ فتوحات کرتا ہوا آیا تو کشمیر کا قصد کیا، لیکن فوج نے بددلی ظاہر کی، اس لئے یہ ارادہ ملتوی رہا) کاچی چک نے راستونکی حفاظت کیلئے فوجیں متعین کردی تھیں لیکن چیرہ ہار کی طرف توجہ نکی، مرزا حیدر تمام راستے چھوڑ کر اسی طرف سے سری نگر داخل ہوگیا، اسی دوران میں سلطان ابراہیم کا انتقال ہوگیا، اس کے سرداران کاچی چک و سید ابراہیم کی ہمت ٹوٹ گئی، اور پنجاب کو بھاگ گئے، ابراہیم نے چار ماہ حکومت کی، مرزا حیدر قابض ہوگیا، اور اس نے ملک ابدال ماگرے اور ریگی چک کو بڑی بڑی جاگیریں دیں۔

نازک شاہ

مرزا حیدر نے برائے نام ۹۴۷ ہجری مطابق ۱۵۴۰ء میں نازک شاہ پسر فتح شاہ کو تخت نشین کیا اور خود حکومت کرنے لگا، ملک ابدال ماگرے مرگیا تو میرزا نے اس کے بیٹے حسین ماگرے کو منصب و جاگیر بحال کیا، مرزا کے بذل و احسان سے ہندو مسلمان سب مسرور و ممنون تھے (مکمل تاریخ کشمیر حصہ دوم صفحہ ۹۸) کاچی چک شیر شاہ سوری کے پاس پہونچا اور اپنی بھانجی محمد شاہ کی لڑکی اس کے عقد

عقد میں دی اور مدد طلب کی، بادشاہ نے اس کو خانخاناں خطاب دیا۔ اور حسین خان شروانی اور عادل خان کی سرد گی میں پانچہزار فوج اس کے ساتھ کردی، مرزا نے اس لشکر کو شکست دی اس فتح کی تاریخ ملا یوسف خطیب نے (فتح مکرر) لکھی۔ کاچی چک دولت خان سید ابراہیم لوچھ کیطرف بھاگ گئے۔ ریگی چک نے خوسری اختیار کی، مرزا نے ۹۵۰ھ میں اس کی سرکوبی کیلئے لشکر روانہ کیا۔ وہ بھاگ کر کاچی چک کے پاس چلا گیا، مرزا نے اس کی جاگیر پر قبضہ کرلیا۔ ۱۵۴۴ء مطابق ۹۵۱ھ میں ریگی چک کاچی چک کے ہمراہ ایک جمعیت فراہم کرکے کوہستان گلمرگ میں حملہ آور ہوا۔ مرزا نے ان کو شکست دی، ریگی چک اور اس کا بیٹا دونوں مارے گئے، غازی خان نے دونوں کا سر کاٹ کر مرزا کے سامنے پیش کیا، کاچی چک تھنہ ہوکر بیمار ہوکر مر گیا، مرزا نے تبت کشتوار، بھکلی، وانگلی وغیرہ فتح کئے اس کے عہد میں کشمیر نے خوب ترقی کی، صاحب مکمل تاریخ لکھتے ہیں، "اس نے سلطنت کشمیر کو ترقی دی لوگوں کو صنعت و حرفت کی طرف مایل کیا، اور طرح طرح کے اسباب معیشت مہیا کردئے، دور دور سے استادان کامل اور ہنرمندان بے بدل منگائے اور تازہ صنعتیں اور دستکاریاں ملک میں مروج کیں، حمام، قسم قسم کے طاق، دروازے، دریچہ، تکیہ دار، کاغذگیری پنجرے، بدرو شالی خشک کرنے کے ظروف جن کو اہل کشمیر (تارہ للو) کہتے ہیں پہلی مرتبہ ملک میں رائج کئے عالموں فاضلوں دانشمندوں اور ہنرمندوں کی قدر افزائی بھی بغایت درجہ کرتا اور ہمیشہ ان کی صحبت سے مستفید ہوتا (مکمل تاریخ کشمیر حصہ دوم ص ۹۹)

۹۵۴ھ میں والی کاشغر کی سفارت آئی۔ مرزا نے موضع لار میں اس کا استقبال کیا۔

۹۵۵ھ ۱۵۴۸ء میں راجوری فتح کیا، اور محمد نظر و ناصر علی کو یہاں کا حاکم مقرر کیا۔ پرگنہ بھکلی پر ملا عبداللہ کو اور تبت خورد پر ملا قاسم کو تبت کلاں پر ملا حسن کو حاکم کیا۔ ۹۵۶ھ میں قلعہ دمیل پر متوجہ ہوا۔ آدم گکھر (گکھر شمالی پنجاب کے پہاڑی اضلاع میں ایک وحشی قوم تھی یہ قوم بارہویں صدی عیسوی میں مسلمان ہوئی) نے آکر مرزا سے دولت چک برادر زادہ کاچی چک کی عفو تقصیرات کی سفارش کی، مرزا نے معافی دیدی اور دولت چک کو بلایا۔ وہ آیا لیکن اس کے حسب منشا اوس کا

اعزاز و اکرام نہ ہوا اور وہ ناراض ہو کر چلا گیا اور غازی خان وچے چک و بہرام چک کو ساتھ لیکر ہیبت خان نیازی (ہیبت خان نیازی سلیم شاہ سوری سے شکست کھا کر راجوری میں بھاگ آیا تھا) کے پاس گئے اور اس کو مرزا سے جنگ کرنے کے لئے آمادہ کر کے لائے وہ بارہ مولہ تک آیا۔ اس کے دل پر مرزا کی ایسی ہیبت چھائی کہ اس نے جنگ کا ارادہ ترک کر کے ایک برہمن کو سفیر بنا کر مرزا کے پاس پیغام صلح بھیجا، مرزا نے صلح منظور کرلی، ہیبت خان واپس چلا گیا، اور موضع ہیر (علاقہ جموں) میں مقیم ہوا، ۹۵۷ھ و ۹۵۸ھ میں سلیم شاہ سوری اور مرزا کے درمیان سفارتوں اور تحایف کی آمد و رفت رہی۔ خواجہ اوجہ بہرام پسر مسعود چک کو جس نے سات برس تک کامراج میں مسلسل جنگ و جدل برپا کر رکھی تھی مرزا کے ایک سردار میرک مرزا نے صلح کر کے دعوت کے بہانے سے بلا کر مار ڈالا، اور اسکا سر مرزا کے حضور میں پیش کیا، عیدی رینہ موجود تھا اس کو غصہ آیا اس نے کہا آپ لوگوں کے عہد و پیمان کا کچھ اعتبار نہیں، مرزا نے معذرت کی اور کہا کہ مجھکو کچھ علم نہیں اس واقعہ سے اہل تشیع بہت برہم ہوئے پھر سنی شیعوں میں فساد ہوا، مرزا نے چند علما رشیدہ کو سزا دی۔ ان اسباب سے برہم ہو کر لوگ باہم سازش کرنے لگے سب نے متفق ہو کر نازک شاہ کو بھی بلا لیا۔ بظاہر سب مرزا کے مطیع رہے اور مرزا سے ظاہر کیا کہ محمد کوٹ میں آثار بغاوت ظاہر ہوتے ہیں، اس کا بند و بست ضروری ہے، مرزا نے اپنے چچا زاد بھائی مرزا قرا بہادر کو ایکہزار مغل اور ڈیڑھ ہزار کشمیری سپاہ دیکر روانہ کیا عیدی رینہ بھی قرا بہادر کے ساتھ ہولیا۔ جب یہ لشکر بارہ مولہ پہنچا کشمیری لوگ آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے قرا بہادر کو شک ہوا اس نے مرزا کو اطلاع دی اور اس مہم کے ملتوی کرنے کا مشورہ دیا مگر مرزا نے نمانا۔ حسین ناگری نے اپنے بھائی علی ناگری کو بھی مرزا کے پاس بھیجکر کشمیر یونکی سرگوشیوں سے مطلع کیا، اور التوائے مہم کا مشورہ دیا۔ مرزا نے اس پر التفات نہ کیا، اسی دوران میں اندر کوٹ میں آگ لگی، مغلوں کے مکانات جل گئے۔ مرزا قرا بہادر کا مکان بھی جل گیا، قرا بہادر نے مرزا کو لکھا کہ اجازت ہو تو ہم لوگ اندر کوٹ آکر اپنے مکانات درست کرلیں مہم اس سال ملتوی رہے۔ مرزا نے اجازت نہ دی۔ آخر مجبور ہو کر قرا بہادر محمد کوٹ پہونچا اور امرائے کشمیر

کے مشورے سے ایک تنگ درے میں فروکش ہوا، کشمیریوں نے یہاں کے زمینداروں سے سازش کر کے ان کو مغلوں کی معاودت کا راستہ مسدود کرنے پر مامور کیا، اور خود کلال جبال پر چڑھ گئے دوسرے دن علی الصباح کشمیری لشکر پہاڑوں سے اُتر کر مغلوں پر حملہ آور ہوا، مغل نرغے میں پھنسے ہوئے تھے، لیکن بڑی بہادری اور ثابت قدمی سے لڑے اور مجبور ہو کر پھرپل کی طرف بھاگے، کشمیریوں نے تعاقب کیا مگر مرزا قراباہادر قلعہ میں محصور ہو گیا، اب کشمیریوں نے اس سے صلح و آشتی کی باتیں کر کے مطمئن کر دیا وہ کشمیری لشکر میں اکدم آگیا، سب اس پر ٹوٹ پڑے اور گرفتار کر لیا، باقی مغل قلعہ سے نکل کر گھکروں کے علاقہ کی طرف بھاگ گئے قراباہادر معہ اپنے ہمراہیوں کے عیدی رینہ کے سامنے دست بستہ پہونچایا گیا، اس نے قراباہادر قطب علی، محمد نظر کو قید رکھنے کا حکم دیا، باقی ساٹھ آدمیوں کے ہاتھ کاٹ کر چھوڑ دیا اس کے بعد عیدی رینہ نے سید ابراہیم غازی چک دولت چک کو بھی بُلا لیا، اور سب جمع ہو کر حملہ کرنے کو چلے، جب یہ خبر مرزا کو پہونچی اسی وقت یہ متوحش خبریں پہونچیں کہ اہل تبت نے ملا قاسم کو مار ڈالا اور ملا باقی بھاگ آیا، ملا عبداللہ کو پکھلی والوں نے بغاوت کر کے نکال دیا اور وہ قتل ہو گیا، محمد نظر راجوری میں گرفتار کر لیا گیا۔ یوسف مرزا کو کشتوار والوں نے نکال دیا وہ راستے میں معہ ہمراہیوں کے مارا گیا، ان تمام حادثات کی خبریں اکدم مرزا کے گوش زد ہوئیں مگر اس جوانمرد نے استقلال کو ہاتھ سے نہ دیا اور کچھ آدمی اندرکوٹ اپنے محلات کی حفاظت کیلئے چھوڑ کر خود ایکہزار مغل لیکر باغیوں کی طرف متوجہ ہوا، مرزا النگر تک پہونچا تھا کہ فتح چک تین ہزار سوار لیکر اندرکوٹ پہونچ گیا اور خوب لوٹ مار کر کے مرزا کے محل کو آگ لگا دی اس کے جواب میں مرزا کے خاص آدمی صبر علی نے سلطان زین العابدین کے مکانات جو پرگنہ زینہ گر میں تھے جلا دئے مرزا کو اس کی یہ حرکت پسند نہ آئی اور اس کو بُرا بھلا کہا وہاں سے چل کر باغیوں کی قرارگاہ خانپور کے قریب موضع واہتورہ میں جا پہونچا، دشمن ٹڈی دل تھے اس لئے مرزا نے شبخون کا ارادہ کیا۔ ۸ ذیقعدہ ۹۵۷ھ ۱۵۵۰ء کو رات کے وقت مرزا آٹھ سو سوار لیکر نکلا دشمنوں کی کثرت سے مغل خوفزدہ ہو گئے تھے۔ اس لئے مرزا کا ساتھ چھوڑ چھوڑ کر بھاگنے لگے جب قلعہ کے دروازے

پر پہونچا تو آٹھ سو میں سے صرف تیس آدمی رہ گئے تھے لیکن مرزا بے خوف و ہراس قلعہ میں داخل ہوگیا اندر پہنچکر دیکھا تو صرف آٹھ آدمی ساتھ تھے اس پر بھی اس بہادر نے منہ نہ موڑا اور دشمن پر جا پڑا۔ چالیس آدمیوں کو بدست خود قتل کیا، اتفاقاً مرزا کا قوچی نظر نام جو دشمنوں پر تیر برسا رہا تھا اس کا ایک تیر مرزا ہی کے آلگا۔ مرزا جانبر نہو سکا کاچی چک کے بیٹوں نے چاہا کہ مرزا کی لاش کو پامال کریں مگر سید محمد پسر ابدال ماگرے (نازک شاہ کا بہنوئی) و نازک شاہ و دیگر اہل سنۃ والجماعۃ مزاحم ہوئے اس لئے چک اس حرکت سے باز رہے۔ مرزا کے عیال و اطفال اندر کوٹ میں تھے چکوں نے چاہا کہ ان کو برباد کریں مگر مرزا کی زوجہ خانمی نام نے تین دن تک مردانہ وار مقابلہ کیا۔ چوتھے دن محمد رومی نے توپوں میں تانبے کے پیسوں کے گراب ڈال کر مارے اس سے مغلوں کے بہت بہادر کام آئے پھر احمد ماگرے (سید محمد کا رشتہ دار تھا) و امیر خان نے باہم صلح کرادی کشمیریوں نے عہدنامہ لکھدیا کہ ہم مغلوں کو نقصان نہ پہونچائینگے، مرزا کے اہل و عیال اندر کوٹ سے سری نگر آجائیں اور وہاں سے اپنے وطن کاشغر کو چلے جائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مرزا نے دس سال حکومت کی اس کی قبر سری نگر میں مزار السلاطین میں ہے یہ قبر شکستہ تھی، ولیم مورکرافٹ نے اس کی مرمت کرا کر اس پر کتبہ لگایا۔ اس میں مرزا کا نسب نامہ و حالات کندہ ہیں قطعہ تاریخ یہ ہے

س ۔ شہ گورگان میرزا حیدر آخر + بہ ملک شہادت زدہ کوس شاہی

قضائے الٰہی چنیں بود و تاریخ + شدہ بہر و صلش قضائے الٰہی

۹۵۸ھ

مرزا کے بعد نازک شاہ بدستور بادشاہ رہا، عیدی رینہ وزیر اعظم بنا، اعظم ہمایون عرف ہیبت خان و سعید خان و شہباز خان افغانان نیازی تسخیر کشمیر کے لئے آئے، پرگنہ بانہال میں پہونچکر کوہ لون میں داخل ہوگئے، سرداران کشمیر نے متفق ہوکر مقابلہ کیا سخت خونریز جنگ ہوئی اس جنگ میں بی بی رابعہ زوجہ ہیبت خان نے خوب داد شجاعت دی آخر تمام افغان معہ بی بی رابعہ قتل ہوئے کشمیری مظفر و منصور ہوئے انہوں نے ان سب کے سر کاٹکر یعقوب خان کے ساتھ سلیم شاہ سوری کے پاس بھیجدئے اس کے بعد امرائے کشمیر میں خانہ جنگی ہوئی

عیدی رینہ شکست کھا کر بھاگا - آخر بیمار ہو کر سری نگر میں مرگیا، یہ کل دس مہینے وزیر رہا۔
اب دولت چک نے وزارت پر قبضہ کر لیا اور نازک شاہ کو ۱۵۵۱ء میں معزول کر کے ملک سے
نکال دیا، نازک دس سال آٹھ ماہ دس روز برائے نام بادشاہ رہا۔

اسماعیل ثانی

نازک شاہ کو معزول کر کے ۱۵۵۱ء میں اسماعیل بن ابراہیم اوّل بن محمد شاہ تخت نشین کیا گیا
دولت چک وزیر رہا، اس نے اہل سنت والجماعۃ پر تشدد کیا، ۱۵۵۳ء میں سخت زلزلہ آیا،
دولت چک نے ایک محلہ آباد کیا، اس میں خوبصورت محلات تعمیر کرائے اس کا نام حسن آباد رکھا
دولت چک اور غازی چک میں اکثر جنگ رہتی تھی، ایکمرتبہ غازی چک نے اس کے تمام آدمی گرفتار
کر لئے دولت چک کوہستان بھاک کو بھاگ گیا - ایک چوہان نے اس کو گرفتار کر کے غازی چک
کے پاس بھیجدیا یہاں وہ قید کیا گیا، غازی چک نے اسماعیل کو بھی معزول کر دیا یہ تین سال بادشاہ رہا،

حبیب شاہ

سنہ ۹۶۰ھ / ۱۵۵۳ء میں غازی چک نے اپنے بھانجے حبیب بن اسماعیل شاہ اول کو اسماعیل ثانی کے
بعد تخت نشین کیا، اور خود وزیر بنا، کچھ دنوں کے بعد اس کو خود بادشاہ بننے کا شوق ہوا ایکدن
سر دربار غازی چک کے بھائی علی چک نے حبیب شاہ کے سر پر سے تاج اُتار کر غازی چک کے سر
پر رکھدیا ہر طرف سے مبارک سلامت ہونے لگی حبیب شاہ قید کر دیا گیا، یہ گیارہ ماہ ۱۹ دن بادشاہ رہا،

خاندان چک

چک ایک قوم کا نام ہے ۱۳۰۰ء میں لنگر چک نام ایک شخص وار دستان سے آکر
موضع تریہ گام میں سکونت پذیر ہوا اور گرد و نواح میں اقتدار حاصل کیا، اس کے بعد ایک
اور خاندان گلگت سے جو ہست چک کا خاندان کہلاتا تھا۔ آکر موضع کوبہ دار میں مقیم ہوا جب
سلطان زین العابدین نے جھیل ولر کے مغربی کنارے کے ویران علاقے کو آباد کر کے زینہ گیر نام
رکھا یہ مقام موضع تریہ گام سے قریب تھا جو لنگر چک کا جائے سکونت تھا سلطان نے اپنے لئے

باغ و محل تعمیر کرایا، تو لنگر چک کے بیٹے پانڈو چک نے اس خیال سے کہ بادشاہ یہاں رہے گا تو میرا عزت و اقتدار قایم نہ رہے گا، سلطان کی غیبت میں شاہی محل کو آگ لگادی سلطان کو جب اطلاع ہوئی تو اس نے موضع ترہیہ گام پر حملہ کیا پانڈو چک دار و کو بھاگ گیا سلطان نے دوبارہ ان عمارات کو درست کرایا، پانڈو چک موقع پا کر آیا اور پھر آگ لگا کر بھاگ گیا، اب سلطان نے دارو پر چڑھائی کی، وہاں کے لوگوں نے جنگ کی بربادی سے بچنے کیلئے پانڈو چک کو گرفتار کر کے سلطان کے حوالے کر دیا سلطان نے اس کے اسقدر بید لگوائے کہ مر گیا، اس کے ساتھ جو آدمی تھے وہ بھی قتل کئے گئے، مقتولین کی عورتوں کو موضع بیرل پرگنہ اوتر میں بھجوا دیا جب اُن کے بچے جوان ہو گئے تو انہوں نے قبیلۂ نیائک سے جو اس نواح میں با اقتدار تھا رشتہ داری کا سلسلہ قایم کر لیا اور پھر ترہیہ گام میں آکر رہنے لگے، پانڈو چک کا بیٹا حسین چک جو باپ کے بعد پیدا ہوا تھا ترقی کرتے کرتے دربار میں پہونچ گیا، پھر اس خاندان کے افراد ترقی پاتے پاتے مصاحبت و وزارت کے مرتبہ کو پہنچے اور بادشاہوں کو بیٹیاں بیاہ کر سلطنت کے رشتہ دار بن گئے، اوّل یہ سب لوگ اہل سنت و الجماعۃ تھے، پھر ان میں سے کچھ آدمی شمس عراقی کے مرید ہو کر شیعہ ہو گئے، آخر حسین چک کا پوتا غازی خان ۹۶۱ھ ۱۵۵۴ء میں حبیب شاہ کو معزول کر کے تخت نشین ہو گیا،

غازی شاہ

غازی چک پسر کاجی چک اپنے ہمشیر زادے حبیب شاہ کو ۹۶۱ھ ۱۵۵۴ء میں معزول کر کے بادشاہ بنا، یہ عادل منتظم اور دلیر تھا، مؤلف گلدستہ کشمیر نے ص۱۲۵ پر اس کے عدل و انصاف کی تعریف کی ہے جو علاقے سلطنت کشمیر سے علیحدہ ہو گئے تھے ان کو مطیع کیا، کشتوار، تبت گلگت، اسکردو، وانگلی، پھکلی وغیرہ سب فتح کئے، پھر گکھڑ کے ملک پر فوجکشی کی خفیف جنگ کے بعد کمال خان گکھڑ نے اپنی لڑکی غازی خان سے بیاہ دی۔ اس کے دل میں آخر عمر میں مذہبی تعصّب پیدا ہو گیا تھا، اس نے سُنیوں پر شیعہ بننے کے لئے جبر کیا، اس پر لوگ اس سے بددل

ہو گئے، اور اس کے قتل کے درپے ہو گئے، اوّل یوسف چک وغیرہ نے بغاوت کی پھر بہرام چک فتح چک وغیرہ نے بغاوت کی، مگر سب نے شکست پائی، سنہ ۱۵۶۰ء میں شمس رینہ پھر عیدی رینہ معہ اور چند امرا، کے ہمایون بادشاہ کے پاس فریاد لیکر گئے لیکن ان کے پہونچنے سے تھوڑے ہی دنوں بعد ہمایوں کا انتقال ہو گیا، اور یہ معاملہ ناتمام رہگیا، آخران لوگوں نے شاہ ابوالمعالی کیطرف (ابو المعالی ہمایون کا منہ چڑھا تھا یہ تمام امرا کے ساتھ بُرا سلوک کرتا تھا، اس سے تمام امرار ڈرتے تھے ہمایون کی آنکھ بند ہوتے ہی بیرم خان وغیرہ نے اس کو قید کر کے قتل کرنا چاہا، مگر اکبر بادشاہ نے پہلی پہل خون میں ہاتھ رنگنے پسند نہ کئے اسکو قید کر دیا، یہ قید سے بھاگ کر گھکروں کے علاقہ میں جا پہونچا۔ گھکروں نے اس کو پھانس لیا۔ یہ امرائے کشمیر سے رعایائے کشمیر کی بددلی کا حال سُن ہی چکا تھا، اس کے دل میں اُمید پیدا ہوئی اور کمال خان گہکر سے ساز باز کر کے وہان سے اس طرح بھاگا کہ پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں، اور اپنے نوکر یوسف کے کندہوں پر سوار تھا) رجوع کیا، ابوالمعالی راجوری پہونچا، شمس رینہ لوہر ماگری دولت چک اس سے آملے، غازی چک کو جب خبر ملی بہت گھبرایا، مگر مقابلہ کرنا پڑا سخت جنگ ہوئی، ابو المعالی شکست کھا کر ہندوستان کی طرف بھاگ گیا، شمس رینہ معہ ایکہزار سات سو آدمیوں کے گرفتار ہوا۔ غازی خان نے ان سبکو قتل کرا دیا، دوسرے سال شمس رینہ کے بھائی محمد رینہ نے جمعیت فراہم کر کے اپنے بھائی کے انتقام میں حملہ کیا مگر شکست کھائی، آخر میں غازی چک مرض جذام میں مبتلا ہوا۔ امرا اس سے نفرت کرنے لگے، اور اس کے بھائی حسین خان کی طرف رجوع ہوئے، غازی خان نے مجبور ہو کر تخت و تاج بھائی کے حوالہ کیا، آٹھ سال دس ماہ اکیس دن حکومت کی۔

حسین شاہ

سنہ ۹۷۱ھ / ۱۵۶۳ء میں غازی خان نے اپنے بھائی حسین شاہ کو تخت نشین کیا، پھر اپنے کئے پر پچھتایا اور اس کے معزول کرنے کی فکر میں ہوا، جنگ کی طیاری ہونے لگی مگر اہل شہر نے درمیان میں پڑکر صلح کرا دی، غازی شاہ کو خانہ نشینی پر مجبور ہونا پڑا، بہادر خان وغیرہ نے بلوے کئے بادشاہ نے

اُن کو گرفتار کرکے سزائیں دیں، مبارز خان بادشاہ کے قتل کی فکر میں ہوا، بادشاہ کو خبر ہو گئی بادشاہ نے اس کے ہاتھ کٹوادئے، ۹۷۵ھ ۱۵۶۷ء میں حسین شاہ کا بھائی شنکر چک ناراض ہو کر کوہستان نوشہرہ کی طرف چلا گیا، اور خود مختارانہ حکومت کرنے لگا، وہاں کی رعایا اس کے ظلم وستم سے تنگ آکر حسین شاہ کے پاس فریادی ہوئی، بادشاہ نے ان سے مدد دینے کا وعدہ کیا شنکر چک کو جب معلوم ہوا تو وہ لشکر آراستہ کرکے آمادہ پیکار ہوا، بمقام پوچھ جنگ ہوئی، شنکر چک زخمی ہو کر بھاگ گیا، اسی سال اکبر بادشاہ نے مرزا مقیم کو سفیر بنا کر بھیجا، مرزا مقیم ایک متعصب شیعہ تھا اس کے ہمراہی بھی شیعہ تھے، قاضی سید حبیب اللہ خطیب جامع مسجد بعد نماز جمعہ قبرستان میں فاتحہ خوانی کے لئے جاتے تھے، ایک شیعہ یوسف نامی ان پر تلوار کا وار کیا، قاضی زخمی ہوا، کئی زخم آئے، انگلیاں کٹ گئیں، قاضی کا داماد مولانا کمال آپہونچا، یوسف بھاگا، علی کوکہ اور دنی کوکہ نے اس کو گرفتار کرلیا، حسین شاہ اگرچہ متعصب شیعہ تھا، مگر مقدمات میں اکثر انصاف سے کام لیتا تھا، حسین شاہ نے علماء اہل سنت سے دریافت کیا کہ ایسے شخص کی کیا سزا ہے، مولانا شمس الدین الماس اور ملا یحیی کتانی خلف ملا نوبی کتانی المعروف بہ ملا فیروز نے کہا کہ سیاست کے لئے ایسے شخص کا قتل جائز ہے قاضی کو خبر ہوئی تو اس نے کہلا بھیجا کہ میں زندہ ہوں، زخمی ہوا ہوں اس کو قتل نکیا جائے حسین شاہ نے یوسف کو قتل کرادیا، مرزا مقیم کو جب خبر ہوئی تو اس نے حسین شاہ سے کہلا بھیجا کہ جن مفتیوں نے قتل کا فتوی دیا ہے انکو میرے پاس بھیجدو حسین شاہ نے دونوں کو بھیجدیا، مرزا نے مفتیوں سے پوچھا تمنے قتل کا فتوی کیوں دیا؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے قتل کا فتوی علی الاطلاق نہیں دیا بادشاہ نے ہم سے زبانی دریافت کیا ہم نے کہا سیاست کیلئے ایسے شخص کا قتل روا ہے، مرزا نے حکم دیا کہ ان مفتیوں کو قتل کردیا جائے۔ وہ قتل کئے گئے اور ان کی لاشوں کے پیر میں رسی باندھکر تمام شہر میں گھسیٹا گیا، (صرف ایک شخص کے زخمی کرنے پر قتل کا فتوی نہیں دیا جاسکتا، جیسا کہ خود قاضی حبیب اللہ نے کہا اگر دونوں مفتی بھی بڑے عالم تھے وہ ایسا غلط فتوی نہیں دیسکتے تھے، ضرور اس کے ساتھ کچھ اسباب اور بھی ہونگے

جن کو غیر ضروری سمجھکر مورخین نے نقل نہیں کیا اور انہیں اسباب کی بنا پر ان علما نے قتل کا حکم لگایا ہوگا، ان مفتیوں کا جو قول نقل کیا ہے کہ سیاست کیلئے ایسے شخص کا قتل روا ہے یہ فقرہ اس طرف رہبری کرتا ہے کہ اور وجوہ بھی تھے۔ صاحب تکمل تاریخ کشمیر نے اسقدر اور لکھا ہے کہ مرزا مقیم کے سوال کرنے پر مفتیوں نے براہین عقلی و نقلی پیش کئے۔ ان تمام اقوال پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حملہ کی تہ میں کوئی خفیہ سازش وغیرہ ہوگی) حضرت مولانا یعقوب صرفی نے تاریخ لکھی ؎ گفت شد از بہر دین ملا شہید، دوسری تاریخ "ذوخون شد" ہے۔ جب مرزا مقیم واپس ہونے لگا تو حسین شاہ نے ۹۷۷ھ شہنشاہ اکبر کی اطاعت قبول کی اور نذر و تحایف کے ساتھ اپنی لڑکی بھیجی، ادہر سے حاجی کنائی معہ چند علمار اہل سنت اکبر بادشاہ کے حضور میں پہنچے اور تمام واقعہ بیان کیا اکبر سخت برافروختہ ہوا اور مرزا مقیم وغیرہ کو قتل کرادیا، حسین شاہ کے تحایف اور اس کی لڑکی کو واپس کردیا، حسین شاہ اس ندامت و صدمہ سے بیمار ہوگیا، اعیان دولت نے سازشیں شروع کیں اکثر امرا حسین شاہ کے بھائی علی چک کے گرد جمع ہوگئے اُس نے جمعیت فراہم کرلی جب حسین شاہ کو خبر ہوئی تو اس نے مصلحت اس میں دیکھی کہ تاج شاہی علی خان کے پاس بھیجدیا، علی خان بھائی کی عیادت کو آیا، دونوں بھائی بغلگیر ہوکر خوب رُوئے حسین شاہ زین پورہ میں رہنے لگا، ۱۵۷۲ء میں مرگیا، چھ سال ۹ ماہ تیرہ دن حکومت کی، حسین شاہ عادل و باذل و شجاع تھا اس میں صرف یہ عیب تھا کہ متعصب تھا اور ترویج مذہب شیعہ کے لئے جبر سے کام لیتا تھا، صاحب طبع موزوں تھا، یہ شعر اس کی یادگار ہے ؎

حمایل کردہ تیغ و بستہ خنجر یار می آید　　دلا برخیز و کارے کن کہ جان در کار می آید

علی شاہ

۹۷۸ھ ۱۵۷۰ء میں اپنے بھائی حسین شاہ کو معزول کرکے تخت نشین ہوا یہ مدبر و منتظم بہادر اور سخی تھا، نازک شاہ کے بیٹے حیدر خان و سلیم خان جمعیت فراہم کرکے چڑھ آئے مگر شکست کھائی۔ راجہ بہادر سنگھ والی کشتوار نے خراج بند کرلیا، علیشاہ نے لشکر بھیجا راجہ مغلوب ہوا سال آیندہ سے

خراج بھیجنے کا وعدہ کیا اور اپنی بہن شنکر دیوی علی شاہ کے پوتے یعقوب کی نذر کی۔ دوبارہ پھر راجہ نے سرکشی کی بادشاہ نے پھر لشکر بھیجا اس دفعہ راجہ نے اپنے بھائی نراین سنگھ کو عفو تقصیرات کے لئے بھیجا اور اپنی لڑکی جو بعد میں فتح خاتون مشہور ہوئی بھیجدی۔ اسی سال اکبر بادشاہ نے مولانا عشقی و قاضی صدر الدین کو سفیر بنا کر بھیجا اور علی شاہ سے شہزادہ سلیم (جہانگیر) کیلئے دختر طلب کی، علی شاہ نے اپنی بھتیجی بھیجدی اور اطاعت کا وعدہ کیا، اکبر کا خطبہ و سکہ جاری ہوگیا، نوروز چک کے بیٹے علی چک نے دو مرتبہ بغاوت کرکے شکست کھائی۔ ۹۸۴ھ ۱۵۷۶ء میں قحط عظیم پڑا بادشاہ نے رعایا کی خوب امداد کی، مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے، علی شاہ نے اپنے بھرے خزانے اس کے واسطے غلہ بہم پہونچانے میں خالی کردئے صنہ ۱۳) یہ قحط تین سال تک رہا، آخر زمانہ میں علی شاہ اور اس کے بیٹے یوسف میں رنجش ہوگئی، طرفین آمادہ پیکار ہوگئے تھے، لیکن سید مبارک وزیر نے دونوں میں صلح کرادی، مرنے سے ایک سال قبل علی شاہ نے مذہب اہل سنت اختیار کیا، اور جامع مسجد میں آکر علما کے سامنے توبہ کی، علی شاہ کے ابتدائی زمانہ میں ایک شخص عارف شاہ نام جو مذہباً شیعہ تھا، مگر بلباس فقر و تصوف پھرتا تھا، اور اپنے آپ کو شاہ ایران طہماسپ صفوی کی نسل سے بتلاتا تھا، حسین قلی خان ترکمان صوبہ پنجاب کے پاس ٹھیرا، جب وہاں کچھ دال گلتی نہ دیکھی تو یہ سنکر کہ کشمیر کا بادشاہ شیعہ ہے کشمیر آیا، بعض امراء اور بادشاہ اس کے معتقد ہوگئے وہ اپنے آپ کو مہدی آخر الزمان کہتا تھا۔ اس کے مرید اس کو سجدہ کرتے تھے بادشاہ نے ازراہ عقیدت اپنی لڑکی اس کے عقد میں دیدی۔ کچھ دنوں کے بعد شاہ صاحب نے حصول سلطنت کیلئے خفیہ جد وجہد شروع کی، نوروز چک وغیرہ موافق ہوگئے، علی شاہ کو خبر ہوگئی، اس نے شاہ صاحب کو گرفتار کرا لیا، شاہ صاحب نے وعدہ کیا میں یہاں سے چلا جاؤں گا مجھے چھوڑ دو، علی شاہ نے چھوڑ دیا مگر شاہ صاحب روپوش ہوکر چھپ رہے بادشاہ کو خبر ہوئی اس نے پھر گرفتار کرا لیا۔ لیکن یہ پھر حوالات سے کسی طرح نکل بھاگے۔ اور کوہ سلیمان میں جا چھپے، مگر وہاں سے بھی پکڑے آئے۔ اس دفعہ علی شاہ نے ایک اشرفی مہر لیکر اپنی لڑکی کو طلاق دلائی اور تبت کی طرف نکال دیا، والی تبت علی رائے بھی شیعہ تھا وہ بھی انکا

معتقد ہوگیا، اور اپنی لڑکی بیاہ دی کچھ دنوں عارف شاہ نے آرام سے بسر کی پھران کو اکبر بادشاہ نے طلب کیا یہ روانہ ہوئے مگر آگرہ پہونچکر مر گئے، علی شاہ ۸ سال ۸ ماہ ۲۱ دن حکومت کرکے مرگیا،

یوسف شاہ

سنہ ۹۸۷ھ ۱۵۷۹ء میں علی شاہ کے مرنے پر اس کے دفن سے پہلے اس کے بھائی ابدال خان نے جمعیت فراہم کرکے تخت پر قبضہ کرنا چاہا۔ سید مبارک وزیر نے مقابلہ کیا، ابدال خان قتل ہوا اور بھائی سے پہلے اپنے آبائی قبرستان میں دفن ہوگیا، علی شاہ کے دفن کے بعد اس کا بیٹا یوسف تخت نشین ہوا اس نے عیش وعشرت کا بازار گرم کردیا۔ امور مملکت سے غافل ہوگیا، یہ شاعر بھی تھا یہ شعر اسی کا ہے

؎ دل پر درد من جانان بسان غنچہ پر خون است ٭ چہ بیرحمی نہ پرسیدی کہ احوال دلت چون است

قوالوں مطربوں کی صحبت میں رہتا تھا انہیں کا کہنا چلتا تھا، یہ دیکھکر سید مبارک وزیر اپنے عہدے سے دستکش ہوکر خانہ نشین ہوگیا، محمد بٹ وزیر بنا اس نے اراکین سلطنت کے ساتھ بدسلوکی شروع کی اس لئے لوہر علی چک و لدلو روز چک ابدال بٹ نے بغاوت کی اور سید مبارک سے طالب امداد ہوئے مگر نمک حلال سید نے سمجھا بجھا کر انہیں آمادۂ صلح کرلیا، اور بادشاہ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ اپنا رویّہ درست کرلیں اور امراکے مطالبات پورے کردیں، بادشاہ کے مشیروں نے بادشاہ کو صلح پر مائل نہونے دیا اور سید مبارک کے پاس حکم بھجوادیا کہ باغیوں کو گرفتار کرکے حاضر دربار کرو ورنہ تمہاری خیر نہیں۔ اب بیچارہ سید کیا کرتا اگلے دن جب باغی حاضر نہوئے تو شاہی فوج سید مبارک پر حملہ کرنیکے لئے بھیجی گئی، مرتا کیا نکرتا، سید بھی اپنی جمعیت لیکر مقابلہ پر آگیا، اوّل بہت خوشامد اور پند ونصائح کئے مگر کچھ کارگر نہ ہوئے اور جنگ شروع ہوگئی، شاہی فوج کچھ قتل ہوئی کچھ بھاگ نکلی کچھ سید سے مل گئی، اب بادشاہ نے صلح کا پیغام بھیجا۔ سید نے جواب دیا کہ میں نے ہر طرح خوشامد و نصیحت کی آپنے کچھ نہ سنا اب صلح نہیں ہوسکتی، آپ تشریف لیجائیے جب آپ کا دماغ درست ہوجائے گا، آپ کو بلا کر تخت نشین کردیا جائیگا، یوسف شاہ نے تاج سید کے پاس بھیجدیا اور خود کوہستان کی طرف چلا گیا، ایکسال ایکماہ ۱۹ دن حکومت کی،

مؤلف گلدستۂ کشمیر نے یوسف شاہ کے متعلق لکھا ہے اگرچہ داد و دہش کرتا لیکن بسبب شغل رقص و سرود و صحبت مطربان طرب افزا و گلگشت و آب و ہوائے گلزار دلکشا احوال سپاہ و رعیت کی پرداخت سے غافل رہا۔ (ص ۱۳۲)

سیّد مبارک خان بیہقی

۹۸۶ھ میں یوسف شاہ معزول ہوا، کئی دن تک تخت سلطنت خالی رہا۔ پھر تمام امرا نے متفق ہوکر سیّد مبارک کو تاج پیش کیا، سیّد نے انکار کیا مگر امرا کے اصرار سے مجبور ہوکر تاج شاہی سامنے رکھکر کہنے لگا، اے نفس شوم جاہ و حشمت دنیا را ہیچ اعتبار نیست بحصول این مرتبہ موجب عجب و مکر نازی کہ در حقیقت ازان توچیست ؎

جہان و کار جہان جملہ ہیچ در ہیچ است ٭ ھزار بار من این نکتہ کردہ ام تحقیق

یہ کہکر مسند شاہی پر آبیٹھا، تاج توڑ پھوڑ مساکین و فقرا کو تقسیم کردیا، معمولی لباس میں کاروبار سلطنت انجام دیتا، عدل و انصاف سے کام لیتا، جو رسم و رواج و مظالم جاری تھے، ان کو مسدود کیا۔ چک خاندان کے لوگ رعایا پر بیجا حکومت کے عادی تھے اس کا انسداد کیا، اس پر چک بگڑ گئے اور یوسف شاہ کو بلا بھیجا، مبارک شاہ حکومت سے بیزار تھا ہی، اس نے ایک خط یوسف شاہ کے پاس بھیجا اوس کا مضمون یہ تھا ؎

شہا فقر و غنا از ما، و ملک و عز و جاہ از تو ٭ کہ دنیا را وفائے نیست خواہ از ما و خواہ از تو

دنیا ناپائدار است و ایام دنیا غدار اگر دیدار یکدیگر حاصل شود موجب صلاح و فلاح جانبین است

یوسف شاہ بھی صلح چاہتا تھا وہ سیّد کے پاس آنے کو طیار ہوا۔ مگر اس کے مشیروں نے روکا کہ سیّد فریب کرتا ہے اور یہ جواب لکھکر روانہ کیا ؎

کہ خان را ندانیم ازین گفتگو ٭ چہ باشد غرض باشد صلح جو

بما از ضرورت صفائی کند ٭ نہ از مہر بل از دغائی کند

بہ بیند اگر سیف ما را بخواب ٭ شود زہرہ اش آب از اضطراب

اس جواب کو پڑھ کر سیّد کمر ہمّت باندھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ میدان جنگ میں آکر وہ ہاتھ دکھائے کہ اچھے اچھے سورماؤں کے چھکے چھوٹ گئے، کشتوں کے پشتے لگ گئے، یوسف شاہ بھاگ نکلا سیّد کے سپاہیوں نے تعاقب کرنا چاہا مگر سیّد نے منع کیا، مگر علی چک پسر نوروز چک نے جو اس جنگ میں شریک نہ تھا، کہیں باہر گیا ہوا تھا۔ آکر لوگوں کو پھر اُبھارا اور یوسف شاہ کے پاس تسلّی وتشفی کا پیغام بھیجا۔ اور بہت سے لوگوں سے ساز باز کرکے بغاوت کرادی، سیّد بغاوت فرو کرنے پر آمادہ ہوا مگر ابدال بٹ نے حیلہ حوالہ کرکے سیّد کو تخت سے دست بردار کرادیا اور سب نے مل کر لوہر چک ولد شنکر چک کو بادشاہ بنالیا اور یوسف شاہ کو کہلا بھیجا کہ آپ تشریف نہ لاویں، سیّد نے ۶ ماہ ۲ روز حکومت کی،

لوہر شاہ

سیّد مبارک کی دست برداری کے بعد لوہر چک پسر شنکر چک یوسف شاہ کا چچازاد بھائی ۹۸۸ھ / ۱۵۸۰ء میں تخت نشین کیا گیا، ابدال بٹ وزیر بنا۔ لوہر شاہ برائے نام بادشاہ تھا، وزیر کا اختیار واقتدار تھا، بادشاہ اور وزیر دونوں عادل ومنصف تھے، مؤلف گلدستۂ کشمیر نے لکھا ہے دادگستری ورعیت پروری سے ہر کسی کے ساتھ سلوک کیا (ص ۱۳۱) ان کے عدل وانصاف سے ملک ہر سبز وشاداب اور رعایا مرفہ الحال ہوگئی یوسف شاہ مایوس ہوکر آگرہ اکبر بادشاہ کے پاس گیا اکبر نے اس کی مدارات کی اور گیارہ مہینے کے بعد اوس کے ساتھ راجہ مان سنگھ اور مرزا یوسف کو لشکر کثیر کے ساتھ تسخیر کشمیر نے روانہ کیا یوسف شاہ نے چلتے وقت دیوان حافظ میں فال کھولی ہ

یوسف گم گشتہ باز آید بہ کنعان غم مخور،

جب یہ لشکر لاہور پہونچا تو یوسف کا وزیر محمد بٹ ایکہزار فوج لیکر یوسف شاہ سے آملا، اب لوہر شاہ سمجھا اب یوسف شاہ سمجھا کہ اکبر امداد دینے کی حکمت عملی سے کشمیر پر خود قابض ہونا چاہتا ہے۔ اس لئے اُس نے اپنے وزیر کے مشورے سے راجہ مان سنگھ سے کہا کہ میں آگے جاکر حالات کا اندازہ کرلوں۔ راجہ نے اجازت تو دیدی لیکن وہ اس کے دل کی بات کو تاڑگیا اور اکبر کو لکھ بھیجا۔ اکبر بہت

برہم ہوا۔ یوسف شاہ نے اجازت تو لیلی مگر خرچ پاس نہ تھا۔ اس لیئے لاہور کے تاجروں سے کچھ روپیہ قرض لیکر روانہ ہوا اور اپنی جمعیت کو بڑہاتا ہوا آگے بڑھا یہاں تک کہ اس کے پاس چار ہزار سپاہ ہوگئی اب اس نے امرا کشمیر کو خطوط روانہ کیئے کہ میں اکبر بادشاہ سے مدد لیکر آرہا ہوں بہتر ہے کہ تم اطاعت کرلو ورنہ تکلیف پاؤگے، لیکن کسی نے اس تحریر پر التفات نکیا، لوہر شاہ اور ابدال بٹ نے بھی فوجیں آراستہ کیں اور راستے مسدود کردئے نوشہرہ پر دونوں لشکروں میں جنگ ہوئی لوہر شاہ کی فوج یوسف شاہ سے مل گئی، اور اراکین سلطنت اور راجہ راجوری بھی ہمساز ہوگئے، اس لیئے یوسف شاہ بڑھتا چلا گیا، سوپور میں لوہر شاہ ابدال بٹ دونوں فوجیں لئے ہوئے موجود تھے، دریائے جہلم دونوں لشکروں کے درمیان حائل تھا۔ اس لیئے تیر و تفنگ سی جنگ ہوئی، ابدال بٹ نے یہ چال چلی کہ یوسف شاہ کو خط لکھا کہ آپ کے اُمرا لوہر شاہ سے ملگئے ہیں، اگر آپ اپنی خیر چاہتے ہیں تو پونچھ کی طرف تشریف لیجائیے، یوسف شاہ نے اس کے جواب میں یہ منظوم خط لکھا ؎

چہ میگوئی اے گرگ ابدال رنگ — بترسانی از آب دریا نهنگ

تو لودی کشا ورز آبائے تن — کشاورزی کے سزد جائے من

بشمشیر و ترکش ترا نیست کار — کشاورز را با دلیری چہ کار

پئے حرب من لشکر آراستی — شب خون کنان سوئے من تاختی

خداوند ملکم بہ پیوند خویش — نشسو حامی اندر خداوند خویش

تو گر ہوشیاری نہ من بے خودم — ہمان ہوشیارم ہمان بخردم

تو کہ برگ ساکن کنی باد را — ہراسانی از صید فولاد را

کسے کو زند بر من ابر گرہ — کفن بہ کہ پوشد بجائے زرہ

غضنفر بصد فر برآورد سر — حذر کن ز روباہ بازی گذر

زکہ دان خود سر برافراختی — بمیدان مردان فرس تاختی

تو از مکر خود سیّد بادشاہ	در انداختی ہیچو رستم بچاہ
بدان تا بہم برزنی جائے من	ستانی زمن ملک آبائے من
نژادہ منم دیگران زیر دست	بہ پور علی شہ کہ آرد شکست
تو از من چہ نرم آہنے دیدئی	کہ فولاد خود را پسندیدئی
در اندازۂ من غلط بودئی	کہ بازوئے جنگم نہ پیمودئی
من آنگہ عنان بازپیچم ز راہ	کہ یا سر دہم یا ستانم کلاہ
ترا آنچہ بائست گفتم کلام	تو دانی دگر بعد ازین والسّلام

ابدال بٹ یہ خط دیکھکر مایوس ہوگیا، یوسف شاہ موضع دلنہ کے قریب جہاں دریا پایاب تھا، پار ہوکر سری نگر کو روانہ ہوا، ابدال بٹ سدّراہ ہوا مگر مارا گیا، لوہر شاہ میدان جنگ میں تاج پہنکر بھاگ گیا، یوسف شاہ مظفر و منصور شہر میں داخل ہوا، لوہر شاہ نے ایکسال ۱۹ دن حکومت کی۔

یوسف شاہ بار دوم

سنہ ۹۸۹ھ ۱۵۸۱ء میں یوسف شاہ دوبارہ تخت نشین ہوا اپنے مخالفوں کا قلع قمع کرنا شروع کیا، لوہر شاہ سری نگر میں چھپا ہوا تھا۔ اس کو گرفتار کرکے اندھا کر دیا، بعض کو قتل کر دیا بعض کو معاف کر دیا، حیدر چک بھاگ کر تبت کی راہ سے راجہ مان سنگھ کے پاس لاہور جا پہنچا، پھر یوسف شاہ انتظام مملکت کی طرف متوجہ ہوا، نہایت عدل و انصاف اور دانشمندی سے کام کیا، کچھ دنوں کے بعد پھر عیش و عشرت میں مبتلا ہوگیا، شیر خان وغیرہ نے بغاوت کرنی چاہی یوسف شاہ کو خبر ہوگئی، اس نے ان لوگوں کو قید کر دیا، حبیب چک و شمس چک لاہور میں حیدر چک سے جا ملے اور مشورہ کرکے تبت آئے، راجہ تبت سے مدد لیکر کشمیر پر حملہ کیا مگر شکست کھائی۔ حیدر چک کشتوار کو بھاگ گیا، حبیب چک وغیرہ گرفتار کرکے اندھے کئے گئے محمد بٹ وزیر بادشاہ سے منحرف ہوگیا اور یوسف چک کو متفق کرکے بادشاہ کے قتل کی فکر کرنے لگا، بادشاہ نے ان کا تدارک کرنا چاہا یہ سب بھاگ نکلے، شاہی فوج نے تعاقب کیا، محمد بٹ گرفتار ہوا۔ اس کے کچھ

ساتھی مارے گئے، کچھ بھاگ کر حیدر چک کے پاس کشتوار پہنچ گئے، اس کے بعد بادشاہ کا لڑکا یعقوب باپ سے باغی ہو کر حیدر چک سے جا ملا، اور سب نے جمع ہو کر بانہال میں بغاوت کی مگر شکست کھا کر بھاگے، حیدر چک یوسف لنڈ، علی چک راجہ مان سنگھ کے پاس پہونچکر طالب امداد ہوئے۔

راجہ یوسف شاہ سے پہلے ہی برہم تھا، اس نے ان لوگوں کی مدارات کی بادشاہ کو جب خبر ہوئی تو گھبرایا، اور خواجہ قاسم کو بہت سے تحائف دیکر بھیجا مگر راجہ نے منظور نکیا، قاسم نے واپس آکر بادشاہ سے باتیں بنادیں اور اس کو راجہ کی طرف سے مطمئن کر دیا، بادشاہ نے اس صلہ میں قاسم کو میرزا کا خطاب دیا۔ راجہ مان سنگھ نے نوشہرہ و بھمبر کا علاقہ حیدر چک کے سپرد کر دیا، اسی دوران میں تیمور بیگ اکبر بادشاہ کا فرمان لیکر یوسف شاہ کے نام آیا، اس میں تحریر تھا کہ جب سے تم گئے ہو ملک کے حالات سے اطلاع نہیں دی، فوراً ہمارے پاس حاضر ہو جاؤ یوسف شاہ نے ارکین سلطنت سے مشورہ کیا اور بہت سے تحائف دیکر اپنے بیٹے یعقوب کو بادشاہ کی خدمت میں تیمور بیگ کیساتھ روانہ کیا، کچھ عرصہ تک یعقوب اکبر بادشاہ کے ساتھ رہا۔ اسی اثنا میں شہزادہ محمد حکیم میرزا (اکبر کا سوتیلا بھائی) کے مرنے کی کابل سے خبر آئی۔ اکبر کابل کو چلا اور یعقوب کو حکم دیا کہ یوسف شاہ کو لکھدے کہ کسی منزل پر حاضر ہو، اکبر ہر منزل پر یوسف شاہ کی حاضری کے متعلق سوال کرتا، یعقوب نے تمام حالات لکھکر بھیجدئے تھے، اکبر نے حکیم علی اور صالح عاقل کو حکمدیا کہ ہمارے لاہور پہونچنے پر یوسف شاہ کو حاضر دربار کرو اگر حاضر نہو مورد عتاب کیا جائے یہ حکم سُنکر یعقوب بلا اجازت کشمیر کو بھاگ آیا، اور باپ کو حکم شاہی سے مطلع کیا، خواجہ قاسم نے یوسف شاہ کو بیٹے سے بدظن کر دیا یوسف شاہ نے اس کو قید کرنا چاہا مگر امرائے دولت کی سفارش سے باز رہا۔ حکیم علی جب خانپور پہونچا تو یوسف شاہ نے اس کا استقبال کیا، اور اس کو بہت احترام سے مہمان کیا۔ یوسف شاہ حاضر ہونا چاہتا تھا لیکن اس کے ارکان دولت مشورہ نہ دیتے تھے حکیم علی نے تمام حالات اکبر کو لکھ بھیجے اکبر نے حکیم علی کو واپسی کے لئے لکھا اور راجہ بھگوانداس وغیرہ کی سرکردگی میں بچاس ہزار لشکر روانہ کیا اور خود دریائے اٹک پر خیمہ زن ہوا لشکر شاہی کی آمد سُنکر یوسف شاہ بھی آمادۂ پیکار ہوا۔ ایک خونریز جنگ کے بعد صلح ہوئی

اور یوسف شاہ راجہ بھگوانداس کے پاس حاضر ہو گیا، کشمیریوں نے یعقوب کو تخت نشین کیا اور لڑتے رہے، راجہ نے یعقوب سے صلح کر لی اور یوسف شاہ کو لیکر اکبر شاہ کے پاس پہونچ گیا، اکبر نے اس کو قید کر دیا دو سال بعد مان سنگھ کی سفارش سے پانصدی منصب پر سرفراز کر کے عسکر بنگالہ میں شامل کر دیا، تھوڑے دنوں بعد یوسف شاہ دیوانہ ہو کر مر گیا، اس نے تین سال دس ماہ ۱۶ دن حکومت کی

یعقوب شاہ

سنہ ۹۹۳ھ ۸۵ ۱۵ء میں جب یوسف شاہ راجہ بھگوانداس کے پاس چلا گیا، یعقوب تخت نشین ہو گیا اور لڑتا رہا۔ مگر آخر صلح ہو گئی، یہ متعصب و خود رائے تھا شمس چک وغیرہ نے بغاوت کی مگر ناکام رہے، یعقوب شاہ جبراً سنیوں کو شیعہ بناتا تھا قاضی موسیٰ کو حکم دیا کہ اذان میں کلمہ علی ولی اللہ کا اضافہ کیا جائے قاضی نے انکار کیا، بادشاہ نے قاضی کو قتل کرا کے ان کی لاش ہاتھی کی دم میں بندھوا کر شہر میں تشہیر کرائی جب یہ لاش اس طرح اپنے گھر کے سامنے پہنچی، قاضی کی ماں نے باہر آ کر لاش کو بوسہ دیا اور شکر خدا کیا کہ میرا بیٹا خدا کی راہ میں شہید ہوا جب بادشاہ کا ظلم و ستم حد سے گذر گیا تو بابا داؤد خاکی و حضرت شیخ یعقوب صرفی اکبر بادشاہ کے پاس گئے اور فتح کشمیر کی ترغیب دی اور شرایط ذیل پر خود بھی امداد دینے کا وعدہ کیا۔

(۱) حاکم وقت امورات مذہبی، بیع و شرا اجناس و نرخ غلات کے معاملات میں دخل انداز نہو۔

(۲) حکام و اہلکار اہالیان کشمیر سے غلام و کنیز نہ رکھیں۔

(۳) باشندگان ملک ہر قسم کے جور و بدعت اور ظلم و تعدی سے مامون رہیں۔

(۴) چونکہ امرائے کشمیر زمانہ بے استقلالی کے باعث مصدر فتنہ و فساد ہو رہے ہیں فی الحال انہیں امورات ملکی و مالی میں دخل نہ دیا جائے،

بادشاہ نے امیر البحر قاسم کی سرکردگی میں ساٹھ ہزار فوج روانہ کی۔ شیخ یعقوب صرفی نے اس لشکر کی رہنمائی کی، یعقوب شاہ نے مقابلہ کیا، چونکہ رعایا اس سے بیزار تھی اس لئے اکثر آدمی مرزا قاسم سے آملے۔ یعقوب شاہ شکست کھا کر کشتوار کی طرف بھاگ گیا، ۱۷ ذی قعدہ سنہ ۹۹۴ھ کو میرزا قاسم

مظفر و منصور سری نگر میں داخل ہوا۔

اسی گڑبڑ میں یعقوب کے ہمراہیوں نے اس کے بھاگنے کے بعد حسین خان کو بادشاہ بنالیا پھر اس کو معزول کر کے شمس چک کو بادشاہ بنایا، پھر سب نے ملکر یعقوب شاہ کو بھی شامل کرلیا، یعقوب شاہ نے پھر حملہ کیا اور شکست کھائی۔ اس کے بعد یعقوب شاہ قزاقانہ حملے کرتا رہا۔ آخر جمعیّت فراہم کر کے حملہ آور ہوا اِس دفعہ قاسم خان مقابلہ نہ کر سکا، اور قلعہ ارک میں قلعہ بند ہو گیا، بادشاہ کو عرضداشت روانہ کی، بادشاہ نے ۲۵ ہزار لشکر بسرکردگی یوسف خان مشہدی روانہ کیا۔ اس لشکر کی رہنمائی بابا خلیل مجتہد نے کی یوسف خان مشہدی دو برس تک یعقوب کے سر رہا۔ آخر جب اکبر ۹۹۷ھ میں کشمیر آیا، یعقوب شاہ نے معافی چاہی اور حاضر ہو گیا۔ اکبر نے اس کو بیس ہزار کی جاگیر عطا کی،

۱۰۰۱ھ / ۱۵۹۳ء میں اس کے بھائی نے اس کو زہر دے کر مار ڈالا، یعقوب نے ایک سال ایکماہ ۱۹ دن حکومت کی، اسی مدت میں حسین خان اور شمس چک کی بھی دو دو چار چار دن کی حکومت کا زمانہ شامل ہے اس موقعہ پر صاحبِ مکمل تاریخ کشمیر نے ایک ایرانی شاعر کا شعر لکھا ہے جو نہایت ہی موزون ہے ؎

نہ از یوسف نشان دیدم نہ از یعقوب آثارے
عزیزان یوسف ار گم شد چہ شد یعقوب را بارے

خاندان مغلیہ

اکبر بادشاہ

سنہ ۹۹۴ھ لغایت سنہ ۱۰۱۴ھ
۱۵۸۶ء ۱۶۰۵ء

۱۶ ذی قعدہ سنہ ۹۹۴ھ (۱۵۸۶ء) سے کشمیر سلطنت مغلیہ دہلی کا ایک صوبہ ہو گیا۔ اس وقت کشمیر کی آمدنی سات کروڑ چھیالیس لاکھ ستتر ہزار دام تھی۔ سلطنت کی طرف سے یہاں صوبیدار مقرر ہوتے رہے اکبر خود تین مرتبہ کشمیر آیا۔

نواب میرزا قاسم میر بحر صوبیدار فاتح کشمیر ۷ ذی قعدہ سنہ ۹۹۴ھ کو میرزا قاسم داخل سری نگر ہوا۔ اکبری جھنڈا نصب کیا، اکبر کے نام کا خطبہ پڑھا حیدر چک کو مرزا نے اپنے مصاحبوں میں رکھا، کچھ دنوں کے بعد اس سے بدظن ہو کر قید کر دیا اس پر کشمیر کے امراء بددل ہو گئے یعقوب شاہ شکست کھا کر کشتوار راجہ بہادر سنگھ کے پاس گیا۔ راجہ نے اس کو غیرت دلائی۔ اور ابھارا یہ پھر کشمیر آیا، اور حملہ کر کے مرزا قاسم کو شکست دیکر محلات شاہی پر قابض ہو کر بادشاہ بن گیا۔ اور حکم دیا کہ جن لوگوں نے سلطنت مغلیہ سے موافقت کی تھی ان کو قتل کیا جائے اس پر بہت سے آدمی ناخوش ہو کر مرزا قاسم کے پاس آ گئے۔ مرزا نے جمعیت فراہم کر کے حملہ کیا یعقوب شکست کھا کر کوہستان اولر کی طرف بھاگ گیا۔ پھر سید حسین وغیرہ نے سوپور میں بغاوت کی۔ مرزا نے ان کی سرکوبی کیلئے گھکڑوں کو جمع کیا، گھکڑ پہونچے تھے کہ شمس چک نے ان پر چھاپا مارا۔ یہ منتشر ہو کر فرار ہو گئے اب موسم سرما آ گیا، باغی جہاں جس کے سینگ سمائے چلے گئے۔ بعد سرما یعقوب نے پرگنہ اوسر میں اور سید ابوالمعالی وغیرہ نے غازی ناڑی میں شمسی چک نے کامراج میں لوٹ کھسوٹ شروع کر دی، مرزا نے فوجیں روانہ کیں مگر باغیوں نے شکست دی مرزا بھاگ کر سرینگر

آگیا اور تمام ملک پر باغی قابض ہو گئے۔ یعقوب دامن کوہ سلیمان میں آکر مقیم ہوا۔ مرزا نے پھر مقابلہ کیا ڈھائی مہینے تک اسی طرح جنگ وجدل برپا رہی۔ مرزا نے مجبور ہو کر بادشاہ کو اطلاع دی بادشاہ نے یوسف خان مشہدی کو پچیس ہزار فوج دیکر بھیجا اس لشکر کی رہنمائی بابا خلیل مجتہد نے کی۔ جب یہ فوج آئی یعقوب وغیرہ کشتواڑ کی طرف بھاگ گئے۔ شوال ۹۹۵ھ ۱۵۸۷ء کو مرزا کشمیر سے آگرہ کو روانہ ہو گیا۔ یہ گیارہ ماہ پانچ دن حاکم رہا۔

نواب سید یوسف خان رضوی مشہدی صوبیدار مرزا کے بعد سید یوسف صوبیدار مقرر ہوا اس نے عدل وانصاف سے حکومت کی، لوگوں پر احسانات کئے۔ شمسی چک وغیرہ نے نواح پونچھ وغیرہ میں فساد کیا۔ صوبیدار نے باغیوں کو شکست دی، وہ پونچھ کی طرف بھاگ گئے یعقوب نے وچھن پارہ میں فساد کیا مگر شکست کھا کر بھاگ گیا۔ صوبیدار کی حکمت عملی اور دلیری سے کچھ باغی مطیع ہو گئے۔ کچھ اپنے کیفر کردار کو پہنچے، یعقوب بھاگا بھاگا پھرتا رہا۔ چند ماہ بعد صوبیدار کو بادشاہ نے طلب کیا، وہ اپنے بھائی باقر خان کو قائم مقام بنا کر چلا گیا، باقر خان کی سوئے تدبیر سے کچھ فساد کے آثار ظاہر ہوئے۔ باقر خان نے بادشاہ کو عرضداشت ارسال کی، بادشاہ نے پھر یوسف خان کو بھیجدیا۔ ۹۹۷ھ ۱۵۸۷ء میں اکبر خود سیر کشمیر کیلئے روانہ ہوا۔ آگے آگے بسرکردگی قاسم خان تین ہزار سنگ تراش دو ہزار بیلدار چلے کہ راستہ صاف کریں سڑکیں پل بنائیں، بادشاہ کے ساتھ بیگمات بھی تھیں، شہزادہ سلیم بھی تھا جب تھنہ پہونچے (رتن پنجال کے کر یوہ کے نیچے ایک قصبہ) یہاں سے کشمیری لباس، کشمیری زبان شروع ہوئی۔ بادشاہ نے کہا کہ ملک، دریا، پہاڑ، جنگل اور زبان کے ذریعہ سے ایکدوسرے سے جدا ہوتے ہیں۔ اس لئے کشمیر کا ملک یہاں سے ہے، جب بہرام کلہ سے آگے پہونچے تو صوبیدار معہ امرائے کشمیر حاضر ہوا۔ بہرام کلہ کی اگلی منزل سے برف شروع ہوا، شدت برف سے شاہی آدمیوں کو سخت تکلیف ہوئی۔ برف پر کشمیری لوگ گھاس کے جوتے پہن کر چلتے ہیں۔ اس قسم کے بہت سے جوتے طیار کرائے گئے بادشاہ کو بھی یہ جوتے پہن کر دو کوس تک برف پر پیدل چلنا پڑا۔ آخر سری نگر پہونچے اور سیر وتفریح میں مشغول ہوئے

یعقوب شاہ آوارہ گردی میں مبتلا تھا ہی اس نے عرضی بھیجکر معافی چاہی، بادشاہ نے معافی دیدی اور بتیس ہزار کی جاگیر مرحمت فرمائی۔ اس زمانہ میں کشمیر میں تیس ہزار کشتیاں تھیں لیکن بادشاہ کے قابل کوئی نہ تھی۔ اس لئے صوبیدار نے ایکہزار سے زیادہ دریائی محل (ہاؤس بوٹ) طیار کرائے دریا کے کنارے ایک شہر سا آباد ہوگیا۔ بادشاہ نے کشمیر میں خوب خیرات اور داد و دہش کی، ایک مہینہ پانچ دن قیام کرکے واپس ہوئے صوبیدار کو ساتھ لیگئے۔ صوبیدار نے اپنے بھتیجے میرزا یادگار کو قائم مقام بنایا، بادشاہ نے ملکی محاصل کے بندوبست کا حکم دیا، حسن بیگ کی سپرد یہ کام ہوا کشمیری عہدیدار جو تغلب و تصرف کے عادی تھے، اس بندوبست سے خوش نہ تھے سب نے مل کر مرزا یادگار کو اُبھارا وہ بغاوت پر آمادہ ہوگیا، حسن بیگ نے اُس کا مقابلہ کیا مگر شکست کھائی، اب میرزا یادگار نے اپنے آپ کو سلطان کشمیر مشتہر کردیا۔ اور اپنا سکّہ و خطبہ جاری کیا۔ خطبہ کے بعد فوراً اس کو تپ و لرزہ آیا۔ لوگوں نے اس کو شگون بد سمجھا۔ دوسرا شگون یہ بگڑا کہ مہرکن مرزا کی مہر کھود رہا تھا۔ اس کی آنکھ میں فولاد کا ریزہ جا پڑا۔ وہ مجبور رہا۔ اکبر نے جب مرزا یادگار کی بغاوت کا واقعہ سُنا۔ پھر کشمیر کا ارادہ کیا۔ ابو الفضل نے دیوان حافظ میں فال کھولی یہ اشعار نکلے،

سے آن خوشخبر کجاست کزین فتح مژدہ باد   تا جان فشانمش چو زر و سیم در قدم

از بازگشت شاہ درین طرفہ منزل است   آہنگ خصم او بہ سراپردۂ عدم

جب بادشاہ کشمیر کے ملک میں داخل ہوا مرزا یادگار اور اُس کے ساتھیوں نے بہت کوشش کی اور چند مقامات پر خفیف خفیف لڑائیاں بھی لڑیں مگر یہ سیلاب نہ رُکا۔ آخر اس کے ہمراہی رفتہ رفتہ شاہی امرا سے ملتے گئے۔ آخر شاہی ملازموں نے مرزا کے ملازموں کو ملا کر آدھی رات کے وقت مرزا کو گرفتار کرلیا۔ جب دن نکلا بعض کی رائے ہوئی کہ اس کو زندہ بادشاہ کے حضور میں لیجایا جائے مگر شہباز خان نے اس کا سر کاٹ ڈالا۔ اور بادشاہ کے ایک ملازم متھرا داس نے لیجا کر بادشاہ کے گھوڑے کے پیروں میں ڈال دیا۔ بادشاہ بہت خوش ہوا۔ مرزا نے ایک مہینہ ۱۲ دن حکومت کی بادشاہ نے بہت غریبوں کو مال و زر دیا۔ پھر یہاں طلادان کا جشن ہوا۔ اس دن چودہ ہزار[14000] آدمیوں

کو کھانا کھلایا گیا، ابوالفضل نے لکھا ہے کہ اس ملک میں چور و گدا کم نظر آتے ہیں۔ ایک کشمیری صناع نے ایسی سیاہی پیش کی، کہ جس کا لکھا ہوا نہ ہاتھ سے مٹ سکتا تھا نہ پانی سے دھل سکتا تھا۔ بادشاہ نے اس ایجاد کو بہت پسند کیا، بادشاہ نے شمس الدین چک کی بیٹی سے اپنا اور حسین چک کی بیٹی سے شہزادہ سلیم کا نکاح کیا، کوہ ماران (ہاری پربت) پر ایک شاہی محل اور قلعہ تعمیر کرنے کا حکم دیا، خواجہ حسین کابلی کو کشمیر کا میر عمارت مقرر کیا۔ راجہ ٹوڈرمل نے کشمیر کے مالیہ کا بندوبست کیا، بادشاہ نے کشمیر سے مراجعت کی، ۱۲ ربیع الاول ۱۰۰۱ھ کو لاہور پہونچ گئے۔ یوسف خان صوبیدار نے خوشنما محل تعمیر کرائے ایک محل میں تین سو سیڑھیاں تھیں، یوسف خان کو بادشاہ ساتھ لے گیا۔ یوسف تین سال چھ ماہ، ۷ دن صوبیدار رہا۔ اس کی جگہ عارضی طور پر خواجہ شمس الدین کو صوبیدار مقرر کیا مگر لاہور پہونچکر محمد قلی خان کو مستقل صوبیدار مقرر کر دیا۔

نواب محمد قلی خان صوبیدار، یہ ۱۰۰۱ھ میں صوبیدار مقرر ہوا۔ اس نے باغیوں کا قلع قمع کیا حسین چک وظفر خان نے کوہستان غربی میں غارتگری شروع کی۔ رینہ خان وغیرہ نے مرزبان تبت کی مدد سے لار میں فساد برپا کیا۔ لیکن محمد قلی نے سب کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ محمد قلی افشار نام اکبر کے داروغہ باغات نے کابل سے شاہ آلو منگا کر اس کا پیوند لگایا۔ اور بھی کئی درختوں کو پیوند لگایا۔ اس سے پہلے کشمیر میں کوئی اس طریقہ سے واقف بھی نہ تھا۔ صاحب مکمل تاریخ کشمیر لکھتے ہیں کہ باغات کے علاوہ اس صوبیدار نے بہت سی عالیشان عمارتیں بنوا کر کشمیر کو رشک چمن بنا دیا۔ رعایائے کشمیر عدل وانصاف کے سایہ میں زندگی بسر کرنے لگی، اس نے ملک کی رونق وترقی کے لئے قابل قدر کوششیں کیں، خواجہ حسین کابلی میر عمارت حسب الحکم شاہی ۱۵۸۹ء سے کوہ ماران پر تعمیر قلعہ میں مصروف تھا، تعمیر کے مصارف کے لئے اکبر نے ایک کروڑ دس لاکھ روپیہ خزانہ عامرہ سے بھجوا دیا۔ ہزاروں غربا جو فاقوں سے مر رہے تھے۔ مزدوری کرنے سے مالا مال ہو گئے صوبیدار کی نیک نیتی کے ساتھ بادشاہ کی دریا دلی نے افلاس زدہ رعایا کی بہت امداد کی، دس سال تک یہ کام جاری رہا۔ (حصہ دوم صفحہ ۱۸۵) شالامار باغ کے بنانے کا خیال بھی اول اکبر ہی کو پیدا ہوا تھا۔

۱۰۰۵ھ میں اکبر نے پھر کشمیر کا سفر کیا، وسط موسم گرما میں کشمیر پہونچا۔ یہاں قحط ہورہا تھا۔ بادشاہ نے رعایا کی بہت امداد کی ہر اتوار کو عیدگاہ کے میدان میں اسّی ہزار آدمیوں کو کھانا کھلایا جاتا تھا۔ علی رائے والی تبت خورد نے تبت کلاں پر بھی قبضہ کرلیا۔ اکبر نے طالب اصفہانی کو سفیر بنا کر بھیجا کہ وہ اطاعت کرے وہ آمادۂ پیکار ہوگیا جب شاہی لشکر پہونچا، تو بغیر لڑے بھاگ گیا، اور خود ہی درخواست کی کہ اس کی لڑکی شہزادہ سلیم سے بیاہ لیجائے۔ بادشاہ نے منظور کرکے شہزادہ کا عقد کردیا آغاز موسم سرما میں بادشاہ نے مراجعت کی، ۱۶۰۱ء میں محمد قلی صوبیدار واپس بلالیا گیا، اس نے دس سال آٹھ ماہ حکومت کی،

نواب مرزا علی اکبر صوبیدار ۱۶۰۱ء میں محمد قلی کی جگہ مقرر ہوکر آیا، اس کے عہد میں شدت باراں سے قحط پڑا۔ بادشاہ نے بیشمار غلّہ بھیجکر رعایا کی امداد کی ۱۶۰۵ء میں بادشاہ کا انتقال ہوگیا۔ اکبر نے پچپن قسم کے محصول معاف کئے۔ بیگار بند کی، اس کے عہد سے پہلے زعفران کے ایک تخم میں تین پھول آتے تھے مگر اس کے عہد میں آٹھ پھول تک نوبت پہونچی۔ ملک میں ہر قسم کی ترقی ہوئی محاصل ملکی میں ہر طرح اضافہ ہوا۔ اکبر بادشاہ نے کشمیر پر انتیس سال ایک ماہ ۲۵ دن حکومت کی، اس کے عہد میں قحط بھی پڑے، سیلاب بھی آیا، پنڈت طوطا رام کشمیر میں افسر اعلیٰ تھا۔

شہنشاہ جہانگیر

اکبر کی وفات سے آٹھویں دن۔۔۔ اس کا بیٹا نورالدین سلیم ملقب جہانگیر ۲۰ رجمادی الثانی ۱۰۱۴ھ کو تخت نشین ہوا۔ اس نے صوبہ کشمیر پر بجائے مرزا علی اکبر کے قلیچ خان کو مقرر کیا۔ ۱۶۰۵ء

۱۶۲۰ء میں بادشاہ کشمیر میں آیا۔ جہانگیر نے اپنے سیر کشمیر کے حالات خود تزک جہانگیری میں لکھے ہیں، چشمہ ویرناگ پر ایک عالی شان عمارت اور پل تعمیر کرایا۔ اس عمارت کا حکم جہانگیر نے زمانہ ولیعہدی میں دیدیا تھا جو اس کے عہد شاہی تک مکمل ہوئی، بادشاہ کی موجودگی میں سری نگر میں آگ لگی، بارہ ہزار مکان جل گئے، جامع مسجد بھی جل گئی، یہاں بادشاہ آگ بجھانے میں بنفس نفیس مشغول تھا۔ یہ آگ شیعوں نے لگائی تھی۔ بادشاہ نے جامع مسجد کی تعمیر کا حکم دیا۔ جو باہتمام

ملک محمد سترہ برس میں مکمل ہوئی - ملکہ نورجہان کے حکم سے شیعوں کے لئے خانقاہ جدی بل از سرنو تعمیر کی گئی - اور ایک مسجد خانقاہ معلیٰ (خانقاہ سید علی ہمدانی) کے مقابلہ میں بنائی گئی، جب بادشاہ راجوری پہونچا تو معلوم ہوا کہ بعض ہندوؤں کے گھر میں مسلمان عورتیں ہیں، بادشاہ نے اس کے متعلق فرمان نافذ کیا کہ آئیندہ ایسا نہو- نیز دخترکشی و ستی کا بھی رواج تھا- بادشاہ نے اس کو بھی بند کیا، اور حکم دیا کہ کشمیر سے کوہستان تک ہر منزل پر عمارات بنائی جائیں- سنہ ۱۶۲۳ء میں جہانگیر پھر کشمیر آیا- اور چار مہینے قیام کرکے واپس گیا، سنہ ۱۶۲۵ء میں تیسری مرتبہ آیا اور چھ مہینے قیام کیا سنہ ۱۶۲۶ء میں چوتھی مرتبہ آیا- واپسی میں راجوری میں ۲۷ صفر سنہ ۱۰۳۶ھ ۱۶۲۷ء کو انتقال کیا، لاش لاہور پہونچائی گئی اس نے ۲۲ سال حکومت کی،

نواب مرزا علی اکبر صوبیدار سنہ ۱۶۰۶ء کے شروع ہونے پر واپس بلالیا گیا- اس نے کل چار سال سات ماہ ایکدن حکومت کی-

نواب قلیچ خان صوبیدار سنہ ۱۶۰۶ء میں آیا، تین سال عدل و انصاف سے حکومت کی،

نواب ہاشم خان صوبیدار سنہ ۱۰۱۸ھ ۱۶۰۹ء میں مقرر ہوا، تین سال عدل و انصاف سے حکومت کی،

نواب صفدر خان صوبیدار سنہ ۱۰۲۱ھ ۱۶۱۲ء میں مقرر ہوا، تین سال حکومت کی یہ عادل و باذل تھا

نواب احمد بیگ صوبیدار سنہ ۱۰۲۴ھ ۱۶۱۵ء میں مقرر ہوا- یہ نیک دل اور منصف مزاج تھا- تین سال حکومت کی- اس کے عہد میں طاعون پھیلا-

نواب دلاور خان صوبیدار، یہ بڑا عادل و باذل تھا- اس نے برار نبل کے کنارے وسیع و دلکش باغ بنایا، سنہ ۱۶۱۸ء میں دمدار ستارہ نکلا- اس کے عہد میں پہلی مرتبہ بادشاہ کشمیر آیا- راجہ کشتوار نے سرکشی ظاہر کی، بادشاہ نے اس کی سرکوبی کے لئے دلاور خان کو حکم دیا- یہ دس ہزار فوج لیکر گیا- بعد جنگ راجہ کو گرفتار کرلایا- راجہ نے معافی چاہی- بادشاہ نے معاف کردیا- اور اس فتح کے صلہ میں دلاور خان کو خلعت زر اور ایکسال کی آمدنی صوبہ کشمیر کی بخشی- جب بادشاہ واپس گیا- دلاور خان کو ساتھ لیگیا- اس نے دو سال حکومت کی-

نواب ارادت خان ۱۰۲۹ھ/۱۶۲۰ء میں مقرر ہوا۔ دو سال عدل و داد سے حکومت کی ناوہ پور کے قریب ایک محل تیار کرا کر اس کے گرد ایک بے نظیر باغ لگایا۔

نواب اعتقاد خان صوبیدار ۱۰۳۱ھ/۱۶۲۲ء میں مقرر ہوا۔ چکوں کا قبیلہ اکثر شورش و سازش کرتا رہتا تھا۔ اس نے ان کی ایسی گوشمالی کی کہ پھر کسی کو سر اُٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔ اس نے رعایا پر سختی و ظلم کیا۔ اس کے عہد میں تین مرتبہ جہانگیر کشمیر آیا۔ چونکہ اعتقاد خان شیعہ تھا اور نور جہان بیگم اس کی سرپرست تھی۔ اس لئے اس کی شکایت بادشاہ تک پہونچانے کی کسی کو جرأت نہ ہوتی تھی اعتقاد خان کے مظالم ہندوؤں پر کم تھے مسلمانوں پر زیادہ تھے۔ سب سے زیادہ اس کے تشدد کا اثر مسلمان فرقے ہانجی پر تھا جیسا کہ شاہجہان کے فرمان سے ثابت ہوگا، یہ جو مشہور ہے کہ اعتقاد خان نے زعفران نکلانے کی اُجرت میں نمک دینا مقرر کیا تھا غلط ہے۔ یہ دستور قدیم سے تھا۔ چنانچہ جہانگیر نے جو اپنے سفر کشمیر کے حالات لکھے ہیں یہ سفر اعتقاد خان کے زمانہ سے پہلے ہوا تھا اسمیں لکھا ہے یہ دستور ہے کہ گل زعفران کو تول کر کاریگر اپنے گھر لیجاتے ہیں اور اس میں سے زعفران نکالتے ہیں۔ اس کا وزن پھولوں کے چوتھائی وزن کی برابر ہوتا تھا وہ اس کو بادشاہی ملازموں کو دیتے ہیں اور اپنی اُجرت میں ان سے زعفران کے وزن کی برابر نمک لیتے ہیں۔ کاشمیر میں نمک نہیں ہوتا۔ ہندوستان سے لیجاتے ہیں۔ (تزک جہانگیری) فقیر نے بچشم خود دیکھا کہ پھل گام میں دیہاتی لوگ بنفشہ لاتے ہیں، دوکاندار اس کے ہموزن ان کو نمک دیدیتے ہیں، روپیوں کا مال کوڑیوں میں دے جاتے ہیں۔

شاہجہان

جہانگیر کے بعد اس کا بیٹا شہاب الدین خرم ۱۰۳۶ھ/۱۶۲۷ء میں بلقب شاہجہان تخت نشین ہوا شاہجہان نے شالامار باغ کی تکمیل کرائی اور کئی مرتبہ کشمیر آیا۔ اکتیس سال حکومت کے بعد ۱۶۵۸ء میں معزول کیا گیا۔ اور ۱۶۶۶ء میں وفات پائی۔

سال تاریخ فوت شاہجہان   رضی اللہ گفت اشرف خان

شاہ جہاں نے بہت سے ٹیکس معاف کئے چشمہ ویرناگ ، انت ناگ ، مارتنڈ ، باغ بیجبہارہ تعمیر کرائے اس کے وزیر آصف خان نے نشاط باغ بنوایا۔ اس کی تاریخ "کوثر شاہی" ہے ، نواب علی مردان خان نے بحکم شاہی راستے پر سرائیں تعمیر کرائیں ، اس کے عہد میں قحط ہوا تو پنجاب سے تقسیم کیلئے غلہ بھیجا گیا ۔ ۱۰۴۳ھ میں شاہجہان کشمیر آیا۔ اکثر لوگوں کے وظیفے اور روزینے مقرر کئے ، انعام واکرام دیا ، رعایا کی دعوتیں کیں ، تین مہینے قیام کر کے واپس گیا۔ اسلام خان کی جاگیر میں ایک پرگنہ تھا ، بادشاہ نے اس کا نام بدل کر اسلام آباد نام رکھا۔ واپسی میں بھمبر میں بادشاہ کی بینتالیسویں سالگرہ ہوئی۔ جگناتھ کلاونت نے دوہے تصنیف کر کے پڑھے بادشاہ نے ساڑھے چار ہزار روپیہ انعام دیا بادشاہ کو معلوم ہوا کہ بعض ہندوؤں کے گھروں میں مسلمان عورتیں ہیں۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ وہ عورتیں آزاد کرا دی جائیں ، بھمبر کا راجہ مسلمان ہوا بادشاہ نے اس کو راجہ دولتمند خان خطاب دیا ۔ عرضی گذری کہ بعض ہندوؤں نے مسجدوں پر عمارتیں بنا کر قبضہ کر رکھا ہے بادشاہ نے ان امور کی تحقیقات کیلئے کہ کس کس ہندو کے قبضے میں مسجدیں اور مسلمان عورتیں ہیں ، شیخ محمود گجراتی کو مامور کیا۔ شیخ نے بعد تحقیقات بہت سی عورتوں اور سات مسجدوں کو ہندوؤں کے تصرف سے نکالا۔ بادشاہ نے ناواقف مسلمانوں کی تعلیم کیلئے معلم مقرر کئے دوسری مرتبہ بادشاہ ۱۰۴۹ھ میں کشمیر آیا۔ سلطان مراد شہنشاہ قسطنطنیہ کا سفیر بھی یہیں آکر باریاب ہوا۔ اس زمانہ میں کثرت باراں سے سیلاب آیا۔ قحط پڑ گیا۔ بادشاہ دہلی واپس آ گیا۔ کشمیر کے آدمی قحط کی فریاد لیکر بادشاہ کے پاس دہلی گئے۔ بادشاہ نے ایک لاکھ روپیہ سے قحط زدوں کی امداد کی اور پختہ و خام لنگر خانے تعمیر کرائے۔ ان کا خرچ دو سو روپیہ روزانہ تھا اور تیس ہزار روپیہ تقسیم کیلئے کشمیر بھیجا۔ ۱۰۵۵ھ میں بادشاہ پھر کشمیر آیا اور سال جلوس کا جشن نوزدہم یہیں کیا۔ شعراء و مستحقین کو زر و جواہر عطا کئے۔ ظفر خان صوبیدار نے اپنی مصنفہ مثنوی ہفت منزل نذر کی بادشاہ اس کو دیکھکر بہت خوش ہوا۔ اس دفعہ بادشاہ نے چشمہ ویرناگ کی مرمت کرائی اسی سال موضع بدرد پرگنہ آڈوں میں آسمان سے ایک برف کی سل گری جو ستر گز لمبی

تیس گز چوڑی ساڑھے سات گز موٹی تھی۔ مرزا سلیم شاعر نے اس واقعہ کو لکھا ہے ؎

در سال ہزار و پنج و پنجاہ اے یار | در گوشۂ کشمیر بہنگام بہار
ہشتاد گزش طول و بہ سی گز عرضش | لختے برف افتاد بہ تشکیک میار

سنہ ۱۰۶۰ء میں پھر بادشاہ کشمیر آیا۔ بادشاہ کی دختر جہان آرا بیگم کو ایک بزرگ مُلّا بدخشی سے عقیدت ہوگئی، شاہزادی نے ان کے نماز پڑھنے کے لئے ایک مسجد چالیس ہزار کی لاگت سے طیار کرائی، بادشاہ بھی ملّا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ملّا نے بہت سی نصیحتیں کیں دو مہینہ قیام کرکے بادشاہ واپس ہوا۔ اس سال بھی قحط پڑا، بادشاہ نے بہت کچھ رعایا کی امداد کی، مؤلف گلدستۂ کشمیر نے لکھا ہے، قحط پڑا، بادشاہ نے زر کثیر خرچ کرکے سیالکوٹ لاہور گجرات وغیرہ سے اناج خرید کر کشمیریوں کے واسطے بھیجدیا (صفحہ ۱۴۰)

نواب اعتقاد خان صوبیدار سنہ ۱۶۳۳ء میں جب شاہجہان کشمیر میں آیا تو اعتقاد خان کی قلعی کھل گئی۔ بادشاہ نے اس کو معزول کیا۔ اس کی معزولی کا فرمان آج تک جامع مسجد کے دروازے پر کندہ ہے جو جامع مسجد کی تاریخ میں نقل کیا جائیگا۔ یہ گیارہ سال دو ماہ حکمران رہا

خواجہ ابو الحسن صوبیدار سنہ ۱۶۳۳ء میں بادشاہ نے اس کو مقرر کیا یہ بوجہ ضعیف العمری خود تو نہ جاسکا۔ اپنے بیٹے ظفر خان احسن کو قائم مقام بنا کر بھیجدیا۔ ایکسال بعد خواجہ کا انتقال ہوگیا

نواب ظفر خان احسن صوبیدار خواجہ ابوالحسن کے مرنے پر بادشاہ نے ظفر خان ہی کو مستقل صوبیدار مقرر کردیا۔ ظفر خان کا اصل نام احسن اللہ تھا اور احسن تخلّص تھا۔ چونکہ شجیع اور بہادر تھا اس لئے بادشاہ نے اس کو ظفر خان خطاب دیا تھا، ظفر خان مدبر و منتظم خلیق وبہادر آدمی تھا۔ طبیعت نہایت رنگین پائی تھی۔ قادر الکلام شاعر تھا۔ اس سے پہلے یہ کابل کا صوبیدار رہ چکا تھا۔ اس کی قدر دانی وبذل وعطا شہرہ سنکر ملک الشعرا ایران صائب بھی اسکے پاس حاضر ہوا تھا۔ اور اس کی مدح لکھی تھی۔ ظفر خان نے اس کو ایکہزار اشرفی انعام دیا یہ شعر صائب کا اسی کی مدح میں ہے ؎

خان خاناں را بہ بزم و رزم صایب دیدہ ام   در سخا و در شجاعت چوں ظفر خان تو ہست

ظفر خان نے کشمیر کی تعریف میں کئی رباعیاں لکھی ہیں - یہ رباعی ظفر خان ہی کی ہے ؎

جہاں جواں شدہ عقد بہاری بندد   بہار پائے چمن در نگاری بندد

مسافران چمن نارسیدہ در کوچ اند   شگوفہ میوہ و شاخ باری بندد

ظفر خان کو عمارات و باغات بنانے کا شوق تھا - اس نے چار باغ لگائے - ایک سری نگر محلہ مریہ دار میں باغ ظفر آباد، دوسرا باغ گلشن محلہ لوٹہ کدل میں، تیسرا باغ عنایت متصل زیارت سید ہمدانی چوتھا باغ حسن آباد محلہ حسن آباد میں - ان باغوں میں ممالک دور و دراز سے پھول اور میوہ دار درخت منگوا کر لگوائے - زنبق، گلاب، کیلاس کئی قسم کے انگور اسی کے عہد میں کشمیر میں آئے، (مکمل تاریخ کشمیر حصہ دوم ص ۲۰۵) انواع درخت میوہ و اقسام گل از ولایت بسعی و تردد تمام آوردہ در ہر دو باغ (شالامار و فیض بخش سابق فرح بخش) مذکور نہال نمودہ است خصوصاً گل زنبق و گل گلاب و کیلاس کہ پیشتر در کشمیر نبود در عہد او بہم رسید (تاریخ اعظمی) باغ ظفر آباد مریہ دار کے پاس باغ گلشن بوٹہ کدل کے نزدیک اس نے بنوائے ان میں دور دور سے درختہائے میوہ دار و گلہائے رنگا رنگ منگوا کر لگوائے (گلدستہ کشمیر ص ۱۳۸) اس نے تین برس تک عدل و انصاف و فیض و کرم سے رعایا کو خوش رکھا - (گلدستہ کشمیر ص ۱۴۰) سنہ ۱۰۴۶ھ ۱۶۳۴ء میں ظفر خان نے تبت فتح کیا - سنہ ۱۶۳۵ء میں ایک مجمع عام میں ایک شیعہ نے تبرا کیا - اس پر سنیوں اور شیعوں میں فساد ہوا - سنیوں نے صوبیدار کی طرف رجوع کیا - صوبیدار نے درگذر کرنا چاہی اس زمانہ میں کشمیر کے شیخ طریقت خواجہ محمد تھے - انہوں نے اس تساہل پر احتجاج کیا - مجبور ہو کر صوبیدار نے چند تبرا کہنے والوں کو خفیف سزائیں دیں اور بادشاہ کو لکھا کہ شیخ ملکی معاملات میں دخل اندازی کرتے ہیں بادشاہ نے شیخ کو طلب کیا - شیخ دہلی گیا - کچھ دنوں وہاں رہا - پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ شیخ لاہور میں سکونت پذیر ہوں - شیخ نے تعمیل حکم کی -

شاہزادہ مراد بخش صوبیدار، ظفر خان کو بادشاہ نے دہلی طلب کر لیا اوس کی جگہ اپنے

چھوٹے بیٹے مراد بخش کو صوبیدار مقرر کیا۔ شہزادہ سیر و شکار میں مشغول ہوگیا اور پرگنہ شاہ آباد کے ملک کو جس کی لڑکی اس کے عقد میں تھی۔ اس کو صاحب اقتدار کر دیا۔ ان لوگوں نے رعایا کو ستانا شروع کیا۔ اس کی شکایت بادشاہ کو پہونچی۔ بادشاہ نے شہزادے کو طلب کر لیا یہ ۱۰۵۰ھ ۱۶۴۰ء سے ۱۰۵۱ھ ۱۶۴۱ء تک ایکسال حکمران رہا۔

نواب علی مردان خان صوبیدار ۔ ۱۰۵۱ھ ۱۶۴۱ء میں شہزادہ مراد کی جگہ مقرر ہوا۔ یہ دانشمند و عادل تھا۔ مگر مسرف تھا۔ سنگی بخل مرزبان تبت نے سرکشی کی مگر شکست کھائی۔ یہ صوبیدار ایکسال بعد تبدیل کر دیا گیا۔

نواب ظفر خان صوبیدار بار دوم ۱۰۵۲ھ ۱۶۴۳ء میں علی مردان خان کی جگہ مقرر ہو کر آیا۔ یہ مشہور عادل و مدبر تھا۔ اس کے عہد میں تیسری مرتبہ شاہ جہان کشمیر آیا۔ چار سال حکمران رہا۔

نواب تربیت خان صوبیدار ۱۰۵۶ھ ۱۶۴۶ء میں مقرر ہوا۔ اس کے عہد میں قحط پڑا۔ یہ خلق خدا کا بڑا خیر خواہ تھا۔ (مکمل تاریخ کشمیر ص۲۱۱) یہ دو سال حکمران رہا۔

نواب حسن بیگ صوبیدار اس نے قحط زدوں کی امداد کے لئے نوشہرہ میں ایک باغ تعمیر کرایا اس کے عہد میں چوتھی دفعہ شاہجہاں کشمیر آیا۔ یہ ڈیڑھ سال حکمران رہا۔

نواب علی مردان خان صوبیدار بار دوم ۔ ۱۰۶۰ھ ۱۶۵۰ء میں حسن بیگ کی جگہ دوسری مرتبہ مقرر ہوا۔ یہ لاہور کا صوبیدار تھا۔ اب کشمیر بھی اس کے سپرد کیا گیا۔ اس نے پرگنہ لور میں بمقام تیل بل ایک باغ بنا کر اس کا نام علی آباد رکھا۔ نوشہرہ میں ایک باغ بنایا۔ کشمیر سے راجوری تک راستے پر سرائیں اور کنوئیں تعمیر کرائے، ہیرہ پور کی سڑک کو درست اور کشادہ کرایا۔ مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے علی مردان خان نے تیل بل میں باغ علیا باد بنایا۔ اور بادشاہی فرمان کی بموجب مسافروں کے واسطے پنجاب کے راستہ میں بہت سی پختہ سرائیں بنائیں۔ سات برس گیارہ ماہ تک بعدل و فراست حکومت کی (ص۱۴۱) یہ سات برس حکمران رہا۔

نواب لشکری خان صوبیدار ۱۰۶۷ھ ۱۶۵۷ء میں مقرر ہو کر آیا۔ اس نے عدل و انصاف سے

حکومت کی۔ اس کے عہد میں رعایا مرفہ الحال ہوگئی اس نے ڈل کے شمالی کنارے پر حدود دھاک میں ایک باغ بنایا مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے لشکری خان ڈیڑھ برس حاکم رہا۔ اس کے وقت میں خوشی وراحت وکشادگی رزق وفراغت وافزونی غلہ لوگوں کو بہت نصیب ہوئی۔ اس نے بھی تیل بل کے نزدیک باغ بنوایا (ص۱۴۱)

اورنگ زیب عالمگیر غازی

شاہ جہان ۱۶۵۸ء میں علیل ہوا اس کے بیٹے تخت وتاج کیلئے باہم جنگ آزما ہوئے، عالمگیر سب پر غالب آیا۔ اور بلقب اورنگ زیب عالمگیر تخت نشین ہوا۔ اس کا اصل نام محی الدین تھا عالمگیر ۱۰۷۵ھ ہجری میں بعہد اسلام خان صوبیدار کشمیر آیا۔ تین مہینے قیام کیا۔ عالمگیر کی تاریخ ولادت وتاریخ جلوس وتاریخ وفات تینوں میں عجیب مناسبت ہے۔ تاریخ ولادت آفتاب عالمتاب۔ تاریخ جلوس آفتاب عالمتاب، تاریخ وفات ۔۔ آہ شد آفتاب زیر زمیں) مؤلف گلدستہ کشمیر نے عالمگیر کے حالات میں لکھا ہے کہ اس کے عہد میں شنکر چودھری، مہیش چودھری ملک پر مختار اور امور ملکی ومالی کے متکفل وجاگیردار صاحب اقتدار تھا۔ (ص۱۴۱) راجہ رگناتھ متصدی مہمات دیوانی تھا (مکمل تاریخ کشمیر ص۲۲۱) اس وقت تک کشمیر میں (۷۹) ہزار روپیہ سالانہ منجانب سلطنت خیرات کیا جاتا تھا۔ عالمگیر نے اس کو ڈیڑھ لاکھ کر دیا۔

نواب لشکری خان صوبیدار اس نے شاہ جہان وعالمگیر دونوں کے عہد میں دو سال حکومت کی۔ ۱۰۶۹ھ / ۱۶۵۹ء میں واپس بلایا گیا۔

نواب اعتماد خان صوبیدار ۱۶۵۹ء میں لشکری خان کی جگہ مقرر ہوا۔ اس نے عدل وانصاف سے حکومت کی، یہ ذی علم تھا، اہل علم کی قدر کرتا تھا۔ اس نے عدالتوں کا باقاعدہ انتظام کیا اور ارادت خان کے باغ کے متصل جانب مشرق ایک وسیع باغ لگایا۔ یہ تین سال حکمران رہا۔

نواب ابراہیم خان صوبیدار یہ شیعہ تھا۔ سنیوں پر ظلم کرتا تھا۔ اس کے گھمنڈ پر شیعوں نے خانقاہ سید جلال ومسجد حمام پر زبردستی قبضہ کر لیا۔ سنیوں نے صوبیدار سے فریاد کی، اس نے وہ

عمارات شیعوں ہی کو دلادیں۔ سُنیوں نے بادشاہ کے یہاں فریاد کی بادشاہ نے بعد تحقیقات وہ عمارتیں سُنیوں کو دلادیں اور اس کو معزول کیا۔ یہ ڈیڑھ سال حکمران رہا۔

نواب اسلام خان صوبیدار ۱۰۷۴ھ ۱۶۶۳ء میں ابراہیم خان کی جگہ مقرر ہوا اس کا اصل نام ضیاء الدین تھا۔ بادشاہ نے اس کے زہد و اتقاء پر نظر کر کے اسلام خان خطاب عطا فرمایا تھا۔ یہ ذی علم تھا، علما کی قدر کرتا تھا۔ یہ شاعر تھا۔ والا تخلص تھا۔ یہ اُس کے اشعار ہیں ؎

مردم چشمم ز گریہ غوطہ در خوں میزند ‏ ‏ ‏ بے تو شامم تا بروز ما شب خوں میزند

لشکر آہ از دل من خیمہ بیروں میزند ‏ ‏ ‏ وسعتے پیدا کن اے صحرا کہ امشب در غمش

اس کے عہد میں بادشاہ کشمیر آیا۔ اس کے متعلق صاحب مکمل تاریخ کشمیر نے لکھا ہے اس نے اپنی ایک سالہ حکومت ہی میں رعایائے کشمیر کو اپنی عدل گستری کے ذریعہ اپنا گرویدہ کر لیا تھا۔ (ص ۲۲۲)

نواب سیف خان صوبیدار یہ تربیت خان کا بیٹا تھا۔ ۱۰۷۵ھ ۱۶۶۴ء میں مقرر ہو کر آیا۔ اس کے عہد میں مخل نام والی تبت نے اطاعت اختیار کی، اور سید شاہ فریدالدین کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوا۔ عالمگیر نے اس مسلمان شدہ راجہ کو سعادت یار خان خطاب دیا۔ مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے ۱۰۷۵ھ میں سیف خان پسر تربیت خان۔۔۔۔۔۔۔۔۔ صوبیدار ہو کر آیا۔ اس کے عہد میں تبت کلان کا ایک قریہ فتح ہوا اور وہاں کا راجہ مسلمان ہوا۔ اس راجہ کو سید فریدالدین شاہ نے مسلمان کیا۔ اور عالمگیر نے اس مسلمان شدہ راجہ کو سعادت یار خان نام سے ملقب کیا (ص ۲۸)

شیخ عبدالرشید حکّی آستانہ چرار شریف کی زیارت کو جا رہے تھے۔ راستہ میں حسین ملک ابن حیدر ملک ملا۔ اسنے تبرا کہا، شیخ نے صوبیدار کے یہاں استغاثہ دایر کیا، صوبیدار نے مثل مقدمہ بادشاہ کے پاس بھجوادی۔ بادشاہ نے مدعی مدعا علیہ کو معہ ثبوت طلب کیا۔ اور بعد تحقیقات و ثبوت حسین ملک کو قتل کرادیا۔ سیف خان نہایت مدبّر و منتظم عادل و بارعب حاکم تھا۔ پیمایش رقبہ جات وغیرہ کا انتظام اوّل کشمیر میں اسی نے کرایا۔ خواجہ محمد صادق نقشبندی نے حساب کی غلطی پر ایک پنڈت کو اسقدر مارا کہ وہ زخمی ہو گیا۔ صوبیدار کو جب اطلاع ہوئی تو خواجہ کے اسقدر کوڑے لگوائے

کہ بیہوش ہوگیا۔ جب اس کو اُٹھا کر لیگئے تو مرگیا۔ سلطان سکندر مرحوم نے حضرت سیّد محمد کو جو جاگیر دی تھی وہ خانقاہ کے نام جاری تھی اس میں سے اس نے نصف ضبط کرلی۔ اس نے باغ سیف آباد بنایا۔ تین سال حکومت کی۔

نواب مبارز خان صوبیدار ۔ یہ صوبیدار نیک و صالح تھا۔ لیکن اُزبک قوم کے چند اشخاص اس کے مصاحب تھے وہ لوگوں کو ستاتے تھے۔ ۱۶۶۸ء میں عبداللہ خان والی کاشغر اپنے بیٹے کی مخالفت سے تنگ آکر سلطنت سے دست بردار ہوکر عازم حرمین الشریفین ہوا۔ عالمگیر کو جب اطلاع ہوئی ازراہ مہمان نوازی محمد صادق وغیرہ کو اسکی خاطر مدارات پر متقرر کیا۔ جب وہ کشمیر پہونچا تو صوبیدار نے اس کی دعوت پر پچاس ہزار روپیہ صرف کیا اور بہت سے تحفہ تحائف دئے اور اس کے ساتھ خود بھی دہلی روانہ ہوگیا۔ اس نے ایک سال ایک ماہ حکومت کی ۱۰۷۹ھ / ۱۶۶۸ء میں رخصت ہوا۔

نواب سیف خان صوبیدار بار دوم ۔ ۱۶۶۹ء میں زلزلہ آیا۔ صبح سے شام تک عمارتیں ہلتی رہیں۔ مگر کچھ نقصان نہوا۔ اس دفعہ سیف خان نے ترقی ملک و بہبودی رعایا پر خاص توجہ کی۔ ۱۶۷۰ء میں سیفا کدل تعمیر کیا (کدل کشمیری میں پل کو کہتے ہیں) اس کی تاریخ ہے ؎

زمن سال بنایش خضر نہ نہفت ٭ صراط المستقیم اہل دین گفت

چودہری مہیش شنکر نے جو اس صوبہ کا بڑا عہدیدار تھا۔ موضع ایشہ براری (متصل سرینگر) میں ۶۲ طبقوں کا ایک خوشنما باغ بنایا اور اس باغ سے سری نگر آنے جانے کیلئے سلطان سکندر کی بنیاد پر سد آب طیار کرائی۔ اس پر یہ شعر کندہ کرایا ؎

ہست تاریخ این خجستہ اساس ٭ بانی پل مہیش شنکر داس

۱۶۷۰ء میں خواجہ عبدالاحد سہروردی وارد کشمیر ہوئے سیف خان کو ان سے عقیدت ہوگئی، اکثر حاضر خدمت ہوتا۔ حضرت کے فیضان صحبت سے اس کا دل دنیا سے سرد ہوگیا۔ حضرت تو تین مہینے قیام فرما کر تشریف لیگئے۔ سیف خان ۱۶۷۱ء میں صوبیداری سے مستعفی ہوکر

گوشہ نشین ہوگیا۔ اس دفعہ تین سال حکومت کی۔

نواب افتخار خان صوبیدار اس نے عدل و انصاف سے چار سال حکومت کی اس کے عہد میں رعایا کو ہر قسم کا امن و آسایش رہا۔ ایک دفعہ شہر میں آگ لگی، بارہ ہزار مکانات جل گئے۔ جامع مسجد بھی جل گئی۔

نواب قوام الدین خان صوبیدار۔ اس نے بھی عدل و داد سے تین سال حکومت کی آتش زدگی سے رعایا کو جو نقصان پہونچا تھا۔ اس میں رعایا کی مدد کی۔ جامع مسجد کی تعمیر کرائی۔

نواب ابراہیم خان صوبیدار بار دوم ۱۰۸۹ھ (۱۶۷۸ء) میں مقرر ہو کر آیا۔ آٹھ سال حکومت کی اوّل اوّل نہایت عدل و انصاف سے کام کیا، کثرت باران سے طوفان آیا۔ تمام پل ٹوٹ گئے بہت سے مکانات بہ گئے اس کی تاریخ (طغیان بحد) ہے پھر زلزلہ آیا ہزاروں مکانات منہدم ہو گئے۔ سینکڑوں جاندار مر گئے۔ اس کے بعد قلماق (قلماق ایک بادیہ گرد قوم تھی جو توران میں مقیم تھی) نے تبت پر حملہ کیا۔ حاکم تبت نے مغلوب ہو کر بادشاہ سے مدد کی درخواست کی، بادشاہ نے صوبیدار کشمیر کو ان کی گوشمالی کا حکم دیا۔ فدائی خان ابراہیم خان کا لڑکا لشکر لیکر گیا، اور قلماق کا قلع قمع کر کے واپس آیا۔ ۱۶۸۶ء میں حسن آباد کے ایک شیعہ عبد الشکور نام نے صادق نام ایک سنّی کو زدو کوب کیا۔ یہ جھگڑا بڑھتے بڑھتے مذہبی رنگ پکڑ گیا۔ ابراہیم خان نے شیعوں کی طرفداری کی۔ اس پر سنّی عہدے دار مشتعل ہو کر سنیوں کے طرفدار ہوئے۔ سخت خون ریزی اور فساد ہوا عالمگیر کو جب خبر ہوئی ابراہیم خان کو معزول کر دیا۔

نواب حفیظ اللہ خان صوبیدار۔ ۱۰۹۸ھ (۱۶۸۶ء) میں مقرر ہو کر آیا۔ اس نے امن و امان قایم کیا ۱۶۸۸ء میں ابو الفتح دیوان صوبہ کو قایم مقام کر کے راجہ جموں کی سرکوبی کیلئے چلا گیا۔ جموں فتح کر کے دہلی چلا گیا۔ ۱۶۸۹ء میں بادشاہ نے ابو الفتح کو بھی طلب کر لیا۔ وہ ایک عہدیدار کو قائم مقام کر کے چلا گیا۔ اسی دوران میں قحط پڑا۔ نواب حفیظ اللہ خان کے عدل و انصاف کی تعریف مؤلف گلدستہ کشمیر نے بھی لکھی ہے۔

نواب مظفر خاں صوبیدار ۔ ۱۱۰۲ھ ۱۶۹۰ء میں بادشاہ نے نواب شائستہ خان کے بیٹے مظفر خان کو صوبیدار کیا۔ یہ سخت گیر تھا۔ بادشاہ کو جب اس کے جبر و تشدد کا حال معلوم ہوا تو اس کو معزول کر دیا۔ اس نے دو سال حکومت کی۔

نواب ابوالنصر خان صوبیدار۔ یہ نواب شائستہ خاں کا دوسرا بیٹا تھا۔ اس نے بھی سختی سے حکومت کی آخر بادشاہ نے اس کو ۱۱۱۰ھ ۱۶۹۸ء میں معزول کر دیا۔ اس نے چھ سال حکومت کی،

نواب فاضل خان صوبیدار۔ یہ ذی علم اور خدا ترس تھا۔ اس نے غریب رعایا کی امداد کی بہت سے ٹیکس معاف کئے خیرات و وظائف جاری کئے مسجدیں سرائیں تعمیر کرائیں مواضعات و باغات آباد کئے۔ آثارات قدیمہ کی مرمت کرائی۔ اس کے عہد میں موئے مبارک حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کشمیر میں آئے، قلندر بیگ شاعر نے تاریخ لکھی ؎

تاریخ نزول بایکے ہاتف گفت   کشمیر مدینہ شدہ از موئے نبی

موئے مبارک کی خانقاہ سری نگر کے نزدیک موضع حضرت بل میں ہے اس صوبیدار کے عدل و داد کی تعریف مؤلف گلدستہ کشمیر نے بھی کی ہے۔ یہ تین سال دو ماہ حکمران رہا۔

نواب ابراہیم خان صوبیدار (بار سوم) ۱۱۱۳ھ ۱۷۰۱ء میں مقرر ہو کر آیا۔ یہ آ رہا تھا اور فاضل خان جا رہا تھا۔ راستے میں ملاقات ہوئی، علی اکبر وقائع نگار ساتھ تھا اس نے کہا ؎

عید رمضان آمد و ماہ رمضان رفت   صد شکر کہ این آمد و صد حیف کہ آن رفت

اس نے بلا تعصب و تشدد حکومت کی، عبد الفتاح گوجر نے پونچھ میں سرکشی کی، مگر گرفتار ہو گیا۔ اس دفعہ یہ پانچسال حکمران رہا۔

نواب نوازش خان صوبیدار۔ ۱۱۱۸ھ ۱۷۰۶ء میں مقرر ہوا اس کے پہنچنے میں دیر ہوئی تو اشرف خان صدر دیوان نائب صوبہ بنایا گیا۔ پھر خواجہ عبداللہ کو نائب صوبہ بنایا گیا۔ جب نوازش خان کشمیر کو روانہ ہوا۔ بارہ مولہ پہونچا تھا کہ اورنگ زیب کی وفات کی خبر پہونچی۔ عالمگیر نے (۴۹) سال حکومت کی۔

قطب الدین محمد معظم شاہ عالم بہادر

عالمگیر کا بڑا بیٹا ہے ۱۱۱۹ھ ۱۷۰۷ء میں تخت نشین ہوا۔ اس کی ماں راجہ راجور (علاقہ کشمیر) کی بیٹی تھی۔ خواجہ لطف اللہ کشمیری نے تاریخ جلوس لکھی ؎

قدسیاں تہنیت سال جلوس — بشہ مرشد کامل گفتند
عرصۂ جشن شہنشاہی را — محفل خلد مشاکل گفتند
سال تاریخ ہمایون سعید — جشن شاہنشہ عادل گفتند

یہ بادشاہ ذی علم، صالح، سخی، عادل تھا۔ لیکن کاروبار سلطنت سے کسی قدر لاپروا تھا۔ پانچسال انیس دن سلطنت کی۔

نواب نوازش خان صوبیدار شاہ عالم نے اس کو صوبیداری کشمیر پر بحال رکھا۔ ۱۷۰۸ء میں تبدیل کیا۔ یہ ڈیڑھ سال حکمران رہا۔

نواب جعفر خان صوبیدار ۱۱۱۹ھ ۱۷۰۸ء میں مقرر ہوا اس کے پہونچنے تک خواجہ عبداللہ صوبیداری کا کام انجام دیتا رہا۔ جعفر خان دائم الخمر اور سخت گیر تھا۔ تنگ آکر ایکدفعہ رعایا نے بغاوت بھی کی۔ آخر بیمار ہو کر مرگیا۔ اس کے بعد قاضی محمد فاروق عرف عارف خان صوبیداری کا کام کرتے رہے یہ کل زمانہ ایکسال ۱۳ ماہ ہوا۔

نواب ابراہیم خان صوبیدار بار چہارم ۱۱۲۱ھ ۱۷۰۹ء میں آیا، تین مہینے بعد مرگیا۔

نواب نوازش خان صوبیدار بار دوم۔ ابراہیم خان کے مرنے کے بعد عارف خان نائب صوبہ کام کرتا رہا۔ عارف خان کو بادشاہ نے امانت خان خطاب دیا اس کے بعد نوازش خان آگیا۔ اس کے عہد میں سیلاب آیا۔ پھر آگ لگی۔ چالیس ہزار گھر جل گئے۔ ایکسال بعد نوازش خان کو بادشاہ نے طلب کرلیا۔

نواب عنایت اللہ خان صوبیدار ۱۱۲۳ھ ۱۷۱۱ء میں مقرر ہوا۔ نوازش خان کے جانیکے بعد عارف خان قایم مقام رہا۔ سودرشن پنڈت پیشکار صوبیدار معہ عیال و اطفال خواجہ محمد آفتاب نقشبندی

کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوا۔ عنایت اللہ اصل باشندہ کشمیر کا تھا جب اورنگ زیب کشمیر آیا تو عنایت اللہ کی والدہ مریم بی بی شہزادہ زیب النسا کی تعلیم پر مقرر ہوئی اس ذریعہ سے عنایت اللہ کی رسائی شاہی دربار تک ہوئی اس کے عہد میں محرم ۱۱۲۴ھ میں بادشاہ کا انتقال ہوگیا۔

محمد معز الدین جہاندار شاہ

یہ معظم بہادر شاہ کا بیٹا تھا۔ ۱۱۲۴ھ ۱۷۱۲ء میں تخت نشین ہوا۔ نو مہینے بعد معزول کیا گیا نواب عنایت اللہ خان اس کے عہد میں بدستور صوبیدار رہا۔ راجہ مظفر خان بمبہ نے مظفرآباد میں شورش کی صوبیدار نے اس کی سرکوبی کیلئے طیاری کی۔ اسی دوران میں جہاندار شاہ قید ہوگیا۔

معین الدین فرخ سیر

یہ عظیم الشان پسر معظم شاہ بہادر کا بیٹا کشمیری حرم کے بطن سے تھا۔ ۱۱۲۴ھ ۱۷۱۲ء میں چچا کو قید کر کے تخت نشین ہوا۔ چھ سال تین ماہ پندرہ دن حکومت کی۔ ۱۱۲۵ھ میں جشن جلوس کیا ؎

مژدہ بگوشم رسید از ظفر بادشاہ ✢ از پے تاریخ آن شکر خدا گفتہ ام

خواجہ اعظم مورخ کشمیری مصنف تاریخ اعظمی نے تاریخ لکھی ؎

ازاں جملہ گفت اعظم کم رموز ✢ سلیمان ثانی بعدل و کرم

فرخ سیر خلیق و قابل بادشاہ تھا۔ مگر سادات بارہ اس زمانہ میں سلطنت پر مسلط تھے بادشاہ نے ان کا زور توڑنا چاہا مگر ممکن نہ ہوا۔ آخر سادات نے اس سے خایف ہو کر ۱۷۱۹ء اس کو عذاب شدید سے مار ڈالا ؎

دیدی کہ چہ باشہ گرامی کردند ✢ صد جور و جفا از رہ خامی کردند

تاریخ شہادت شہنشہ دل گفت ✢ سادات بوے نمک حرامی کردند

ماہران فن سیر آگاہ ہیں کہ سادات کا عروج سلطنت مغلیہ کے زوال کا سبب ہوا۔ سادات نے اپنے ذاتی اور ناجائز فوائد پر سلطنت اسلامیہ کو قربان کر دیا۔ فرخ سیر میں کوئی نقص و عیب نہ تھا۔ فرخ سیر نے تخت نشین ہوتے ہی عنایت اللہ خان کو معزول کر دیا۔ یہ ایک سال نو مہینے حکمران رہا۔

عنایت کشمیر سے مکہ معظمہ کو چلا گیا۔

نواب سادات خان صوبیدار۔ ۱۱۲۴ھ/۱۷۱۲ء میں مقرر ہوا۔ اس کے عہد میں علی محمد خان و اعظم خان و احترام خان تین شخص یکے بعد دیگرے نائب صوبہ مقرر ہوئے، علی محمد خان دو دفعہ نائب بنایا گیا۔ مظفر خان بمبہ نے کرناہ اور درواہ پر قبضہ کر کے کامراج پر ہاتھ مارنا شروع کیا لیکن اسی دوران میں اس کا انتقال ہوگیا۔ مگر اس کے بیٹے ہیبت خان نے باپ کی مہم کو بدستور جاری رکھا۔ علی محمد خان نائب صوبہ نے ہیبت خان کو شکست دیکر صلح پر مجبور کیا۔ عبدالرزاق گوجر پسر عبدالفتاح نے پونچھ میں شورش کی نائب صوبہ نے اس کی بھی گوشمالی کی۔ عبدالعظیم دیوان صوبہ منحرف ہوگیا۔ نائب صوبہ نے اس کو بھی درست کیا۔ نائب صوبہ کے اہلکاروں نے رعایا پر سختی کی۔ اس کی شکایت بادشاہ تک پہونچی۔ اس لئے صوبہ دار نے اس کو معزول کر کے اعظم خان کو نائب بنایا۔ علی محمد خان دو سال نائب رہا۔ اعظم خان نے عدل و انصاف سے حکومت کی لیکن ایکسال بعد صوبیدار نے پھر علی محمد خان کا تقرر کیا۔ اور ایکسال بعد اس کو معزول کر کے احترام خان کو مقرر کیا احترام خان خود تو دہلی میں رہا۔ اس نے میر احمد خان کو قایم مقام بنا کر بھیجدیا۔ اسی عرصہ میں سادات خان کو بادشاہ نے برطرف کردیا۔ یہ تین سال گیارہ ماہ سترہ دن صوبیدار رہا۔

نواب عنایت اللہ خان صوبیدار بار دوم ۱۱۲۸ھ/۱۷۱۶ء میں حرمین الشریفین سے واپسی پر بادشاہ نے پھر عنایت اللہ خان کو صوبیدار بنایا۔ عنایت اللہ خان نے میر احمد خان کو بدستور ثابت رکھا۔ میر احمد خان نے عدل و انصاف سے حکومت کی۔

شمس الدین ابوالبرکات رفیع الدرجات

فرخ سیر کے بعد سادات نے شمس الدین پسر رفیع الشان بن معظم بہادر شاہ کو ۱۱۳۱ھ/۱۷۱۹ء میں تخت نشین کیا لیکن اس کا تین ماہ گیارہ دن بعد تپ دق سے انتقال ہوگیا۔ اس کے عہد میں عنایت اللہ خان صوبیدار اور میر احمد خان نائب صوبہ بدستور رہے

رفیع الدولہ شاہجہان ثانی

۱۱۳۱ھ ۱۷۱۹ء میں رفیع الدرجات کے بعد یہ اس کا بھائی تخت نشین کیا گیا۔ اور بھائی کی طرح تین مہینے ۲۷ دن حکومت کر کے یہ بھی طبعی موت سے مر گیا۔ صوبہ کشمیر کا انتظام اسکے عہد میں بھی بدستور رہا

ابوالفتح ناصر الدین روشن اختر محمد شاہ بن خجستہ اختر جہان شاہ بن معظم شاہ بہادر

۱۱۳۱ھ ۱۷۱۹ء میں تخت نشین کیا گیا۔ اس نے اوّل اوّل توجہ سے مہمات سلطنت کو انجام دیا سادات کو یہ بات پسند نہ آئی۔ انہوں نے بادشاہ کو لہو ولعب عیش و عشرت کیطرف راغب کر دیا، بادشاہ عیش و راحت میں ایسا سرمست ہوا کہ دنیا ومافیہا سے بیخبر ہو گیا۔ ملک میں ہر طرف شور و شر ہونے لگا۔ آخر ۲۸ سال ۸ ماہ بیس دن سلطنت کر کے ۱۷۴۸ء میں مر گیا۔ محمد شاہ شعر خوب کہتا تھا یہ اسی کا شعر ہے ؎

یار در پر صبح بر سر فکر بر حالش کنید ✦ عاشقان شب میرود زنجیر بر پایش کنید

محمد شاہ نے عنایت اللہ خان کو صوبہ داری اور میر احمد خان کو نیابت پر بدستور قایم رکھا۔ اس زمانہ میں سلطنت کمزور ہو گئی تھی فتنہ و فساد برپا تھا۔ ہر طرف شورشین اور جگہ جگہ سازشین ہو رہی تھیں ایک شخص ملا عبد النبی عرف محتوی خان نے کشمیر میں ہندوؤں کی کچھ سرگرمی دیکھی جیسا کہ فصاحت خان نے اپنے شہر آشوب میں بیان کیا ہے ؎

کہ از کفار آنجان محتوی خان ✦ بتقصیرے شد از دل دشمن جان

اور صاحب سلیمان باغ نے بھی لکھا ہے ؎

گفت کین ذمیاں کہ غدارند ✦ ازسواری عنان نگہدارند

غرض محتوی خان نے ہندوؤں کے آثار سرکشی دیکھکر اُن سے ناراض ہو کر نائب صوبہ کے سامنے چند تجاویز پیش کیں کہ یہ قیود بنظر احتیاط ہنود پر عاید کیجائیں۔ وہ قیود ایسی تھیں کہ اُن سے کوئی مالی یا جانی مضرت نہ تھی۔ مثلاً کوئی ہندو گھوڑے پر سوار نہ ہو۔ ہتیار نہ باندھے، دستار نہ باندھے نائب صوبہ نے ان قیود کا جاری کرنا اپنی مصلحت کے خلاف سمجھا۔ اس پر محتوی خان اور نائب صوبہ

میں رنجش ہوگئی۔ محتوی خان نے خود سر ہو کر اپنے حکم سے یہ احکام جاری کر دئے اُس کے ہمخیال بھی بہت سے لوگ ہو گئے۔ انہوں نے ان پر عملدرآمد کرانا چاہا۔ اس پر ہندو مسلمانوں میں فساد ہو گیا۔ نائب صوبہ اور محتوی خان میں جنگ ہوگئی۔ نائب مغلوب ہو کر خانہ نشین ہو گیا اور کچھ انتظام نہ کر سکا۔ دو تین مہینے میں یہ خبر دہلی پہونچی۔ بادشاہ نے میر احمد خان کی جگہ عبداللہ خان کو نائب مقرر کیا۔ لیکن وہ بھی امن قایم نہ کر سکا۔ اور محتوی خان کا غلبہ بڑھتا چلا گیا تو بادشاہ نے نواب مومن خان نجم ثانی کو نائب بنا کر بھیجا، مومن خان کی آمد سنکر محتوی خان پریشان ہوا اور حکومت سے صفائی کرنی چاہی اسی دوران میں محتوی خان کے دوستوں کو شیعوں نے قتل کر دیا اب سنی اور شیعوں میں ہنگامہ شروع ہو گیا۔ آخر سیّد اطہر خان دیوان بیوتات نے چند امرا کو شامل کرکے ۱۱۳۲ھ میں محتویخان کو مغلوب کرکے قتل کیا۔ محتوی خان نے اپنے لئے خود ہی شیخ الاسلام خطاب تجویز کر لیا تھا۔ محتوی خان کے بعد بھی فساد جاری رہا۔ مومن خان نے بلحاظ مصلحت وقت محتویخان کے بیٹے شرف الدین کو شیخ الاسلام تسلیم کر لیا۔ شرف الدین نے اور بھی ہنگامہ گرم کر دیا یہ شورش یہاں تک بڑہی کہ صوبہ دار اور نائب دونوں نے مجبور ہو کر استعفا دیدیا۔

متعصب مورّخ خود ہی ان واقعات کو نقل کرکے محتوی خان کے اس ذاتی فعل کو اسلام اور سلطنت اسلامیہ کے سر مڑہتے ہیں۔ محتوی خان نے جو کچھ کیا وہ نہ مذہب کا حکم تھا نہ سلطنت کا نہ صوبیدار کا۔ سلطنت نے تو ہندوؤں کی خاطر محتوی خان سے جنگ کی، بادشاہ نے یہ کیا کہ محتوی خان کے گروہ پر فوج بھیجی اور ان قیود کی منسوخی کا فرمان نافذ کیا اور جو ہندو فریادی بنکر گیا تھا اس کو خود دستار عنایت کی، مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے، پنڈت جے رام نے بموقعہ شادی فرزند خود دار السلطنت میں جاکر فریاد کی، اور بادشاہ سے سوگز کا دستار حاصل کیا اور صمد خان کو قاضی شرف الدین کے تدارک کیلئے پیشگاہ بادشاہ سے ہمراہ لایا۔ اس نے یہاں پہونچتے ہی قاضی مذکور کو توپ کے آگے باندھکر اڑادیا (ص ۱۳۷)۔ لیکن یہ متعصب مشکور تو کیا ہوتے اور سلطنت کو مطعون کر رہے ہیں۔ اب اگر محتوی خان کے معاملہ پر غور کیا جائے تو وہ بھی چنداں قصوروار نہیں

ماہران فن تاریخ آگاہ ہیں کہ اُس زمانہ میں ہر حصہ ملک میں ہندو سارشین اور شورشین کر رہے تھے ان کو دیکھتے ہوئے کون ایسا بے خبر ہو سکتا تھا جو کچھ تدبیر نہ کرتا۔ محتوی خان نے ہندوؤں کی غداری دیکھکر یہ قیود تجویز کی تھیں جیسا کہ پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ ہندوؤں کی طرف سے کوئی قصور ہوا اور یہ قیود بھی دائمی قانون کی شکل میں نہ تھیں بلکہ ایک ہنگامی تعزیری تجویز تھی جیسے آجکل آرڈیننس ہوتے ہیں اوران قیود سے کوئی جانی و مالی نقصان منصور نہ تھا نہ یہ تجویز از راہ تعصب تھی بلکہ قیام امن کے لئے احتیاطی تدابیر تھیں یہ تجاویز قوانین قدیم و آئین جدید کے خلاف نہ تھیں اس زمانے میں ایسے موقعوں پر آرڈیننس جاری کئے جاتے ہیں۔ ہر جگہ فاتح و مفتوح کے حقوق میں فرق ہے۔ ہندوستانیوں سے یوربینوں کے حقوق نمایاں ہیں۔ جنوبی افریقہ میں باوجود ہر قسم کی سعی اور طویل اقامت کے ہندوستانیوں کو حقوق نہیں دئے گئے۔ کشمیر کے ہندو راج میں بھی بعض ہندوؤں اور بعض امرا کے لئے بعض خصوصیتیں تھیں۔ عوام پران کے متعلق قیود علیحدہ تھے۔ گلدستہ کشمیر میں ہے۔ پرندہ پر (ایک خاص قسم کی کشتی) سوائے امرا اور والیان ملک کے عام لوگ نہیں بیٹھ سکتے۔ (ص ۶۳) میاں لوگوں کے سامنے اور کوئی ذات کا آدمی چارپائی پر بیٹھنے یا حقّہ پینے کا مجاز نہ تھا۔ (ص ۳۱) میاں لوگوں کی تمام رعایتیں فرمانروائے حال کو بہت منظور ہیں جو سپاہی اس ذات کے نوکر ہیں انکو سب سے ایکروپیہ زیادہ ملتا ہے۔ بعوض خون کے اُن کو خون معاف ہے بلکہ قوم چارکوں کو بھی خون کے عوض پھانسی نہیں دیا جاتا (ص ۳۰) گھروں پر میاں لوگوں کے سپاہی جانے کا حکم نہیں خون کریں تو اُن کے لئے سزائے پھانسی نہیں قوانین اُن کے لئے خاص ہیں۔ (گلدستہ کشمیر ص ۲۰۶) راجہ بکتا پیڈ عرف للتادت نے جو راجگان کشمیر میں ہندوؤں کے نزدیک نیکنام راجہ ہے بلا تعین زمانہ مامون و غیر مامون وصیت کی کہ پہاڑی لوگوں کو دبائے رکھنا چاہیئے۔ زمینداروں کے پاس ایک سال سے زیادہ کا غلہ نہ رہنے دینا، ان کے پاس ضرورت سے زیادہ بیل نہ رہنے دینا۔ زمینداروں کی زندگی شہریوں سے بہتر نہ ہونے پائے۔ شہری اور دیہاتی باہم رشتہ داری نہ کریں۔ اہلکار باہم رشتہ داری نہ کریں۔ (تاریخ ریاست جموں و کشمیر ص ۸۹) اس راجہ نے اہل دکن کو

دھوتی کی ایسی بندش پر مجبور کیا جس میں اس کا ایک حصہ دُم کی مانند زمین کو صاف کرتا نظر آتا
تھا اور مفتوح حکمرانوں سے شکست کا اظہار کروانیکے لئے انہیں مختلف علامات اختیار کرنے پر مجبور
کیا (راج ترنگنی ص۳۱۹) راجہ ساگر نے ملیچھوں کی مختلف اقوام کو مجبور کیا تھا کہ اپنے بالوں کو مختلف
امتیازی طریقوں پر آراستہ کیا کریں (راج ترنگنی حاشیہ ص۳۲۹) پارسی لوگ جب ہندوستان میں آئے
تو اورمز کے جزیرہ سے جزیرہ دیو (جزیرہ نما کاٹھیاوار کے جنوب میں خلیج کھمبے کے دہانے پر واقع ہے)
آباد ہوئے یہاں ۱۹ برس رہے وہاں سے سخن (بمبئی کے شمال میں گجرات کے مغربی کنارہ پر ہے)
آئے یہ ۷۱۶ء کا واقعہ ہے سخن کا حکمران جادورانا تھا انہوں نے رانا سے سکونت کی اجازت چاہی
رانا نے اُن سے اُن کے عقائد دریافت کئے انہوں نے اپنے عقائد میں بیان کیا (۱) ہم آفتاب اور
پانچ عناصر کی پرستش کرتے ہیں (۲) ہم گائے کی پرستش کرتے ہیں (۳) ہم ہاتھ منہ دھونے کے بعد
گئو متر اپنے اوپر چھڑکتے ہیں۔ رانا نے ان کو رہنے کی اجازت دی لیکن ان پر چند قیود عائد کیں۔
اِن میں سے یہ شرائط بھی ہیں (۱) اس ملک کی زبان اختیار کریں (۲) مستورات کو ہندی وضع کا
لباس پہنائیں (۳) زرہ بکتر کا استعمال نکریں (حالات قوم پارسیاں ص۸) مہاراجہ رنجیت سنگھ کے
عہد میں قانون تھا کہ اگر سکھ کے ہاتھ سے کوئی کشمیری مارا جائے تو خون ثابت ہونے پر سکھ پر بیس روپیہ
جرمانہ کیا جائے اگر مقتول ہندو ہے تو اس میں سے اُس کے ورثا کو چار روپیہ اگر مسلمان ہے تو اس کے
ورثا کو دو روپیہ دئے جائیں (تاریخ ریاست جموں وکشمیر ص۱۱۰) اس تعصب کا کیا ٹھکانا ہے کہ ایک
مسلمان بعض ایسے قواعد جو کسی طرح مضرت رسان نہیں ہنگامی و تعزیری طور پر جاری کرنا چاہتا ہے،
تو اس کو ظالم کہا جاتا ہے مہاراجہ للتادت و رنجیت سنگھ مستقل طور پر ایسے قوانین نافذ کرتے ہیں
جن سے جانی و مالی مضرت بھی ہے تو اُن کی تعریف کیجاتی ہے۔ ہندوؤں کے مذہبی قانون کو اگر دیکھا
جائے تو وہ انسانی حقوق کو پامال کرنے والا ہے اس کے عملدرآمد کا یہ نتیجہ ہے کہ غیر آریہ قومیں انسان
سے انسان نما حیوان بن گئیں۔ غیر آریہ نہ علم پڑھ سکتے تھے نہ نیا کپڑا پہن سکتے تھے نہ نئی چیز استعمال
کر سکتے تھے نہ آریوں کے قریب آباد ہو سکتے تھے۔ اسی وجہ سے اچھوتوں کی کانفرنس نے بیریزولیوشن

پاس کیا تھا منوسمرتی اور ایسی کتابوں کو جن سے انسانی حقوق کی پامالی ہوتی ہے یہ کانفرنس خیال کرتی ہے کہ اظہار نفرت کے طور پر ہمیں ان کتابوں کو جلا دینا چاہیئے۔ (اخبار بھیشم جنوری ۱۹۲۸ء) ادہورت منش ہم لوگوں کے استھانوں سے دور چلے جاویں (رگوید بھاشیہ ۱۹۲۵ بکرمی صہ ۷۲) ناروجی نے بھی بیان کیا ہے کہ اگر کسی برہمن کی جائداد کا کوئی وارث موجود نہ ہو تو اس کی جائداد دوسرے برہمن کو دیدینی چاہیئے ورنہ بادشاہ گناہ گار بن جاتا ہے (منو ۹/۱۸۹) دوسری اقوام کی دولت کو بعدم موجودگی ورثاء دیگر بادشاہ لے گا (منو ۹/۱۸۹) قانون وراثت ہنود مصنفہ سر بنواس راؤ بی اے ایل۔ ایل بی صہ ۱۶۱) برہمن خون کرے تو اُس کا سر منڈوانا چاہیئے دوسرا خون کرے تو خون کا بدلہ خون لیا جائے (منو باب ہشتم صہ ۳۷۹) برہمن کے سامنے پیشاب کرنے سے شودر کا ۔۔۔۔۔ کاٹ دیا جائے (منو ادھیائے ۱۸، اشلوک ۲۸۲) اگر شودر کسی اعلیٰ ذات والے کے برابر بیٹھ جائے تو اس کی پیشانی پر داغ لگا کر اس کو جلا وطن کرنا چاہیئے۔ (منو باب ہشتم) شودر کو جھوٹا کھانا کھانا، پُرانا کپڑا پہننا چاہیئے گھر کا سارا سامان خراب خستہ رکھنا چاہیئے (منو باب پنجم) ان قوانین پر مفصل بحث ہماری کتاب معجزات اسلام میں ہے۔ یہاں زیادہ تفصیل کا موقع نہیں۔ اس جگہ صرف یہ دکھانا تھا کہ جس قوم کا مذہبی قانون دیگر اقوام کو انسانی حقوق سے محروم کرنے والا ہے جس کے نامور فرمانرواؤں نے دیگر اقوام پر مضرت رسان قیود عاید کئے ہیں وہ محتوی خان کے غیر مضر ہنگامی قانون پر معترض ہیں۔

نواب سیف الدولہ عبدالصمد خان صوبیدار - عنایت اللہ خان نے استعفا دیدیا یہ ایکسال تین ماہ صوبیدار رہا۔ اس کی جگہ عبدالصمد خان مقرر ہوا۔ اس نے عبداللہ خان دہ بیدی کو نائب بنایا مگر وہ انتظام نہ کرسکا۔ اس لئے عبدالصمد خان خود آیا۔ اسنے قاضی شرف الدین کو قتل کیا اور امن وامان قایم کردیا۔ اور ابوالبرکات خان و عارف خان دونوں کو نائب بنا کر لاہور چلا گیا ان دونوں نائبوں میں ان بن ہوگئی۔ اس لئے عبدالصمد خان نے چھ مہینے کے بعد دونوں کو معزول کر کے نجیب خان کو نائب بنایا۔ ایکسال بعد عبدالصمد خان برطرف ہوگیا۔ اس نے ۱۱۳۶ھ ۱۷۲۴ء تک دو سال پانچ ماہ حکومت کی۔

نواب اعظم خان صوبیدار - اس نے عبداللہ خان دہ بیدی کو نائب بنایا۔ پھر خود آیا اسکے بعض کوتاہ اندیش مشیروں کی وجہ سے شورش ہوئی۔ مگر جلد فرو ہوگئی۔ قحط پڑا۔ اسکی تاریخ (قحط عظیم) ہے۔ ایکسال بعد یہ معزول کیا گیا۔

نواب عنایت اللہ خان صوبیدار بار سوم ۱۱۳۶ھ ۱۷۲۴ء میں مقرر ہوا۔ اس نے فخر الدینخان کو نائب بنایا۔ ایکسال حسن انتظام سے کام کیا۔ اس کا انتقال ہوگیا

نواب عقیدت خان صوبیدار - ۱۱۳۷ھ ۱۷۲۵ء میں مقرر ہوا۔ اس نے ابو البرکات خان کو نائب بنایا۔ ان سے انتظام نہو سکا اِس لئے دونوں معزول کئے گئے۔ یہ دو سال رہا۔

نواب اغر خان صوبیدار ۱۱۳۹ھ ۱۷۲۷ء میں مقرر ہوا۔ اس نے اوّل اوّل عدل وانصاف سے حکومت کی پھر جور و جفا کرنے لگا۔ ابو البرکات خان کو اوّل اس نے پیشکار بنایا پھر گرفتار کرکے دہلی بھیجدیا۔ اِس کے مظالم سے تنگ آکر رعایا نے بغاوت کی۔ اور اس کو شکست دیکر بارہ مولہ تک بھگا دیا۔ بادشاہ کے پاس رعایا نے عرضیاں بھیج رکھیں تھیں۔ آخر بادشاہ نے اسکو معزول کیا ایکسال حکمران رہا۔ یہ شاعر بھی تھا۔ یہ اسی کا شعر ہے ؎

دیدہ غیر ترا نمی بیند ؛ یک قسم صد قسم ہزار قسم

نواب امیر خان صوبیدار ۱۱۴۱ھ ۱۷۲۸ء میں مقرر ہوا۔ اس نے ابو البرکات خان کو نائب بنایا ابو البرکات خان نے جلیل الدین خان کو اپنا قایم مقام بنایا۔ دو سال بعد ابو البرکات خان نیابت سے علیحدہ کیا گیا اور احترام خان نائب صوبہ بنگیا۔ اس کے عہد میں گرانی غلہ کی وجہ سے بلوہ ہوا۔ بلوائیوں نے مفتی اور داروغہ عدالت دونوں کو قتل کیا۔ احترام خان ابو البرکات خان سے بدظن ہوگیا اور اس پر چڑھائی کردی۔ ابو البرکات نے شکست دیکر اس کو بھگا دیا۔ نواب امیر خان نے جب یہ سُنا تو احترام خان کو معزول کردیا۔ یہ چھ مہینے حکمران رہا۔ اب ابو البرکات خان نائب صوبہ بنایا گیا۔ ہیبت خان راجہ مظفر آباد نے بغاوت کی۔ نائب صوبہ نے جنگ کی۔ مگر شکست کھائی آخر صلح ہوگئی، ساڑھے سات برس حکومت کے بعد امیر خان ۱۱۴۸ھ ۱۷۳۵ء میں معزول کیا گیا۔

نواب دل دلیر خان صوبیدار اس نے ابوالبرکات کو بدستور نائب رکھا۔ اس کے عہد میں
طوفان اور زلزلہ آیا۔ ۱۷۳۶ء میں ہیبت خان نے پھر شورش کی۔ ابوالبرکات نے میر جعفر کنٹ کی
سرکردگی میں فوج روانہ کی۔ میر جعفر فتح کر کے واپس آیا تو نائب نے اس کی کچھ حوصلہ افزائی نہ کی۔ میر جعفر
نے پھر باغیوں کو اُبھار دیا۔ نائب نے ان کی سرکوبی کیلئے پھر میر جعفر ہی کو مامور کیا۔ میر جعفر بارہ مولہ
تک جا کر واپس آ گیا۔ اور خود نائب سے برسرِ پیکار ہو گیا۔ آخر نائب شکست کھا کر بھاگ گیا۔ صوبیدار
نے جلیل الدین خان کو نائب مقرر کیا۔ اس سے انتظام نہ ہو سکا۔ اس نے بادشاہ کو تمام حالات لکھے
اور استعفا بھیج دیا۔ اسی زمانہ میں صوبیدار مر گیا۔ اس نے دو سال حکومت کی۔

نواب فخر الدولہ صوبیدار۔ ۱۱۵۱ھ (۱۷۳۸ء) میں مقرر ہوا۔ اس نے قاضی خان کو نائب بنایا۔
ان دونوں نے امن وامان قایم کیا میر جعفر شورش کر رہا تھا اس کو شکست دی نو مہینے بعد فخر الدولہ
صوبیداری سے سبکدوش ہو گیا۔

نواب عنایت اللہ خان ثانی صوبیدار ۱۱۵۲ھ (۱۷۳۹ء) میں مقرر ہوا۔ اس کا اصل نام عطاء اللہ خان
تھا۔ میر عنایت اللہ خان صوبیدار سابق کا بیٹا تھا۔ باپ کے مرنے پر بادشاہ نے اس کو عنایت اللہ خان
ہی خطاب دیا۔ اس نے عصام الدین خان کو نائب بنا کر بھیجا جب یہ پہنچا تو فخر الدولہ وہاں موجود تھا
اُس نے اسکو جعلی آدمی قرار دیکر گرفتار کر لیا۔ اور قاضی خان کو قایم مقام کر کے چلا آیا۔ عصام الدین
نے موقع پا کر قاضی خان کو زیر کر کے حکومت سنبھال لی۔ جب نادر شاہ نے ہندوستان پر حملہ کیا اور
لاہور آیا تو فخر الدولہ نے اس سے حکومت کشمیر کا فرمان حاصل کر لیا اور پہاڑی اقوام کی جمعیت فراہم
کر کے محرم ۱۱۵۲ھ میں کشمیر آ کر نادر شاہ کا سکّہ و خطبہ جاری کرنا چاہا۔ اس پر رعایا نے شورش برپا کر دی
جب نادر شاہ اور محمد شاہ میں صلح ہو گئی تو اہل شہر نے فخر الدولہ کو نکال دیا۔ فخر الدولہ ہفت چنار میں مقیم
ہو گیا۔ اور وقتاً فوقتاً سری نگر پر حملے کرتا رہا۔ آخر بھاگ گیا۔ عنایت اللہ خان صوبیدار نے ابوالبرکات
کو نائب بنایا۔ اور خود بھی سری نگر آ گیا۔ عدل و داد سے حکومت کرنے لگا۔ بعض مفسدوں کے بہکانے
سے ابوالبرکات خان باغی ہو گیا اور عنایت اللہ خان اور اس کے بھتیجے خلعت خان کو شکست دیکر

بھگا دیا۔ اور ابوالبرکات خان خود مختارانہ حکومت کرنے لگا۔ ڈھائی مہینے بعد خلعت خان نے ہیبت خان سے مدد لیکر چڑھائی کی ابوالبرکات کو شکست دیکر اپنے باپ عنایت اللہ خان کو حکومت سپرد کی۔ ابوالبرکات پونچھ پہونچا۔ اور عبدالرزاق گوجر کے لڑکوں محمد زمان و محمد ولی سے مدد لیکر چڑھ آیا۔ عنایت اللہ شکست کھاکر بھاگا۔ اور راجہ محمود خان بمبہ سے مدد لیکر آیا۔ صفر ۱۱۵۴ھ تک یہی فتنہ وفساد رہا۔ محمد زمان و محمد ولی عنایت اللہ سے بظاہر مل گئے اور اس کو سری نگر لیگئے۔ آدھی رات کے وقت دیارام سے اسکو قتل کرا دیا۔ عنایت اللہ خان کے نام صوبیداری دو سال پانچماہ رہی۔

نواب اسعد یار خان صوبیدار۔ عنایت اللہ خان کے قتل کے بعد تین مہینے تک ابوالبرکات خود مختارانہ حکومت کرتا رہا۔ بادشاہ نے ۱۱۵۴ھ ۱۷۴۱ع میں اسعد یار خان کو مقرر کیا۔ اس نے ابوالبرکات کو بدستور نائب رکھا۔ پونچھ والے جو ابوالبرکات کے ممد و معاون تھے شہر میں دست تطاول دراز کرنے لگے ابوالبرکات نے حکمت عملی سے ان کو نکالدیا۔ مگر وہ پھر آگئے، ابوالبرکات نے اس دفعہ انکو زبردستی نکالا۔ ۱۱۵۵ھ میں رات کیوقت انہوں نے ابوالبرکات کے مکان پر حملہ کر دیا۔ ابوالبرکات نے محمد زمان، محمد ولی، دیارام باغیوں کے تینوں سرداروں کو گرفتار کرکے قتل کرادیا۔ اور بہت سے گوجر قتل ہوئے۔ آخر امن وامان ہوگیا۔ اس صلہ میں بادشاہ نے ابوالبرکات کو بہادری کا خطاب دیا۔ ابوالبرکات نے اپنے ایک ملازم ببر اللہ نام کو کامرج کا تھانیدار بنایا۔ ۱۱۵۶ھ میں دُمدار ستارہ نکلا۔ ببر اللہ نے بغاوت اختیار کی۔ اور شیعوں سے سازباز کرکے ابوالبرکات کو شکست دیکر قید کرلیا اس جنگ وجدل میں بہت ہی قتل وغارت ہوا۔ اس کی تاریخ عام التشویش ہے۔ جب ان واقعات کی دہلی خبر پہونچی بادشاہ نے اسعد یار خان کو معزول کر دیا۔ یہ چار سال صوبیدار رہا۔

نواب ابوالمنصور خان صفدر جنگ بہادر۔ ۱۱۵۸ھ ۱۷۴۵ع میں مقرر ہوا۔ اس نے جان نثار خان شیر جنگ کو نائب کرکے کشمیر بھیجا۔ اس نے کشمیر پہونچکر ابوالبرکات کو قید سے چھڑا کر دہلی بھیجدیا۔ وہ دو مہینے زندہ رہکر مرگیا۔ اور ببر اللہ کو دھوکے سے قتل کرا دیا۔ ہر طرح امن وامان قایم کرکے چلا گیا ابوالبرکات اچھا شاعر تھا یہ اُس کی رُباعی ہے ؎

صوفی سخنے تازہ و رنگیں دارم ؛ سرمشق خطے زیار دیریں دارم
از طرز کلام من شکری ریزد ؛ فرہاد بیا کہ حرف شیریں دارم

۱۷۴۶ء میں افراسیاب بیگ نائب صوبہ مقرر ہو کر آیا۔ اس کے عہد میں کثرت باراں سے قحط عظیم ہوا علاؤالدین اور عتیق اللہ نے بغاوت کی آخر مغلوب ہوئے۔ میر عمر نے اسلام آباد میں بغاوت کرکے شکست کھائی اور بھاگ گیا۔ دوسرے سال پھر قحط پڑا۔ انہیں دنوں میں طوفان بادو آیا۔ اس کے بعد بارش سے سیلاب آیا۔ اس طرح سارا کشمیر تباہ ہو گیا۔ ۱۱۶۰ھ میں نادر شاہ قتل ہوا اور احمد شاہ درّانی کا سلطنت پر قبضہ ہوا کشمیریوں نے احمد شاہ کو عرضی لکھی کہ آپ اپنا صوبیدار مقرر کر دیں ہم اطاعت کریں گے اور صوبہ دار حال کو اس کے حوالہ کر دیں گے۔ لیکن یہ عرضی احمد شاہ کے پاس تک نہ پہونچی افراسیاب بیگ کے ہاتھ لگ گئی اس نے اس پر کوئی کارروائی نہ کی، امرا کشمیر کے سامنے ڈالدی۔ ۱۱۶۱ھ میں محدث خان پسر محتوی خان بہمراہی عصمت اللہ خان لشاور سے تین چار ہزار کی جمعیت لیکر چڑھ آیا۔ افراسیاب بیگ نے مقابلہ کیا۔ عصمت اللہ خان مارا گیا۔ محدث خان ہندوستان کو بھاگ گیا۔ ۱۱۶۱ھ میں بادشاہ محمد شاہ کا انتقال ہو گیا۔

ابوالنصر مجاہدالدین احمد شاہ

محمد شاہ کا بیٹا احمد شاہ ۱۱۶۱ھ (۱۷۴۸ء) میں تخت نشین ہوا۔ اس نے صفدر جنگ صوبیدار اور افراسیاب بیگ نائب کو بحال رکھا۔ ۱۱۶۲ھ میں افراسیاب کو اس کے ایک رشتہ دار نے زہر دیکر مار ڈالا صفدر جنگ نے اس کے بیٹے احمد علی خان کو نائب مقرر کیا۔ چونکہ یہ کمسن تھا ملک حسن کو اس کا معاون مقرر کیا۔ دو مہینے بعد ملک حسن نے اس کو قتل کر دیا اور خود نائب بن بیٹھا۔ لیکن دو مہینے بعد معزول کر دیا گیا اور خواجہ ظہیرالدین نائب مقرر ہوا۔ اس کی حکومت کو اہل ملک نے ناپسند کیا۔ بادشاہ کو عرضی لکھی، بادشاہ نے صوبیدار کو تبدیل کر دیا۔ صفدر جنگ دو سال آٹھ ماہ بیس دن صوبیدار رہا۔

نواب الہ قلی خان صوبیدار ۱۱۶۵ھ (۱۷۵۲ء) میں مقرر ہوا۔ اس نے میر مقیم کنٹ کو نائب بنایا۔ خواجہ ظہیر مدارالمہام بن گیا۔ میر مقیم نے رعایا کی فلاح و بہبود میں سعی کی مگر فوج میں تخفیف کی اور

سپاہیوں کی تنخواہیں کم کردیں اس سے بد دلی پھیل گئی، پانچ مہینے کے بعد ابوالبرکات کے بیٹے ابوالقاسم نے موقوف شدہ سپاہیوں کو جمع کرکے بلوہ کردیا۔ میر مقیم اور خواجہ ظہیر مقابلہ نکرسکے بھاگ گئے۔ ابوالقاسم نے قبضہ کرلیا۔ میر مقیم پھر جمعیت فراہم کرکے لایا۔ مگر ابوالقاسم نے اس سے صلح کرکے اس کو راضی کرلیا۔ اس تاریخ سے کشمیر سلطنت دہلی سے جدا ہوگیا۔ جب احمد شاہ ابدالی بغرض تسخیر ہندوستان لاہور آیا۔ تو میر مقیم اور خواجہ ظہیر نے اس کو تسخیر کشمیر کی دعوت دی اُس نے پندرہ ہزار فوج بسر کردگی عبداللہ خان ایشک اقاصی ۱۱۶۵ھ ۱۷۵۳ء میں روانہ کی یہ راجوری تک پہونچا تھا کہ ابوالقاسم کے وکیل نے حاضر ہوکر ایک لاکھ روپیہ نذر کیا۔ اور ہمیشہ ادا کرنے وعدہ کیا عبداللہ خان ٹھیر گیا دو مہینے بعد پھر کشمیر پر متوجہ ہوا۔ ابوالقاسم نے مقابلہ کیا مگر اس کے آدمی عبداللہ خان سے مل گئے اِس لئے شکست کھاکر گرفتار ہوگیا۔ عبداللہ خان نے اس کو کابل بھیجدیا وہاں وہ اپنی حسن لیاقت سے بادشاہ کا مقبول نظر بن گیا۔ یہ رُباعی ابوالقاسم خان کی ہے ؎

بر دور عارضت خط ریحان نوشتہ اند ٭ یا بوستان بگرد گلستان نوشتہ اند
ننوشت ہمچو من کسے اوصاف زلفِ تو ٭ جملہ نوشتہ لیک پریشان نوشتہ اند

۱۱۶۶ھ ۱۷۵۳ء سے کشمیر دولت افاغنہ کا صوبہ ہوگیا۔

خاندان افاغنہ

عبداللہ خان ایشک اقاصی نے ۱۷۵۳ء میں کشمیر ابوالقاسم سے فتح کرکے شامل سلطنت درانیہ کیا اور پانچ مہینے چوبیس روز خود انتظام سلطنت میں مصروف رہا اور مفسدوں کی گوشمالی کرکے خواجہ عبداللہ کابلی کو صوبیدار اور سکھ جیون مل کو صاحبکار بناکر چلا گیا۔

خواجہ عبداللہ کابلی ۱۷۵۳ء میں مقرر ہوا عدل و انصاف سے حکومت کی چار مہینے سات دن بعد ابوالحسن بانڈے سے سازش کرکے سکھ جیون مل نے اسکو مع اس کے فرزند کے قتل کردیا اور خود صوبیدار بن گیا، ابوالحسن کو وزیر بنالیا۔

راجہ سکھ جیون مل عبداللہ کابلی کے قتل اور سکھ جیون کے قبضہ کا حال جب بادشاہ کو معلوم ہوا اس نے سکھ جیون کو اپنا اہلکار سمجھکر کوئی کارروائی نہیں کی بلکہ اسی کے نام صوبیداری کا فرمان بھیجدیا مگر خواجہ کیجک کو نائب بنا کر بھیجا۔ سکھ جیون بمقتضائے مصلحت خاموش رہا کچھ عرصہ کے بعد بادشاہ نے سکھ جیون سے کچھ روپیہ طلب کیا اس نے انکار کر دیا اور آمادہ پیکار ہوگیا اس نے خواجہ کیجک، ملک حسن ایرانی، اعظم خان ہیرہ خان کو بھی شریک بغاوت کرنا چاہا انہوں نے انکار کیا اور سلطنت کی حمایت میں دو ہزار آدمی جمع کر کے بارہ مولہ میں ڈٹ گئے، ایک خونریز لڑائی کے بعد سکھ جیون فتحیاب ہوا اور حکمدیا کہ بادشاہ دہلی کا خطبہ پڑھا جائے احمد شاہ کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو اس نے بیس ہزار فوج بسرکردگی عبداللہ خان ایشک اقاصی سکھ جیون کی سرکوبی کیلئے روانہ کی لیکن سکھ جیون نے اس لشکر کو شکست دی اور اس فتح کی اطلاع سلطنت دہلی کو دی، بادشاہ نے سکھ جیون کو راجہ خطاب اور ایک ہاتھی اور جھالردار پالکی بھیجی۔ اس کے بعد راجہ نے بہت سے منصبداروں کو بلاقصور گرفتار کرالیا اور ان کی جاگیریں ضبط کرلیں۔ ۱۷۵۵ء اور ۱۷۵۶ء میں قحط عظیم رہا۔ راجہ نے رعایا کی کافی امداد کی۔ ایک رات راجہ علمائے اسلام سے صحیح بخاری کے متعلق مباحثہ کر رہا تھا کہ شاہی اصطبل میں آگ لگ گئی، پاس ہی بارود خانہ تھا اسمیں بھی آگ جالگی بہت سی جانیں تلف ہوئیں۔
۱۷۵۷ء میں راجہ نے بدظن ہوکر ابوالحسن کو قید کردیا اور میر مقیم کنٹ کو وزیر بنالیا۔ ایکسال بعد میر مقیم کو قید کردیا اور ابوالحسن کو رہا کر کے وزیر بنالیا اس کے بعد سیالکوٹ، بھمبر، اکھنور پر چڑھائی کی، نواب ابوالحسن خان نے مقابلہ کیا، راجہ نے اس کے گھر کو آگ لگادی، (گلدستہ کشمیر ص ۱۵۱) مگران مہمات سے راجہ ناکام واپس آیا۔ قوم ممبہ نے کامراج میں بغاوت کی ابوالحسن وزیر ان کی تادیب کیلئے گیا تھا، مگر مہم سابق میں راجہ کی شکست سن کر واپس آگیا، راجہ نے ابوالحسن کو قید کردیا اور میر مقیم کو وزیر بنالیا پھر کچھ دنوں کے بعد ابوالحسن کو وزیر اور میر مقیم کو قید کردیا، میر خان کہکہ نے سرکشی کی راجہ اس کی سرکوبی کیلئے گیا پیچھے ابوالحسن نے بغاوت

کردی اور میر مقیم کو آزاد کردیا۔ راجہ نے واپس آکر ابوالحسن کا مقابلہ کیا وہ شکست کھا کر پونچھ کو بھاگ گیا۔ راجہ نے اس کے اہل و عیال کو گرفتار کرکے قتل کرادیا۔ ابوالحسن کچھ دنوں کے بعد طبعی موت سے وہیں مرگیا۔ راجہ نے پنڈت مہانند رد کو وزیر بنالیا اس نے راجہ کو متعصب بنادیا مسلمانوں پر سختی اور اُن کی بے عزتی کرنے لگا، مسجدوں میں اذان بند کردی، گاؤکشی کی ممانعت کردی اس سے رعایا میں بددلی پھیل گئی، ایک بلخی شہزادہ معہ پچاس ہمراہیوں کے عرصہ سے یہاں مقیم تھا اُس نے موقع پاکر راجہ کے شانے پر چھری ماری اسی وقت راجہ کے سکھ ہمراہی آپہونچے انہوں نے شہزادہ کو معہ اس کے ہمراہیوں کے قتل کردیا اور شہر کے مسلمانوں کے گھر لوٹ لئے۔ مختوی خان کا بیٹا عظمت اللہ خان جو کہیں رُوپوش تھا اب اپنے آپ کو مامون سمجھ کر یہاں آگیا۔ راجہ نے اس کو گرفتار کراکر قتل کرادیا، اسی زمانہ میں احمد شاہ درانی لاہور آیا، اس نے سکھ جیون کے مظالم اور خودسری کو سنکر نورالدین بامیزی کے زیر کمان پچاس ہزار فوج بھیجی راجہ جموں نے اس لشکر کی اعانت کی۔ راجہ نے مقابلہ کیا، راجہ کا سپہ سالار بخت مل شاہی سپہ سالار سے مل گیا۔ راجہ شکست کھاکر بھاگا۔ ایک شخص نے گرفتار کرکے نورالدین خان کے سامنے پیش کیا۔ اس نے راجہ کو بادشاہ کے پاس بھیجدیا۔ بادشاہ نے اس کو ہاتھی کے پیروں سے کچلوادیا، بادشاہ نے اس امداد کے صلہ میں راجہ جموں کو ساٹھ ہزار خروار شالی آمدنی کشمیر سے نسلاً بعد نسلٍ بطور انعام دینے کا فرمان صادر کیا جو برابر ملتا رہا، سکھوں کے عہد حکومت میں بند ہوا۔ راجہ سکھ جیون شجاع اور علم دوست تھا شاعر بھی تھا۔ یہ شعر اُس کا ہے ؎

چند روزے خود تماشا کردہ ام ؛ زین چمن گلہائے عبرت چیدہ بہ

اپنے ابتدائی عہد میں یہ نہایت بے تعصّب رہا۔ مگر پنڈت مہانند کی صحبت نے اسکو متعصب بنادیا اور یہی اس کی خرابی کا باعث ہوا۔ راجہ نے کشمیر کی منظوم تاریخ مکمل لکھوانے کا انتظام کیا تھا، سات شاعر مؤرخ محمد علی خان متین، عبدالوہاب شایق، ملا راجح، محمد خان سامی، ملا توفیق، رحمت اللہ نوید احسن، تاریخ کے سات حصّے کرکے ایک ایک حصّہ ہر ایک شاعر کے

سپرد کردیا تھا۔ شایق اس جماعت کا صدر تھا، ایک ایک شعر پر ایک ایک روپیہ انعام مقرر تھا، شایق نے ساٹھ ہزار سامی نے ایکہزار اشعار تیار کئے تھے (خزانہ عامرہ) اسی دوران میں راجہ کا خاتمہ ہوگیا اور یہ تاریخ غیر مکمل رہ گئی۔ راجہ کے یہاں ہر ہفتہ مشاعرہ ہوتا تھا، ۱۱۶۷ھ ۱۷۵۴ء سے ۱۱۷۵ھ ۱۷۶۲ء تک آٹھ سال ایک ماہ ستائیس دن حکومت کی اس کی بربادی کی تاریخ یہ ہے ؎

گشت سکھ جیون تبہ با مال و گنج ؛ در ہزار و یکصد و ہفتاد و پنج

راجہ کی گرفتاری کے بعد نورالدین نے مفسدوں کا قلع قمع کیا، تین مہینے میں انتظام کر کے واپس چلا گیا۔

بلند خان بامیزی صوبہ دار ۱۱۷۵ھ ۱۷۶۲ء میں مقرر ہوا اس کے عہد میں شیعوں نے خواجہ عطاء اللہ کے ساتھ گستاخی کی اس پر شیعوں سنیوں میں جنگ ہوئی صوبیدار نے تحقیق کر کے مجرموں کو سزا دی اس کے بعد یہ صوبہ داری سے سبکدوش ہوگیا۔ ایکسال گیارہ ماہ رہا۔

نورالدین خان بامیزی صوبیدار بار دوم ۱۱۷۷ھ ۱۷۶۴ء میں بادشاہ نے نورالدین خان بامیزی کو صوبیدار بار دوم بنا کر بھیجا اس نے قاضی خان کو عہدہ قضات اور میر مقیم کنٹ کو مدار المہام پنڈت کیلاس در کو صاحبکار بنایا۔ پنڈت نے ایک شخص کے ذریعہ میر مقیم کو قتل کرادیا صوبیدار نے باوجود ثبوت درگذر کیا۔ میر مقیم کا لڑکا فقیر اللہ پونچھ میں تھا۔ اس نے آکر استغاثہ دایر کیا صوبیدار نے اس کو بھی ٹال دیا وہ پونچھ راجہ رستم خان کے پاس بطالب مدد گیا لیکن وہاں کامیاب نہوا تو راجہ محمود خان بمبہ والی منظفرآباد کے پاس گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد بادشاہ لاہور آیا۔ تو نورالدین خان اپنے بھانجے جان محمد کو قایم مقام اور کور گھسنگہ کو مددگار بنا کر لاہور بادشاہ کے پاس چلا گیا۔ مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے کہ نورالدین خان دو سال تک عدالت و رحم سے رعایا کو خوش کرتا رہا۔

(ص۱۵۲) نورالدین خان کے جانے کے بعد لعل خان خٹک نے بغاوت کی ۱۱۷۹ھ ۱۷۶۶ء میں جان محمد کو برطرف کر کے حکومت پر قبضہ کر لیا۔ جب بادشاہ کو خبر ہوئی تو اس نے خرم خان کو صوبیدار بنا کر بھیجا نورالدین کے نام صوبیداری ایک سال دس ماہ رہی۔

خرّم خان صوبیدار۔ خرم خان کی آمد سنکر لعل خان بھاگ گیا۔ صوبیدار اطمینان سے حکومت کرنے لگا۔ پنڈت کیلاش در بدستور صاحبکار رہا۔ یہ صوبیدار کاہل اور سُست تھا اس لئے میر فقیر اللہ کنٹ راجہ محمود خان سے مدد لیکر بشمول لعل خان چڑھ آیا۔ صوبیدار معہ امیر خان جوانشیر و پنڈت کیلاس در بھاگ کر بادشاہ کے پاس جا پہونچے، سنہ ۱۷۶۷ء میں میر فقیر اللہ نے صوبہ پر قبضہ کر لیا۔ اور بادشاہ کی اطاعت کا اعلان کر دیا۔ اس نے اپنے باپ کے قصاص میں ہندؤں کو قتل کیا اور ان پر مظالم کئے کچھ دلوں کے بعد سلطنت سے بھی روگردانی اختیار کی۔ شراب کثرت سے پینے لگا۔ جب یہ خبریں بادشاہ کو پہونچیں تو بادشاہ نے پھر نورالدین خان بامنیری کو مامور کیا۔ نورالدینخان نے اس کو شکست دی یہ کامراج کی طرف بھاگ گیا اور وہیں مرگیا۔ دس مہینے بیس دن حکمران رہا خرم خان گیارہ مہینے ۱۹ دن صوبیدار رہا۔

نورالدینخان بامنیری صوبیدار بار سوم سنہ ۱۱۸۱ھ/۱۷۶۷ء میں اس نے آکر امن قایم کیا کچھ عرصہ کے بعد بادشاہ نے محمّد خان کو صوبیدار بنا کر بھیجا۔ نورالدین نے صوبہ سپرد کرنے سے انکار کر دیا۔ محمد خان واپس گیا۔ پنڈت کیلاش در جو خرم خان کے ساتھ کابل گیا تھا۔ بادشاہ کے حضور میں پیش ہوا اور عرض کیا کہ میں نورالدین کو زیر کروں گا بادشاہ نے اس کو خرم خان کے ہمراہ بھیجا نورالدین نے جب یہ سُنا تو لعل محمد خان کو قایم مقام بنا کر جموں چلا گیا۔ اور کچھ دلوں کے بعد وہیں مرگیا۔ خرّم خان جب آیا لعل محمد خفیف مقابلہ کر کے فرار ہوگیا۔

خرم خان صوبیدار بار دوم سنہ ۱۱۸۴ھ/۱۷۷۰ء میں خرم خان نے صوبہ پر قبضہ کر لیا۔ لعل محمد اکثر لوٹ مار کرتا صوبہ دار اس کا کچھ تدارک نکر سکا۔ امیر خان جوان شیر نے جو شاہی فوج کا افسر تھا صوبیدار کی کم ہمتی کی شکایت بادشاہ کو لکھی بادشاہ نے خرم خان کو واپس بلا لیا۔ یہ چھ مہینے حکمران رہا۔

امیر خان جوان شیر صوبیدار، بادشاہ نے خرم خان کو معزول کر کے سنہ ۱۱۸۴ھ/۱۷۷۱ء میں امیر خان جوان شیر کو صوبیدار مقرر کیا۔ یہ صوبیدار بن کر عیش و عشرت میں مشغول ہوگیا۔ اس نے میر فاضل کنٹ

مدارالمہام بنایا۔ میر مقیم کے قصاص میں پنڈت کیلاش در کو قتل کرایا۔ بہت سے محلات تعمیر کرائے، جزیرہ سونہ لنک میں تعمیر کرائی، امیراکدل بنایا۔ باغ امیر آباد بنایا، قلعہ شیر گڑھی تعمیر کرایا۔ ۱۱۸۰ء میں سیلاب آیا۔ ۱۱۸۶ھ ۱۷۷۲ء میں احمد شاہ درانی کا انتقال ہو گیا۔ احمد شاہ نے ۹ سال ۴ ماہ ۲۷ دن حکومت کی احمد شاہ کے عہد میں قحط بھی پڑا۔ پنڈت مہانند دیوان ملکی رہا۔

تیمور شاہ درانی

احمد شاہ کے بعد اس کا بیٹا تیمور شاہ ۱۱۸۶ھ ۱۷۷۲ء میں تخت نشین ہوا۔ اکیس سال ایکماہ ۱۲۰۷ھ ۱۷۹۲ء تک حکمران رہا۔ اِس کا سکہ یہ تھا ؎

چرخ می آرد طلائی نقرہ از خورشید و ماہ ؛ تا زند بر چہرہ نقش سکہ تیمور شاہ

اور مہر پر یہ شعر کندہ تھا ؎

علم شد از عنایات الٰہی ؛ بعالم دولت تیمور شاہی

۱۲۰۷ھ ۱۷۹۲ء میں وفات پائی۔ اس نے امیر خان جوان شیر کو بدستور صوبیدار رکھا اور دلبر جنگ خطاب دیا۔ آخر امیر خان نے خود سری اختیار کی اور از راہ تعصب اہل سُنّت کو ستانے لگا۔ شیعہ مذہب کی اشاعت میں جبر سے کام لینے لگا۔ جب اس کے مظالم کی خبر بادشاہ کو پہونچی تو تھوڑی سی فوج دیکر علی اکبر کو صوبیدار بنا کر بھیجا۔ علی اکبر جب مظفر آباد پہونچا تو قوم بمبو نے جو امیر خان کی معاون تھی۔ اس کو آگے نہ بڑھنے دیا وہ کابل کو لوٹ گیا، بادشاہ نے حاجی کریم داد خان کو لشکر جرار دیکر بھیجا۔ امیر خان خائف ہوا۔ حاجی کے بھائی زمان خان کی معرفت بادشاہ کے حضور میں تحائف بھجوائے، ارکین سلطنت سے خط وکتابت کر کے سب کو راضی کر کے حاجی کو واپس طلب کرالیا۔ اس کے ظلم سے تنگ آکر رعایا نے بغاوت کی۔ یہ بغاوت جلد فرو ہو گئی لیکن ملا مجید اور عبدالنبی وغیرہ چند اہل سنت بادشاہ کے پاس پہنچے۔ اور کچا چٹھا سنایا۔ بادشاہ نے پھر کریم داد خان کو مامور کیا ...

.... جب کریم داد خان آیا

تو محمود خان بمبہ سدّراہ ہوا لیکن کریم دادخان نے اس کو شکست دی اور بارہ مولہ تک چڑھ آیا۔

اب امیر خان کو اس کے سوا چارۂ کار نظر نہ آیا کہ جنگ کرے مگر اس کے افسران فوج کریم داد خان سے مل گئے، مجبور ہو کر امیر خان شاہ آباد کی طرف بھاگ گیا۔ مگر گرفتار ہو کر آیا۔ کریم داد خان نے اس کے ہاتھ پاؤں باندھکر کابل بھیجدیا۔ کچھ عرصہ تک قید رہا پھر بادشاہ نے اس کو آزاد کر دیا

حاجی کریم داد خان صوبیدار سنہ ۱۱۹۰ھ ۱۷۷۶ء میں امیر خاں کو گرفتار کر کے صوبیدار بنا۔ اس نے دلارام کو صاحبکاری کا عہدہ دیا۔ ۱۷۷۹ء میں اپنے بیٹے مرتضیٰ کو تسخیر اسکردو پر مامور کیا۔ راجہ مراد خان والی اسکردو مغلوب ہوا، حاجی نے فتحنامہ بادشاہ کو بھیجا بادشاہ نے اس کو شجاع الملک خطاب دیا۔ قوم کھکہ و بمبہ سے سازش کر کے راجہ رنجیت دیو والی جموں نے کشمیر پر فوج کشی کی مگر شکست کھائی۔ حاجی کشمیریوں کی غداری اور سازشوں سے خوب واقف ہو گیا تھا قوم بمبہ و کھکہ کی گوشمالی کیلئے فوج روانکی جو فتح خان راجہ گھٹائی کی چالبازی سے نقصان اُٹھا کر واپس آئی۔ حاجی سخت برہم ہوا۔ اب اس نے تشدد شروع کیا۔ اس کی یہ سختی بقول صاحب مکمل تاریخ کشمیر عام تھی نسلی و مذہبی تعصب سے نہ تھی اس نے کشمیریوں کو سب داؤ گھات بھلا دئے ۱۷۷۹ء میں زلزلہ آیا۔ یہ زلزلہ ایکسال تک محسوس ہوتا رہا۔ ۱۷۸۱ء میں راجہ محمود خان والی مظفر آباد کی گوشمالی کی۔ ۱۷۸۳ء میں تیمور شاہ کے بھائی سکندر شاہ نے کامراج میں آکر شورش بپا کر دی۔ حاجی نے اپنے بیٹے آزاد خان کو سکندر کے مقابلہ پر بھیجا۔ سکندر مغلوب ہو کر بھاگ گیا۔ ۱۷۸۳ء میں حاجی کا انتقال ہو گیا۔ صوبہ اپنے بیٹے آزاد خان کے سپرد کر گیا۔ حاجی نے جامع مسجد اور علی مسجد کی مرمت کرائی۔ صاحب مکمل تاریخ کشمیر حاجی کی سختی کی داستان لکھتے ہیں لیکن مؤلف گلدستۂ کشمیر کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے عہد میں رعایا مرفہ الحال رہی اور رعایا پر سے بہت سی سختیاں دور کیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کشمیریوں کی شرارتوں نے آخر میں حاجی کو تشدد پر مجبور کیا۔ اس کا صاحب مکمل تاریخ کشمیر کو خود بھی اقبال ہے۔

آزاد خان صوبیدار۔ بادشاہ نے آزاد کو صوبہ دار تسلیم کر لیا۔ اس نے دلارام کو بدستور صاحبکاری کے عہدہ پر رکھا۔ دیوان سنگھ کو مدار المہام بنایا۔ اس نے کشتوار پونچھ راجوری کے سلطان

راجوں کو مطیع کیا پھر سلطان گھٹائی اور دیگر راجگان کی طرف متوجہ ہوا۔ ہر طرف مظفر و منصور رہا
اب اس نے سلطنت سے رُوگردانی اختیار کی۔ اور سُلطان قسطنطنیہ کے نام کا سکہ و خطبہ جاری کیا۔
اپنا لقب نادرشاہ ثانی رکھا، بادشاہ نے مرزا محمد علی عرف کفایت خان کو اس کی فہمائش کیلئے بھیجا
کفایت خان سمجھا بجھا کر راہ راست پر لایا اور بادشاہ کیلئے نذرانہ وصول کر کے واپس ہوا کفایت خان
ابھی پہونچا بھی نہ تھا کہ بادشاہ نے عجلت کر کے آزاد خان کے بھائی مرتضیٰ خان و زمان خان کو تین ہزار
سوار دیکر بھیجا لیکن آزاد خان نے اس لشکر کو شکست دی مرتضیٰ خان وغیرہ فرار ہوئے اسی دوران
میں قحط ہوا وبا پھیلی، مرتضیٰ نے پھر جمعیت فراہم کر کے جنگ کی مگر شکست کھائی اور پشاور کو بھاگ
گیا اب آزاد خان نے فیض اللہ خان کو بادشاہ کی خدمت میں بھیجا اور قرآن شریف کا واسطہ دے کر
معافی چاہی مگر بادشاہ نے نہ مانا۔ اس کے بعد راجہ محمود خان بمبہ نے آزاد خان سے معافی کی درخواست
کی، آزاد خان نے معاف کر دیا۔ بعض اُمرا اعظمت خان وغیرہ نے بغاوت کی مگر شکست کھائی اس کے
بعد سری نگر میں آگ لگی، اور ۱۱۹۹ھ میں زلزلہ آیا۔ جو چار مہینے تک محسوس ہوتا رہا، بادشاہ نے
سیف الدولہ مدد خان کو پچاس ہزار سوار دیکر آزاد خان کی سرکوبی کیلئے بھیجا۔ مدد خان نے آزاد خان کو
شکست دی، آزاد خان اِدھر اُدھر پریشان پھرتا ہوا پونچھ گیا۔ اور راجہ رستم خان والی پونچھ کیخلاف
تدبیریں کرنے لگا۔ راجہ کو خبر ہوگئی اس نے اسے محصور کر لیا، اتفاقاً اسی روز مدد خان کی فوج کا ایک
افسر اسلام خان بھی وہاں پہونچ گیا۔ آزاد خان نے محاصرہ سے تنگ آکر خودکشی کر لی۔ اسلام خان نے
اس کا سر کاٹ کر مدد خان کے پاس بھیجدیا۔ مدد خان نے یہ سر کابل بھیجدیا۔ کسی شاعر نے کہا ؎

در تواریخ یک ہزار و دو صد ٭ ظلم آزاد را رسید مدد

سیف الدولہ مدد خان اسحاق زئی صوبیدار ۱۲۰۰ھ ۱۷۸۶ء میں آزاد خان کے بعد صوبیدار
ہوا۔ اوّل مفسدوں کی گوشمالی کی پھر نرمی و انصاف سے حکومت کرنے لگا۔ مدد خان نے بہت سے
ہندو ملازم رکھے۔ ہندوؤں نے مسلمانوں پر سختی و تشدد کیا صاحب سلیمان باغ لکھتے ہیں ؎

تا بہ دیوانی یافت دخل ہنود ٭ دفتر ظلم را حساب افزود

کم ز سابق نہ گشت مکروہے ؛ بلکہ افزود تازہ اندوہے
اہل دیں را بس از عداوت دین ؛ ہندوے چرخ بیش شد بر کین

دس مہینے حکومت کرنے پایا تھا۔ کہ بادشاہ نے اس کو طلب کر لیا۔

میر داد خان صوبیدار اس نے دلارام قلی کو افسر دیوانی بنایا۔ دلارام نے تمام ہندو بھر دئے (مکمل تاریخ کشمیر ص۱۳۱) دلارام کے مظالم سے تنگ آ کر رعایا نے بغاوت کی لیکن جلد فرو ہو گئی میر جعفر کنٹ نے کامراج میں شورش کی مگر گرفتار ہوا قید کیا گیا۔ سنہ ۱۷۸۸ء میں میر داد خان مر گیا۔ اس نے دو سال حکومت کی۔

ملّا غفار خان صوبیدار سنہ ۱۲۰۲ھ ۱۷۸۸ء میں میر داد خان کے مرنے پر کچھ دنوں تک اُس کے ایک رشتیدار اسماعیل خان نام نے کام کیا پھر ملّا غفار صوبہ دار مقرر ہو کر آیا۔ اس نے میر جعفر کو رہا کر دیا۔ چار مہینے بعد حکومت سے سبکدوش کر دیا گیا۔ اس کے بعد کثرت باران سے سیلاب آیا۔

سردار جمعہ خان الکوزئی صوبیدار سنہ ۱۲۰۲ھ ۱۷۸۸ء میں مقرر ہو کر آیا۔ اس نے عدل و انصاف سے حکومت کی جب بادشاہ پشاور آیا اپنے بیٹے محبّت خان کو قایم مقام کر کے بادشاہ کے پاس گیا۔ تین مہینے بعد واپس آیا۔ حسن علی خان بمبو نے کامراج میں رستم خان والی پونچھ نے کوہستان میں اور والی راجوری نے یکے بعد دیگرے بغاوتیں کیں۔ لیکن صوبیدار نے سب کو مطیع کیا پھر اس کو بادشاہ نے طلب کیا۔ یہ رحمت اللہ کو قایم مقام کر کے چلا گیا، اقوام کھکہ و بمبہ نے کامراج میں شورش کی رحمت اللہ نے سب کو مغلوب کیا۔ سنہ ۱۲۰۶ھ میں جمعہ خان واپس آیا لیکن تین مہینے بعد مر گیا اس کے بعد اس کا بیٹا رحمت اللہ تین ماہ ۱۲ دن تک صوبیداری کرتا رہا۔ اس کے نام صوبیداری ۴ سال ۵ ماہ رہی۔

میرزا خان صوبیدار سنہ ۱۲۰۷ھ ۱۷۹۲ء میں میرزا خان صوبیدار مقرر ہوا اس نے بطور نائب اپنے بیٹے میر ہزار کی حکومت سپرد کر دی۔ چار مہینے بعد تیمور شاہ کا انتقال ہو گیا۔

زمان شاہ دُرّانی

تیمور شاہ کا بیٹا زمان شاہ ۱۲۰۷ھ/۱۷۹۳ء میں تخت نشین ہوا۔ ایک شاعر نے رباعی لکھی ؎

دو نقش چہ دلخواہ چہ جایگاہ نشست ÷ خورشید بر آمد ز اُفق ماہ نشست
از گردش مہر و ماہ تیمور ز تخت ÷ برخاستہ نواب زمان شاہ نشست

اس کا سکّہ یہ تھا ؎

طراز یافت بحکم خدائے ہر دو جہاں ÷ رواج سکّۂ دولت بنام شاہ زمان

مُہر پر یہ شعر کندہ تھا ؎

قرار دادہ ز الطاف خویشتن یزدان ÷ نگین حکم جہان را بنام شاہ زمان

۱۷۹۷ء میں زمان شاہ ہندوستان آیا۔ جب کابل کو واپس ہوا راستہ میں اس کی بارہ توپیں دریائے جہلم میں رہ گئیں نہ نکل سکیں، بادشاہ نے رنجیت سنگھ کو لکھا کہ اگر تم ہماری توپیں نکلوا کر بھیجدو گے تو اس خدمت کے صلہ میں تم کو لاہور پر قبضہ کرنے کی اجازت دیدی جائے گی جسکی تم نے بارہا تمنا کی ہے۔ رنجیت سنگھ نے کوشش کر کے آٹھ توپیں نکلوا کر بھیجدیں بادشاہ نے حسب وعدہ لاہور پر قبضہ کرنے کا فرمان بنام رنجیت سنگھ صادر فرما دیا۔ ۱۷۹۹ء میں رنجیت سنگھ نے لاہور پر قبضہ پالیا۔ ۱۸۰۲ء میں زمان شاہ اندھا کر کے تخت سے بیدخل کیا گیا۔ اس نے ۸ سال دس ماہ حکومت کی۔ زمان شاہ شاعر بھی تھا۔ آفتاب تخلّص تھا۔ یہ رباعی زمانۂ کوری کی تصنیف ہے ؎

ز نرگس کسے کے بگیرد گلاب ÷ ز چشمان من چون گرفتند آب
ز احوال چشم چو پرسد کسے ÷ بگو کور شد دیدۂ آفتاب

زمان شاہ نے ۱۲۰۸ھ/۱۷۹۴ء بجائے میرزا خان کی میر ہزار کو صوبہ دار بنایا۔ میرزا خان کے نام ۱۴ مہینے صوبیداری رہی۔

میر ہزار صوبیدار ۱۲۰۸ھ/۱۷۹۴ء مقرر ہوا۔ ۱۲۰۹ھ میں زمان شاہ پشاور آیا تو میر ہزار سے خراج طلب کیا۔ اس نے سرکشی اختیار کی۔ بادشاہ نے اس کے باپ کو فہمائش کیلئے بھیجا لیکن

اس نے ایک نہ سُنی اور باپ کو نظر بند کر دیا۔ تو بادشاہ نے رحمت اللہ خان وغیرہ کی سرکردگی میں اس کی سرکوبی کیلئے فوج بھیجی میر ہزار ایک خونریز جنگ کے بعد گرفتار ہوا۔ میر ہزار نے سختی سے حکومت کی لیکن اس کی سختی عام تھی۔ کوئی نسلی یا مذہبی تعصب نہ تھا۔ کشمیر میں اکثریت مسلمانوں کی تھی اس لئے مظالم کا اثر بھی زیادہ مسلمانوں ہی پر تھا۔ میر ہزار کی سختی اس کا ذاتی فعل تھا قوم و مذہب سے اس کا کچھ تعلق نہیں بلکہ سلطنت سے بھی نہیں کیونکہ وہ خود مختار فرمانروا نہ تھا اس نے آٹھ مہینے حکومت کی متعصب کج فہم مؤلف گلدستہ کشمیر نے ایک نامعقول من گھڑت روایت میر ہزار کے متعلق لکھی (میر ہزار کی بابت روایت ہے کہ پچھلے جنم میں اس نے ہمشیرہ سے بدکاری کی تھی، اس پر ہنود نے اس کو جلوا دیا تھا جس پر اس نے اس صورت میں پیدا ہو کر اس فرقہ کو عذاب پہنچایا گلدستہ کشمیر صفحہ ۵۶ ا) اس قسم کی روایات کا لکھنا مؤلف کی کج فہمی و کوتاہ اندیشی پر دلالت کرتا ہے سوائے توہم پرست کم عقل کے کوئی معقول پسند اس قسم کی غلط اور بیہودہ واقعات کو لکھنا پسند نہ کرے گا مسلمانوں کو اس قسم کی تحریرات پر مشتعل نہیں ہونا چاہئے کیونکہ صورت واقعہ جو ظاہر کی گئی ہے وہ خود ثابت کرتی ہے کہ میر ہزار سے جس جنم میں یہ فعل سرزد ہوا وہ ہندو تھا کیونکہ ہندوؤں کی ہی روحیں جون بدلتی رہتی ہیں کبھی انسان سے بیل کتو بنتی ہیں کبھی کوّا، فاختہ، مور وغیرہ سے انسان بنتی ہیں وہ ہندو تھا جب ہی ہندو اس کی سزا دینے کی فکر میں ہوئے، اور اسی عہد میں تھا جب ہندوؤں کو اسقدر اقتدار حاصل تھا کہ وہ اپنے بعض قدما کی طرح انسان کو زندہ جلا سکیں اس لئے مسلمانوں کا اس روایت سے کوئی تعلق نہیں اور میر ہزار کا اس سزا پر ہندوؤں پر غضبناک ہونا بھی بیجا نہ تھا۔ کیونکہ وہ بھاگوت میں برہماجی اور ان کی بیٹی کا قصہ پڑھ چکا تھا۔ ہر کیولر اور اس کی بیٹی راجہ داہر اور اس کی بہن کے واقعات سن چکا تھا، وہ جانتا تھا کہ ان معاملات پر ان قدما پر کوئی دار و گیر نہیں پھر اسی کو کیوں خصوصیت سے سزا دی گئی۔

رحمت اللہ خان صوبیدار ۱۲۰۸ھ ۱۷۹۴ء میں رحمت اللہ نے صوبیداری کو سنبھالا چار ماہ بعد واپس چلا گیا۔ بادشاہ نے کفایت خان کو صوبیدار مقرر کیا۔

کفایت خان صوبیدار ۱۲۰۴ھ میں مقرر ہوا۔ عدل و انصاف سے حکومت کی۔ مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے بشمول عواطف سلطانی عود کیا اور کافۂ انام کیساتھ بلطف و احسان کاربند عدل و انصاف رہا۔ (۱۵۷) تین مہینے کے بعد اس کو بادشاہ نے طلب کیا یہ میرزا بدالدین کو قایم مقام کرکے چلا گیا۔ ایک شیعہ خواجہ عیسی کو فریب سے اپنے گھر لیجا کر حمام میں بند کردیا اور نیچے سے آگ جلادی۔ خواجہ نے چیخیں ماریں کسی کراستہ چلنے والے نے آواز سن لی۔ بہت سے آدمی جمع ہوگئے۔ خواجہ کو چھڑا لیا۔ اسپر سنی شیعوں میں فساد ہوا۔ چند مہینے بعد کفایت خان واپس آیا۔ قوم بمبو نے کامراج میں شورش کی آخر صلح ہوگئی۔ اس نے محلہ خانیار میں ایک باغ لگایا۔ یہ ایک سال صوبیدار رہا۔

ارسلان خان صوبیدار ۱۲۰۹ھ ۹۵-۱۷ء میں مقرر ہوا۔ مومن خان وغیرہ نے بغاوت کرکے صوبہ پر قبضہ کرلیا۔ جب بادشاہ کو خبر ہوئی تو اس نے مختار الدولہ شیر محمد خان اور عبداللہ خان کو فوج دیکر بھیجا۔ مختار الدولہ نے باغیوں کا قلع قمع کیا اور ایک ہفتہ بعد عبداللہ خان کو صوبیدار بناکر چلا گیا۔ ارسلان ایک سال صوبیدار رہا۔

عبداللہ خان الکوزئی صوبیدار ۱۲۱۰ھ ۹۶-۱۷ء میں مقرر ہوا اور اپنے بھائی رحمت اللہ کو قایم مقام کرکے چلا گیا۔ کچھ عرصہ بعد پنڈت سہج رام کو صاحبکاری کا عہدہ دیا۔ ایکسال بعد رحمت اللہ کو بادشاہ نے طلب کرلیا یہ اپنے دوسرے بھائی گلستان خان کو قایم مقام کرکے چلا گیا۔ قوم بمبو نے کامراج میں شورش کی گلستان خان نے ان کو شکست دی ۱۲۱۳ھ میں صوبیدار خود کشمیر آگیا۔ پونچھ۔ راجوری، مظفر آباد، دچھنہ، کھاورہ کے رئیسوں کو مطیع کیا، بہادر خان والی پونچھ نے دوبارہ بغاوت کی اس کو گرفتار کرلیا۔ اس کی جگہ روح اللہ خان کو گدی نشین کیا اس نے عدل و انصاف سے حکومت کی کشمیری پنڈت نند رام ٹکو کابل پہونچکر بادشاہ کے مقربوں میں ہوگیا تھا صوبہ دار نے اس کے بھائی ہیرا داس کو خزانچی بنایا، ہیرا داس صوبیدار سے منحرف ہوگیا تھا اور اس کی شکایت اپنے بھائی کے ذریعہ سے بادشاہ سے کرادی بادشاہ نے عبداللہ خان کو

طلب کر کے قید کر دیا۔ عبداللہ خان چلتے وقت اپنے بھائی عطا محمد کو قایم مقام کر گیا تھا۔ اب وکیل خان نے صوبیداری کا فرمان حاصل کر لیا۔ بادشاہ نے وکیل خان کے ساتھ ملّا احمد کو فوج دیکر بھیجا کہ عطا محمد کو گرفتار کر کے وکیل خان کو صوبہ دلا دے۔ ملّا احمد کو عطا محمد کے شکست دیکر گرفتار کر لیا۔ اور ہیرا داس کو بھی قید کر دیا، محرم ۱۲۱۶ھ میں شیعوں نے علانیہ تبرا کہا اس پر سنی شیعوں میں فساد ہوا اسی زمانہ میں زمان شاہ کی بادشاہی ختم ہو گئی، عطا محمد کے متعلق صاحب گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے چھ برس تک بداد گستری و رعیّت پروری ترقی زراعت کرتا رہا۔

محمود شاہ درّانی

تیمور شاہ کا دوسرا بیٹا اپنے بھائی زمان شاہ کو قید کر کے ۱۲۱۶ھ ۱۸۰۲ء میں تخت نشین ہوا بھائیوں کی جنگ میں عبداللہ خان کو موقع مل گیا وہ قید سے چھوٹ کر کشمیر آکر خود مختار فرمانروا بنگیا۔ محمود شاہ کو دو سال بعد اراکین سلطنت نے اتفاق کر کے معزول کر دیا۔

شجاع الملک و محمود شاہ

شجاع الملک تیمور شاہ کا بیٹا ۱۲۲۰ھ ۱۸۰۴ء میں تخت نشین کیا گیا۔ اِس کے سکّے کا یہ شعر تھا ؎

سکّہ زد از حکم حق بر سیم و زر ٭ شہ شجاع الملک شاہ بحر و بر

کچھ دنوں کے بعد شجاع الملک کو معزول کر کے پھر محمود شاہ کو بادشاہ بنا لیا۔ لیکن اب کشمیر کا تعلق اس سلطنت سے نہ رہا تھا۔

عبداللہ خان الکوزئی ۱۸۰۲ء میں عبداللہ خان کشمیر آکر حکمران ہو گیا، ۱۸۰۴ء میں سخت زلزلہ آیا۔ ۱۸۰۵ء میں کثرت باران سے سیلاب آیا۔ ۱۸۰۶ء میں شجاع الملک نے مختار الدولہ کو عبداللہ خان کی سرکوبی کیلئے بھیجا۔ مختار الدولہ نے اپنے بیٹے عطا محمد کی سرکردگی میں فوج روانکی دونوں باپ بیٹوں نے ملکر ۱۸۰۶ء میں اس کو شکست دی اس کے بعد عبداللہ خان مر گیا۔

عطا محمد پسر مختار الدّولہ مختار الدولہ شیر محمد خان بعد فتح پانچ مہینے کشمیر رہا۔ پھر اپنے بیٹے عطا محمد کو قایم مقام کر کے چلا گیا۔ اس نے پنڈت سہج رام کو افسر دیوانی بنایا۔ عطا محمد نے عدل و

انصاف بذل و نوال سے حکومت کی .... رعایا بہت خوش رہی ۱۸۰۹ء میں شجاع الملک شکست کھا کر مہاراجہ رنجیت سنگھ کے پاس آ گیا، محمود شاہ حکمران ہو گیا۔ یہ ابتری دیکھ کر عطا محمد خود مختار ہو گیا۔ ۱۲۲۴ھ میں زیر کمان اکبر خان لشکر شاہی نے کشمیر پر حملہ کیا عطا محمد نے شکست دی ۱۲۲۶ھ میں محمود شاہ کے حکم سے فتح محمد خان لشکر لیکر آیا۔ مگر جب دریائے اٹک کے کنارے پر پہنچا تو عطا محمد کے انتظامات دیکھکر خائف ہوا۔ اس نے مہاراجہ رنجیت سنگھ سے مدد مانگی مہاراجہ نے آٹھ لاکھ روپیہ مقرر کر کے دیوان محکم چند کے زیر کمان کمک بھیجی بعض مورخ غلطی سے آٹھ لاکھ سالانہ خراج سمجھ گئے ہیں۔ اصل میں یہ آٹھ لاکھ لوٹ میں سے ٹھیرا لیا تھا (گلشن ہند ص۲۵)، عطا محمد نے دیوان نند رام کی معرفت شجاع الملک کو لاہور سے بلا کر قلعہ کوہ ماران میں نظر بند کر دیا۔ اتحادی افواج نے حملہ کیا عطا محمد کے فوجی افسر فتح محمد سے ساز کر گئے۔ اس لئے شکست ہوئی، عطا محمد شیر گڈھی میں محصور ہو گیا شجاع الملک کو بھی اپنے ساتھ رکھا۔ آخر اس نے مجبور ہو کر دیوان محکم چند سے ساز باز کر لیا۔ دیوان نے محاصرہ اُٹھا لیا، فتح محمد کو بہت غصہ آیا۔ مگر کیا کر سکتا تھا آخر محکم چند کے ذریعہ سے صلح ہوئی۔ عطا محمد سب مال و زر لیکر صوبہ چھوڑ کر پشاور چلا گیا،

عظیم خان صوبیدار فتح محمد دو تین مہینے کشمیر رہا۔ محکم چند کو آٹھ لاکھ روپیہ دیکر رخصت کیا محکم چند کے ہمراہ شجاع الملک بھی لاہور چلا گیا۔ فتح محمد اپنے بھائی عظیم خان کو صوبیدار بنا کر کابل کو روانہ ہو گیا۔ قلعہ اٹک چونکہ حکومت کشمیر سے متعلق تھا۔ اور عطا محمد صلح سے تمام ملک فتح محمد کے حوالے کر چکا تھا اور یہ صلح دیوان محکم چند ہی کی معرفت ہوئی تھی لیکن حاکم پنجاب نے چلتے چلتے اس کو ایک لاکھ روپیہ دیکر قلعہ اٹک پر قبضہ لیلیا، فتح محمد جب وہاں پہونچا تو سکھوں کو قابض پایا۔ چونکہ عطا محمد کے تمام مقبوضات بروئے صلح اس کو مل گئے تھے اس نے اس قلعہ کی واپسی کیلئے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عمّال سے گفتگو کی جب کاربراری ہوتی دیکھی جنگ کی مگر شکست کھائی عظیم خان نے کشمیر میں پنڈت سہج رام کو افسر دیوانی اور ہیرا داس کو صاحبکاری کے عہدے دئے سنہ ۱۸۱۴ء میں ہندوؤں نے سازش کر کے مہاراجہ رنجیت سنگھ کو تسخیر کشمیر پر راغب کیا۔ مہاراجہ نے

حملہ کیا مگر شکست کھائی۔ اس فتح کے بعد عظیم خان کو اس سازش کا حال معلوم ہوا۔ اس نے تحقیقات کی اور ہندؤوں پر سختی کی۔ ہندؤوں کے ساتھ بعض مسلمانوں پر بھی شبہ میں تشدد ہوا (مکمل تاریخ کشمیر حصہ دوم ص۳۲۹) گلدستہ کشمیر میں بھی پنڈت کاک کے متعلق لکھا ہے کہ اس نے مہاراجہ کو تسخیر کشمیر کی ترغیب دی (ص۲۰) اسی زمانہ میں قحط پڑا اسکی تاریخ قحط عظیم ہے ۱۲۲۸ھ۔ شجاع الملک لاہور سے لدھیانہ آیا وہاں سے کشتواڑ آیا اور جمعیت فراہم کرکے کشمیر پر حملہ کیا مگر عظیم خان نے اس کو شکست دی یہ پھر لدھیانہ بھاگ آیا، کچھ دنوں کے بعد عظیم خان کا غصہ فرو ہوا۔ پھر ہندؤوں پر مہربان ہوا۔ پنڈت بیربر اور مرزا پنڈت اور سوکھ رام کو محکمہ مال میں اعلیٰ عہدے دئے کچھ دنوں کے بعد بیربر کے ذمہ ایک لاکھ روپیہ نکلا عظیم خان نے بیربر سے مطالبہ کیا۔ بیربر نے گستاخانہ جواب دیا۔ عظیم خان نے اس کے مکان پر پہرا بٹھا دیا۔ مرزا پنڈت نے کہا میں ذمہ دار ہوں بیربر کہیں نہیں جائیگا پہرا ہٹا لیا جائے عظیم خان نے مطمئن ہو کر پہرا اٹھا لیا مگر مرزا پنڈت نے بیربر کو بھگا دیا وہ اپنے بیٹے راجہ در کو بھی ساتھ لیگیا اور جموں مہاراجہ گلاب سنگھ کے پاس پہونچا، عظیم خان کو جب معلوم ہوا تو اس نے مرزا پنڈت سے دریافت کیا۔ مرزا پنڈت نے کہا کہ اگر اس کو دنیا کی ہوس نہیں ہے تو گنگا جائیگا اور اگر دنیا کی ہوس ہے تو رنجیت سنگھ کو لیکر آئیگا عظیم خان نے کہا اس کا کیا علاج، مرزا پنڈت نے کہا کشتن مرزا پنڈت، یہ سنکر عظیم خان خاموش ہوگیا اور بیربر کے اہل وعیال کی جستجو شروع کی کسی نے پتہ نہ دیا، مگر انعام کے لالچ میں اس کے داماد تلوک چند نے پتہ بتا دیا۔ جب گرفتار ہوئے تو بیربر کی بیوی نے الماس چاٹ کر خودکشی کرلی۔ راجہ در کی بیوی ایک پٹھان کے حوالے کیگئی وہ کابل لیگیا، یہ عورت پنڈت لالجو کی ماں تھی۔ بیربر راجہ دھیان سنگھ برادر مہاراجہ گلاب سنگھ کی معرفت لاہور مہاراجہ رنجیت سنگھ کے پاس پہونچا، بیربر کے معاملہ میں خیال ہوسکتا ہے کہ مطالبے کی غلطی ہو مگر جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ یہی پنڈت مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں اسی علت میں گرفتار کیا گیا۔ اور قید خانے ہی میں مرا تو مطالبہ کی صحت پر یقین ہو جاتا ہے ۱۸۱۹ء میں فتح محمد وزیر کابل نے جو عظیم خان کا بھائی تھا عظیم خان کو کابل بلا لیا عظیم خان اپنے

بھائی جبار خان کو قایم مقام کر کے چلا گیا۔ عظیم خان چھ سال حکمران رہا۔ اِس نے عدل و انصاف سے حکومت شروع کی تھی وہ ہندؤں پر مہربان تھا انکو عہدے دئے لیکن ہندؤں نے اس کے خلاف سازش کر کے ہندو راج قایم کرنا چاہا۔ اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کو چڑھا لائے اس جنگ کے بعد عظیم خان کو تحقیقات سے اس سازش کا انکشاف ہوا تو اُس نے ہندؤں پر سختی کی، مؤلف گلدستۂ کشمیر لکھتا ہے "اسوقت سے (رنجیت سنگھ کو شکست دینے کے بعد سے) بہ ناانصافی و تہمت و خونریزی واخذ زر جزیہ و دست درازی بیداد و ستم اور جمع کرنے زر میں سخت بدعت کرنے لگا (ص ۱۱۶)۔

کچھ دنوں کے بعد وہ پھر ہندؤں پر مہربان ہوگیا۔ اس کے بعد پنڈت بیربر نے غبن کیا جب اس سے مطالبہ ہوا تو مرزا پنڈت سے سازش کر کے بھاگ کر لاہور گیا اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کو اُبھارا، ایک دوسرے مورخ کی تحریر سے بھی جس میں اُس نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے کشمیر پر حملہ کرنے کا سبب لکھا ہے اس کا پتہ چلتا ہے (خطۂ کشمیر جنت نظیر کی عنان حکومت کو اپنے ہاتھ میں لینے کا خیال یوں تو مدت سے دامنگیر تھا (رنجیت سنگھ کو) بلکہ بوئے گل کی طرح دل میں سمایا ہوا تھا۔ کہ یہ علاقہ رشک دہ گلشن خوبی کسی طرح میرے قبضۂ اقتدار میں آجائے۔ تاہم موقع کا منتظر تھا۔ چنانچہ اس کا آغاز ۲۶ فروری سنہ ۱۸۱۹ء کو اس طرح ہوا کہ والی کشمیر جبار خان کا مدار المہام پنڈت بیربر خان موصوف کے دست تعدی سے بھاگ کر لاہور پہنچا اور مہاراجہ کے دربار میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوا کہ آپ مجھے پناہ دیں۔ حاسدوں کی چڑھ بنی چنانچہ میری شکایت ہوئی، خان اُن کے کہنے سے مجھ سے سخت برگشتہ ہوگیا۔ یہاں تک عتاب کیا کہ تمام جائداد ضبط کر لی۔ اور مجھے قید کر دیا، (ص ۱۴ او ۱۵ سوانح عمری سردار ہری سنگھ نلوہ)

جبار خان عظیم خان کے جانے کے بعد سنہ ۱۲۳۴ھ (۱۸۱۹ء) میں جبار خان حکمران ہوا۔ جب عظیم خان کے جانے کا حال سُنا۔ بیربر نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کو تسخیر کشمیر کی ترغیب دی۔ مہاراجہ نے لشکر کثیر سے حملہ کیا۔ کئی خونریز لڑائیوں کے بعد جبار خان زخمی ہو کر کابل کو بھاگ گیا۔ سکھوں نے لوٹ مار قتل و غارت سے تمام ملک برباد کر دیا۔ اس تاریخ سے کشمیر مہاراجہ رنجیت سنگھ کا صوبہ ہوگیا،

جبار خان چار مہینے حکمران رہا۔ مسلمانوں نے جس خطہ کو مرغزار سے جنت نظیر بنایا تھا۔ سکھوں اور ڈوگروں نے اسے لوٹ مار کرکے ویران کردیا۔ رعایا کو پامال کرکے خود مالا مال ہوگئے۔ اہل کرم کی کمائی اہل ستم نے کھائی۔ ذلک تقدیر العزیز العلیم، خیر کبھی کے دن بڑے کبھی کی رات بڑی، والقمر قدرناہ منازل حتے عاد کالعرجون القدیم۔

حکومت خالصہ

سترہویں صدی عیسوی کے آخر میں ہندوستان میں طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا۔ پنجاب میں سب سے زیادہ بدامنی تھی۔ خصوصاً سکھوں نے ہر طرف لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کر رکھا تھا ان کی غارتگری مشہور تھی جو کوئی اس طرح مال و دولت حاصل کرنا چاہتا تھا وہ سکھ بنجاتا تھا۔ (تاریخ پنجاب رائے بہادر کنہیالال) بڈہا سنگھ نے بھی ۱۷۱۶ء میں سکھ بنکر لوٹ مار کرکے خوب نام اور دولت پیدا کی (مکمل تاریخ کشمیر حصہ سوم مٹ) بڈہا سنگھ ہالسنی قوم کا جاٹ تھا اسکا بیٹا نودہ سنگھ بھی بڑا دلیر تھا اس نے قتل و غارت میں خاص شہرت حاصل کی۔ گلاب سنگھ مجیٹھہ ضلع امرتسر کے ایک مشہور زمیندار کی لڑکی سے اسکی شادی ہوگئی تھی یہ امر اور بھی اس کی نمود کا باعث ہوا۔ نودہ سنگھ کے بعد اس کا بیٹا چڑت سنگھ ایک موضع سکرچک میں رہتا تھا (سکرچک گوجرانوالہ سے ڈیرھ کوس جنوب کی طرف ہے) اس لئے اسکی مثل سکرچکیہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ اس مثل کا بانی تھا۔ (مثل سکھوں کے ایک گروہ کو کہتے ہیں۔ سکھوں کی بارہ مثلیں ہیں، ایک مثل سکرچکیہ ہے یہ سب مثلوں میں چھوٹی تھی) چڑت سنگھ نے بہت سے مواضعات پر قبضہ جمالیا۔ چڑت سنگھ جب مرا تو اس کا بیٹا مہان سنگھ نو برس کا تھا۔ اس کی ماں دلیسان نام نے حکومت سنبھال لی۔ مہان سنگھ کی شادی سدا کنور جنید والے کی لڑکی سے ہوئی۔ ۱۷۷۰ء میں مہان سنگھ نے قلعہ رسول نگر (متصل وزیرآباد) فتح کرلیا۔ ۱۷۸۰ء میں سدا کنور کے بطن سے مہان سنگھ کا وہ اقبالمند بیٹا پیدا ہوا جس نے ایک چھوٹے سے گروہ، ایک قتل و غارت کرنیوالی جماعت سے چند مواضعات

کی حکومت کو سلطنت بنا دیا۔ اس کا نام رنجیت سنگھ رکھا گیا۔ پانچ سال کی عمر میں رنجیت سنگھ
کے چیچک نکلی، جان تو بچ گئی مگر ایک آنکھ بیکار ہوگئی۔ رنجیت سنگھ بارہ برس کا تھا کہ مہان سنگھ مرگیا
سدا کنور نے حکومت سنبھال لی۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ رنجیت سنگھ کو اپنے باپ کی طرح بچپن میں
یتیمی کا داغ اُٹھانا پڑا اور ہوش سنبھالنے پر اپنے باپ کی طرح اپنی ماں کو بدچلنی کی علت میں مار ڈالنا
پڑا (تاریخ پنجاب بھائی پرمانند و گلشن پنجاب مصنفہ لالہ دیبی پرشاد و تاریخ پنجاب مصنفہ خان بہادر
محمد لطیف و مکمل تاریخ کشمیر حصہ سوم) رنجیت سنگھ نے بالغ ہوکر اپنی ریاست کے دیوان لکھپت رائے
(جس سے اسکی ماں کا تعلق تھا) اور اپنی ماں کے قتل سے فراغت حاصل کرکے ریاست کو سنبھالا۔
اس کے بعد اپنے مقبوضات کو وسعت دینی شروع کی۔ سنہ ۱۷۹۹ء میں اس کو زمان شاہ نے لاہور عطا
کردیا اس کے بعد اس نے ملتان، ہزارہ، اٹک اور دُور دُور کے علاقے فتح کرکے زبردست سلطنت
قائم کرلی۔ سنہ ۱۸۱۹ء میں کشمیر بھی فتح کرلی۔ کشمیر پر مہاراجہ نے بیس سال یعنی ۱۸۳۹ء تک حکومت کی

مہاراجہ رنجیت سنگھ شیر پنجاب

سنہ ۱۲۳۴ھ ۱۸۱۹ء مطابق سنہ ۱۸۷۶ بکرمی سے کشمیر مہاراجہ کے تصرف میں آیا۔ مہاراجہ بہادر، جابر صاحب ہمت
مستقل مزاج، مدبر، سخی تھا۔ سنہ ۱۸۳۹ء میں انتقال کیا۔ مہاراجہ کی لاش کے ساتھ رانی کندن اور تین
چھوٹی رانیاں اور سات باندیاں ستی ہوئیں (شیر پنجاب) مہاراجہ کے آٹھ بیٹے تھے، کھڑک سنگھ،
ایشر سنگھ، تارا سنگھ، پشورا سنگھ، کشمیرا سنگھ، ملتانا سنگھ، دلیپ سنگھ۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ
کی پہلی شادی مہتاب کنور (دختر سردار گوربخش سنگھ از بطن سدا کنور) سے ہوئی خان بہادر محمد لطیف
نے بحوالہ میلکم صاحب لکھا ہے کہ رنجیت سنگھ کی زوجہ اُولیٰ مہتاب کنور بدچلن تھی (تاریخ پنجاب
مطبوعہ سنہ ۱۸۸۰ء ص ۲۱۳، اردو) شیر سنگھ اور تارا سنگھ دو بیٹے مہتاب کنور کے بطن سے بیان
کئے گئے ہیں۔ انکی ولادت کے متعلق یہ قصہ بیان کیا گیا ہے (سنہ ۱۸۰۷ء میں مشہور ہوا کہ وہ (رانی
مہتاب کنور) حاملہ ہے اور یقین کیا گیا کہ اس کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی۔ رنجیت سنگھ اس عرصہ میں
کسی جنگ پر باہر گیا ہوا تھا۔ جب واپس گھر آیا تو دو لڑکے اس کے روبرو پیش کئے گئے اور بیان

کیا گیا کہ یہ دونوں توام پیدا ہوئے ہیں اور مہاراجہ کی اولاد ہیں۔ کننگھم صاحب مورخ اس بیان کے ذمہ دار ہیں وہ یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ مہاراجہ کو ہمیشہ ان لوگوں کے صلبی ہونے کی نسبت شک رہا اور وہ اکثر اس بیان پر یقین کیا کرتا تھا کہ شیر سنگھ نجار کا اور تارا سنگھ جولاہے کا بیٹا ہے۔ (تاریخ پنجاب خان بہادر محمد لطیف) لیکن مہاراجہ کھڑک سنگھ کی بیوہ رانی چند کنور نے شیر سنگھ کو دھوبن کا لڑکا بتایا (شیر سنگھ اصلی بیٹا مہاراجہ کا نہ تھا بلکہ تسلیم کیا ہوا تھا۔ تذکرہ بے مثل ص۲۴۴)

اصلیت یہ ہے کہ رانی (مہتاب کنور) لاولد تھی۔ اور وہ دونوں لڑکے اپنا اقتدار اور رسوخ بڑھانے کیلئے کسی نہ کسی ذریعہ سے کہیں سے پیدا ہوتے ہی حاصل کئے گئے تھے۔ (مکمل تاریخ کشمیر حصہ سوم ص۵۹)

مہاراجہ کے عہد حکومت میں کشمیر پر وہ وہ مظالم ہوئے کہ کبھی کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھے۔ کسی شاعر نے اس زمانہ کے متعلق کہا تھا ؎

جرم ما مارا چو دامنگیر شد ❊ قوم سکھاں وارد کشمیر شد

سکھوں کی حکومت کے متعلق مؤلف تاریخ ریاست جموں و کشمیر نے لکھا ہے، نئے راج سے کشمیریوں کے دکھ درد کا کوئی علاج نہ ہوا۔ ان کی حالت اور بھی خراب ہو گئی۔ ہر جگہ لوگوں کا برا حال تھا، مالیہ کے نام پر ساری پیداوار چھین لی جاتی تھی۔ زمین جابجا ویران پڑی تھی۔ جب اس کے جوتنے میں کسی کو فائدہ نہ تھا تو زمیندار کیوں کھیت تیار کرتے۔ ہر شال کے تیار ہونے پر اس کی قیمت سے چھتیس روپیہ سینکڑہ حاکم لیتا تھا۔ اور جو چیز ملک سے باہر جاتی تھی۔ اس کی پوری قیمت محصول کے نام سے وصول کی جاتی تھی۔ جب لوگ بہت تنگ آئے تو ہزاروں کی تعداد میں پنجاب چلے گئے۔ شالوں کے علاوہ ہر صنعت و تجارت پر عجیب و غریب ٹیکس لگائے گئے تھے۔ قصائی۔ نانبائی۔ مانجی، لکڑہارے بھنگی تک کو نذرانہ ادا کرنا پڑتا تھا۔ جو شخص جج مقرر ہوتا تھا اسے بجائے تنخواہ لینے کے تیس ہزار روپیہ سالانہ ادا کرنا پڑتا تھا۔ فقیروں کے گروہ کے گروہ شہر میں بھیک مانگتے پھرتے تھے۔ اور کسی شخص کے بدن پر چیتھڑوں کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔ سکھ کشمیریوں کو حیوان سے بدتر سمجھتے تھے۔ (ص۱۰۹ و ص۱۱۰)۔

سکھوں کے عہد حکومت کے متعلق مؤلف مکمل تاریخ کشمیر نے لکھا ہے، دن دھاڑے غریب رعایا کا مال

اوراسباب چارپائے مویشی، محاصل آراضی اور زراعت چوپائے لوٹ کرلیجاتے تھے (گلہ بانوں کا گروہ جوڈکیتی پیشہ تھا) اور کوئی حاکم ان کا تدارک نہ کرتا تھا اور کرتا بھی کس طرح کیونکہ اس نا شدنی زمانہ میں حاکم اور ڈاکو میں کوئی تمیز نہ تھی۔ دونوں غارت گری اور تاراج پر کمر بستہ تھے (حصہ سوم ص۴۱) لالہ دیبی سہائے مہاراجہ اور اسکی حکومت کے حالات میں لکھتے ہیں، اپنی نوجوانی میں وہ طامع ہوگیا (ص۴۵) یہ نہایت بیرحم تھا (ص۴۶) مہاراجہ موصوف میں ایک بات یہ بُری تھی کہ جب کبھی فصل بہت اچھی ہوتی تھی۔ اوران کو یہ خبر پہونچتی تھی تو وہ ان ٹھیکیداروں سے جن کے یہاں پیداوار زیادہ ہوتی تھی۔ جبرًا روپیہ تعداد مقررہ سے زیادہ لیتے تھے۔(ص۲۵۲) رعایا پر بہت ظلم ہوتا تھا کیونکہ اوّل تو اس سے جمع معینہ سے زیادہ وصول کیا جاتا تھا۔ دوم رعایا بیگار میں پکڑی جاتی تھی۔ اور مزدوری نہیں ملتی تھی سوم سپاہی سرکاری جو قلعہ جات وغیرہ پر تعینات ہوتے رعایا پر ظلم کرتے (ص۲۵۸)۔ بعض فقیروں کو واسطے ترقی مذہب کے معافیاں دیگئیں تھیں (ص۲۵۸) معافیات مذہبی کی تعداد بیس لاکھ تھی (ص۲۶۷ گلشن ہند)

مصر دیوانچند ظفر جنگ صوبیدار، فتح کشمیر کے لئے ۱۸۱۹ء میں مہاراجہ نے اس کو مامور کیا۔ فتح کے بعد یہ تین مہینے انتظام میں مصروف رہا۔ سکھوں نے لوٹ کھسوٹ سے رعایا کو تنگ کیا۔ دیوان دیوی داس نے مہاراجہ کو اطلاع دی کہ کشمیر کا انتظام ابتر ہے فتنہ و فساد جاری ہے رعایا پریشان ہے۔ مہاراجہ نے صوبیدار کو جوابدہی کے لئے بُلایا۔ مصر نے وہاں پہونچکر پچیس لاکھ روپیہ نذر کیا۔ مہاراجہ نے جواب طلبی سے درگذر کی اور ظفر جنگ خطاب دیا۔

دیوان موتی رام صوبیدار۔ ۱۸۱۹ء میں مقرر ہوکر آیا۔ یہ دیوان محکم چند کا بیٹا تھا۔ پنڈت بیربر افسر مال مقرر ہوا۔ صوبیدار صلح کل پالیسی کا آدمی تھا لیکن تمام کام بیربر کے ہاتھ میں تھا۔ بیربر نے مسلمانوں پر بیجد مظالم کئے مسجدیں بند کردیں اذان دینے کی ممانعت کردی۔ جامع مسجد سرینگر بند کردی۔ گاؤکشی موقوف کردی۔ صاحب تاریخ ریاست جموں وکشمیر نے لکھاہے اس نے جامع مسجد بند کردی اور مشہور مسجدیں اوران کی معافیاں ضبط کرکے یہ حکم دیا کہ کوئی شخص اذان نہ دینے پائے۔

زیارت شاہ ہمدانی کو بھی گرانا چاہا۔ مگر بغاوت کے ڈر سے باز رہا۔(صفحہ ۱۱۱) اس کے عہد میں سخت قحط پڑا۔ دیوان دیوی داس نے پھر مہاراجہ کو بدانتظامی کی شکایت لکھی۔ مہاراجہ نے موتی رام کو طلب کرلیا۔ اور بیربر کو حسن خدمت کے صلہ میں خلعت وغیرہ دیا۔ موتی رام ایک سال دو ماہ صوبیدار رہا۔

سردار ہری سنگھ نلوہ صوبیدار ہری سنگھ سردار گوردیال سنگھ جاگیردار کا لڑکا تھا بہادر جفاکش، جابر تھا۔ اس نے ایک بڑا شیر مارا تھا جب سے اس کو نلوہ کہنے لگے۔ (نلوہ شیر مارنے والے کو کہتے ہیں) حملۂ کشمیر میں یہ بھی ایک فوج کا افسر تھا۔ اس نے بہت سی فتوحات متفرق مقامات پر کیں ہزارہ وغیرہ میں صوبیدار بھی رہا۔ اس نے کشمیر پہونچکر اپنا سکہ جاری کیا۔ جس میں چھ ماشہ چاندی اور اسی قدر تانبا ملا ہوا تھا۔ یہ ہری سنگیا روپیہ کہلاتا تھا۔ اس پر یہ شعر کندہ تھا۔

سہ دیگ و تیغ و فتح و نصرت بیدرنگ ❊ یافت از نانک گرو گوبند سنگ

اس نے جبر و ستم کیا۔ اور سرداروں سے جنگ شروع کردی۔ مہاراجہ نے اس کو لکھا کہ ابتدائے حکومت میں ملاطفت کی ضرورت ہے نہ کہ حرب ضرب کی لیکن یہ حکم پہونچنے سے پہلے یہ بہت سے علاقے فتح کرچکا تھا۔ ان فتوحات کی اطلاع جب مہاراجہ کو ہوئی تو بہت خوش ہوا پکھلی، دہنتورہ وغیرہ سب فتح ہوگئے تھے۔ بیربر صاحبکاری کے عہدے پر مقرر ہوا۔ اس نے پہاڑی راجوں سے سازش کی ہری سنگھ کو معلوم ہوگیا۔ اس نے اس کے ایک دستخطی و مہری خطوط معہ ثبوت مہاراجہ کے پاس بھیجدئے مہاراجہ نے بیربر کو طلب کرلیا ہری سنگھ کے ظلم سے رعایا بلبلا اٹھی مہاراجہ کو معلوم ہوا تو اس کو بلالیا۔ ہندو مورخ لکھتے ہیں جب مہاراجہ کو معلوم ہوا کہ اس کی حکومت کشمیر میں بہت سنگین اور زور آور رہے لوگ بیزار ہیں تو ناچار واپس بلالیا گیا۔ (جنرل ہری سنگھ نلوہ مصنفہ لالہ نراین داس پوری) ہری سنگھ سے وہاں کے باشندے بہ سبب اسکی بدمزاجی کے بہت دق تھے۔ گلشن پنجاب مصنفہ پنڈت دیبی پرشاد ڈپٹی کلکٹر) کشمیری اور اقوام کوہستان اس کے ظلم کی برداشت نہ لاسکے (تاریخ پنجاب مصنفہ سرلیپل گریفن) جب مہاراجہ نے اس کو جوابدہی کیلئے طلب کیا تو

اس نے مہاراجہ کا غصّہ فرو کرنے کی وہی تدبیر کی جو مصر دیوان چند نے کی تھی یعنی بہت سا سامان طلائی و نقرئی و تحائف پیش کئے۔ اس سامان کو دیکھکر مہاراجہ خوش ہو گیا اور کچھ باز پرس نکی بلکہ ہزارہ کا صوبیدار بنا دیا (عمدۃ التواریخ پنڈت بیر دھر) یہ دو سال صوبیدار رہا۔

دیوان موتی رام صوبیدار بار دوم ۱۸۲۲ء میں موتی رام دوبارہ مقرر ہوا۔ اس نے بقایا کی علت میں پنڈت بیر بر کا تمام اسباب ضبط کرکے قید کر دیا۔ بیر بر قید خانے ہی میں مرا۔ موتی رام اور راجہ دھیان سنگھ وزیر مہاراجہ رنجیت سنگھ میں مخالفت تھی۔ دھیان سنگھ نے موتی رام کو اس قدر تنگ کیا کہ اس نے مجبور ہو کر استعفا دیدیا۔ اور بنارس چلا گیا وہیں مرگیا (تاریخ رئیسان پنجاب)

دیوان چونی لال صوبیدار ۱۸۲۵ء میں مقرر ہوا۔ دو سال صوبیدار رہا۔ اس نے دو مسلمان گاؤکشی کے الزام میں قتل کرا دئے اور ان کی لاشوں کو شہر میں تشہیر کرایا چونکہ یہ مالیہ کا صحیح انتظام نکر سکا۔ اس لئے مہاراجہ نے اس کو طلب کیا۔ اس نے ڈر کے مارے راستے ہی میں خودکشی کر لی۔

دیوان کرپا رام صوبیدار ۱۸۲۷ء میں صوبیدار مقرر ہوا۔ تین سال دس ماہ صوبیدار رہا۔ یہ دیوان موتی رام کا بیٹا تھا۔ یہ دانشمند صاحب ہمّت اور مُسرف تھا۔ عیش و عشرت میں زندگی بسر کرتا تھا، سر والٹر لارنس لکھتے ہیں کرپا رام کشتی کی سیر کا بہت شوقین تھا اور ناچ اور عورتوں کا بہت دلدادہ تھا وہ دنیا و مافیہا سے بےخبر ہو کر زندگی کے مزے اُڑاتا تھا (ویلی آف کشمیر)

اس کے عہد میں تین مہینے تک زلزلے آتے رہے پھر ہیضہ پھیلا۔ راجہ زبردست خان والئ مظفرآباد نے مع چند رئیسوں کے بغاوت کی آخر صلح ہو گئی۔ ستی کی رسم جس کو مسلمانوں نے بند کر دیا تھا اس کے عہد میں پھر جاری ہوئی۔ (تاریخ جدولی کشمیر) اس کے باپ موتی رام اور راجہ دھیان سنگھ سے مخالفت تھی اس لئے راجہ دھیان سنگھ اس کا بھی مخالف تھا اسی اثنا میں راجہ فیض طلب خان والی بھمبر اس کے پاس پناہ گزیں ہوا۔ دھیان سنگھ وغیرہ نے اس راجہ کو گرفتار کرنا چاہا، کرپا رام نے اسکو حوالے نکیا اس پر اور بھی عداوت بڑھ گئی آخر دھیان سنگھ وغیرہ نے اس پر تغلب کا الزام لگاکر اسکو قید کرا دیا اس قید سے مہاراجہ نے اس کو نو لاکھ روپیہ لیکر چھوڑا، تاریخ رئیسان پنجاب) اس نے

سری نگر میں رام باغ اور چند باغ بھی لگائے۔ آخر میں یہ دہیان سنگھ کے خوف سے مہاراجہ سے چھپ کر بنارس چلا گیا اور وہیں مر گیا۔

مہان سنگھ اردلی صوبیدار ۱۸۳۱ء میں مقرر ہوا۔ یہ مہاراجہ کا اردلی تھا۔ خلیفہ احمد شاہ و راجہ زبردست خاں نے مظالم سے تنگ آ کر بغاوت کی۔ شہزادہ شیر سنگھ لشکر لیکر آیا۔ اور سب کو شکست دی ۱۸۳۱ء میں خلاف دستور تعزیہ نکالنے پر شیعہ سنیوں میں فساد ہوا اس سے مالیہ کا انتظام نہ ہو سکا۔ اسلئے معزول کیا گیا۔

شہزادہ شیر سنگھ صوبیدار ۱۸۳۲ء میں مقرر ہوا دو سال صوبیدار رہا۔ کشمیر پہونچکر عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا کاروبار بساکہا سنگھ کے سپرد کیا۔ اس نے خوب لوٹ کھسوٹ کی، اس کے عہد میں بعد جنگ و جدل راجہ اسکردو نے اطاعت کی۔ کوہستان حصورہ میں بلور کی کان دریافت ہوئی۔ شہزادہ نے مہاراجہ سے بساکہا سنگھ کی شکایت کی۔ مہاراجہ نے اس کو طلب کر لیا۔ یہ محبوس ہو کر لاہور پہونچا مہاراجہ نے اس سے پانچ لاکھ روپیہ لیکر رہا کر دیا۔ اور جمعدار خوشحال سنگھ کو نائب بنا کر بھیجا۔ (خوشحال سنگھ پرگنہ سردھنہ ضلع میرٹھ کا غریب گوڑھ برہمن تھا۔ تلاش معاش میں بعمر ۱۷ سال لاہور آیا۔ حسین و خوبصورت تھا اس لئے مہاراجہ نے اس کی قدر کی۔ مکمل تاریخ کشمیر حصہ سوم ۳۶) خوشحال سنگھ نے ایسا انتظام کیا کہ تمام رعایا کو برباد کر دیا۔ صاحب مکمل تاریخ کشمیر لکھتے ہیں اشیائے خوردنی کی قسم سے جو جو چیز دستیاب ہو سکتی تھی تمام و کمال ضبط کر کے اس نے زمیندار وں کو نان شبینہ کا محتاج کر دیا۔ اگر کسی کے مکان سے غلہ یا اجناس کی بو آتی تو گھر کا گھر ویران کر دیتا، (مکمل تاریخ کشمیر حصہ سوم ۳۷) بمجرد رسیدن نائرہ قہر و غضب مشتعل ساختہ، باشندگان آنجا خانمان آوارہ شدہ باطراف گریختہ گرفتند در اثنائے راہ اطراف فوج فوج جان بحق تسلیم کردہ قریب باہ جمعدار وغیرہ در کشمیر استقامت داشتند مردمان کشمیر بقدر ہزارہا در امرتسر جمع آمدند تا دہلی و کلکتہ و بنارس رسیدند (عمدۃ التواریخ دفتر دوم پنڈت بیر دہر) بہت سے کشمیری ترک وطن کر کے پنجاب اور ہندوستان میں سکونت پذیر ہو گئے۔ بلکہ ان ممالک میں آجکل جو کشمیری اقوام نظر آتی ہیں۔

زیادہ اس زمانے کے مہاجرین ہیں، (مکمل تاریخ کشمیر حصہ سوم ص ۳۴) خوشحال سنگھ صوبیدار نے کشمیر پہونچکر وہ انتظام کیا کہ تمام خطۂ کشمیر اُجڑ گیا۔ سری نگر کی رعایا جن کو گھروں سے نکلنا اور مر جانا برابر تھا گھروں کو چھوڑ کر بھاگ نکلی۔ ہزاروں آدمی امرت سر وغیرہ میں آگئے۔ اور گلی گلی کوچہ کوچے بے تعداد دریوزہ گر پھرتے تھے۔ ہر بازار میں "برائے خدا" کی آواز سنائی دیتی تھی۔ سینکڑوں بھوکوں کے مارے گلیوں اور بازاروں میں پھرتے نظر آتے تھے (تاریخ پنجاب رائے بہادر کنہیا لال ص ۴۷۸) سرلیپل گریفن نے بھی تاریخ رئیسان پنجاب میں کشمیر کی اس بربادی اور جمعدار کے مظالم کا تذکرہ کیا ہے مہاراجہ کو جب کشمیر کی تباہی کا حال معلوم ہوا تو شہزادہ شیر سنگھ کو لکھا کہ تم نے ہم کو ان حالات کی اطلاع ندی۔ جمعدار نے ایک عرضی ارسال کی کہ بہت سا روپیہ لیکر حاضر ہوتا ہوں۔ مہاراجہ نے کہا جمعدار نے روپیہ تو جمع کر لیا مگر کشمیر کو برباد کر دیا۔ جمعدار کے پیش دست جو لوگ تھے مہاراجہ نے سب کو محبوس کر کے گرانقدر رقومات لیکر چھوڑا جین جمعدار چونکہ منظور نظر تھا تمام بلاؤں سے محفوظ رہا چندے خفیف نمائشی خفگی رہی جو "اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند" کی مصداق تھی۔

کرنل میہان سنگھ صوبیدار ۱۸۳۴ء میں شہزادہ شیر سنگھ کی جگہ مقرر ہوا سات سال چار دن صوبیدار رہا۔ یہ بہادر با مروت رعایا پرور منصف مزاج آدمی تھا۔ جب یہ کشمیر پہونچا تو یہ حالت دیکھی کوچہ و بازار میں گندگی کے ڈھیر جمع ہوئے ہیں بلکہ اس پر گھاس اور کائی اُگی ہوئی تھی جس گھر میں چراغ جلتا تھا اور جہاں دو وقت کھانا پکتا تھا وہ گھرانہ بڑا آسودہ اور دولتمند سمجھا جاتا تھا (مکمل تاریخ کشمیر حصہ سوم ص ۳۸) کرنل اس حالت کو دیکھکر ملول ہوا اور خدا سے دُعا کی کہ اس حالت کو بہتر بنائے اس نے پنجاب وغیرہ سے اشیائے خوردنی منگا کر کم نرخ سے کشمیر میں فروخت کرائیں۔ اور ڈاکوؤں کی سرکوبی کی۔ ۱۸۳۶ء میں چالیس دن برابر بارش ہونے سے سیلاب آیا۔ پل ٹوٹ گئے اس نے پل تعمیر کرائے نہریں درست کرائیں، باغ لگایا۔ ۱۸۳۷ء میں زبردست خان و نجف خان والی مظفرآباد نے بغاوت کی، مگر شکست کھائی۔ اس نیکدل صوبیدار کی بقایا کے حیلے سے مہاراجہ نے جاگیر ضبط کر لی۔ کچھ دنوں کے بعد راجہ دھیان سنگھ کی سفارش سے واگذاشت کی ہے ۱۸۳۹ء

مہاراجہ کا انتقال ہوگیا۔ مہاراجہ تلوار کا دھنی تھا۔ تدبیر کا مرد میدان نہ تھا۔ یہی صفت اس کے امراء اور مصاحبین میں تھی۔ اُس کے خاص امراء میں کوئی بھی اعلیٰ قابلیت کا آدمی نہ تھا۔ کوئی اردلی سے ترقی کرکے وزیر بنا کسی نے حسن صورت سے عروج پایا۔ یہ سب لوگ خزانے کو پُر کرنا اور میدان جنگ میں مارنا مرنا جانتے تھے۔ انتظام اور رعایا پروری سے ان کو لگاؤ نہ تھا۔ اس کے عہد میں کشمیر میں ایک لمحہ امن و چین سے نہیں گذرا، بہترین زمانہ کرنل میہان سنگھ کی صوبیداری کا ہے لیکن اس میں بھی سکھ فوج برابر لوٹ مار کرتی رہی۔ خان بہادر پروفیسر فکار اللہ نے تاریخ عروج عہد سلطنت انگلشیہ ہند میں مہاراجہ کے حکومت کے متعلق صحیح لکھا ہے کہ اس زمانہ میں نہ تو سڑکیں تھیں نہ شفا خانے، چند ابتدائی مدارس تھے، کوئی تحریری قانون نہ تھا نہ خاص منصف تھے چوری یا معمولی قتل کی سزا جرمانہ تھا۔ اور سنگین جرائم کی سزا ناک کان کاٹنا، ہاتھ کاٹنا، کونچیں (ساق کی رگ کو اس طرح کاٹنا کہ آدمی چلنے پھرنے کے قابل نہ رہے) کاٹنا، اس کا ایک افسر رعایا کا استحصال بالجبر کرتا۔ اگر کوئی مقابلہ کرتا تو توپ سے باندھ کر اڑا دیتا یا شہد ملکر دھوپ میں بٹھلا دیتا کہ وہ مر جائے۔ زندہ آدمیوں کی کھال اُتروا تا۔ یہ معین نہ تھا کہ کس چیز پر محصول ہونا چاہئے اور کس پر نہ ہونا چاہئے اور اس کی کیا مقدار ہونی چاہئے۔ حاکم رعایا کو پامال کرکے اپنا گھر مالا مال کرتے، لاہور کے خزانے میں روپیہ بڑھاتے رہتے اور جوجی میں آتا کرتے،

مہاراجہ کھڑک سنگھ

یہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا صحیح النسب بیٹا تھا۔ رانی راج کنور کے بطن سے تھا۔ مہاراجہ کے انتقال کے وقت اس کی عمر ۳۰ سال تھی ۱۸۰۲ء میں پیدا ہوا۔ ۱۸۳۹ء میں باپ کے بعد تخت نشین ہوا۔ یہ نیک مزاج اور رحمدل تھا۔ مذہبی خیالات کے انہماک اور کثرت استعمال افیون نے اس کا دماغ درست نہیں چھوڑا تھا۔ (تذکرہ ہمیشل) اس کو اپنے بیٹے نونہال سنگھ سے بیحد محبت تھی، نونہال سنگھ رفتہ رفتہ قابو پا گیا۔ اور راجہ دھیان سنگھ وزیر سے سازش کرکے باپ کو بے اختیار کردیا اور اس کو قسم قسم کی تکلیفیں پہونچائیں۔ مصنف مکمل تاریخ کشمیر لکھتے ہیں۔ مہاراجہ کھڑک سنگھ کے

بیٹے کی ناشدنی حرکات سے ہمیشہ رنج والم رہا۔(حصہ سوم ۵) اکتوبر ۱۸۳۹ء میں نونہال سنگھ نے کھڑک سنگھ اپنے باپ کو نظر بند کر دیا۔ (تاریخ پنجاب محمد لطیف ۲۳۹) نومبر ۱۸۴۰ء میں کھڑک سنگھ مر گیا۔ مہاراجہ کی لاش کے ساتھ نوجوان رانی ایسر کنور کو زبردستی ستی کیا گیا (مکمل تاریخ کشمیر حصہ سوم ۵) راجہ کھڑک سنگھ کے ساتھ تین رانیاں اور نو کنیز ستی ہوئیں۔ منجملہ ان کے ایک رانی نوجوان ہمشیرہ سردار منگل سنگھ تھی۔ اس کو جبراً ستی کرایا گیا۔ (تاریخ پنجاب محمد لطیف ۲۴۱ بحوالہ سماتیہ صاحب) نونہال سنگھ باپ کی لاش کو جلتا چھوڑ کر خلاف رسم قدیم مکان کو واپس گیا، دروازے کی چھت اس کے اوپر گر پڑی۔ اسی صدمہ سے دوسرے دن مر گیا۔ (تذکرہ ہمشیل)۔

ع از نونہال عمر ثمر ہم نخورد و رفت ؛ در بوستان حکم گذرہم نہ کرد و رفت

باماہ پیکران مجلی بہ لعل و در ؛ از حسرت و دریغ نظر ہم نکرد و رفت

رانی چند کنور

یہ کھڑک سنگھ کی بیوہ نونہال سنگھ کی ماں تھی۔ سنہ ۱۸۴۰ء میں اس نے زمام حکومت ہاتھ میں لی۔ شیر سنگھ نے اس کو شادی کا پیغام دیا، اس نے جواب دیا کہ وہ بڑا بے وقوف ہے جو یہ خیال کرتا ہے کیونکہ میں جیمل سنگھ کی لڑکی ہو کر ایک دھوبن کے لڑکے سے شادی کروں گی۔ (گلشن پنجاب ۶۹) شیر سنگھ نے اس پر فوج کشی کی، لاہور کا محاصرہ کر لیا۔ رانی محصور ہو گئی، جنگ شروع ہو گئی۔ شیر سنگھ نے ہزار بارہ سو غریب عورتوں اور زندیوں کو پکڑ کر صف در صف فوج کے آگے کھڑا کر دیا کہ قلعہ سے جو گولہ آئے ان بیکسوں پر پڑے، فوج محفوظ رہے (گلشن پنجاب ۶۱ تاریخ پنجاب محمد لطیف ۲۵۰) رانی کے سرداران فوج شیر سنگھ سے ساز کر گئے۔ اس لئے رانی کو شکست ہوئی۔ لڑائی سے فارغ ہو کر سکھوں نے زندہ زخمیوں کو مُردوں کے ساتھ ہی جلا دیا (تاریخ پنجاب محمد لطیف ۲۵۳) شیر سنگھ نے قلعہ میں داخل ہو کر رانی کے پیروں پر سر رکھ دیا، اس طرح بظاہر اس کو رضامند کر لیا۔ مگر کچھ دنوں کے بعد اس کی باندیوں کے ذریعہ سے اس کو مروڈالا۔ (مکمل تاریخ کشمیر حصہ سوم ۵۹ و تذکرہ ہمشیل ۲۴۸) رانی نے تین مہینے تیرہ دن حکومت کی

اس کے عہد میں کرنل میہان سنگھ ہی صوبیدار کشمیر رہا۔ مگر خود مختاری کی شان کے ساتھ لیکن اس کی خود مختاری کسی کے لئے نفع و مضرت رسان نہیں ہوئی۔ اس نے امن و امان قایم رکھا۔

مہاراجہ شیر سنگھ

سنہ ۱۸۴۱ء میں تخت نشین ہوا۔ دو سال سات ماہ بیس دن حکومت کر کے مرا۔ لاہور کے تغیر و تبدل کو سنکر کشمیر میں خالصہ فوج نے شورش کر دی اور رعایا کو قتل و غارت کرنا شروع کیا یہاں تک کہ صوبیدار کرنل میہان سنگھ کو بھی مار ڈالا۔ کرنل نے سات سال چار دن صوبیداری کی۔ جب مہاراجہ کو یہ خبر پہونچی تو اس نے کہا کہ ابتدائے حکومت سے اس وقت تک کوئی مسلمان صوبیدار کشمیر میں مقرر نہیں کیا گیا ہے۔ سکھ افواج سے کشمیر کے مسلمانوں کو جو کثرت سے ہیں اکثر مصیبتیں پیش آتی رہتی ہیں اس لئے اب وہاں مسلمان صوبیدار کا تقرر مناسب ہے اس خیال سے شیخ غلام محی الدین کو صوبیدار مقرر کیا۔ شیخ نے کشمیر آکر اچھا انتظام کیا اور جامع مسجد کو مہاراجہ سے منظوری لیکر مسلمانوں کے لئے کھولدیا۔ مؤلف گلدستۂ کشمیر نے بھی لکھا ہے آغاز حکومت دیوان موتی رام سے مقفل تھا۔ شیخ موصوف نے کھول دیا (ص۱۷۱) شیخ نے اپنے خرچ سے مسجد کی مرمت بھی کرائی۔ راجہ گلاب سنگھ والی جموں نے لداخ پر چڑھائی کی۔ تو مہاراجہ نے شیخ کو حکم لکھا کہ راجہ گلاب سنگھ کی مدد کرے۔ اس مدد کیلئے دس ہزار آدمی بیگار میں پکڑے گئے۔ سنہ ۱۸۴۲ء کے آخر میں راجہ گلاب سنگھ خود کشمیر گیا۔ اس دفعہ پھر چھ ہزار بیگاری پکڑے گئے۔ آخر یہ مہم کامیاب ہوئی اس موقع پر صاحب تکمل تاریخ کشمیر نے سچ لکھا ہے کہ کشمیر کا ستیاناس ہو گیا۔ کریم خان مرزبان لسین کی گوہر خان والی گلگت سے جنگ ہوئی۔ کریم خان نے شیخ سے مدد کی درخواست کی، شیخ نے مدد کی یہ مہم بھی کامیاب ہوئی۔ اسی زمانہ میں دمدار ستارہ نکلا اس کے بعد اجیت سنگھ دلہنا سنگھ نے مہاراجہ شیر سنگھ اور اس کے خورد سال بیٹے پرتاب سنگھ کو قتل کر دیا۔ اسی زمانہ میں سیلاب آیا۔

مہاراجہ دلیپ سنگھ

شیر سنگھ کے بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ کا چھوٹا بیٹا دلیپ سنگھ بعمر دس سال ۱۸۴۳ء میں تخت نشین کیا گیا۔ انتظام سلطنت اس کی ماں رانی جے دیوی نے جس کو رانی جندان کہتے ہیں سنبھالا۔ وزیر راجہ ہیرا سنگھ مقرر ہوا۔ ہیرا سنگھ اور اس کے چچا سوچیت سنگھ میں جنگ ہوئی۔ سوچیت سنگھ قتل ہوا۔ ہیرا سنگھ کا مشیر جلہا پنڈت تھا۔ اس پنڈت نے لوگوں کو ستانا شروع کیا اور خوب لوٹ کھسوٹ کی مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے جلہا پنڈت کو امور جہانداری میں اپنا مشیر بنایا۔ اس لئے ملک میں فساد اٹھا (ص ۱۷۱) لالہ کنہیا لال جلہا پنڈت کے متعلق لکھتے ہیں سہ

بہ سختی زہر اہل زر زر گرفت ؛ ز اہل گہر گنج و گوہر گرفت

بہر صاحب کار شد سخت گیر ؛ زر آورد در دست از ہر امیر (رنجیت نامہ)

ایکدن اس پنڈت نے راجہ ہیرا سنگھ کے گھمنڈ پر مہاراجہ کی ماں رانی جندان کو اوس کے منہ پر سخت سست کہا۔ رانی فوج والوں کے سامنے روئی اور جلہا کی شکایت کی۔ رانی کے بھائی جواہر سنگھ نے فوجیوں کو ساتھ لیکر جلہا اور ہیرا سنگھ دونوں کو قتل کردیا اور خود وزیر بن گیا۔ شراب نوشی فسق و فجور میں مبتلا رہتا۔ اسی اثنا میں جواہر سنگھ نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے بیٹے پشورا سنگھ کو قتل کردیا۔ اس پر فوجیں بگڑ گئیں۔ اور جواہر سنگھ کو مار ڈالا۔ اب لال سنگھ وزیر بنایا گیا۔ لال سنگھ اور رانی کے تعلقات عاشقانہ تھے (مکمل تاریخ کشمیر حصہ سوم ص ۲۶) پروفیسر شمس العلماء ذکاء اللہ لکھتے ہیں۔ والدہ دلیپ سنگھ نے اپنا عاشق زار لال سنگھ کو وزارت کے لئے منتخب (تاریخ عروج سلطنت انگلشیہ حصہ سوم ص ۴۰) لال سنگھ جیسا کہ اپنے ملک کے ساتھ جھوٹا دغاباز تھا ایسے ہی وہ برٹش گورنمنٹ کے ساتھ تھا۔ اوروں کو مفلس بنا کر اپنے تئیں متمول کرتا۔ اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کی حرص و آرزو پورا کرنے کیلئے بھلے مانسوں پر دست درازی کرکے تباہ کرتا (تاریخ عروج سلطنت انگلشیہ حصہ سوم ص ۵۹) آگے اس سے زیادہ

بُرے حالات والفاظ لکھے ہیں۔ ۱۸۴۵ء میں سکھوں نے انگریزوں سے جنگ شروع کردی، نتیجہ یہ ہوا کہ تین لڑائیوں میں شکست کھائی اور بہت سا علاقہ معہ کشمیر اور کوہ نور ہیرا تاوان جنگ میں انگریزوں کو دیا اور ریاست پنجاب انگریزوں کے ماتحت ہوگئی، رانی انگریزوں کے خلاف سازش کرتی رہی اور مہاراجہ دلیپ سنگھ کو شریک سازش کرنے کی کوشش کرتی رہی۔ انگریزوں نے رانی کو متفرق مقامات پر نظر بند رکھا۔ مگر سب بے سود ہوا۔ آخر وہ نیپال کو بھاگ گئی ۱۸۴۹ء میں مہاراجہ دلیپ سنگھ تخت سے دست بردار ہوا ۱۸۵۴ء میں وہ لندن بھیجا گیا رانی بھی بیٹے کے پاس پہونچ گئی۔ یورپ پہونچکر مہاراجہ عیسائی ہوگیا۔ ۱۸۹۳ء میں مرگیا۔ مہاراجہ دلیپ سنگھ کے عہد میں شیخ غلام محی الدین ڈیڑھ سال اور شیخ امام الدین ۶ ماہ صوبیدار کشمیر رہے۔ ۱۸۴۵ء میں کشمیر میں ہیضہ پھیلا۔ (سکھوں اور انگریزوں میں جو معاہدہ ہوا تھا اس میں پچاس لاکھ روپیہ تاوان جنگ میں فوراً ادا کرنا قرار پایا۔ یہ روپیہ مہاراجہ گلاب سنگھ نے اس طرح جمع کرکے بھیجا، ۲۲ لاکھ خزانہ سندر سے ۷ لاکھ ملتان سے ۸ لاکھ کشمیر سے ۳ لاکھ کے جواہرات وغیرہ (سیر گلشن ہند ص۱۹۴)

شیخ غلام محی الدین صوبیدار سکھوں کے مظالم سے لوگ تنگ تھے ہی اب سلطنت میں ابتری دیکھکر لوگوں نے فائدہ اُٹھانا چاہا۔ سلطان زبردست خان مرزبان والی مظفرآباد نے سرکشی کی، شیخ نے اس کو حکمت عملی سے قید کرلیا۔ اس پر تمام رئیس مخالف ہوگئے پھر صلح ہوگئی۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے مسلمانوں کو سکھ سلطنت کے خلاف اُبھارا۔ آخر کھکی وغیرہ کے رئیسوں نے اجتماع کرکے جنگ شروع کردی اور سلطنت کی فوجوں کو چند مقامات پر شکست دیکر قبضہ کرلیا۔ مگر آخر کار صوبیدار غالب آیا۔ ۱۸۴۵ء میں ایک شخص صمد بابا پر گاؤکشی کا الزام لگایا گیا۔ اور اس جرم میں اس کے اہل وعیال کو زندہ جلا دیا گیا۔ ۱۸۴۶ء میں شیخ مرگیا۔

شیخ امام الدین صوبیدار شیخ کے بعد اس کا بیٹا امام الدین ۱۸۴۶ء میں صوبیدار مقرر ہوا۔ کشمیر تاوان جنگ میں انگریزوں کو دیدیا گیا۔ انگریزوں نے مہاراجہ گلاب سنگھ کو دیدیا۔

مہاراجہ گلاب سنگھ نے وزیر پنو اور وزیر لکھپت کو قبضہ کیلئے کشمیر بھیجا، لال سنگھ وزیر مہاراجہ دلیپ سنگھ نے شیخ امام الدین کو لکھ بھیجا کہ قبضہ ندیا جائے اس لئے صوبیدار کی فوج اور گلاب سنگھ کی فوج سے جنگ ہوئی۔ لکھپت مارا گیا، پنو بھاگ گیا۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے جب اس شکست کی خبر سنی تو اس نے سرکار انگریزی سے فریاد کی آخر کرنل لارنس قبضہ دلانے کیلئے روانہ ہوا۔ شیخ کو جب کرنل کی آمد کا حال معلوم ہوا وہ خود کرنل کے پاس گیا اور بیان کیا کہ مجکو قبضہ دینے میں عذر نہو تا مگر لال سنگھ وزیر نے مجھ کو منع کیا، اور میں سرکار لاہور کا ملازم ہوں اس لئے مجکو وزیر کے حکم کی تعمیل کرنی ضروری تھی۔ کرنل نے گلاب سنگھ کو قبضہ دلادیا۔ اس طرح ۱۸۴۶ء سے کشمیر سکھوں کے ہاتھ سے نکلکر ڈوگروں کے ہاتھ میں پہونچا (اس کے خاندان (مہاراجہ رنجیت سنگھ کے) میں صرف ۲۷ سال تک کشمیر کی حکومت رہی لیکن اس قلیل عرصہ میں رعایا کا کچومر نکل گیا۔ (رہنمائے کشمیر ص۸۱)

راجپوت خاندان

مہاراجہ گلاب سنگھ

سورج بنسی جیکاریہ راجپوت خاندان سے تھے۔ راجپوتانہ میں اس برادری کا لقب کچھوا ہے یہ راجپوت جموال اور ڈوگرہ بھی کہلاتے ہیں، جموال جمو کی سکونت کیوجہ سے اور ڈوگرہ کی وجہ پہلے لکھی جا چکی ہے، گلاب سنگھ کا باپ کشورا سنگھ نہایت غریب آدمی تھا اس کے تینوں بیٹے گلاب سنگھ، دہیان سنگھ، سوجیت سنگھ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے پیادوں اور اردلی میں نوکر ہوئے کنج بہاری تھاپر لکھتے ہیں تمام ملک میں مشہور شخص گلاب سنگھ ہیرا سنگھ کا چچا ہے، پہلے یہ رنجیت سنگھ کا پیادہ اردلی تھا (کارنامہ لارڈ ہارڈنگ ص۹۲) کشورا سنگھ بیٹے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے اردلی مقرر ہوئے، پانچ پانچ روپیہ ماہوار تنخواہ تھی

سواری کے ساتھ ساتھ دوڑا کرتے تھے (تذکرہ ہمیشل) یہ تینوں بھائی ترقی کرتے کرتے بڑے بڑے عہدوں پر جا پہونچے جاگیریں پائیں۔ دہیان سنگھ وزارت پر پہونچا، گلاب سنگھ کو مہاراجہ نے جموں سپرد کیا۔ اور راجہ خطاب دیا۔ دہیان سنگھ کا لڑکا ہیرا سنگھ تھا (یہ مہاراجہ دلیپ سنگھ کے عہد میں وزیر ہوا) جو نہایت حسین تھا مہاراجہ حسین لڑکوں سے محبت کرتا تھا۔ اس سے اسقدر محبت تھی کہ اس کو ہر وقت اپنے سامنے کرسی پر بٹھائے رکھتا تھا اور جو یہ فرمایش کرتا مہاراجہ اس کو پورا کرتا (راجہ ہیرا سنگھ راجہ دہیان سنگھ وزیر دربار لاہور کا بڑا لڑکا تھا جو مہاراجہ کو اسقدر عزیز تھا کہ بغیر اس کے نہ سوتا تھا اور نہ اور کوئی کام کرتا تھا، انتہا یہ کہ جب پالکی میں سیر کرنے کو نکلتے یا کسی اور کام کیلئے کہیں جاتے تو اس لڑکے کو بھی اپنے آگے بٹھا لیتے تھے (گلشن پنجاب ص۴۴) مہاراجہ کو خوبصورت لڑکوں سے اُنس تھا چنانچہ جمعدار خوشحال سنگھ کی ترقی کا باعث بھی حسن صورت ہی ہوا (مکمل تاریخ کشمیر حصّہ سوم حاشیہ ص۳۲) گلاب سنگھ اور اس کے بھائیوں کو مہاراجہ سے جو کام نکالنا ہوتا تھا اوسکی فرمایش ہیرا سنگھ سے کراتے تھے۔ چنانچہ ان تینوں بھائیوں کا مشورہ ہوا کہ راجور کا علاقہ لینا چاہیئے تو ہیرا سنگھ سے فرمایش کرائی مؤلف تذکرہ ہمیشل نے اس واقعہ کو اس طرح لکھا ہے راجگان جموں (گلاب سنگھ وغیرہ) نے اس کو (ہیرا سنگھ کو) راجور کے لینے اور مہاراجہ سے اس کی بابت حکم حاصل کرنے پر آمادہ کیا۔ اور باہمی مشورت سے ایک پروانہ بھی لکھ لیا تھا تاکہ فوراً دستخط ہو جائیں ایک روز جبکہ مہاراجہ خوشی کی حالت میں بیٹھا تھا اور یہ راجگان سب حاضر تھے راجہ ہیرا سنگھ نے عرض کیا کہ حضور کی عنایت اور مہربانیوں سے میرے پاس سب کچھ ہے مگر چاولوں کے لئے کوئی اچھا علاقہ نہیں جس سے اکثر وقت رہتی ہے حضور مہربانی فرماکر کوئی ایسا علاقہ بخشیں جسمیں چاول عمدہ ہوں۔ تو یہ تکلیف بھی رفع ہو جائے مہاراجہ نے فرمایا کونسا علاقہ چاہتے ہو، عرض کی کہ چاول راجور کے علاقہ کا اچھا ہوتا ہے یہ بخش جائے مہاراجہ نے راجہ گلاب سنگھ اور راجہ دہیان سنگھ کیطرف دیکھا کہ یہ کیا

کہتے ہیں، ان دونوں صاحبوں نے ادب سے عرض کیا کہ حضور کی فیاضی اور مہربانی سے کیا بعید ہے اس کی خوشی ہو جائے گی اور حضور کو کوئی کمی نہیں (صـ۲۰۲) مہاراجہ رنجیت سنگھ کے سرداروں میں چند ایسے سردار تھے کہ جو اپنی سابقہ حالت اور خاندانی وجاہت اور حسن خدمت ہر طرح سے مہاراجہ گلاب سنگھ سے فائق تھے مصر دیوان چند، سردار ہری سنگھ نلوہ اور دیوان موتی رام جیسے وفادار جان نثار کارگذار موجود تھے ایک شخص جس نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کیلئے سب سے زیادہ جنگی خدمت ادا کی مصر دیوان چند تھا (تاریخ پنجاب بھائی پرمانند صـ۱۵۱) دیوان موتی رام جو خود بھی بہادر اور جان نثار تھا دیوان محکم چند کا بیٹا تھا (جن افسروں کیوجہ سے رنجیت سنگھ مہاراجہ کہلایا ان میں سب سے زیادہ نام دیوان محکم چند کا ہے (مکمل تاریخ کشمیر حصہ سوم حاشیہ صـ۱۵) گلاب سنگھ وغیرہ کے حالات کے مقابلہ پر ان کے حالات کو دیکھا جائے تو گلاب سنگھ وغیرہ سے بدرجہا اعلیٰ نظر آئیں گے، لیکن مہاراجہ کی سب سے زیادہ نظر عنایت گلاب سنگھ وغیرہ پر تھی۔ اس کا بڑا باعث حسن خدمت کے علاوہ سہیرا سنگھ سے مہاراجہ کی محبت بھی معلوم ہوتی ہے، مہاراجہ نے گلاب سنگھ کو جموں سپرد کیا۔ راجہ خطاب دیا۔ مہاراجہ کے بعد جب اس کی اولاد میں خانہ جنگی ہوئی تو گلاب سنگھ نے ہر طرح اپنے ذاتی فوائد کو ڈھونڈا مہاراجہ رنجیت سنگھ کے مال پر دست درازی کی۔ اُن کے مخالفوں کی مدد کی۔ ان کے خلاف رعایا کو بھڑکایا مہاراجہ دلیپ سنگھ کے عہد میں ھکلی وغیرہ کے مسلمان رئیسوں کو سکھ سلطنت کے خلاف اُبھارا (راجگان راجور) رانی چندر کنور بیوہ مہاراجہ کھڑک سنگھ کا سب مال و متاع ہتیا لیا (تاریخ پنجاب محمد لطیف و تذکرہ ہمیشل صـ۴۹ مطبوعہ ۱۹۰۷ء) جب سکھوں اور انگریزوں میں جنگ ہوئی تو اس میں گلاب سنگھ انگریزوں کا طرفدار تھا (گلدستہ کشمیر) اسی صلہ میں پچھتر لاکھ روپیہ لیکر انگریزوں نے کشمیر گلاب سنگھ کے حوالے کیا۔ کنج بہاری تھاپر لکھتے ہیں اس معاملہ کے (حوالگی کشمیر) متعلق جو کچھ لارڈ ہارڈنگ کے خیالات تھے اُن کی مفصل اور واضح کیفیت ایک خط سے معلوم ہو سکتی ہے جو انہوں نے لارڈ الینبرا کو لکھا تھا جنہوں نے اعتراض کیا تھا کہ چونکہ

گلاب سنگھ نے سرکار انگریزی کی طرفداری کر کے دربار لاہور سے دغابازی کی تھی۔ اسواسطے اس دغابازی کے صلہ میں گورنر جنرل نے علاقہ کشمیر ان کو تفویض کیا (کارنامہ لارڈ ہارڈنگ ص۱۷۹) لالہ پراگ نراین لکھتے ہیں ان خدمات کے صلہ میں راجہ گلاب سنگھ کو گورنمنٹ نے جموں و کشمیر کا کوہستانی علاقہ تفویض فرمایا (صحیفہ زریں ص) ملک کشمیر بعوض خیرخواہی کے جناب نواب گورنر جنرل بہادر نے دیدیا (سیر گلشن ہند) سکھوں کی پہلی لڑائی کے بعد جو انگریزوں سے معاہدہ ہوا اُس کی دفعہ دوازدہم میں یہ فقرہ ہے (برٹش گورنمنٹ بھی راجہ گلاب سنگھ کے حسن خدمات کے صلہ میں جو اس نے برٹش گورنمنٹ کی کی ہیں اس ملک میں (جموں) اس کی آزادانہ راج کو منظور کرتی ہے، تاریخ عروج عہد سلطنت انگلشیہ ہند ۱۹۰۴ء ص۱۹۰) امرتسر ۱۵ مارچ ۱۸۴۶ء کو گورنر جنرل نے گلاب سنگھ کو حسب ضابطہ مہاراج کا خطاب عنایت کیا۔ اسکے شکریہ میں مہاراج نے ہاتھ جوڑ کر بڑی گرمجوشی سے کہا کہ حضور کی ان عنایات اور احسانات کے سبب میں حضور کا زرخرید غلام ہوگیا (حوالہ مذکور ص۱۹۲) جب سکھوں نے انگریزوں سے شکست کھائی تو تاوان جنگ میں کشمیر معہ دیگر علاقوں کے انگریزوں کو دیا، انگریزوں نے پچھتر لاکھ روپیہ لیکر اپنے خیرخواہ راجہ گلاب سنگھ کے حوالے کردیا۔ اس کا عہدنامہ امرتسر میں مارچ ۱۸۴۶ء ہوا اور مہاراجہ گلاب سنگھ نے انگریزوں کی ماتحتی قبول کی، اس حوالگی اور مہاراجہ کے طرز حکومت کے متعلق لالہ شیو پرشاد لکھتے ہیں افسوس صد افسوس کشمیر سا گلزار سراپا بہار مقام دنیا کا بہشت سرکار نے ایک دیو سرشت کے حوالے کیا اور ایسا نفیس علاقہ گلاب سنگھ سے قصاب بے درد کے پنجے میں پھنسا دیا۔ مہاراجہ کے سارے ظلم کا بیان لکھنے کو ایک دفتر چاہیئے۔ اگر دھوبی کو دھلائی کپڑے کی دو پیسے ملیں تو ایک پیسہ اس میں سے مہاراج لیں اگر رنڈی اپنی خرچی کا ایک روپیہ تماشبین سے پاوے۔ تو آٹھ آنہ اسمیں بھی سرکار کا حق ہے (جام جہاں نما جلد سوم مطبوعہ ۱۸۸۶ء ص۶۴ و ۶۶) اسی زمانے کے متعلق کسی نے یہ شعر کہا تھا

ع — ہے یہ وردِ زبانِ اہل خراج ÷ دھرم کا راج ملک کا تاراج

۱۸۴۶ء میں عہدنامہ امرت سر کے بعد مہاراجہ گلاب سنگھ نے دیوان لکھپت رائے کو کشمیر پر قبضہ کرنے کیلئے بھیجا، دربار لاہور کے وزیر لال سنگھ نے اپنے صوبیدار شیخ امام الدین کو لکھا کہ قبضہ نہ دیا جائے، شیخ نے قبضہ دینے سے انکار کیا اسپر جنگ ہوئی دیوان لکھپت رائے مارا گیا، مہاراجہ نے سرکار انگریزی سے فریاد کی آخر مسٹر ہنری لارنس نے رضامندی سے شیخ سے قبضہ دلا دیا یہاں سے جموں کے تاریخی حالات کشمیر اور مہاراجہ گلاب سنگھ کے بعض سابقہ کارنامے تاریخ کشمیر میں مل جاتے ہیں ۱۸۱۲ء میں اسکردو (لداخ کا ایک شہر) کا راجہ احمد شاہ تھا۔ اس پر مہاراجہ کے گورنر نے حملہ کر کے فتح کیا۔ مؤلف گلدستہ کشمیر لکھتے ہیں اسکردو جاتے ہوئے ایک گاؤں کے زمیندار نے مقابلہ کیا۔ ایک آدمی ڈوگروں کا مارا گیا۔ اس پر گاؤں کا قتل عام کر کے ویران کیا گیا (ص ۱۸۷) اس کے بعد حصورا پر حملہ کیا گیا۔ حصورا میں سکھوں کا راج تھا اس پر مہاراجہ رنجیت سنگھ کی ناراضگی کے خوف سے بموجب ارشاد اپنے مالک کے مہاراجہ گلاب سنگھ کا وزیر وہاں سے واپس پھرا، (گلدستہ کشمیر ص ۱۸۸)۔ یہ حملے کشمیر ملنے سے پہلے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی حیات میں ہوئے تھے۔ راجہ حصورا قید ہو کر آیا۔ کشمیر ملنے کے بعد) اس کے قلعہ کو آگ لگا دی گئی (گلدستہ کشمیر ص ۱۸۸) ۱۸۴۰ء میں چلاسیوں کے قلعہ پر حملہ کیا گیا وہ قلعہ بند ہو گئے۔ مہاراجہ کے جرنل نے قلعہ والوں کا پانی بند کر دیا جب وہ پیاس سے بیتاب ہوئے تو چور دروازے سے نکل کر بھاگ گئے۔ (تاریخ ریاست جموں و کشمیر) فتح سکردو کے بعد گلگت پر حملہ کیا گیا۔ گوہر رحمان راجہ الیسین آٹھ برس تک لڑتا رہا۔ آخر مغلوب ہوا۔ فوج نے اس کے قلعہ کو گرا کر مکانات کو جلا دیا (گلدستہ کشمیر ص ۱۹۶)۔ کرمچی ایک مقام کا نام ہے یہاں بھٹیال ذات کا میاں راجپوت رئیس تھا۔ ریاست جموں کا خراج گذار تھا۔ ۱۸۳۷ء میں مہاراجہ گلاب سنگھ نے اسکو بزور شمشیر دبا لیا۔ اکھنور (ریاست جموں کا ایک مقام ہے پانڈوں نے بھی اس قصبہ کے راجہ کے پاس پناہ لیکر بعد ازاں اس کو تباہ کیا تھا یہاں کے راجگان سلف کے بیداد گری کی نقلیں بہت مشہور ہیں۔ گلدستہ کشمیر ص ۲۶) اس نواح کو معہ میر (ایک قصبہ ہے) اور گیارہ قلعہ جات کے بزور شمشیر فتح کیا تھا۔ اس کے (اکھنور کے) پہلے

راجپوت راجے خود مختار تھے جن کو سید شاہ فریدالدین نے مسلمان کیا تھا۔ آخر میں راجہ تنگ سنگھ موسوم بہ سیف اللہ خان فرمانروا ہوا۔ اس کے وزیر لکھپت نے اس سے ناراض ہو کر مہاراجہ گلاب سنگھ کو ترغیب دی کہ اس قصبہ پر قبضہ کر لیں مطابق اس کے مہاراجہ گلاب سنگھ نے اپنی فوج جوں ہی قلعہ ڈڈی میں پہونچائی راجہ مذکور لاہور کو بھاگ آیا۔ اور مہاراجہ نے اس پر قبضہ کر لیا (گلدستہ کشمیر ص۲۸) مہاراجہ گلاب سنگھ کے عہد کی انتظامی حالت مؤلف گلدستہ کشمیر نے اسطرح بیان کی ہے۔ ان دنوں جموں میں لوٹ کھسوٹ کی اس قدر نوبت تھی کہ راہ روکی پگڑی و ٹوپی تک چور لوٹ لیتے تھے۔ (گلدستہ کشمیر ص۱۸۵) کشمیر کے مشہور مورخ منشی محمد شاہ سعادت لکھتے ہیں۔ لاہور کے متعصب سکھوں کی جابرانہ بلکہ وحشیانہ حکومت کے اختتام پر جموں کے باشندے راجپوت ڈوگروں نے اپنی تشدد آمیز عملداری کا مرکز بنایا۔ مہاراجہ گلاب سنگھ ڈوگرہ یہاں آیا (حالات یوز آسف ص۷) ڈیور صاحب نے اس مہاراجہ کو طامع لکھا ہے۔ مؤلف گلدستہ کشمیر نے بھی دبے لفظوں میں اس کو قبول کیا ہے۔ (یہ درست ہے کہ ایک ہری سنگھے روپیہ کو دیکھ کر اس طرح جھپٹ پڑتے تھے (گلاب سنگھ) جیسے کہ چیتا آہو پر، مگر اصل میں بہ نسبت خود کمائے ہوئے کے ان کو زر کی بہت قدر کی تھی گلدستہ کشمیر ص۱۸۵) ۱۸۵۳ء میں مہاراجہ گلاب سنگھ نے اپنے بیٹے مہاراجہ رنبیر سنگھ کو تخت نشین کر دیا اور کاروبار حکومت کے خود بھی نگران رہے۔ ۱۸۵۷ء میں انتقال کیا یہ مہاراجہ بہادر، جفاکش اور طماع تھے۔

مہاراجہ رنبیر سنگھ

یہ ۱۸۵۳ء میں تخت نشین کئے گئے مگر ۱۸۵۷ء تک مہاراجہ گلاب سنگھ زندہ رہے جو کاروبار کی نگرانی کرتے تھے۔ اس لئے ان کا عہد حکومت ۱۸۵۷ء سے سمجھنا چاہیئے۔ ان کے عہد میں مہاراجہ گلاب سنگھ کے عہد کی نسبت انتظام بہتر رہا۔ یہ انگریزوں کے مشورے کا باعث تھا پھر بھی گھر بھی جلائے گئے۔ عورتیں بھی قید کی گئیں۔ قتل و غارت بھی ہوا، مظالم بھی ہوئے تنگ آ کر رعایا نے بغاوتیں بھی کیں مہاراجہ نے ہر ایک موقعہ پر بحیثیت ایک ماتحت ریاست کی مثل دیگر وفاداروں

کے گورنمنٹ کا ساتھ دیا۔ ۱۸۶۵ء میں گلگت میں بغاوت ہوئی۔ ۱۸۶۸ء میں راجہ شیر احمد خان والی کرناہ منحرف ہوگیا۔ ۱۸۶۹ء میں یلین میں فساد ہوا۔ غرض چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوئیں۔ مخالف زیر کئے گئے۔ وزیر پنوں نے سخت مظالم کئے۔ اور اس وجہ سے چند بغاوتیں ہوئیں۔ مؤلف گلدستہ کشمیر نے بھی اس کے مظالم کا ذکر کیا ہے۔ (۱۹۳۷ء میں باشندگان گلگت رسد رسانی وغیرہ سے تنگ آکر کپتان مڈلف صاحب و لالہ رام کشن سے ناراض ہوگئے (صٓ۲۰۸) ۱۹۱۴ بکرم میں دیواونالہ والوں نے از راہ بغاوت شرارتیں کیں تھیں فوراً وہ سزائے اعمال کو پہونچائے گئے ان کے گھر جلائے گئے (صٓ۲۱۰) ۱۸۷۲ء میں ایک بڑا بلوہ ہوا۔ ۱۸۸۱ء میں باشندگان بھدرواہ نے کچھ ناراضگی ظاہر کی جس پر وہ قید بھی رہے (صٓ۲۱۸) گوہر امان کے بیٹوں کا فساد گلگت ہوا جس میں مستورات اس کی قید کر کے کشمیر پہونچائی گئیں۔ جواب تک محبوس ہیں (صٓ۲۰۷ گلدستہ کشمیر) پادری رجب علی تعلیقات میں اس راجہ کے متعلق لکھتے ہیں انتظامی اُمور میں ابتریاں ہوا کیں اور اب تک بھی رہیں (صٓ۱۳) مؤلف گلدستہ کشمیر نے انتظامی حالت اس طرح بیان کی ہے۔ جہاں سترہ لاکھ روپیہ اس تجارت کا ملک میں پھیلتا تھا اور تیرہ لاکھ خزانہ عامرہ میں آتا تھا وہاں اب صرف زکات (غالباً چنگی مراد ہے کیونکہ راجپوتانہ میں چنگی کو زکات کہتے ہیں) کے کچھ روپیہ کی آمدنی باقی رہگئی ہے۔ شاستری تعلیم کو بھی از بس تنزل ہو رہا ہے (۲۲۸) رعایائے کشمیر اس وزیر (وزیر پنو) سے بہت تنگ ہوگئی بلکہ اب کوہستان جموں میں بھی جس کے منہ سے سنو یہ کہتا ہے کہ کشمیر کو سبز باغ بنا کر اب کوہستان کے لئے سنگ جفا پھینک رہا ہے (صٓ۲۲۴) ہنوی صاحب کی مہربانی سے چند بقصور اسیر ہوئے (صٓ۲۲۵ گلدستہ کشمیر) اسی صفحہ پر تغلب شالی کا ایک طویل واقعہ لکھا ہے یہ مہاراجہ متعصب تھا۔ پہلے ایک قوم راجپوت میاں کہلاتی تھی چونکہ میاں ایک مسلمانوں کا لفظ ہے مہاراجہ کو اچھا معلوم ہوا حکمدیا کہ کوئی میاں نہ کہلائے ٹھاکر کہا جائے، مسلمان جرال راجپوتونکو ہندو بیٹیاں دیتے تھے اور اس وجہ سے فریقین میں خوشگوار تعلقات رہتے تھے، مہاراجہ نے حکمدیا کہ کوئی مسلمان کو بیٹی نہ دے اس کے حوالے کئی جگہ نقل کئے جا چکے ہیں۔

پنڈت شیو نراین رینہ وکیل چیف کورٹ پنجاب لکھتے ہیں لیکن آپس کا میل جول برابر قایم رہا تھا۔ (کشمیری پنڈتوں اور مسلمانوں میں) اب ہندو راجہ کے ہونے سے چھوت چھات زیادہ ہو گئی ہے (کشمیری پنڈت ص۳۵) ۱۸۸۵ء میں مہاراجہ کا انتقال ہو گیا۔ اس کے عہد میں عدالتیں قایم ہوئیں شفاخانہ کھولا گیا۔ چند مکانات تعمیر ہوئے ٹکسال اور کارخانہ اسلحہ سازی قایم ہوا۔ بعض عربی و سنسکرت کتابوں کے ترجمے ہوئے چند سڑکیں تعمیر ہوئیں۔ ۱۸۷۷ء میں قحط پڑا۔ تو اس میں مہاراجہ نے بیس لاکھ روپیہ خرچ کیا۔

مہاراجہ پرتاب سنگھ

یہ مہاراجہ رنبیر سنگھ کے بیٹے تھے۔ ان کی جگہ ۱۸۸۵ء میں گدی نشیں ہوئے۔ اس مہاراجہ کے عہد حکومت کے متعلق پادری رجب علی تعلیقات میں لکھتے ہیں، یہ مانا کہ وہ چند دنوں میں ایسے بڑے ملک کا انتظام جیسا کہ چاہیے تھا نہیں کرسکے جموں اور کشمیر کا انتظام اچھا نہیں (ص۱۴)۔ ہندوستان کے بعض اور انڈیپنڈنٹ اور عالیجاہ اور معزز ریاستوں کے انتظام کے ساتھ جیسے کہ دولت آصفیہ حیدرآباد دکن، پٹیالہ پنجاب، الور راجپوتانہ وغیرہ وغیرہ میں جموں اور کشمیر کے انتظام کو مقابلہ میں رکھا جائے تو بھی یہی نتیجہ نکلیگا کہ جموں اور کشمیر کا انتظام لاریب بہت کچھ اصلاح طلب ہے (ص۱۵) کشمیر میں جو جو ظلم و ستم ڈھایا جاتا ہے کیا پنجاب ریویو کو اس سے نامحرم سمجھتے ہو نہیں وہ نامحرم نہیں وہ خوب جانتا ہے جو جو فطرتیں اور کارستانیاں اہلکاروں کی بدولت ہوتی ہیں (ص۳۱) غرضکہ ہماری مفتخر ریاست جموں و کشمیر کی حالت بہت ہی اصلاح کے قابل ہے۔ (ص۵۳) کشمیریوں کی حالت کو جو وہاں کی مقہور و مظلوم و کس مپرس رعایا ہے کون نہیں کہسکتا کہ وہ گویا اس دنیا میں بے خدا ہیں (ص۵۵) ان بیچاروں کی شومیٔ اعمال نے سکھ گورمنٹ کی صورت پکڑلی مگر جو نئی اور نرالی صورت کی آفت اب ہے اس کی نسبت یہ کہنا قریباً الہام سے کہنا ہے ؎

ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام ؎ ایک مرگِ ناگہانی اور ہے

یہاں تک کہ اگر صرف ایک اسی پوائنٹ پر مطالبہ ہو تو ریاست جموں اور کشمیر اور اس کے عالیجناب

مہاراجہ صاحب بہادر دام حشمتہم کا ذرا بھی پتہ نہ لگے۔ (ص ۵۷) ہم کیا کہیں جموں کے اہلکاروں کی کچھ خلقت (نیچر) ہی ایسی بگڑی ہوئی ہے کہ کوئی تدبیر اور بیٹں ہی نہیں جا سکتی جب ان کی عادتیں ہی سکینڈ نیچر (عادت ثانیہ) ہو رہی ہیں تو ان سے اصلاح کی امید کیسی قانون قدرت (نیچرل لا) کے عین خلاف ہے۔ (ص ۵۸) ہم تو اس بات کو بہت چھپاتے ہیں مگر ہرگز ہرگز ہمارے چھپائے نہیں چھپ سکتی کہ مہاراجہ پرتاب سنگھ صاحب بہادر دام اقبالہ کو جو ریاست جموں کشمیر کے والی حال ہیں ایک ادنیٰ معاملہ کی بھی سوجھ نہیں یا یوں کہیں تو بالکل سچ ہے کہ ان میں معاملات میں ادراک پیدا کرنے کا مادہ ہی نہیں رکھا گیا (ص ۶۲ تعلیقات) جب مہاراجہ انتظام ریاست کما حقہ نہ کر سکے، تو مجبوراً انہوں نے انتظام ریاست سے دست کشی اختیار کی۔ لالہ پراگ نراین لکھتے ہیں ۱۸۸۹ء میں مہاراجہ پرتاب سنگھ نے ریاست کی انتظامی حالت درست کرنے کی غرض سے انتظامی امور سے دستکشی کی ہز ہائینس کا استعفا قبول کیا گیا اور گورنمنٹ نے نظم و نسق ایک کونسل کے سپرد کیا۔ جس میں مہاراجہ صاحب کے دونوں بھائی اور کچھ چیدہ انگریزی افسر شریک کئے گئے۔ اور یہ قرار پایا کہ اگرچہ کونسل کو کامل اختیارات ہیں لیکن کوئی اہم کام بلا مشورہ رزیڈنٹ نکیا جائے۔ نومبر ۱۸۹۱ء میں مہاراجہ کی خواہش پر اقتدارات ان کو حاصل ہوئے اور سابقہ کونسل مہاراجہ کے زیر صدارت ہو گئی لیکن رزیڈنٹ کے صلاح و مشورہ کی شرط قایم رہی (صحیفۂ زرین ص ۴) آپ کے عہد میں کشمیر نے بڑے بڑے انقلاب دیکھے (رہنمائے کشمیر ص ۸۲) مشہور مفسد متعصب اخبار عام کے ایک مضمون کی بنا پر شوریدہ سر اور متعفنی پنڈتوں کی ایک جماعت نے مسلمانان کشمیر کی سب سے اہم اور سب سے زیادہ عقیدہ کی متبرک عمارت خانقاہ معلی پر اینٹوں اور پتھروں سے حملہ کیا۔ اور جوتوں سمیت اندر جا کر اس کی بعض کھڑکیاں توڑ ڈالیں۔ ان پے در پے سختیوں نے مسلمانوں کو باور کرا دیا کہ ہمارے جذبات کو علانیہ پامال کیا جاتا ہے اور سزائیں دیکر اور ہم پر توپیں اور فوجیں لاکر ہم کو ڈرایا اور دھمکایا جاتا ہے کہ ہم حکام کے مظالم کے خلاف کوئی آواز بلند نہ کر سکیں (فغان کشمیر ص ۴) انتظام ریاست کیلئے ایک کونسل قایم کی مگر اس طرح کہ پنجۂ استبداد ڈھیلا نہ پڑے۔ اور نمایشی طور پر حق طلبوں کی اشک شوئی نظر آئے (حوالہ مذکور)

اس زمانہ میں ڈاک کا انتظام انگریزی ڈاکخانوں کے سپرد ہوا۔ سری نگر اور جموں میں میونسپل کمیٹیاں قایم ہوئیں چند مدرسے کھولے گئے۔ دفتروں میں ڈوگری اور فارسی کی جگہ اُردو رایج ہوئی ۱۹۲۵ء میں مہاراجہ کا انتقال ہوا۔

مہاراجہ ہری سنگھ موجودہ فرمانروائے کشمیر

مہاراجہ پرتاب سنگھ لاولد مرے اس لئے ان کی جگہ ان کے بھتیجے ہری سنگھ ولد راجہ امر سنگھ ۱۹۲۶ء میں گدی نشین ہوئے مہاراجہ ہری سنگھ کے بیٹے کا جو اب ولیعہد ہے کرن سنگھ نام ہے مہاراجہ ہری سنگھ اپنے چچا کے عہد میں سپہ سالاری اور سینیر ممبری کے عہدوں پر فایز رہ چکے ہیں۔ یورپ وغیرہ کی سیاحت بھی کی ہے گورنمنٹ سے موروثی اعزازات وخطابات بھی پائے ہیں ۱۹۲۸ء میں سیلاب آیا اور آگ لگی کم سنی کی شادی کی ممانعت اور کم سنی میں تمباکو نوشی کی ممانعت کے قوانین پاس ہوئے سری نگر وجموں میں زنانہ اسکول قایم ہوئے ۱۹۳۰ء میں ٹڈی دل آیا اوسکے ہلاک کرنے پر بہت روپیہ صرف کیا۔ چند سڑکیں اور عمارتیں تعمیر ہوئیں لیکن کشمیری جس ادبار میں سکھوں کے عہد حکومت سے مبتلا ہیں اس میں کچھ اضافہ ہی ہو گیا ہے۔ کمی کی کوئی صورت نہیں نوّے فیصدی رعایا پریشان اور اپنے حقوق کی پامالی پر نالاں ہے۔ تنگ آکر جب رعایا نے حقوق طلبی کیلئے اپنی جدّوجہد شروع کی تو ان پر وحشیانہ تشدّد کیا گیا۔ حقوق طلب جماعت کے بعض مطالبات یہ ہیں (۱) ان کی تعلیم کا کافی انتظام کیا جائے (۲) ملازمتوں میں واجبی حصّہ دیا جائے (۳) ٹیکس کم کئے جائیں (۴) مساجد جو ریاست کے قبضہ میں ہیں واگذاشت کیجائیں۔

جب ریاست کا جبر وتشدّد حد سے گذر گیا۔ اور کم سن معصوم بچّے اور عورتیں بھی حیا سوز مظالم سے محفوظ نہ رہے تو کچھ بلوے ہوئے آخر گورنمنٹ نے ایک کمیشن مقرر کیا۔ اس کمیشن نے جس قدر حقوق کی سفارش کی اس پر اہلکاروں کی کارستانی سے عملدرآمد نہو سکا۔ آخر پھر مطالبہ اور جدوجہد شروع ہوئی ریاست کیطرف سے پھر وہی تشدّد شروع ہوا۔ اب اخبارات سے معلوم ہوا کہ چند مساجد ومتبرک مقامات مسلمانوں کے حوالے کئے گئے ہیں۔ (اخبار زمیندار لاہور ۹۔ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

ایک کشمیری شاعر نے کشمیر کے حالات کے متعلق باوقات متفرق بہت سی نظمیں لکھی ہیں اس میں سے چند اشعار نقل کیے جاتے جن سے ریاست کے انتظام اور ملک و رعایا کی حالت پر روشنی پڑتی ہے ؎

بیگار کا جو ڈر ہے وہ موت سوا ہے ‏ ظالم نے کر دیا ہے جینا حرام اپنا

تعلیم ہونے سے ہدف سب کا ہے کشمیر ‏ جو چاہے وہ اب تیر ملامت کی چلائے

بد دلی پھیلی ہوئی یکسر ہے شیخ و شاب میں ‏ ہم مہاجر آ گئے کشمیر سے پنجاب میں

ظلم تو آئین ہے اور لب کشائی جرم ہے ‏ بہر خاموشی بنی گویا زبان کاشمیر

گو ہوا سے بھی بہت سستا ہے جل کشمیر میں ‏ ٹیکس نے مہنگا کیا پانی کا نل کشمیر میں

مضطرب ہیں سب ملازم اور پبلک بیقرار ‏ اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا خلل کشمیر میں

تیری بے آئین باتوں پر تو قانونی غلاف ‏ میری خفگوئی پہ قایم جرم ہے تعزیر کا

پیٹ کے بھوکوں پہ ظالم اسقدر جور و ستم ‏ آہ فریادی نہیں لقمہ دہان تیر کا

(ماخوذ از کلام فوق)

ہر محکمہ کو پایا مسلمان سے خالی ‏ گو دیکھا مسلمان کو پنڈت سے زیادہ

(فغان کشمیر ص۳۱)

فروری ۱۹۳۲ء میں فقیر بغرض مطالعہ کتب یونیورسٹی لائبریری لاہور تاج محل ہوٹل لاہور میں مقیم تھا اس زمانہ میں کشمیر میں مطالبہ حقوق کی جدوجہد شروع ہو گئی تھی۔ ریاست نے حقوق طلبوں پر ناگفتہ بہ سختیاں کیں۔ چند جلاوطن۔ چند مفرور چند سزا یافتہ، لاہور میں بحال تباہ پھر رہے تھے۔ ان میں نابالغ بچے بھی تھے۔ ایک بچہ گایا کرتا تھا ؎

بولا ادھر وزیر وزارت کہاں بنرن ‏ ؛ ‏ اٹھا ادھر سے بید لئے ایک دیوتن ؛

دیکھی گئی نہ حالت زندانی محن ‏ ؛ ‏ لرزش سے کانپ کانپ گیا گنبد کہن

ہیں ٹکٹکی سے ہاتھ جکڑ کر بندھے ہوئے

ممکن نہیں عذاب میں پہلو بدل سکے

کریما بہ بخشائے بر حال ما،، کہ پڑتے ہیں کوڑے ہمیں بے خطا

نگہدار ما را از راہ خطا، بکن صبر بر تازیانہ عطا،

رسد از عنایت بفریاد ما، حبیب خدا اشرف انبیا،

یہ نظمیں اخبارات میں بھی شائع ہوئیں تھیں۔ پہلی اخبار آزاد لاہور ۱۵ فروری ۱۹۳۲ء میں دوسری اخبار صداقت سری نگر، فروری ۱۹۳۲ء میں۔ اس موقعہ پر شعراء کشمیر کے جو اشعار ہم نے نقل کئے ہیں ممکن ہے کہ ان کو دیکھکر ناظرین میں سے کوئی صاحب باعتبار فن سخن اعتراض کرنے لگیں لہذا عرض ہے کہ نقل کرنے والا تو معذور ہے اس کا کام نقل مطابق اصل ہے اور یہ شعرا بھی معذور ہیں ستم رسیدہ ہیں ایسے مصائب میں دل و دماغ کا صحیح کام کرنا مشکل ہے۔ شعر کیسے ہی ہوں درد ضرور ہے۔ درد کیوں نہو درد بھرے دلوں سے نکلے ہیں۔ حق طلبوں کی جدو جہد، ریاست کے جبر و تشدد کی خبروں سے اس زمانے میں اخبارات بھرے ہوئے تھے۔ اخبار زمیندار لاہور نے جموں کشمیر کانفرنس کی روئداد شایع کی تھی اس میں ہے (جموں کشمیر کانفرنس کا یہ اجلاس حکومت کی موجودہ متشددانہ حکمت عملی کی پرزور مذمت کرتا ہے کہ اس نے پر امن جلوسوں کو فوجی طاقت کا استعمال کرکے منتشر کیا اور معصوم بچوں اور معزز رہنماؤں کو بید کی سزا دی جو نہایت وحشیانہ اور انسانیت سوز ہے (۱۴ فروری ۱۹۳۲ء) سر البین بنرجی وزیر سیاست ریاست کشمیر نے کشمیر کے متعلق ایک مضمون شایع کرایا تھا اس کے چند فقرات یہ ہیں۔ (اس ریاست کی آبادی اُن بے شمار بد نصیب مسلمانوں پر مشتمل ہے جو بالکل جاہل ہیں اور غربت و افلاس کی زندگی بسر کرتے ہیں اور عملی حیثیت سے اُن پر اس طرح حکومت کیجاتی ہے جس طرح لاٹھی سے ہانکے ہوئے جانوروں پر کیجاتی ہے۔ (غازیان ہند صفحہ ۵)

پنڈت پرمیشور ناتھ کول بیرسٹر نے بھی ایک مضمون شایع کرایا تھا۔ اس کے چند فقرات یہ ہیں (ہر سال موسم سرما میں مفلس قحط زدہ کشمیری رعایا برطانوی ہند کو چلے جانے کیلئے اسوجہ سے مجبور ہو جاتے ہیں کہ وہاں قلیل ذرایع آمدنی پیدا کرکے اس آمدنی سے حکومت کشمیر کے مطالبات کی تکمیل کرے۔

(غازیان ہند صفحہ ۷۶)

باب پنجم

تاریخ جامع مسجد سری نگر

سری نگر کی جامع مسجد باعتبار وسعت وخوبصورتی دنیا کی نادر عمارتوں میں سے ہے یہ سلطان سکندر مرحوم کی تعمیر کردہ ہے متعصبین کہتے ہیں کہ مندر تارا پیڈ کو ڈھا کر بنائی گئی لیکن جو فہرست گلدستہ کشمیر سے ہم نے قدیم منادر کی نقل کی ہے اس میں تارا پیڈ مندر کے متعلق لکھا ہے کہ کھنڈرات باقی ہیں اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مندر کی جگہ مسجد نہیں بنائی گئی بلکہ علیحدہ قریب بنائی گئی مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے۔ ہنود مسلمان شدہ نے اوّل دفعہ اپنے معابد ومنادر کے پاس مقبرہ ومساجد بنائے (م۲ حصّہ اوّل) اگر یہ مطلب لیا جائے کہ مندر کا مال مصالحہ لگایا گیا تو بھی صحیح نہیں۔ ذمّی رعایا کے معابد منہدم کرنا یا ان کی رعایا کی ارضی پر تصرف کرنا اور کسی طرح جبر سے ان کے مال کا استعمال کرنا شرعاً جائز نہیں بلکہ گناہ عظیم ہے سلطان سکندر ایسا جاہل نہ تھا کہ مسجد ثواب کیلئے بناتا اور اُلٹا عذاب سر لیتا۔ مندر تارا پیڈ عدم مرمت سے بوجہ امتداد زمانہ خود منہدم ہوا اور بھی بعض مندر منہدم ہوئے، ان کا مال ومصالحہ اور عمارتوں میں لگا۔ مؤلف گلدستہ کشمیر کا بیان منہدمہ مندروں کے مصالحہ کے متعلق یہ ہے۔ اور بہت سی تعمیرات اور دیواروں میں جو کہ دریا کے کنارہ پر ہیں مصالحہ اُن کے لگے ہوئے صاف دکھلائی دیتے ہیں (ضمیمہ گلدستہ کشمیر م۸) گمان غالب ہے کہ ان عمارتوں کیلئے متولیوں سے یہ مصالحہ بقیمت لیا گیا ہو اور ممکن ہے جس طرح لاوارث اینٹ پتھر وغیرہ گرا پڑا لوگ اُٹھا لیتے ہیں اس طرح لیا گیا ہو غرض یہاں اس سے بحث نہیں ذکر یہ ہے کہ مسجد میں نہیں لگا۔ ہندؤں کی یہ عادت ہے کہ جہاں کوئی قدیم مسجد دیکھی کہہ دیتے ہیں کہ مندر

توڑ کر بنائی گئی ہے۔ مسجد گلبرگہ (دکن) کے متعلق ہندوؤں نے یہی مشہور کیا تھا لیکن جلسہ آثار قدیمہ میں جو زیر صدارت مسٹر برٹن منعقد ہوا تھا اس مسجد کے متعلق یہ ثابت ہوا کہ یہ ابتدا ہی سے مسجد ہے (غازیان ہندص ۱۵۲) اسی مسجد کے متعلق سر مہاراجہ کشن پرشاد بہادر شاد رقمطراز ہیں مسجد کا نقشہ کم و بیش قرطبہ کے نمونے پر ہے جہاں آجکل مسجد ہے یہاں پہلے مندر تھا۔ مسجد کے اندر بعض جگہ مورتیں اور دیوتاؤں کی شکلیں نظر آتی ہیں۔ فقیر شاد کو اس کی صحت میں تامل ہے کہ مسجد میں ہندی تعمیر کی شان ہی نظر نہیں آتی اسلامی تعمیر کی جھلک پائی جاتی ہے کوئی شے اس مسجد میں ہندو وضع کی نہیں (روزنامچہ گلبرگہ ص ۳۳) مسجد موضع بیا اور علاقہ بھرتپور کے متعلق ہندوؤں نے یہی دعوی کیا۔ راجہ بھرتپور نے تحقیقات کی تو یہ دعوی غلط ثابت ہوا (غازیان ہند ص ۱۵۲) کشمیر کے مشہور مسلمان درویش بابا بام دین کے مزار کو بعض ہندو کہتے ہیں ترجمہ راج ترنگنی میں ہے دریائے لار کے بائیں کنارے کی طرف بمزو میں جو قدیم مندر پایا جاتا ہے اس کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ وہ بھیم شاہی کا مندر تھا۔ یہ مندر آجکل ایک اسلامی زیارت کی صورت میں تبدیل ہو چکا ہے اور چونکہ اس کے اندر باہر پلسٹر کی موٹی تہ بھری ہوئی ہے اس لئے اس کی تفصیلی باتوں پر غور نہیں ہو سکتا اس عمارت کی مفصل کیفیت بشپ کوئی نے جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی بنگال بابت ۱۸۶۶ء کے صفحہ ص ۱۰۰ پر درج کی ہے اس مندر کے متعلق آجکل خیال کیا جاتا ہے کہ یہاں پر ایک مسلمان ولی بابا بام دین صاحب کی آرام گاہ ہے اور اس وادی کے اکثر مسلمان یہاں زیارت کیلئے آتے ہیں لیکن مقامی طور پر روایت مشہور ہے کہ یہ ولی جس نے اس جگہ کو اپنے لئے بنایا دراصل پہلے ایک ہندو سادھو تھا اس زیارت کے متعلق کشمیری روایات کی رو سے جن کا ایک مسودہ مس کن صاحبہ کو اسوقت مل گیا تھا جب وہ ستمبر ۱۸۹۱ء میں وہاں گئے تھے معلوم ہوتا ہے کہ اس سادھو کا نام تبدیل مذہب سے پہلے بھوم سادی تھا (حاشیہ ص ۱۳۵) اس بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بھوم سادی کا یہاں قیام تھا اس کے معتقد اکثر آتے تھے جب وہ مسلمان ہو گئے مسلمان آنے لگے مرنیکے بعد وہ یہیں دفن ہوئے نہ کوئی مندر تھا نہ مٹھ تھا

ہندؤں کو اس نسبت سے اب اس کا مندر بتانا آسان ہے۔ ایسا ہی حال جامع مسجد سرینگر کا ہے یہ مسجد مندر زنارا پیڈ کے کھنڈرات کے قریب ہے۔ سلطان سکندر مرحوم نے ۸۰۱ھ میں تعمیر شروع کرائی۔ ۸۰۴ھ ہجری میں مکمل ہوئی۔ یہ فن تعمیر کا ایک حیرت انگیز نمونہ ہے بلاخوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ بلحاظ وسعت سقف ونوعیت عمارت اس کے پایہ کی کوئی مسجد ہندوستان میں نہیں اس کی تاریخ جامع مسجد کشمیری ہے (۸۰۱ھ)۔ مسجد کی عمارت کا سلسلہ ایک ہموار سطح رقبہ کو چاروں طرف گھیرے ہوئے ہے درمیان میں ایک وسیع صحن ہے جس میں چنار کے درخت لگے ہوئے ہیں۔ مسجد میں داخل ہونے کے لئے وسط میں میناروں کے نیچے تین طرف شاندار پھاٹک لگے ہوئے ہیں جنوبی دروازہ پر چند قدیم کتبہ جات منقش پر حجر لگے ہیں۔ شمالی دروازہ اسی دروازے کی نقل ہے مغرب کی جانب بجائے پھاٹک خوبصورت محراب و منبر نظر آتے ہیں آنے جانے کیلئے اسی کی طرف ایک چھوٹا دروازہ دالان کے ایک سمت لگا ہوا ہے (زمانہ سابق میں مشرقی دروازے کے نیچے سے نہر لچھمی جو سلطان سکندر کے وزیر سیہ بٹ عرف سیف الدین کی بیٹی لچھمہ لوی نے جوئے بڈشاہی سے نکلوائی تھی وہ صحن مسجد میں پہونچکر حوض کو جو سنگ سیاہ کا تھا بھر کر مغربی دروازے سے نکل جاتی تھی (یہ نہر اب نہیں ہے) عین وسط صحن میں ایک چھوٹی سی بارہ دری ہے، اس کو بانگی مسجد کہتے ہیں، کہتے ہیں کہ یہ اُمراء کے نماز پڑھنے کیلئے تھی مگر یہ خیال صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ مساجد میں کہیں یہ خصوصیت نہیں دیکھی گئی وہاں تو یہ عالم ہوتا ہے ؎

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

اور مسلمان اس کو گوارہ بھی نہیں کر سکتے تھے بعض کہتے ہیں کہ اس پر اذان خطبہ ہوتی تھی اور اسکے اندر بیگمات سلطانی نماز پڑھتی تھیں یہی صحیح ہے اس کے نام کے معنی سے بھی اس خیال کی تائید ہوتی ہے صحن کے چاروں طرف دالان ہیں جنکی چھتیں لکڑی (۳۷۸) ستونوں پر قائم ہیں یہ ستون بلحاظ طول و عرض نادرات زمانہ سے ہیں ہر دالان کے وسط میں ایک مینار ہے جو بہت

بلند ہے اور جو آٹھ لکڑی کے ستونوں پر کھڑا ہے اِن ستونوں کا طول پچاس فٹ اور لپیٹ ۶½ فٹ ہے ایسے (۳۲) ستون مختلف میناروں کے نیچے ہیں ان کے علاوہ (۳۴۶) چوبی ستون ہیں جو (۲۴) فٹ لمبے اور ۵ فٹ موٹے ہیں۔ ہر ستون کے نیچے خوبصورت مونڈھے تراشے ہوئے پتھر کے ہیں۔ مسجد کی دیواریں بہت چوڑی ہیں۔ جو بھاری بھاری پتھروں کی سلوں سے بنی ہیں۔ مسجد کے اطراف شمالی وجنوبی (۳۸۴) فٹ ۲ انچ لمبے ہیں مشرقی طرف (۳۷۸) فٹ اور مغربی (۳۸۱) فٹ ہے یہ طول وعرض اس لئے رکھا گیا تھا کہ مسجد میں مدامام (۳۳۳۳۴) آدمی نماز پڑھ سکیں اس طرح ہر سجدہ میں ایک لاکھ مرتبہ (سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلیٰ) کا ورد ہو جائے مسجد کی چھتیں بھوج پتر اور مٹی سے پٹی ہوئی ہیں جن کا منظر موسم بہار میں پھولوں کی کثرت سے غایت درجہ خوبصورت ودل آویز ہوتا ہے ان میں بعض پھول ایسے ہیں جو کشمیر میں دوسری جگہ نہیں ۸۸۵ھ (۱۴۷۹ء) ہجری میں یہ مسجد آگ لگنے سے جل گئی۔ بادشاہ وقت سلطان حسن شاہ نے اسکو اسی طرز پر پھر تعمیر کرایا۔ سلطان حسن نے سلطانخانہ مسجد محراب کے حصّہ کی گلکاری زرنگاری اور خط کشی پر خاص توجہ کی اور کتبے لگوائے، چنار کے درخت از سر نو لگوائے انمیں سے بعض درخت ابتک موجود ہیں اس تعمیر کی تاریخ مَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْویٰ ۸۸۵ھ ہے لیکن اس تعمیر کے مکمل ہونیسے قبل سلطان نے وفات پائی۔ باقی کام ابراہیم بن احمد ماکری وزیر نے ۹۰۹ھ تک مکمل کرایا۔ ۹۹۴ھ (۱۵۸۶ء) میں بعہد یعقوب شاہ چک قاضی موسیٰ شہید نے چھت کی مرمّت کرائی۔ ۱۰۲۹ھ (۱۶۲۰ء) میں عید الفطر کے دن آگ لگی۔ شہر کے ہزاروں مکانات جل گئے جامع مسجد بھی جل گئی۔ یہ زمانہ جہانگیر بادشاہ کا تھا بادشاہ ہو قت کشمیر ہی میں تھا۔ جب مسجد جلنی شروع ہوئی پیدل بھاگتا آیا اور ادنیٰ مزدوروں کی طرح خود آگ بجھانے میں مصروف ہو گیا۔ جہانگیر کے حکم سے سترہ برس میں پھر مسجد تعمیر ہوئی۔ اس تعمیر کا مہتمم رئیس الملک حیدر ملک تھا۔ اس نے علاوہ عطیہ شاہی کے ذاتی روپیہ بھی لگایا۔ اس تعمیر کا قطعہ تاریخ جنوبی دروازہ پر ایک پتھر پر کندہ ہے جو بخط ملّا محمد زرین قلم ہے

۵ نخستین مسجد جامع زشہ اسکندر ثانی   عمارت یافت وانگہ سوخت از تقدیر سبحانی

دگربارہ حسن شاہ آنکہ بُد از نسلِ پاکِ او | بشد بانی این مسجد ہم از توفیق ربانی ،
ولیکن از دو جانب نے ستون آراست نے سقفش | زابراہیم احمد ماگری شد راست تا دانی
ز ہجرت نہ صد نہ بود تا دور محمد شاہ | کہ این جنت سرا شد زینت دین مسلمانی
بتاریخ ہزار و بست و نہ از ہجرت سیّد | بروز عید روزہ سوختہ در نوبت ثانی
ملک حیدر رئیس الملک در عہد جہانگیری | نہاد از نو بنایش باز روز عید قربانی،

چو تاریخ بنایش جست گفتا ہاتف غیبی
نہاد از نو اساسش بازگاہ عید قربانی
۱۰۶۶ھ

سلطان سکندر کے بیٹے سلطان زین العابدین نے مسجد کے شمالی جانب مدرسہ تعمیر کرایا تھا اور
مسجد و مدرسہ کے اخراجات کے لئے چند مواضعات وقف کئے تھے جہانگیر نے اور دیہات اس پر اضافہ
کئے اس کے بعد دیگر شاہان مغلیہ و افاغنہ اس جاگیر پر اضافہ ہی کرتے رہے۔ شاہجہان جب تخت نشین
ہوا تو نواب اعتقاد خان صوبیدار کشمیر تھا یہ سخت گیر تھا۔ بادشاہ نے اس کو برخاست کر کے نواب
ظفر خان کو صوبیدار مقرر کیا اور اعتقاد خان کے مظالم و بدعات کو مسترد کرنے کا فرمان صادر کیا،
یہ فرمان ایک پتھر پر کندہ کرا کر جامع مسجد کے جنوبی دروازے کی دیوار میں دہنی طرف نصب کیا گیا
جو آج تک موجود ہے اور شاہجہان کے عدل و انصاف کی شہادت دے رہا ہے سنہ ۱۰۸۴ھ (۱۶۷۴ء) میں پھر آگ
لگی بارہ ہزار مکانات جل گئے مسجد بھی جل گئی۔ یہ اورنگ زیب عالمگیر کا زمانہ تھا۔ جب اس حادثہ
کی اطلاع اورنگ زیب کو ہوئی تو دریافت کیا کہ صحن میں جو چنار کے درخت تھے اُن کا کیا حال ہے؟
عرض کیا گیا کہ درخت موجود ہیں بادشاہ نے فوراً دوگانہ شکر ادا کیا اور درباریوں سے کہا کہ میں نے
یہ نفل اس لئے پڑھے ہے کہ خداوند کریم نے مجھسے اپنے گھر کی خدمت لینا منظور فرمایا۔ اس مسجد کو میں
تعمیر کروں گا لیکن چنار کے درختوں کا چند سال میں اسی طرح کر دینا یہ میرے امکان سے باہر تھا،
اُن کا محفوظ رہنا بھی موجب شکر ہے۔ بادشاہ نے فوراً صوبیدار کشمیر کو فرمان بھیجا کہ جس جس کا گھر
جلا ہے اس کو سو سو روپیہ دیئے جائیں جب ان تمام سوختہ مکانات کی تعمیر کی خبر بادشاہ کو مل گئی،

ایک سال گذر گیا تھا۔ نواب قیام الدین خان صوبیدار و مُلّا محمد طاہر نقشبندی کو تعمیر مسجد پر مأمور کیا گیا اور حکم دیا (کہ ہر قدر کہ زر نقد و جنس بصرف جامع مسجد میرسد منجملہ اموال بادشاہی مجرا شناسند) صوبیدار نے منادی کرادی کہ جب تک جامع مسجد کی تکمیل نہو جائے کوئی معمار مزدور کہیں کام نکرنے پائے۔ سب مسجد میں کام کریں اس طرح تین برس میں مسجد مکمل ہوئی۔ سلطان سکندر کا نقشہ طول و عرض قایم رکھا گیا۔ البتہ سلطان خانہ کے مینار کو پانچ ہزار اشرفی کے سونے سے مطلا کیا گیا اور اسکی بام پر ایک مینار بنایا گیا کہ مؤذن اس پر چڑھ کر اذان دیا کرے اس مینار پر جانے کیلئے تین سو سیڑھیاں بنائی گئیں (اب نہیں ہیں) مشرقی مینار کے کلس پر چاندی کا ملمّع کیا گیا۔ محراب کے اوپر کے حصّہ کو اسماء آلٰہی سے مزیّن کیا گیا۔ مسجد کے قریب جو مکانات تھے وہ خرید کر مسمار کردئے گئے تاکہ آگے کو آگ لگنے کا خطرہ باقی نرہے۔ تیمور شاہ دُرّانی کے عہد میں ۱۱۹۰ھ ۱۷۷۶ء میں حاجی کریم داد خان صوبیدار نے مرمّت کرائی۔ ۱۲۰۳ھ ۱۷۸۹ء میں آزاد خان نے کچھ مرمّت کرائی۔ اور خدام مسجد کیلئے چھ ہزار روپیہ کے وظائف مقرر کئے۔ سکھوں کے عہد حکومت میں دیوان موتی رام صوبیدار نے ۱۲۳۵ھ ۱۸۲۰ء میں مسجد کے دروازے بند کرا دئے وظائف بند کرائے۔ جاگیرات ضبط کرلیں۔ ۱۲۴۷ھ ۱۸۳۱ء میں میہان سنگھ صوبیدار نے (انچار سرکی سوخ زار۔ چٹائی والی گھاس) کی آمدنی کو جو نصف جامع مسجد کو اور نصف عاشور خانہ زیدی بل کو ملتی تھی ضبط کرلیا۔ ۱۲۵۷ھ ۱۸۴۱ء میں شیخ غلام محی الدین صوبیدار نے مہاراجہ شیر سنگھ سے مسجد کی واگزاری کا حکم حاصل کرکے مسجد کو کھولدیا اور لچھمہ کول (نہر لچھمہ) کو جاری کیا۔ جامع مسجد کے قریب جو باؤلی تھی اس کو صاف کرایا۔ اس پر شیخ موصوف کا ذاتی روپیہ ڈیڑھ لاکھ صرف ہوا۔ ۱۲۸۲ھ ۱۸۶۷ء میں مسلمانوں نے چندے سے مرمّت کرائی۔ اس چندے میں مہاراجہ رنبیر سنگھ والی کشمیر نے چھ ہزار روپیہ دیا۔ اس دفعہ کافی مرمت نہو سکی۔ ۱۲۹۸ھ ۱۸۸۱ء میں پھر مسلمانوں نے چندے سے مرمّت کرائی اس دفعہ مہاراجہ رنبیر سنگھ نے نو ہزار چندہ دیا جنوبی دروازہ کے بائیں طرف اس دفعہ ایک چوبی تختہ نصب کرایا گیا جس پر مرمت کی مختصر تاریخ لکھی گئی۔ ۱۳۱۰ھ ۱۸۸۵ء میں نواب سر عبد الغنی خان نواب ڈھاکہ نے پانچ ہزار روپیہ مرمّت کیلئے بھیجا اس سے کچھ ضروری مرمّت ہوئی اس کے بعد نواب محمد حیات خان

ہوم ممبر کشمیر نے چندے سے مرمت کرائی اس میں مہاراجہ پرتاب سنگھ والی کشمیر نے بارہ ہزار چندہ دیا یہ مرمتیں اس عظیم الشان شاہی عمارت کیلئے کافی نہ تھیں، چنانچہ باوجود ان مرمتوں کے مسجد کی ایسی حالت ہوگئی کہ چھتیں گر گئیں دیواریں بوسیدہ ہوگئیں ۱۹۰۷ء میں لوگوں کے عرض معروض کرنے سے مہاراجہ پرتاب سنگھ نے حکم دیا کہ مرمت کیلئے چندہ کیا جائے کچھ خفیف چندہ ہوکر مرمت ہوئی۔ اور مسجد کی حالت کچھ درست نہ ہوئی۔ ۱۹۱۱ء میں آخر تمام ملک کشمیر کے مسلمانوں نے مہاراجہ سے متفقہ درخواست کی کہ اُن پر آدھ آنہ فی روپیہ مالگذاری میں اضافہ کرکے مسجد کی مرمت کا انتظام کیا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا شہریوں نے بھی چندہ دیا۔ اس درمیان میں مسٹر فریزر صاحب رزیڈنٹ کو بھی کو اس طرف توجہ ہوگئی۔ اب مہاراجہ پرتاب سنگھ نے بھی چالیس ہزار چندے کا وعدہ کیا۔ مسلمانوں نے عُلیا حضرت بیگم صاحبہ بھوپال سے درخواست کی کہ کوئی انجینیر مشورہ کیلئے کشمیر میں بھیجیں بیگم صاحبہ نے خان بہادر سید جعفر حسین انجینیر کو مامور کیا انہوں نے ڈیڑھ مہینہ قیام کرکے نقشہ جات وغیرہ مرتب کئے ہدایات تحریر کیں۔ اُن کے موافق کام شروع ہوا لیکن تمام دقتیں رفع نہ ہوسکیں اس لئے کمیٹی مسجد کا مشورہ ہوا کہ سر جان مارشل ڈائرکٹر محکمہ آثارات قدیمہ سے مشورہ لیا جائے۔ اس تجویز پر مسٹر کاب رزیڈنٹ کشمیر کو توجہ دلائی گئی مسٹر موصوف نے خود بھی چندہ دیا۔ اور گورنمنٹ سے سر جان مارشل کو طلب کیا۔ ۱۹۱۵ء میں سر جان مارشل نے آکر نقشہ مرتب کئے نوٹ تحریر کئے۔ اور مسٹر نج سپرنٹنڈنٹ محکمہ آثار قدیمہ کو گورنمنٹ سے تحریک کرکے مرمت مسجد کی خدمت پر مامور کرایا۔ گورنمنٹ ہند نے بھی پانچ ہزار چندہ دیا۔ اس دفعہ مرمت کا تخمینہ پانچ لاکھ کیا گیا۔ مسجد کے قریب جو چند مکانات تعمیر ہوگئے تھے جن سے آتشزدگی کا احتمال تھا۔ خرید کر مسمار کردئے گئے جس سے مسجد کے اطراف میں فراخی ہوگئی، جامع مسجد کے شرقی جانب باؤلی ہے جس کو ۱۱۵۶ھ میں خواجہ محمود دیدہ مری نے تعمیر کرایا تھا جامع مسجد کے وسط میں ایک پتھر پر اس کی تاریخ کندہ ہے جو بانی باؤلی ہی کی تصنیف ہے۔ ؎

برآمد چشمۂ فیض آلٰہی ٭ بجُسنِ سعیٔ مشت خاک راہی

بتوفیق خدا این کار محمود ٭ گرفت انجام از امداد شاہی

خلوصِ نیت وصدقِ ارادت شدہ صرف بنایش از دل و جان
ازین خوش چشمہ بانی چشم دارد کہ یابد شست وشوطومارعصیان
گناہ خلق گردد شستہ زین آب کہ باشد منبعش دریائے عرفان
بود وجہ کرایہ از دکاکین، پئے ترمیم حوض فیض احسان
چو نامم در ازل محمود کردی، الٰہی عاقبت محمود گردان
پئے تاریخ این فرخندہ بنیاد خرد گفتا کہ جاری فیض ما باد
۱۱۵۲ھ

(**نوٹ**) مادۂ تاریخ سے ۱۱۵۲ھ برآمد ہوتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ اوپر جو ۱۱۵۶ھ لکھا ہے وہ کاتب کی غلطی ہے۔

نقل فرمان شاہجہان جو جامع مسجد کے دروازہ پر نصب ہے

اللہ اکبر

شاہجہان بادشاہ عادل غازی

نقل فرمان سعادت نشان حضرت سلیمان مکان صاحبقران ثانی کہ بتاریخ ہفتم اسفندیار ماہ الٰہی حسب الالتماس کمترین خانہ زادان احسن اللہ خان المخاطب بہ ظفرخان درباب برطرف نمودن بدعتہائے کہ در زمان صوبہداران سابق در بلدۂ دلپذیر کشمیر شدہ بود وباعث خرابی رعایا وسکنہ این دیار بود شرفِ ورود یافتہ، چون ہمگی ہمت والانہمت مصروف ومعطوف بر رفاہیت خلق است بنابرین بعضے امور کہ در خطۂ دلپذیر کشمیر باعث آزار سکنہ آن دیار می شد حکم فرمودیم کہ برطرف باشد ازجملۂ آن مقدمات یکے آن است کہ وقت چیدن زعفران مردم را بعنف می برند کہ زعفران بچینند وقلیلے بمساجلت اجورہ آن باآن مردم می دادند وازین جہت بآن جماعہ آزار بسیار میرسید حکم فرمودیم کہ تکلیف چیدن زعفران اصلا بہ کسے نکنند وانچہ تعلق بخالصہ شریفہ داشتہ باشد مزدوران را راضی ساختہ اجورہ واقعی بدہند وانچہ تعلق بجاگیر داشتہ باشد گل زعفران بجنس حوالہ جاگیر نمایند تا بہر طریقے کہ خواہند بچینند۔

مقدمۂ دیگر آنست کہ درزمان بعضے از صاحب صوبہا کشمیر بر خروار شالی دو دام بعلّت سیزم میگرفتہ اند و در عمل اعتقاد خان چہار دام باآن علّت برخروارے گرفتہ می شد چوں ازیں جہت آزار بسیار بر رعایا میرسید بنابریں حکم فرمودیم کہ بالکل رعایا را از طلب این وجہ معاف دارند و بعلّت سیزم ہیچ چیز نگیرند۔ مقدمۂ دیگر آنست کہ دیہے کہ جمع آن زیادہ از چہار صد خروار شالی بودہ باشد از آں دہ دو گوسفند حکّام آنجا ہر سالہ می گرفتہ اند، اعتقاد خان در ایّام صاحب صوبگی خود بجائے گوسفند بر سر ہر گوسفندے شصت و شش دام میگرفتہ چوں ازیں جہت نیز بر رعایا آزار تمام می رسید بالکلیہ حکم فرمودیم کہ برطرف باشد نہ گوسفند بگیرند و نہ نقد باین علّت رعایا را از گرفتن این وجہ معاف دارند دیگر اعتقاد خان در صاحب صوبگی خود سراسری نمودہ بر سر ہر ملّاحے خواہ جوان خواہ پیر خواہ خورد سال ہفتاد و پنج دام میگرفت و معمول قدیم آن بودہ کہ بر سر جوانے شصت دام و بر سر پیرے دوازدہ و بر سر خورد سالے سی و شش دام میگرفتہ اند حکم فرمودیم کہ دستور سابق را معمول داشتہ بدعتے کہ اعتقاد خان کردہ برطرف دانند و بمقتضائے آن عمل نکنند۔ مقدمۂ دیگر آنست کہ صاحب صوبہا در وقت میوہ در ہر باغ و در ہر باغیچہ کہ میوہ خوبے کہ گمان داشتہ اند کسان خود را تعیّن می نمودہ اند کہ آن میوہ را بجہت آنہا محافظت نمایند و نمی گذاشتہ اند کہ صاحبان آن باغہا و باغیچہا آن میوہ را متصرف شوند ازین جہت آزار بسیارے بآن جماعہ میرسیدہ چنانچہ بعضے از آن مردم درختہائے میوہ را در و ساختہ اند حکم فرمودیم کہ ہیچ صاحب صوبہ قرق میوہ باغ و باغیچہ کسے نکنند می باید کہ حکام کرام و دیوانیان کفایت فرجام و عمال حال و استقبال صوبۂ کشمیر این احکام جہان مطاع را مستمر و ابدی دانند تغیر و تبدیل بقواعد آن راہ ندہند و ہر کسے کہ تغیر و تبدیل را راہ دہد بلعنت خدا و بہ غضب بادشاہی گرفتار خواہد شد، تحریرًا فی تاریخ بست و ششم آذر در ماہ الٰہی۔

باب ششم

بزرگان کشمیر

رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلٰی مَقَابِرِھِمْ
مِنْ اَکَابِرِ اِلٰی اَصَاغِرِھِمْ

کشمیر کی حالت جو قبل از اسلام تھی اور جو عہد اسلام میں ہوئی اور جو بعد عہد اسلام ہوئی اس کا بیان گذشتہ اوراق میں ہو چکا ہے۔ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ کشمیر کو جنت نظیر مسلمانوں نے بنایا، قبل از اسلام کے حالات صاف شہادت دیتے ہیں کہ اگر مسلمان کشمیر میں نہ آتے تو کشمیر ایک مرغزار سے آگے حیثیت نہ پاتا۔ اس کا سارا نام ونمود اسلام کا طفیل ہے۔ اسلام کی آمد و اشاعت کا باعث علمار کرام اور اولیائے اسلام ہوئے ہیں اس لئے کشمیر کی ترقی اور شہرت کا باعث بزرگان اسلام ہیں پس کشمیر کی تاریخ لکھنا اور کشمیر کے اُن محسنوں کا ذکر نہ کرنا احسان فراموشی اور انصاف کا خون کرنا ہے یہ مختصر تالیف تمام حضرات کے تذکرے کیا فہرست اسمار کی بھی متحمل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے بعض خاص الخاص حضرات کے متعلق بقدر تعارف کچھ اختصار کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ کشمیر میں اسلام کا داخلہ کب ہوا اس کا فیصلہ تو اس کتاب کے کسی دوسرے مضمون میں ہوگا۔ اس باب سے صرف یہ امر متعلق ہے کہ بزرگان اسلام میں سے اوّل کون بزرگ وارد کشمیر ہوئے۔ ۱۲۹۵ھ میں کشمیر پر راجہ لچھمن دیو حکمران تھا کہ میاں بلبل شاہ تبت سے معہ بارہ سو مریدوں کے کشمیر آئے، ناظرین اُس زمانہ کے شاہ صاحب کو اس زمانے کے شاہ صاحبوں اور اُس زمانہ کے مریدوں کو اس زمانہ کے مریدوں پر قیاس نہ کریں۔ یہ نہ سمجھیں کہ شاہ صاحب کے رنگے ہوئے کپڑے ہوں گے۔ لمبے لمبے بال ہوں گے، ناخواندہ احکام شریعت سے نابلد و آزاد ہوں گے ان کا کام صرف خانقاہ میں پڑا رہنا، نذرانہ وصول کرنا، دعوت کھانا

گانا سننا ہو گا باقی قوم و ملک و ملّت کی خدمت سے اُن کو کچھ واسطہ نہ ہو گا۔ اسلام کی تاریخ دیکھئے حضرات صوفیائے کرام زیور علم سے آراستہ احکام شریعت سے پیراستہ ہر مذہبی و سیاسی دینی و دنیوی معاملے میں پیش پیش نظر آئیں گے۔ حُسنِ اخلاق کی مجسّم تصویر، سنت رسول کریم کے ایسے عاشق کہ پُورے لکیر کے فقیر، اُن کی صورت دیکھتے ہی لوگ کلمہ پڑھنے لگتے تھے۔ رات کو مصلے کی اور دن کو گھوڑے کی پشت پر سوار، خانقاہ میں تسبیح در دست، میدان وغا میں شمشیر بکف، مدرسے میں معلم فاضل، مجلس شوریٰ میں سیاستدان کامل، احوال زمانہ و اخبار ماضیین کے ماہر، حال و استقبال پر غایر نظر رکھنے والے، ہر ملکی و ملّی ضرورت پر نقد جان کو لُٹا دینے والے اسلام کیلئے ہر وقت سر بکف، مسلمانوں کی دینی و دنیوی اصلاح میں منہمک وہ اگر ایسے نہ ہوتے تو آج دنیا میں کوئی اسلام کا نام لیوا ہی نظر نہ آتا۔ وہی مسلمانوں کو دینی و دنیوی ترقی کا راز بتاتے تھے، علوم و فنون پر توجہ دلاتے تھے جنگ و جہاد میں شریک ہو کر سلطنتیں قایم کراتے تھے۔ جب زر و جواہر کی تقسیم کا وقت آتا، کنج عزلت میں جا بیٹھتے شام ہوئی ایک پیالہ پانی سے رُوزہ افطار کیا۔ اور بس۔ اُن کی تمام سعی رضائے الٰہی کیلئے ہوتی تھی۔ باقی دنیا ان کی نظروں میں ہیچ تھی، جس طرح ظاہر میں الفقر فخری کا مکمل کاندھے پر تھا۔ اسی طرح اسی شمع کے نور سے سینہ روشن تھا۔ جاہل کم ہمت کم علم کو وہ اپنے حلقہ میں بھی شامل نہ کرتے تھے، کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد ہے وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا، یعنی جب جاہل اُن سے بات کرنے لگیں تو کہیں بس آپ کو سلام ہی ہے۔ رسول کریم کا ارشاد ہے اگر علم چین میں بھی ہو (چین عرب سے بہت دور ہے) تو حاصل کرو یعنی کیسے ہی دور و دراز دشوار گذار مقام پر پہونچو اور لو، ایک اور حدیث ہے جس کے راوی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہیں علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے ایک بزرگ شاعر نے خوب کہا ہے ؎

زجاہل گریزندہ چون تیر باش ⁂ نہ آمیختہ چون شکر شیر باش

ترا اژدہا گر بود یار غار ⁂ ازان بہ کہ جاہل بود غمگسار

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے (زاہد بے علم مسخرہ شیطان است) اسلام کو جس قدر

نفع متقدمین صوفیائے کرام سے پہونچا ہے اوس سے زیادہ نقصان زمانہ آخر کے کم علم صوفیوں سے پہونچا ہے اسی کشمیر میں بابا علی نجار کی کم علمی کیوجہ سے مسلمانوں میں نفاق وشقاق پیدا ہوا۔ اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ سلطنت اسلامیہ تباہ ہوئی اور کشمیر کے مسلمان اس حالت کو پہونچے کہ اُن سے زیادہ زبون حالت دنیا کے کسی خطے کے مسلمانوں کی نہیں، غرض ہمارے متقدمین علما وصوفیا عالم اور پابند سنت ماہر سیاست، شیر میدان وغا ہوتے تھے، باقی مال ومتاع دنیا سے دور، کاروبار دنیا سے نفور تھے اُن کا مقصد حصول رضائے الٰہی ہوتا تھا وہ جانتے تھے کہ اشاعت اسلام وحمایت مسلمین احیا سنت میں سب سے زیادہ اس مقصد کے حصول کی توقع ہے ان کا ایک شخص اگر کہیں پہونچ گیا، اس مقام پر گویا تمام ظاہری وباطنی برکات کا چشمہ جاری ہوگیا۔ کشمیر میں ایک ایک دفعہ میں سینکڑوں کی تعداد میں ایسے بزرگ آئے یہی باعث کشمیر میں کثرت سے اشاعت اسلام کا ہوا۔

حضرت بلبل شاہ رحمۃ اللہ علیہ

اصل نام سید شرف الدین عبدالرحمن اور لقب بلال تھا۔ زبانوں پر چڑھتے چڑھتے بلال کا بلبل ہوگیا۔ ہمارے متقدمین صوفیائے کرام جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے عاشق سنت رسول کریم تھے، حضور کا ارشاد ہے کہ اچھے نام رکھو اس لئے وہ بزرگ ایسے نہ تھے کہ اس قسم کے نام رکھتے جن کے سنتے ہی ہنسی آئے۔ دل میں تحقیر کا خیال پیدا ہو جو حیوانات ونباتات وجمادات کیطرف منسوب ہوں اچھے نام رکھتے تھے بلال شاہ تھے بلبل شاہ نہ تھے۔ یہ شاہی کا خطاب بھی بزرگوں کے نام کیساتھ صدیوں کے بعد جوڑا گیا ہے سلف صالحین میں کہیں اس کا پتہ نہیں اس لئے سید بلال تھے بلال شاہ نہ تھے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ کے بزرگ تھے ؎

سہروردیہ عجب قافلہ سالارانند ؎ کہ برند از رہ پنہان بحرم قافلہ را

ان کا مقولہ ہے، کہ اقامت واطاعت سنت نزد من بہتر از ہزار کرامت وعبادت خلاف سنت است سالک را دل خالص وزبان سالم باید تا غولان راہ نفریبند (روضۃ الابرار) حضرت معہ بارہ سو مُریدوں کے ۶۹۵ھ میں بعہد راجہ لچھمن دیو تبت سے تشریف لائے جب راجہ رنجو عرف

عرف رینچن شاہ حکمران ہوا تو وہ معہ راون چند پسر راجہ رامچندر کے حضرت کے دست حق پرست پر ۱۳۲۶ء میں مشرف باسلام ہوا راجہ کو دیکھکر رعایا بھی اس طرف رجوع ہوئی اور بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔ مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھاہے بعض کا خیال ہے کہ یہ فقیر ۱۳۸۵ بکرمی میں وارد کشمیر ہوا جس کو ابتک (۵۶۹) برس گذرے اس کی خانقاہ محلہ بلبل نگر میں ہے یہ بھی خیال کرتے ہیں کہ یہ فقیر تبت سے ہمراہی بارہ سو مریدوں کے یہاں آیا تھا۔ (گلدستہ کشمیر صفحہ ۱۰۱) حضرت نے ۷۲۷ھ ہجری میں وفات پائی۔

للہ مجذوبہ

یہ کشمیر میں بہت مشہور و معروف مجذوبہ گذری ہیں قریب قریب تمام ہندوستانی اور یوروپین مورخین نے تاریخوں میں ان کا ذکر کیا ہے اور ان کے متعلق ہندوستانی اور انگریز مورخوں نے بھی علیحدہ کتابیں لکھی ہیں۔ ان کی بہت سی کرامتیں کشمیر میں مشہور ہیں۔ سن ولادت میں اختلاف ہے ۷۰۰ھ ہجری و ۷۳۵ھ ہجری دو سن بیان کئے گئے ہیں۔ صدر المورخین کشمیر ملا عبدالوہاب شایق نے اپنی تاریخ میں ۷۳۵ھ ہجری لکھے ہیں (شایق نے تاریخ کشمیر بحکم راجہ سکھہ جیون فرمانروائے کشمیر ۱۱۷۵ء میں لکھی) للہ کی ولادت کیلئے متعلق ان کا یہ شعر ہے۔

فزون بود بر ہفت و صدسی و پنج ⁂ زویرانہ شد پدیدار گنج

شایق نے ویرانہ اس لئے کہا کہ للہ کے والدین برہمن تھے۔ جو دولت اسلام سے خالی تھے، للہ موضع سمپورہ علاقہ کشمیر میں پیدا ہوئی یہ زمانہ راجہ اوبان دیو کا تھا یعنی ۱۳۳۴ء ان کا نام للہ ایشوری تھا۔ (ان کو للہ دد۔ للہ شوری۔ للہ ددی بھی لکھتے ہیں) ہندوں کے دستور کے موافق صغر سنی میں شادی ہو گئی موضع پان پور کے ایک برہمن زادے سے نکاح ہوا۔ للہ پر شروع ہی سے محویت اور استغراق کی کیفیت طاری تھی۔ جو ترقی عمر کے ساتھ ترقی کرتی رہی۔ ان کی یہ کیفیت ساس اور شوہر کو بھلی نہ معلوم ہوئی اس لئے ان کو بہت ستایا۔ للہ ایک ہندو فقیر باسدیو کی چیلی (مرید) تھی۔ شیو مذہب کے پرستاروں میں تھی (للہ عارفہ صفحہ ۴۵ بحوالہ یوروپین مورخ) آخر جوش جذبہ سے بے اختیار ہو کر کپڑے پھاڑ کر دشت و بیابان کو نکل گئیں۔ بعض اسکو پاگل سمجھتے تھے بعض مجذوب، ایکدن سلطان

شہاب الدین (بزمانہ شہزادگی) شکار کو گیا جنگل میں اس مجذوبہ سے ملاقات ہوئی۔ اس نے سلطنت وکثرت فتوحات کی بشارت دی (اسرار الابرار و تاریخ اعظمی) اس مجذوبہ کی تصنیف کشمیری زبان میں دوہے (اشعار) بھی ہیں۔ ان میں سے بعض کی شرح میں انگریز مصنف نے ضرب الامثال کشمیری، (انگریزی کتاب) لکھی ہے۔ دو شعروں کی شرح یہ ہے (میں ایک راہ سے آئی یعنی پیدا ہوئی اور ایک راہ سے چلی گئی یعنی مرگئی۔ لیکن ابھی زندگی وموت کے منازل طے کررہی تھی کہ آفتاب جو میرا خضر راہ تھا غروب ہوگیا۔ (یعنی گرو (پیر) مرگیا) اب کشتی کے ذریعہ پار اُترنے کیلئے میں نے اپنی جیب کو ٹٹولا تو اس میں ایک کوڑی بھی نہ تھی۔ اب میں کشتی سے پار کس طرح اُتروں (یعنی اعمال صالحہ سے بیخالی ہوں) زادِ راہ نہیں ہے تو سفر آخرت کس طرح طے ہوگا۔ رہنما نہیں تو راستہ کون بتائیگا۔ (للہ عارفہ ص۲۴) یہ اشعار اس زمانہ کے ہیں جب للہ کا سلوک نا تمام تھا۔ للہ کے سنسکرت اشلوکوں کا ترجمہ انگریزی میں سر جارج گریشن نے کیا ہے (للہ عارفہ ص۵۱) ۷۴۸ھ ہجری میں حضرت مخدوم جہانیان کشمیر تشریف لائے (تاریخ کبیر کشمیر) یہ زمانہ سلطان جمشید کا تھا۔ للہ حضرت کی خدمت میں پہونچی، اور کچھ فیض حاصل کیا۔ جب کوہ ماران واقع سری نگر پر حضرت تشریف لیگئے تو یہ مجذوبہ ساتھ تھی۔ وہاں حضرت نے اس کو مراقبہ کرایا۔ ضرور ہے کہ اوّل حضرت نے مشرف با سلام کیا ہوگا۔ کیونکہ بغیر ایمان لائے اور کفر وشرک سے توبہ کئے راہ سلوک طے نہیں ہوسکتی۔ اور نہ بزرگان اسلام کسی غیر مسلم کو اس طرح توجہ دیتے تھے کیونکہ بحالت کفر کوئی ہدایت بار آور نہیں ہوسکتی۔ بعد ازاں حضرت نے فرمایا کہ کچھ دنوں کے بعد سید حسین سمنانی یہاں آئیں گے وہ تمہاری راہ سلوک طے کرائیں گے (اسرار الابرار) اس موئدہ کے موزخ کے اشعار یہ ہیں ؎

پس از من دریں ملک سید حسین	بیارند تشریف بازیب وزین
ہموں مرشد تست در راہ دین	ترا ہی رساند بحق الیقین

۷۷۳ھ ہجری میں حسب الارشاد حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ سید حسین سمنانی کشمیر آئے اُن کی آمد کا حال سنکر اس مجذوبہ نے کئی منزل سے استقبال کیا۔ اور ان سے فیض حاصل کیا ۷۸۱ھ

میں حضرت امیر کبیر خود تشریف لائے یہ مجذوبہ اکثر حاضر خدمت رہتی (تذکرۃ العارفین واسرار الابرار وبہار کشمیر بابت نومبر ۱۹۲۳ء از پنڈت پران ناتھ ایم ۔ اے ایس ۔ سی پروفیسر کیمسٹری دیال سنگھ کالج لاہور وتاریخ شایق وگلدستہ کشمیر وتاریخ کبیر کشمیر بحوالہ فتوحات کبرویہ مصنفہ ۱۱۸۳ ہجری) ۔

بعض ہندو اور بعض مسلمان اور بعض انگریز مصنفوں نے لکھا ہے کہ وہ برہنہ رہتی تھی لیکن یہ صحیح نہیں کتاب اسرار الابرار (جو گیارہویں صدی ہجری کی تصنیف ہے) میں ہے کہ وہ ستر پوشیدہ رکھتی تھی، مصنف تذکرۃ العارفین (بابا علی رینہ برادر شیخ حمزہ) نے لکھا ہے (کہ جب وہ شیخ حمزہ سے ملنے آئی تو سر سے پیر تک لنگی لپیٹے ہوئے تھی بچھے باتیں کیں) افسوس سن وفات کسی نے نہیں لکھا انگریز محقق بھی خاموش ہے تاریخ اعظمی میں لکھا ہے (در زمان سلطان شہاب الدین از عالم درگذشت ص۳۵)، سلطان شہاب الدین کا عہد حکومت ۷۸۰ھ تک ہے لہذا للہ کی وفات ۷۷۴ھ سے ۷۸۰ھ تک کسی سن میں ہوئی ۔ مرزا صاحب قادیانی کے مریدان کو حضرت عیسیٰ کی والدہ حضرت مریم بتاتے ہیں ایک صاحب محمد اسمٰعیل نام لکھتے ہیں (معلوم ہوتا ہے حضرت مریم صدیقہ کشمیر میں للہ ددی (للہ بی بی) کے نام سے مشہور ہیں یہ نام آپ کا عبرانی کی (الماہ) سے بگڑ کر بنا ہے ۔ عبرانی میں الماہ جوان عورت کو کہا کرتے ہیں (رسالہ اعجاز احمدی حاشیہ ص۱۲ و ۱۸) بشیر احمد ایم اے لکھتے ہیں وہ قبر (یوز آسف کی قبر، آگے تذکرہ آتا ہے) اور اس کے ساتھ والی مسیح کی ماں کی قبر ٹھیک اسی طرز پر ہیں جس طرح بنی اسرائیل کی قبریں ہوتی ہیں (ریویو آف ریلیجنز جولائی ۱۹۱۷ء حاشیہ ص۲۵۶) للہ ددی کی تحقیقات تو اوپر گذری یوز آصف کے پاس والی قبر کا تذکرہ آگے آئیگا ۔ یہاں صرف اس قدر لکھنا کافی ہے کہ بلا اختلاف تمام قدیم وجدید تاریخوں میں مذکور ہے کہ وہ قبر سید نصیر الدین خانیاری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے اس کے سجادہ نشین وغیرہ باقاعدہ سری نگر میں موجود ہیں اور دونوں قبریں مسلمانوں ہی کے طرز پر ہیں ۔ اس کے علاوہ مرزاجی کے ایک تیسرے مرید حضرت مریم کی قبر بیت المقدس میں بتاتے ہیں (اور اسی گرجا میں حضرت مریم صدیقہ کی قبر ہے اور دونوں قبریں علیحدہ علیحدہ ہیں (اتمام الحجۃ ص۲۰ و ۲۱) مرزاجی نے خود بھی لکھا ہے حضرت مریم کی قبر زمین شام میں کسی کو معلوم نہیں (حقیقۃ الوحی حاشیہ ص۱۰۱) ان تمام حوالوں سے ثابت

ہے کہ نہ للہ دوی مریم صدیقہ ہیں نہ یوز آسف کے گنبد میں مریم صدیقہ کی قبر ہے۔

حضرت سید حسین سمنانی رحمۃ اللہ علیہ

یہ حضرت امیر کبیر کے چچازاد بھائی تھے عنان (ایران کا ایک موضع) کے رہنے والے تھے حضرت رکن عالم کے مرید اور مخدوم جہانیان کے پیر بھائی تھے جب حضرت امیر کبیر نے کشمیر آنے کا ارادہ کیا تو پہلے ان کو مع کچھ اصحاب کے بھیجا تاکہ وہاں کے حالات سے مطلع کریں۔ یہ ۷۶۰ھ میں آکر موضع کولگام میں مقیم ہوئے بڑے صاحب علم اور اہل باطن بزرگ تھے بہت سے لوگ اُن کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے سلطان شہاب الدین نہایت اخلاص و تواضع سے پیش آیا۔ للہ عارفہ جن کا ذکر گذرا، انکی مرید ہوئیں

حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت کا سلسلہ نسب سولہ واسطوں سے حضرت امام حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے آپ محدث و شیخ طریقت تھے خاندان قادریہ کے ائمہ میں سے تھے۔ کشمیر میں آپ علی ثانی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کا سلسلہ بیعت یہ ہے۔ سید علی ہمدانی از شیخ شرف الدین مزدقانی از شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی از شیخ نور الدین عبد الرحمن از شیخ جمال الدین احمد از شیخ رضی الدین علی لالا، از شیخ مجد الدین بغدادی از شیخ نجم الدین کبریٰ از شیخ عمار یاسر از شیخ ضیاء الدین ابو النجیب سہروردی از حضرت غوث الاعظم میران محی الدین سید عبد القادر جیلانی

سگ درگاہ میران شو چو خواہی قرب ربانی ؛ کہ برشیران شرف دارد سگِ درگاہ جیلانی

حضرت امیر کبیر کی بہت سی کرامتیں کتب سیر میں منقول ہیں آپ فارسی کے زبردست شاعر تھے، ۷۷۳ھ میں بعہد سلطان شہاب الدین کشمیر آئے، اس زمانے میں یہ سلطان دہلی کے بادشاہ فیروز شاہ تغلق سے مصروف پیکار تھا کشمیر میں سلطان کا بھائی قطب الدین موجود تھا۔ اس نے حضرت کا بہت احترام کیا۔ حضرت چار ماہ قیام فرما کر ہندوستان کو تشریف لیگئے جب فیروز پور پہونچے سلطان شہاب الدین حاضر خدمت ہوا۔ حضرت کو دو مسلمان بادشاہوں کا لڑنا پسند نہ آیا، سلطان کو حکم دیا کہ صلح کرلو۔ شہاب الدین اگرچہ غالب آرہا تھا۔ مگر حضرت کی تعمیل ارشاد میں صلح پر مجبور ہوا۔ ۷۸۱ھ میں

حضرت دوبارہ بعہد سلطان قطب الدین معہ سات سو مریدین و سادات کے تشریف لائے۔ اس دفعہ کی تشریف آوری کی تاریخ سید محمد قادری نے لکھی ہے

میر سید علی شہ ہمدان ؛ سیر اقلیم سبعہ کردہ نکو
شد مشرف زمقدمش کشمیر ؛ اہل آں شہر از وہدایت جو
سال تاریخ مقدم اورا ؛ یابی از مقدم شریف او

سلطان نے حضرت کی نہایت بزرگ داشت کی، اس مرتبہ چھ ماہ قیام فرمایا۔ تیسری مرتبہ ۷۸۵ھ میں پھر تشریف لائے مگر جلد ہی بعزم زیارت حرمین الشریفین واپس تشریف لیگئے۔ حضرت نے اپنی کلاہ مبارک سلطان کو مرحمت فرمائی۔ سلطان نے اس کو تاج میں رکھ لیا۔ (فتحشاہ بادشاہ جب مرا تو اس نے وصیت کی کہ یہ کلاہ میرے کفن میں رکھدیا ئے چنانچہ اس کی وصیت پر عمل کیا گیا۔ مولانا آئی نے جو اُس زمانہ کے عالم و عارف تھے مشکر فرمایا (برکت و سلطنت را زیر زمین برد) (تاج شاہی از سر شاہان کشمیر برفتاد و سرداری آنہارو بہ نگوساری نہاد) چنانچہ اس کے بعد اس خاندان کا آفتاب اقبال غروب ہوگیا۔ جب حضرت نے واپسی کا قصد فرمایا تو سلطان کی التجا پر اس کے اور مسلمانوں کی تعلیم و تلقین کیلئے اپنے مرید خاص مولانا محمد قاریؒ کو کشمیر میں چھوڑ گئے۔ ذی الحجہ ۷۸۶ھ میں حضرت کا انتقال ہوا بروقت وفات فرمایا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ یہی آپ کی تاریخ وفات ہے شیخ محمد پسر نرشی نے تاریخ لکھی ہے

مفتخر عارفان شہ ہمدان ؛ کز دمش باغ معرفت بشگفت
مظہر نور حق کہ رُوئش را ؛ عاقبت از جہانیاں بہ نہفت
عقل تاریخ سال رحلت او ؛ سیدنا علی ثانی، گفت

حضرت کے دست حق پرست پر کثرت سے لوگ مشرف باسلام ہوئے۔ حضرت کے ساتھ جو حضرات تشریف لائے ان میں زیادہ مشہور سید حیدر، سید جمال الدین عطائی۔ سید عالی سید جمال الدین سید فیروز، سید کاظم، سید رکن الدین، سید محمد قریشی، سید عزیز اللہ، سید مراد، سید احمد قریشی

شیخ محمد قاری ہیں۔ ان حضرات کا تذکرہ تذکرۃ الصالحین و تاریخ اعظمی میں ہے۔

سید محمد کاظم۔ سید قاضی مشہور تھے لنہ پور کے باشندے جب مسلمان ہو گئے تو حضرت امیر کبیرؒ نے ان کی تعلیم پر ان کو مامور کیا تھا۔ لنہ پور کا بتخانہ انہوں نے ہی توڑا تھا۔

مولانا محمد قاری۔ ان کو امیر کبیرؒ نے سلطان قطب الدین کی درخواست پر سلطان اور اہل کشمیر کی تعلیم کیلئے چھوڑا تھا۔

شیخ سلیمان۔ ہندو سے مسلمان ہوئے (از اکابر طائفہ ہنود بود۔ سرکت نام داشت برہمنوئی و جذبۂ ازلی در مدرسہ اسلام آمدہ قرآن را یاد گرفت و بہ بیم قوم خود کہ اطلاع یابند از شہر فرار نمود بسمرقند رفت و بہرہ وردر علوم شدہ معاودت بہ کشمیر نمود و بہ سبب عداوت بنی اعمام باز انتقال نمود بلولاب رفت و شرف ملازمت امیر کبیر حاصل نمود۔ از وطن و سکنش پرسید ند کشمیر را بباغ سلیمان نامیدہ عرض احوال کردہ از جناب آن قطب الاقطاب مسمی بہ شیخ سلیمان شد پسرش شیخ احمد کہ ہمراہ بود نیز مورد الطاف شد، تاریخ اعظمی)۔

شیخ احمد خوشخوان۔ شیخ سلیمان کے بیٹے سلطان قطب الدین کے عہد میں تھے قرآن خوب پڑھتے تھے اس لئے خوشخواں مشہور ہوئے۔ امیر کبیرؒ نے ان کو خلافت عطا فرمائی اور ان کے باپ شیخ سلیمان کو تعلیم سلوک کیلئے ان کی سپرد کیا اور فرمایا (ریش سفیدے موجب خلافت نشود کار بعنایت حق است)۔

سید محمد قریشی بعہد سلطان قطب الدین جب بتخانہ بجبہارہ کے مالک و متولی مسلمان ہو گئے تو اس بتخانہ کو انہوں نے توڑا اور مسجد کلان تعمیر کی،

حضرت سید میر محمد ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

یہ حضرت امیر کبیرؒ کے صاحبزادے تھے، محدث و فقیہ و صاحب عرفان تھے سلطان سکندر کے عہد میں بعمر بائیس سال معہ تین سو مریدین کے ۸۰۶ھ میں تشریف لائے بارہ سال کشمیر میں مقیم رہے۔ ۸۱۸ھ میں کشمیر میں ہی وفات پائی۔ آپ کے دست حق پرست پر اس کثرت سے لوگ

مشرف بہ اسلام ہوئے کہ مورخ لکھتے ہیں (مشہور است کہ سہ خروار رشتہ ہائے زنار مردمے کہ مسلمان شدند سوختہ ہر جا بتخانہ بود آنرا برہم زدہ) بادشاہ کا وزیر سیہ بٹ برہمن بھی معہ عیال و اطفال مسلمان ہوگیا اور اپنی لڑکی کا عقد حضرت سے کردیا۔ صاحب مکمل تاریخ کشمیر نے اس مریم صفت خوش قسمت خاتون کا نام ایک جگہ بارعہ اور دوسری جگہ بارہہ لکھا ہے یہ دونوں نام ہندوستانی قسم کے نہیں، و سیہ بٹ کی لڑکی کا نام جیسا کہ ہم نے باب پنجم میں لکھا ہے لچھہ دیوی تھا مسلمان ہونیکے بعد غالباً بارعہ (یعنے خوبصورت) نام رکھا گیا ہوگا۔ (ملک سیہ بٹ مذکور کہ وزیر و سپہ سالار سلطان بود با جمعے از خاص و عام بجناب ایشان آمدہ باسلام مشرف شد) سیہ بٹ کا نام سیف الدین رکھا گیا حضرت نے علاوہ اشاعت اسلام کے قدیم مسلمانوں کی بھی اصلاح فرمائی کشمیر میں جس قدر بدعات رایج ہوگئیں تھیں سب کو موقوف کردیا تو بہ یمن قدوم حضرت سید سلطان نوعے در رفع ظلمات بدعت و منع مزامیر و سائر مناہی و ترویج سنن نبوی علیہ الصلوۃ والسلام کوشید کہ گویا الحال اسلام در ولایت کشمیر آمد) سلطان سکندر و حضرت میر محمد ہمدانی و سادات دیگر رفع اکثر بدعات خصوص مزمار و سرنا و کرنا از شہر نمودہ دران عہد بغیر از خلمہ سلطان دہل جائے نمی نواختند چہ جائیکہ آلات دیگر کہ بالکل ممنوع بود۔

سید حسین منطقی بیہقی یہ بیہق کے رہنے والے تھے (خراسان کے قریب ایک موضع ہے) یہ اور ان کے باپ سید حسن منطقی جامع کمالات ظاہری و باطنی تھے باپ بیٹے دونوں معہ پچاس مریدوں کے سلطان سکندر کے زمانہ میں آئے ان پر بادشاہ کے خلاف سازش کرنے کا الزام لگایا گیا یہ دہلی چلے گئے سلطان زین العابدین کے عہد میں پھر کشمیر آئے سلطان ان سے مرید ہوگیا۔ علم منطق میں خاص کمال تھا اس لئے منطقی مشہور ہوئے۔

مولانا کبیر سلطان زین العابدین کے استاد تھے پھر شیخ الاسلام بنائے گئے کشمیری الاصل تھے ہرات میں علم تحصیل کیا تھا۔

شیخ بہاء الدین گنجبخش کشمیری۔ شاہ اسحق المعروف شاہ شہیدان کابلی خلیفہ حضرت

حضرت امیر کبیرؒ کے مرید تھے۔ ان کو چوروں نے ۸۴۷ھ میں بعہد سلطان زین العابدین شہید کیا۔

سیّد ملا احؒ یہ نقشبندیہ سلسلہ کے بزرگ تھے سلطان سکندر کے زمانے میں تھے ؎

از نقش توان بسوئے نقاش شدن ÷ این نقش غریب نقشبندان دانند

حاجی ادہمؒ سلطان سکندر کے عہد میں تھے۔ حضرت خواجہ ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے۔

سید محمد امین منطقی۔ یہ بابا میر اویسی مشہور تھے، اویسی تخلص تھا سیّد حسن منطقی بیہقی بن سید نور الدین بن سیّد تاج الدین بیہقی کے بیٹے تھے۔ ان کا یہ شعر مشہور ہے ؎

گناہِ ما ز عدم گر نیامدے بوجود ÷ وجود عفو تو در عالم عدم بودے

حاجی ادہم کے مُرید تھے سلطان زین العابدین کی بڑی بیگم نے ان کو متبنی کیا تھا۔ باوجودیکہ بادشاہ اور بادشاہ کی بیگم نے بہت رغبت دلائی مگر یہ دنیوی جاہ وجلال کی طرف راغب نہوے خلوت گزین رہے چند اشرار نے اِن کو شہید کیا مرنے سے پہلے یہ شعر کہے تھے ؎

من فارغم ز مصلحت اہل روزگار ÷ میدان یقین کہ کشتن من ہست بیگناہ

اکنون بیا و شعر بخوان بر مزار من ÷ تا روئے ظالمان ستمگر شود سیاہ

حاجی سیّد مراد میر ضیاء الدین زیرک کے بھتیجے تھے۔ شیخ اسحٰق رُومی کے مرید تھے سلسلہ شطاریہ کے بزرگ تھے۔ سلطان سکندر کے عہد میں تھے ؎

نہ بینند در روز محشر گزند ÷ غلامان شطاری ارجمند

شیخ حبیب کاسانی (کاسان سین غیر منقوطہ سے سمرقند کے نزدیک موضع)۔ سلطان زین العابدین کے عہد میں تھے، ان کو بھی اشرار نے شہید کیا۔

سیّد حبیبؒ، سلطان سکندر کے عہد میں تھے۔ سرخاب (موضع ہے کوہستان تبریز میں) کے رہنے والے تھے۔

سیّد زین الدین۔ اِن کی قبر پر یہ قطعہ کندہ ہے ؎

جاں اُست کہ عقل آفرین میزندش ⁂ صد بوسہ ز شوق بر جبین می زندش
آن کوزہ گر دہر چنین جام لطیف ⁂ می سازد و باز بر زمین مے زندش

مولانا جمال الدینؒ۔ سلطان زین العابدین کے عہد میں تھے۔ جامع کمالات ظاہری و باطنی تھے ہندوستان سے آئے سلطان نے ان کو قاضی القضاۃ مقرر کیا۔

شیخ شمس الدین بغداد کے رہنے والے تھے سلطان زین العابدین کے عہد میں تھے۔

سید نصیر الدین خانیاری

جامع کمالات ظاہری و باطنی تھے۔ بیہق کے رہنے والے تھے سلطان زین العابدین کے عہد میں آئے۔ سلطان ان کو اکثر سفارت پر مامور کیا کرتا تھا۔ سری نگر محلہ خانیار میں ان کا مزار ہے یہ مقام روضہ بل بھی کہلاتا ہے۔ ایک گنبد کے نیچے دو قبریں ہیں ایک ان کی، ایک یوز آسف کی قبر مشہور ہے۔ مرزا قادیانی نے یوز آسف کی قبر کو حضرت عیسی کی قبر بتایا ہے اور ان کے مریدوں نے ان کی قبر کو حضرت مریم صدیقہ والدہ حضرت عیسی کی قبر لکھا ہے جس کو ہم نے للہ مجذوبہ کے بیان میں نقل کیا ہے تمام تاریخوں میں یہ قبر سید نصیر الدین خانیاری کی لکھی ہے یہاں ان کے سجادہ نشین وغیرہ ہیں۔ مرزا جی کے مریدوں نے اس قبر کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ نقل کیا جا چکا ہے اس میں کوئی حوالہ اور قوی دلیل نہیں یا مریم صدیقہ کے متعلق جو دلائل انہوں نے قائم کئے ہیں اُن کی تردید کے لئے للہ ددی کے حالات کافی ہیں۔ تاریخ سلیمان باغ و تاریخ اعظمی میں مذکور ہے کہ یہاں نبی کی قبر ہے۔ یعنی جس مقام کی یوز آسف نام سے شہرت ہے اس امر کی تصدیق و تکذیب سے ہمارا کوئی نفع نقصان نہیں کہ کشمیر میں کوئی پیغمبر گذرا ہو اور یہ قبر اس کی ہو اور اس کا نام یوز آسف ہو ہم کو صرف یہ تحقیق کرنا ہے جیسا کہ مرزا جی لکھتے ہیں کہ یہ حضرت عیسی علیہ السلام کی قبر ہے، یہ اُونہیں کی قبر ہے یا اور کسی کی ہے۔ مرزا جی نے لکھا ہے کہ شہزادہ نبی کی قبر اور مقام پیغمبر مشہور ہے۔ حضرت والد ماجد مدظلہ فرماتے تھے کہ میرے دریافت کرنے پر کسی نے شہزادہ یا نبی وغیرہ نہیں کہا صرف یوز آسف کہا۔ مقام پیغمبر اگر کہا بھی جاتا ہو تو کوئی دلیل نہیں، مقام پیغمبر کے لقب سے کشمیر میں کئی مقامات مشہور ہیں جو اولیاء اللہ کی اقامتگاہ تھے

جہاں بزرگان دین کو انبیا علیہم السلام کی زیارت ہوئی محلہ راجوری کدل میں سید حسین بلادوری کے مزار کے قریب ایک جگہ مقام نبی کے نام سے مشہور ہے۔ موضع بوھٹو کھولہامہ میں ایک مقام ہے جس کے متعلق خواجہ اعظم اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں (مکانیست مشہور بقبر موسیٰ پیغمبر۔ تاریخ اعظمی، منقولہ از رسالہ حالات یوز آسف مصنفہ مولوی محمد شاہ سعادت مورخ و مفتی کشمیر مصنف تاریخ گلشن کشمیر وغیرہ) ان مقامات کی حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ مسلمانوں میں جہالت اور زرکش پیروں فقیروں کی وجہ سے یہ رواج بھی ہو گیا ہے کہ اپنے شہر میں مشہور بزرگ آدمیوں کی قبروں کا نشان بنا کر زیارت گاہ بنا لیتے ہیں۔ اس کو چلہ بولتے ہیں۔ دکن میں بہت سے مقامات پر حضرت خواجہ اجمیریؒ اور حضرت غوث پاکؒ کا چلہ ہے بعض مواضعات میں میر محبوب علی خان مرحوم سابق شاہ دکن کا چلہ ہے یہی حقیقت ان مقام پیغمبر کی معلوم ہوتی ہے۔ مرزاجی لکھتے ہیں" جو سری نگر محلہ خانیار میں یوز آسف کے نام سے قبر موجود ہے وہ درحقیقت بلاشک و شبہ حضرت عیسیٰ کی قبر ہے (راز حقیقت صنہ ۲۰)۔

اور ایک اسرائیلی نبی کشمیر میں آیا تھا جو بنی اسرائیل میں سے تھا۔ اور شاہزادہ نبی کہلاتا تھا۔ اسی کی قبر محلہ خانیار میں ہے جو یوز آسف کی قبر کرکے مشہور ہے (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم) مرزاجی کے مرید بشیر احمد ایم۔ اے لکھتے ہیں آخر کار مسیح کی قبر بھی سری نگر محلہ خانیار میں مل گئی۔ اس قبر کے متعلق بھی لوگوں سے دریافت کیا گیا تو یہی معلوم ہوا کہ یہ اسی یوز آسف کی قبر ہے جو انیس سو سال ہوئے کشمیر میں آیا تھا۔

(ریویو آف ریلیجنز جولائی ۱۹۱۶ء حاشیہ صنہ ۲۵۶) یہ تاریخ کی کتاب ہے مناظرہ کا رسالہ نہیں جو میں حیات و وفات مسیح پر بحث کروں ہاں تاریخی حیثیت سے اس قبر و صاحب قبر کی تحقیق ضروری ہے کیونکہ یہ کشمیر کا ایک تاریخی متنازعہ فیہ مسئلہ ہو گیا ہے اس کے متعلق علمانے بہت سے رسائل و مضامین لکھے ہیں مرزاجی اور ان کے مریدوں نے بھی بہت زور مارا ہے ہم اصل معاملے کی مکمل تحقیقات ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں جو انشاءاللہ تعالیٰ کسی ایک رسالہ یا کتاب میں بھی نظر سے نہ گذرے گی اگر بقول مرزاجی یہ تسلیم کرلیا جائے کہ ایک اسرائیلی نبی یہاں آیا تھا اور یہ اس کی قبر ہے اور وہ شہزادہ نبی مشہور تھا تو حضرت عیسیٰ کی قبر نہیں ہو سکتی۔ حضرت عیسیٰ کو شہزادہ کہنا تو دن کو رات بتانا ہے

بے باپ غریب ماں کے بطن سے پیدا ہوئے ساری عمر گھر تک بھی نصیب نہوا مرزاجی کے مرید خاص حکیم خدا بخش لکھتے ہیں۔ دیلمی و ابن النجار نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سفر کرتے تھے جب شام پڑ جاتی تو جنگل کا ساگ پات کھا لیتے اور چشمہ کا پانی پی لیتے اور مٹی کا تکیہ بناتے (یعنی زمین پر ہی بے بستر لیٹ جاتے) پھر کہتے کہ نہ تو میرا گھر ہے کہ جس کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو اور نہ کوئی اولاد ہے کہ جس کے مرنے کا غم ہو (عسل مصفیٰ حصہ اول) یہ کیسی شہزادگی تھی حضرت عیسیٰ کے شہزادہ مشہور ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی، اگر یہ اسرائیلی شہزادہ نبی کی قبر ہے تو سلیمان علیہ السلام کی ہوسکتی ہے کیونکہ حضرت ہی نے کشمیر کو آباد کیا۔ حضرت کے آنے کا ذکر ہندو مورخ نے بھی کیا ہے کشمیر میں ایک پہاڑ بھی تخت سلیمان کے نام سے مشہور ہے اگر نام پر نظر کیجائے تو حضرت کے وزیر آصف کی بیٹی کی قبر ہوگی یوز آصف کا امتداد زمانہ سے یوز آصف ہوگیا اور وہ شہزادہ بھی مشہور ہوسکتا تھا۔ یا یوز آصف نام کوئی حضرت سلیمان کی نسل کا آدمی ہو وہ فتنہ بخت نصر کے وقت پریشان ہوکر یہاں آیا ہو اُس کا خاندانی تعلق بھی کسی قدر ثابت ہے کہ بہمن شاہ ایران کی بڑی بیگم قبیلہ رحجام بن سلیمان سے تھی اور اس کی دوسری بیگم راجہ سورا اندر والی کشمیر کی بیٹی تھی اور حضرت موسیٰ کی قبر ہوسکتی ہے کہ حضرت کا کشمیر آنا ہندو مورخ نے بھی بیان کیا ہے (گلدستہ کشمیر ص۱) اور حضرت یوسف علیہ السلام کی نسبت سے وہ شہزادے بھی کہے جاسکتے ہیں اور کشمیر میں دوسری جگہ اُن کا چلہ بھی موجود ہے سری نگر کے قریب جھیل ہارون بھی ہے جس کو ہارون کہا جاسکتا ہے اور سندو بستا نیں کوہ طور بھی ہے دکن میں ایک پہاڑ کا نام ہے (مثل محکمہ نظامت اسٹیٹ نواب سالار جنگ بہادر ۲۸ سنہ ۱۳۱۹ف میں ایک سند شامل ہے اسمیں یہ فقرات ہیں بحقایق و معارف آگاہ امیر علی شاہ نوشتہ می شود کہ کوہ طور و چشمہ بی بی سکان زر خرید ما بدولت است، مرقومہ سنہ ۱۱۸۳ ہجری) پس کہا جاسکتا ہے کہ دکن کے پہاڑی کوہ طور پر آکر خدا سے کلام کرتے تھے اور کشمیر میں دونوں بھائی جھیل ہارون کے قریب رہتے تھے جب انتقال ہوگیا تو یہیں دفن ہوگئے۔ موسیٰ اسرائیلی کا

بگڑ کر امتداد زمانہ سے یوز آسف ہو گیا۔ ان رکیک باتوں سے جو عیسی کی قبر بنانے میں کیجاتی ہیں یہ دلیلیں ہر از جگہ مضبوط ہیں، تاریخ سلیمان باغ و تاریخ اعظمی میں ہے کہ یہاں نبی کی قبر مشہور ہے ان دونوں مورخین کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ شہرت عام کو نقل کر رہے ہیں مورخانہ حیثیت سے اپنی ذمہ داری پر بیان نہیں کرتے اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ ضرور یہاں نبی کی قبر ہے تو بھی حضرت عیسی کی قبر نہیں ثابت ہو سکتی ہے خداوند ذوالجلال نے فرمایا ہے کہ ہم نے ہر قوم میں ہادی بھیجے ہیں ممکن ہے کہ کشمیر میں بھی کوئی نبی ہوا ہو اور اس کا نام یوز آسف ہی ہو۔ کشمیر کی تاریخوں میں ایک مرد صالح کا بھی ذکر ہے کہ اُس نے راجہ سُندر کے زمانہ میں لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرایا جب سب نے اس کی تکذیب کی تو سارا شہر خسف کر دیا گیا ممکن ہے کہ وہی نبی ہو ہندو مورخ جسکی مبالغہ آمیزی مشہور ثابت ہے راجہ سُندر کا زمانہ دو ہزار قبل مسیح لکھا ہے لیکن اس تاریخ کے مضامین باب دوم میں ثابت کیا گیا ہے کہ یہ راجہ کم و بیش پانسو برس قبل مسیح تھا اور یہی زمانہ جیسا کہ آگے بیان ہوگا یوز آسف کا ہے تاریخ اعظمی کا بیان بھی اس معاملہ کو صاف کرتا ہے (درعوام مشہور است کہ آنجا پیغمبرے آسودہ است کہ در زمانہ سابقہ در کشمیر مبعوث شدہ در کتابے دیدہ ام کہ بعد از قصۂ دور و دراز حکایتے می نویسد کہ یکے از سلاطین زادہ براہ زہد و تقوی آمدہ ریاضت و عبادت بسیاری کرد برسالت مردم کشمیر مبعوث شد)۔

اس میں اوّل تو شہزادہ کا لفظ ہے جو کسی طرح حضرت مسیح پر صادق نہیں آسکتا، دوسرا لفظ مبعوث ہے کیونکہ یہ بالاتفاق مسلم ہے کہ حضرت عیسی کی بعثت کشمیر میں نہیں ہوئی۔ مرزا جی ان کو واقعہ صلیب کے بعد کشمیر لاتے ہیں۔ تاریخ اس نبی کو بیان کرتی ہے جو کشمیر میں مبعوث ہوا، کوئی نہیں کہتا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں مبعوث ہوئے، بدر میں مبعوث ہوئے، تبوک میں مبعوث ہوئے سب یہی کہتے ہیں کہ مکہ مبعوث ہوئے مقام بعثت وہ ہے کہ جہاں اوّل نبوت عطا ہو۔ اس لئے کشمیر حضرت عیسے کا مقام بعثت نہیں اور تاریخ اُس نبی کا مقام بعثت کشمیر بتاتی ہے۔ تاریخ سلیمان باغ میں ہے ؎

ہمدران روضہ بہشت نشان	قبر پیغمبریست مشک فشان
ہر کہ نزدیک او عنان تابد	بوئے خوش در دماغ خود یابد

نقل کردند راویان کہ بکام | بود شہزادہ لفضل تمام
ترک دنیا نمود و سالک شد | در مقام سلوک مالک شد
بندگی چون نمود با اخلاص | شد بہ پیغمبری زیزدان خاص
گشت مبعوث خلق و شد ہادی | عاقبت رخت بست ازین وادی
ہست آن مشکبوئے تربت او | کہ بہ یوز آسف است شہرت او

مرزاجی کا بیان ہے کہ صلیب سے جب جناب مسیح اُتارے گئے تو زخمی تھے آپ کا خفیہ طور پر مرہم پٹی ہوا کچھ آرام ہوگیا تو کشمیر چلے آئے لیکن یہ مرزاجی کو بھی مسلم ہے کہ کتب سابقہ مشمولہ بائبل میں تحریف ہوئی ہے اس لئے ان کا جو بیان موافق قرآن ہو وہ صحیح ہے اور جو قرآن کے خلاف ہو قابل تسلیم نہیں۔ قرآن مجید صاف الفاظ میں واقعہ صلیب کی تکذیب کرتا ہے (وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ یعنی نہ وہ قتل کئے گئے نہ صلیب دئے گئے) پھر واقعہ صلیب کیونکر تسلیم کر لیا جائے اس کے علاوہ کتاب مقدس میں ہے کہ جو کاٹھ پر لٹکایا جائے گا وہ لعنتی ہوگا۔ مرزاجی ایک پیغمبر کو کاٹ پر لٹکواتے ہیں مسلمانوں کا قدیم اور اجماعی عقیدہ یہ ہے کہ مسیح صلیب نہیں دے گئے بلکہ آسمان پر اٹھائے گئے اُن کا ہم شبیہ صلیب دیا گیا۔ ایسا ہی قرآنی بیان ہے عیسائیوں کے چند قدیمی فرقوں کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ سائیس مسیح کی جگہ صلیب دیا گیا۔ فرقہ سریفین اور پاکرشین کا عقیدہ ہے کہ مسیح کی جگہ اس کا ہم شبیہ مصلوب ہوا مصنف فوتیس کہتا ہے کہ میں نے ایک کتاب رسولوں کے سفر نامے پڑھی جس میں بطرس، یوحنا، اندریاس طاس پولوس کے اعمال مندرج تھے۔ اس میں مذکور ہے کہ مسیح مصلوب نہیں ہوئے بلکہ ان کی جگہ اور شخص مصلوب ہوا (حاشیہ سورہ آل عمران انگریزی ترجمہ ڈاکٹر جارج سیل) نیز ڈاکٹر سیل نے بحوالہ انجیل برنباس لکھا ہے (کہ جب یہودی مسیح کو پکڑنے جا رہے تھے تو مسیح چار فرشتوں کے ذریعہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ آپ کے بجائے یہودا اسکریوطی جس کو خدا نے آپ کا ہمشکل کر دیا تھا پکڑا گیا) مروجہ بائبل سے اگر اس واقعہ کو دیکھا جائے تو اس میں اس قدر شدید اختلاف ہے کہ کوئی صاحب ہوش اس پر یقین کرنے کے لئے طیار نہیں ہو سکتا۔ متی ۲۶/۲۷ مرقس ۱۴/۱۵ لوقا ۲۲/۲۳ میں ہے کہ حضرت مسیح نے خدا سے

دعا کی کہ ان کو یہود سے بچالے اور عبرانیوں کے نام پولوس کے خط ۵/۷ میں ہے کہ انکی وہ دعا قبول ہوئی
پھر صلیب پانا کیسا ! اناجیل کے وہ بیانات جن سے واقعہ صلیب کو ثابت کیا جاتا ہے اسقدر مختلف
و متزلزل ہیں کہ ان پر کسی طرح اعتماد نہیں ہوتا اول تو اس واقعہ کا کوئی عینی گواہ نہیں یہود کہتے ہیں
کہ وہ کافر و مخالف و فریق معاملہ ہیں ان کے کہنے کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا اور مسیح کا جب گرفتار
ہونا بیان کیا ہے اسوقت ان کے پاس کسی مرید کا ہونا ثابت نہیں کیونکہ متی ۲۶/۵۶ مرقس ۱۴/۵۰ میں ہے
کہ جب سپاہی مسیح کو گرفتار کرنے آئے تو مسیح کے سب شاگرد بھاگ گئے ۔ جب مومن بھاگ گئے
تو قابل شہادت کون رہا ۔ اب اس واقعہ کے متعلق دیگر بیانات کا اختلاف قابل دید ہے ۔ متی ۲۶/۴۸ ،
مرقس ۱۴/۴۴ لوقا ۲۲/۴۷ میں ہے کہ یہودا اسکریوطی نے مسیح کی پیشانی کو بوسہ دیا تاکہ گرفتار کرنیوالے
شناخت کریں یوحنا ۱۸/۵ میں ہے کہ مسیح نے خود سپاہیوں سے کہا کہ میں مسیح ہوں ۔ متی ۲۷/۳۲ ،
مرقس ۱۵/۲۱ لوقا ۲۳/۲۶ میں ہے کہ سپاہیوں نے شمعون کو بیگار میں پکڑا اور اس سے صلیب اٹھوا کر
مقام گلگتا تک لائے جہاں مسیح صلیب دئے گئے یوحنا ۱۹/۱۷ میں ہے کہ مسیح خود کاندھے پہ صلیب
اٹھا کر لائے متی ۲۷/۵ میں ہے کہ یہودا نے جو تیس روپیہ رشوت کے لیکر مسیح کو گرفتار کرایا تھا وہ
بعد کو پچتایا اور وہ روپیہ کاہنوں کے سردار کے پاس پھینک کر چلا گیا اور پھانسی کھا کر خودکشی کی
کتاب رسولوں کے اعمال میں ہے کہ یہودا نے اس روپیہ سے کھیت خریدا اور وہ سر کے بل گر پڑا اسکا
سر پھٹ گیا اور انتڑیاں نکل پڑیں مرگیا (۱/۱۸) اس اختلاف کو دیکھتے ہوئے کون ہوشمند واقعہ صلیب
کو قبول کرسکتا ہے ۔ یہود نے تو مسیح کا مصلوب ہونا اس لئے بیان کیا کہ وہ ان کو سچا رسول نہ سمجھتے تھے
اس لئے ان کو توریت کے اس حکم کا مصداق بناتے ہیں کہ جو کاٹھ پر لٹکایا جائے گا وہ لعنتی ہوگا ۔
اس کے علاوہ ایک شخص کو انہوں نے صلیب دی بھی جو ان کی نظروں میں مسیح ہی تھا ۔ نصاریٰ نے
ان کے بیان اور عقیدہ سے زچ ہو کر یہود کو ظالم و شقی ٹھیرانے کیلئے مسیح کے مظلوم و مصلوب ہونے
کو ایک فضیلت قرار دے کر کفارہ کا مسئلہ گھڑ لیا ۔ یہی عقاید اس نشان قبر کا باعث ہیں جو بیت المقدس
میں بتائی جاتی ہے اس کو مرزاجی اور ان کے مرید بھی صحیح قبر نہیں سمجھتے ۔ غرض حسب بیان مرزاجی مسیح کا

کشمیر آکر وفات پانا واقعہ صلیب پر منحصر ہے جب واقعہ صلیب ہی ثابت نہیں تو قبر کیسی ؟۔
قبر کے متعلق مرزاجی اور ان کے مریدین کے بیانات بھی اس قدر مختلف ہیں کہ ان پر بھروسہ نہیں ہو سکتا
کبھی بیت المقدس بتاتے ہیں جس کا فیصلہ اوپر ہو چکا، کبھی مدینہ شریف کے پہاڑ عنیف پر بتاتے ہیں
چنانچہ کتاب چشمہ معرفت کے حاشیہ پر لکھتے ہیں (اور ایک کتاب تاریخ طبری کے ص۷۳۹ میں ایک بزرگ
کی روایت ہے حضرت عیسی کی قبر کا بھی حوالہ دیا ہے جو ایک جگہ دیکھی گئی یعنی قبر پر پتھر پایا جس پر یہ
.... لکھا ہوا تھا کہ یہ رسول اللہ عیسی ابن مریم کی قبر ہے یہ قصہ ابن جریر نے اپنی کتاب
میں لکھا ہے جو نہایت معتبر اور ائمہ حدیث میں سے ہیں) اس روایت کو بڑے شد و مد سے مرزاجی کے
مریدوں نے اخبارات الحکم ۱۹۰۷؁ء البدر ۱۹۰۷؁ء فاروق ۱۹۲۶؁ء رسالہ تشحید الاذہان ۱۹۱۳؁ء
کتاب محقق ص۱۱۸ کتاب نعم الوکیل ص۲۳ کتاب مرآۃ الحقائق جلد سوم میں پیش کیا ہے اس روایت میں
ایک راوی محمد بن اسحاق ہے جس کو امام مالک نے دجال کہا ہے۔ امام احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ یہ اضی
فرقہ کا آدمی ہے امام ابو داؤد نے قدری فرقہ سے بتایا ہے، ہشام بن عروہ و شیخ یحیی بن قطان
محدثین نے کذاب کہا ہے (میزان الاعتدال جلد سوم) پھر یہ روایت کیونکہ معتبر اور قابل سند
ہو سکتی ہے۔ اس راوی کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے اس کو سرور شاہ مرزاجی کے مرید خاص نے
اپنی کتاب القول المحمود فی شان الموعود میں تسلیم کیا ہے اور مرزاجی کے دوسرے خاص صحابی حکیم
خدا بخش نے لکھا ہے کہ یہ قبر فرضی ہے اور بلا شک فرضی ہے (عسل مصفی جلد اول ص۲۱۸) طبری
میں اس روایت میں اس پتھر پر یہ لکھا ہوا بتایا گیا ہے (رسول اللہ عیسی بن مریم کی قبر ہے) لیکن
دیگر کتب کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ اس میں سہو کاتب سے ایک (رسول) رہ گیا ایک قدیم و معتبر
کتاب وفاء الوفا میں ہے کہ اس پتھر پر لکھا تھا (رسول رسول اللہ عیسی بن مریم) طبری کے کاتب سے
ایک رسول چھوٹ گیا اور اب تو مرزاجی یا کوئی ان کا مرید بھی اس قبر کا ذکر نہیں کرتا چلو اس کا بھی فیصلہ
ہو گیا۔ اب رہی یوز آسف کی قبر اس کے متعلق بھی مرزاجی اور ان کے مریدین کے بیانات مضطرب ہیں
ان کو خود اطمینان نہیں کہ یہ قبر مسیح کی ہے۔ ازالہ الاوہام میں لکھتے ہیں کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں جاکر

فوت ہوا (تقطیع کلاں ص۲۳۷) مرزاجی نے اپنی دو درجن سے زاید کتابوں میں بحوالہ کتاب اکمال الدین لکھا ہے کہ شہزادہ یوز آسف ہی حضرت عیسیٰ تھا اور مرزاجی کی تقلید میں ان کے بہت سے مریدوں نے بھی اس کو نقل کیا ہے لیکن حوالہ سراسر غلط ہے۔ کتاب اکمال الدین واتمام النعمہ فی اثبات الغیبۃ کشف الحیرۃ شیخ سعید ابی جعفر محمد بن علی بن الحسین موسیٰ بن بابویہ القمی کی ہے ایران میں ۱۳۰۱ھ طبع ہوئی اس کا اردو ترجمہ ۱۸۹۶ء میں مفید عام پریس آگرہ میں چھپا جس کا حوالہ مرزاجی نے اپنی کتاب راز حقیقت میں دیا ہے اس کا نام شہزادہ یوز آسف اور حکیم بلوہر ہے اور ایک ترجمہ تنبیہ الغافلین نام مطبع صبح صادق میں شایع ہوا ایک دوسری کتاب یوز آسف و بلوہر مطبع شمسی دہلی میں طبع ہوئی۔ کتاب اکمال میں یوز آسف کا حال اس طرح لکھا ہے کہ ہندوستان کے بادشاہوں میں (ملکاً من ملوک الہند) ایک بڑا بادشاہ تھا بت پرست عیاش ظالم اس کا نام جیبز تھا۔ اس کے ایک خوبصورت لڑکا پیدا ہوا اس کا نام یوز آسف رکھا گیا۔ نجومیوں نے اس لڑکے کا طالع دیکھا اور بادشاہ کو اطمینان دلایا کہ یہ شہزادہ بڑا صاحب مرتبہ ہوگا۔ لیکن ایک نجومی نے کہا کہ اس کے نصیب میں جو بڑائی ہے وہ آخرت کی ہے بادشاہ یہ سن کر غمگین ہوا اور شہزادہ کو علیحدہ ایک مکان میں رہنے کا حکم دیا اور اس کے پاس لوگوں کو آنے جانے سے منع کر دیا اور تاکید کر دی کہ کوئی آخرت کا ذکر نہ کرے ایک عابد حکیم بلوہر نام لنکا سے تاجرانہ لباس میں آکر شہزادہ سے ملا اور اس کو تعلیم و تلقین کرنے لگا۔ بادشاہ کو خبر ہو گئی، بلوہر بھاگ گیا بادشاہ نے چار ہزار عورتیں شہزادے کے پاس بھیجدیں تاکہ ان سے مانوس ہو کر دنیا کی طرف راغب ہو مگر شہزادہ نے کسی کی طرف التفات نہ کیا۔ آخر ایک راجہ کی بیٹی بھیجی گئی شہزادہ اس پر فریفتہ ہو گیا اور ملوث ہوا۔ اس لڑکی کو حمل ہو گیا ۹ مہینے بعد اس کے لڑکا پیدا ہوا اس کا نام سابل رکھا گیا اس کے بعد یوز آسف نے توبہ کی اس کے پاس خدا کا فرشتہ آیا۔ اب یوز آسف لوگوں کو ہدایت کرنے کیلئے نکل کھڑا ہوا۔ بہت لوگ اس پر ایمان لائے پھر اس کا باپ بھی اس پر ایمان لایا۔ یوز آسف کے باپ کے مرنے کے بعد اس کی غیبت میں یوز آسف کا چچا سمتا نام یوز آسف کی طرف سے حکمرانی کرتا تھا۔ بعد بلوغ اس کا لڑکا حکمران ہوا۔ اور یہ سلطنت نسلاً بعد نسل مدت تک اس کے خاندان میں رہی آخر کشمیر میں آکر

فوت ہوا اپنے مرید ابابیل (بعض نے بابد لکھا ہے) کو جانشین کر گیا۔ یہ واقعات ہم نے کتاب یوز آسف وبلوہر سے منتخب کر کے لکھے ہیں۔ در کتاب سوانح عمری کہ بزبان عربی است مرقوم است کہ یوز آسف مذکور راجہ بود ساکن مقام شولابت از وطن مالوف خود سیر کنان در کشمیر رسیدہ توقف در آن جا انتقال نمود در محلہ انیرہ مرہ کہ از محلہ خانیار واز مقام روضہ بل محلہ جداگانہ بجانب غرب واقعہ است (تاریخ کبیر کشمیر حصہ تحایف الابرار) قبل اس کے کہ کتاب یوز آسف کے متعلق کچھ لکھا جائے یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ کشمیر میں کوئی نبی مبعوث ہوا تو وہ بھی وہ نبی یوز آسف نہیں ہو سکتا کیونکہ یوز آسف کا زنا کرنا ثابت ہے انبیاء علیہم السلام معصوم تھے، ان سے یہ حرکت نہ قبل نبوت ممکن تھی نہ بعد نبوت، ہاں یہ تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ بعد کو چونکہ وہ تائب ہو گیا اس لئے اولیاء اللہ میں سے ہوا ہو اگر یوز آسف نبی تھا بھی تب بھی مسیح نہیں ہو سکتا، مسیح بے باپ غریب ماں کے بطن سے پیدا ہوئے نکاح نہیں کیا۔ پھر اولاد کیسی اور نسل وحکمرانی کا کیا ذکر، ساری عمر بے سرو سامان رہے، یوز آسف نے بادشاہ کے گھر میں آنکھ کھولی اولاد پیدا ہوئی اس کی نسلیں حکمران رہیں کوئی ایک بات بھی مسیح سے نہیں ملتی یوز آسف جیسا کہ بعض کا خیال ہے کہ گوتم بدھ تھے صحیح نہیں کیونکہ اس کا زمانہ بدھ سے تین سو برس بعد لکھا ہے۔ (یعنی جب یوز آسف پر ایمان لایا اس وقت بدھ کو تین سو برس گذر چکے تھے، کتاب یوز آسف وبلوہر) چونکہ یہ بدھ سے تین سو برس بعد ہے اس لئے مسیح سے کم و بیش (۲۵۰) سال قبل ہے کیونکہ بدھ کے زمانہ کا تخمینہ بعض مؤرخین نے زیادہ سے زیادہ (۵۵۰) سال قبل مسیح لکھا ہے اس لئے یوز آسف نہ بدھ ہے نہ مسیح، یہ تیسرا شخص ہے، مرزا جی کے مرید حکیم غلام رسول لکھتے ہیں ممکن ہے کہ یوز آسف کے نام کا شہزادہ بھی ہو چکا ہو جس کا نام مسیح کے اسی نام پر رکھا گیا ہو (التنقید ص۲۵) یوز آسف پہلے ہے اس لئے اس کا نام مقدم ہوا مسیح کا نام بعد کو ہوا اور جب یہ خیال ہے تو قبر کا فیصلہ ہو گیا کیونکہ بقول مرزا جی وہ قبر شہزادہ نبی کی ہے لہذا شہزادہ یوز آسف کی ہے مسیح کی نہیں حکیم جی کو یہ بھی خبر نہیں کہ مسیح سے ڈھائی صدی قبل یوز آسف گذرا ہے اور اس کی سوانح عمری بھی ولادت مسیح سے قبل لکھی جا چکی ہے مرزا جی نے کتاب چشمہ مسیحی کے ص۲۵ اور اخبارات بدر وحکم ۱۹۰۶ء میں لکھا ہے جس کی

نسبت محقق انگریزوں کا بھی یہی خیال ہے کہ اس کی سوانح عمری ولادت مسیح سے پہلے مرتب ہو چکی تھی،
(یوز آسف و بلوہر مطبوعہ شمسی پریس دہلی ص ۳) مرزاجی کے مرید سید صادق حسین نے اپنی کتاب میں لکھا ہے
چونکہ جب یوز آسف پر ایمان لایا تو اس وقت تین سو برس بدھ کو ہو چکے تھے۔ یوز آسف کے زمانہ کے
دو سو برس بعد یہ کتاب لکھی گئی اور چونکہ بدھ حضرت عیسیٰ سے قریباً پانسو برس پہلے گذرا ہے اس لئے
کہا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب غالباً حضرت کے زمانہ سے کچھ پہلے لکھی گئی تھی۔ (کشف الاسرار مطبوعہ سنہ ۱۹۱۱ء
مطبع بدر قادیان) مرزاجی نے عربی کتاب اکمال الدین کے لفظ بشریٰ (جسکے معنی بشارت کے ہیں)
کا ترجمہ انجیل کیا ہے تاکہ یوز آسف مسیح اور اس کی کتاب انجیل ثابت ہو یہ ترجمہ کسی طرح موزون
نہیں اور یوز آسف کا فیصلہ کہ وہ مسیح نہیں تاریخی تحقیق اور مرزاجی کے مریدوں کے تحقیق سے پہلے ذکور
ہو چکا ہے نہ یہ ثابت ہے کہ یوز آسف ملک شام سے کشمیر آیا۔ یوز آسف کی کتاب کی حقیقت یہ ہے کہ
ایک کتاب (جو یوز آسف کے نام سے مشہور ہے) کا ترجمہ خلیفہ منصور عباسی کے زمانہ میں سنسکرت سے
عربی میں عبد اللہ بن مقنع نے کیا اس کا نام ان کتابوں میں درج ہے جن کا ترجمہ سنسکرت سے عربی میں
ہوا ہے (فہرست ابن الندیم) کتاب السنۃ مشرقیہ کے ص ۹۸ پر جو کتب ترجمہ کی فہرست ہے اس میں
بھی اس کتاب کا سنسکرت سے ترجمہ ہونا لکھا ہے عربی میں کتاب متعدد صورتوں میں لکھی گئی (پرفیسر)
چونکہ اس میں دلچسپ قصہ کی صورت میں عمدہ نصیحتیں کی گئی ہیں اس لئے اس کے ترجمہ اور بہت سی
زبانوں میں ہوئے اور اس کے مضامین سے بہت سی کتابیں مرتب کی گئیں (یوسف و آسف و بلوہر یہ
کتاب سنسکرت سے لیگئی۔ پروفیسر میکسمولر و ڈاکٹر لابریکیٹ) خلیفہ منصور عباسی کے عیسائی طبیب
یوحنا نے اس کا ترجمہ یونانی زبان میں کیا، عربی، فارسی، حبشی، جارجین، ارمنی، عبرانی، لٹالا،
بوہمیا، پولنڈ اور آئیس لینڈ کی زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے۔ سنہ ۱۲۰۴ء میں ناروے کے ایک
بادشاہ نے خود اس کا ترجمہ کیا۔ پہلے یہ خیال تھا کہ یہ کتاب حکیم یوحنا کی تصنیف ہے سائیمون میٹا فراسٹ
نے اپنی کتاب تذکرۃ الاولیا میں سنہ ۱۱۵۰ء میں اس کتاب کو شامل کیا اور یوز آسف کو مسیحی اولیا میں
شامل کیا۔ تیرہویں صدی عیسوی میں ولسنٹ نے اس قصہ کو اپنی کتاب اسپیکولم ہسٹوریال میں

میں داخل کیا اور جیکوس ڈی ڈورمن نے اس کا اختصار کرکے اپنی کتاب گولڈن لیجنڈ میں شامل کیا ان نقول و تراجم کا یہ اثر ہوا کہ یوزآسف و بلوہر سینٹ جوزآفٹ و سنیٹ بالم کے لقب سے کلیسا، یونانی رومی کے اولیا میں شامل ہوگئے۔ مجتہدین شیعہ نے اس کو حضرت امام زین العابدین کیطرف منسوب کرکے چوتھی صدی ہجری میں حدیث میں داخل کرلیا اور علامہ ابوجعفر محمد بن علی ابن بابویہ القمی نے اس کا نام اکمال الدین اتمام النعمہ رکھا، اخوان الصفا جو چوتھی صدی کی تصنیف ہے اس میں اس کتاب کے بہت سے ابواب شامل ہیں۔ اب مرزا جی نے اس کو حضرت مسیح کی انجیل کہنا شروع کردیا، (کتاب بارلیم و یوزآسف (جوزآفٹ) جان دمشقی مسیحی کی تصنیف ہے اس میں ایک ہندوستانی شہزادے کی پیدائش کا ذکر ہے جو ایسے راجہ کے یہاں پیدا ہوا جو عیسائیوں کا دشمن تھا پھر اس کو ایک راہب ملا۔ وہ شہزادہ عیسائی ہوکر راہب ہوگیا۔ (انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس) اُس نے لکھا ہے کہ میں نے یہ کہانی ہندوستانیوں کی زبان سے سُنی یہ شخص (مصنف) خلیفہ منصور عباسی کے عہد میں تھا۔ بدھ مذہب کی کتاب للت وستا میں بدھ کی پیدائش کا حال ایسا ہی لکھا ہے جو یوزآسف و بلوہر میں ہے یوزآسف کے متعلق جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ یہ بدھ ہے چنانچہ ابن ندیم نے ص۳۴۷ پر لکھا ہے کہ بدھ اور یوزآسف ایک ہی شخص ہیں۔

رہس ڈیوڈز نے لکھا ہے کہ جوزآفٹ بدھ ہے اور جوزآفٹ عربی میں یوزآسف لکھا جاتا ہے (بدھسٹ برتھ اسٹوریز (دیباچہ ص۳۶) یہ نام مختلف صورتوں میں لکھا گیا ہے۔ بواسف، بواسف، برسف، بوذآسف، بورآسف، بوداسف، سورآشف (الفہرست) قدیم فارسی میں دال کی جگہ ذال لکھتے تھے اس لئے بود کا بوذ ہوا بقول زفاو صاحب (ستو کا (سف) یا بودی ستو) کا (بوذ آسف) ہوگیا اور بلوہر کی اصل (پروہتر) بمعنے گرو ہے بودھ کو ایرانی بودھ آسف ہی کہتے ہیں چنانچہ ایران کے نووہار (عام طور پر نوبہار لکھتے ہیں۔ اصل وہار ہے بدھ مذہب کے معبد کو وہار کہتے ہیں) کے دروازے پر کندہ تھا (بوذاسف کا قول ہے کہ بادشاہوں کے دروازے تین خصلتوں کے محتاج ہیں، عقل اور صبر اور مال (مسعودی)۔ جاتکا (کتاب پیدائش) میں شاہزادہ کپیلا وستو اور ...

مریدوں کو بودھ ست (طالب حق) کے لفظ سے مخاطب کیا کرتے تھے۔ اس تمام تحقیقات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یوز آسف اسوقت تک کوئی نام نہ تھا۔ نہ یہ اسوقت تک کسی شخص کا نام تھا اور یہ شخص جس کا ترجمہ ہوتے ہوتے کثرت استعمال سے یوز آسف ہوا ہے بدھ ہے جو ابدھ ست) بمعنے طالب حق) بگڑ کر بنا ہے، رہا یوز آسف اور بدھ کے زمانہ میں تین صدی کا فرق یہ ہندوستانی بیان اور تاریخ کی کوئی نئی اور عجیب بات نہیں دوسرے اس خیال کی بنا کہ یوز آسف بدھ سے تین صدی بعد ہوا یہ قول ہے کہ بھون یوز آسف پر جب ایمان لایا تو بُدھ کو تین سو برس گذر چکے تھے۔ اس قول کا یہ مطلب نہیں کہ بھون دست بدست یوز آسف سے مُرید ہوا۔ ایمان بعد کو بھی لاتے ہیں۔ آج جو شخص مسلمان ہوتا ہے اس کو یہی کہتے ہیں کہ محمد پر ایمان لایا تو کیا اس کا یہ مطلب ہو جاتا ہے کہ وہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھا۔ بلوہر کی اصل وہی پروہت (بمعنے گرو) ہے کتاب یوز آسف بلوہر للت دستا سے کچھ تغیر و اضافہ سے مرتب کی گئی ہے اور یہ سب کچھ حضرت مسیح سے صدیوں پہلے ہوا ایک دقت بھی پیش آتی ہے کہ اگر یہ مسیح کی قبر ہے تو لازم آتا ہے کہ یہاں لوگ ان کے متبع ہوتے لیکن تاریخ کشمیر عیسوی مذہب کے بیان سے ساکت ہے اُون کے معابد کا نشان ہوتا۔ ہندوؤں کے بہت سے مندر قبل از مسیح کے اسوقت موجود ہیں اگر یہ کہا جائے کہ کوئی ایمان نہیں لایا تو حضرت کو دفن کر کے کس نے باقاعدہ قبر بنائی۔ ہندو تو لاوارث لاش کو جلا دیتے یا بہا دیتے۔ مرزا جی نے مسیح کے کشمیر آنے پر اس آیت سے استدلال کیا ہے وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنَاهُمَا إِلَىٰ رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ (سورہ مؤمنون) یعنی ہم نے ابن مریم اور اس کی ماں کو اپنی قدرت کا نشان بنایا اور ان دونوں کو ایک اونچی جگہ پر جو ٹھیرنے کے قابل تھی اور شاداب تھی پناہ دی۔ مرزا جی کہتے ہیں کہ اس آیت میں خداوند ذوالجلال نے مسیح کی جائے قرار کی تعریف میں بلند و شاداب فرمایا ہے چونکہ کشمیر بلند بھی ہے اور شاداب بھی اسلئے کشمیر ہی مراد ہے لیکن مرزا جی کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح بعد واقعہ صلیب کشمیر میں آئے اور یہ آیت بالاتفاق تمام مفسرین و متقدمین ان کے وقت ولادت سے متعلق ہے پھر کشمیر کیونکر مراد ہو سکتا ہے یہ عقیدہ تو جب صحیح ہو سکتا ہے جب یہ تسلیم کر لیا جائے کہ آج تک

جس قدر محدثین و مفسرین اولیا علما مجددین گذرے ہیں کوئی اس مطلب کو نہ سمجھا۔ چودہ صدی کے بعد مرزا جی نے حل کیا۔ آیت میں کسی ملک کا نام نہیں اونچی اور شاداب زمینیں دنیا میں بہت ہیں ایک کشمیر ہی نہیں۔ اس آیت سے حسب بیان سلف صالحین ارض بیت المقدس مراد ہے۔ اس ارض مقدس کی قرآن مجید میں اور بھی کئی جگہ تعریف آئی ہے۔ حضرت ابن عباس سے اس آیت کے متعلق روایت ہے کہ معین جاری پانی کو کہتے ہیں اس سے مراد وہ نہر ہے جس کی بابت دوسری جگہ ارشاد ہے قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا۔ سورۂ مریم) یعنی حضرت عیسیٰ کی ولادت پر حضرت مریم پر ایک چشمہ ظاہر کیا گیا۔ اسی طرح ضحاک و قتادہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد بیت المقدس ہے (تفسیر ابن کثیر) ہاں خوب یاد آیا رسول کریم نے حضرت عیسیٰ کے متعلق فرمایا ہے کہ (ثم یموت فیدفن فی قبری فاقوم انا و عیسے بن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر و عمر۔ مشکوۃ باب نزول عیسیٰ) یعنی عیسیٰ بعد نزول وفات پائیں گے اور میرے روضہ میں ابوبکر و عمر کے درمیان دفن ہوں گے۔

مرزا جی کے مرید سید محمد حسن امروہی نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ اس سے رسول کریم کی توہین ہوتی ہے جب کہ عیسیٰ رسول کریم کی قبر میں دفن ہوں گے تو گویا مزار مبارک کھودا جائیگا یہ اعتراض نہایت لغو ہے کیونکہ حدیث کے الفاظ خود اس کا رد کرتے ہیں (بین ابی بکر و عمر یعنی ابوبکر و عمر کے درمیان) مرکب اضافی بین ابی بکر و عمر متعلق ہے فعل یدفن کے، نہ کہ اقوم کے جب عیسیٰ ابوبکر و عمر کے درمیان میں دفن ہوں گے تو مزار مبارک کے کھودنے کا شبہ جاتا رہا۔ یہی تنصیص (بین ابی بکر و عمر) کے عقد کی ہے۔ اس امر کی کہ قبر بمعنے مقبرہ ہے اور فی بمعنے من۔ اس حدیث میں قبر بمعنے مقبرہ اور فی ثانی بمعنے من کی تصریح ملا علی قاری نے اس حدیث کی شرح میں کی ہے ؎

تینوں قبریں اس طرح پر روضۂ اقدس میں ہیں: خط کوفی میں لکھا ہو جیسے نام اللہ کا

نقشہ روضۂ مبارک

مزار مبارک
ابوبکر رضؓ
جائے قبر عیسیٰ ع
عمر رضؓ

جو زندگی میں یار غار تھا وہ بعد وفات بھی یار غار ہے۔

دیکھو نور رفاقت یہ ابوبکر و عمر کی: چھوڑا نہ پس مرگ بھی پہلوئے محمد

عن عائشۃ قالت قلت یارسول اللہ انی اریٰ ان اعیش بعدک فتاذن ان ادفن الیٰ جنبک فقال وانی لی بذلک الموضع ما فیہ الّا موضع قبری وقبر ابی بکر وعمر وعیسی بن مریم یعنی حضرت عائشہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کے بعد زندہ رہوں گی مجھے اجازت دیجے کہ میں آپ کے پہلو میں دفن ہوں آپ نے فرمایا کہ اس جگہ کے متعلق مجھے اختیار نہیں وہاں میری اور ابوبکر و عمر اور عیسی کی قبر ہوگی (کنز العمال) امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن سلام سے روایت کی ہے اور اس حدیث کو حسن کہا ہے عن عبداللہ بن سلام قال مکتوب فی التوراۃ صفۃ محمد وعیسے بن مریم یدفن معہ قال ابو مودود وقد بقی فی البیت موضع قبر۔ یعنی عبداللہ بن سلام نے کہا کہ توریت میں لکھا ہے کہ عیسی محمد کے ساتھ دفن ہوں گے ابو مودود جو اس حدیث کے راوی ہیں کہتے ہیں حجرۂ شریف میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے (مشکوۃ باب اسماء النبی) اس حدیث سے مزار کھودنے کے شبہ کی بھی تردید ہوتی ہے امام بخاری نے اپنی تاریخ اور طبرانی و ابن عساکر نے بھی اسی قسم کی روایت کی ہے (تفسیر ابن کثیر) امام زرقانی نے بھی مواہب لدنیہ میں ایسی ہی روایت لکھی ہے ؎

فریب رائے عزیزاں چساں خورم کہ مرا ؂ حدیث سرور کونین بر زبان باقیست

بیان مرقومہ بالا سے یوز آسف کے مسیح ہونے اور اس قبر کے قبر مسیح ہونے کی کافی تردید ہوگئی بس اب صرف دو باتیں باقی ہیں۔ ایک یہ کہ یہاں کوئی پیغمبر مدفون ہے یا نہیں۔ ہمیں اس کی تصدیق و تکذیب کی ضرورت نہیں جب تک کہ کوئی قوی روایت نہ ہو نہ اس کی تصدیق و تکذیب کچھ مفید ہے دوسرے یہ کہ یوز آصف بھی کوئی شخص ہوا ہے یوز آسف ایک شخص تھا مصر کا رہنے والا جو سلطان زین العابدین کے زمانے میں سفیر ہوکر آیا تھا۔ سید نصیر الدین خانیاری سے اس کا بہت ارتباط تھا وہ یہیں مرا۔ وہ اور سید نصیر الدین خانیاری ایک ہی جگہ مدفون ہیں۔ اور یہ مزار دونوں بزرگوں کے نام سے مشہور ہے اس کی عینی شہادت موجود ہے تاریخ اسرار الاخیار میں جو کشمیر کی مکمل و معتبر تاریخ ہے مذکور ہے امّا صاحب وقایع ملک کشمیر کہ در عہد سلطان زین العابدین بود روایت می کند کہ سلطان

ازجانب خود سید عبداللہ بیہقی را با تحایف و نفائس فراوان بطور سفارت نزد خدیو مصر فرستاد، استحکام رابطہ محبت و اخلاص سلسلہ جنبانی نمود پس خدیو مصر از جانب خود یوز آسف نام شخصے را که از احفاد حضرت موسی پیغمبر بود بکمالات صوری و معنوی فرید دہر و یگانۂ عصر بود نزد سلطان زین العابدین بطریق رسالت مامور ساخت چون سفیر مذکور وارد خطۂ دلپذیر گشت باسلطان رابطۂ اخلاص درست کرد و مراسم رسالت بجا آورده واپس رجعت نمود بعد چندگاه بمرافقت سید نصیرالدین بیہقی که از احفاد سید علاؤالدین بیہقی است از طرف سلطان در نزد شریف مکہ بطور رسالت وکالت رفته بود باز آمده۔ پس یوز آسف بموانست و مجانست سید نصیرالدین بیہقی عمر خود در ینجا بسر کرد۔ والد راقم الحروف عبدالرسول پیشوا میفرمود که من در ایام طالب علمی بہمراه استاد خود ملا عبداللہ بر کوه سلیمان رفته بودم و بر سنگ دیوار نردبان بتخانہ بخط ثلث نوشته دیدم که در ینوقت یوز آسف نام جوانے از مصر آمده دعوائے پیغمبر زادگی میکند سال پنجاه و چہار کشمیری بود (بہ زمانہ سلطان زین العابدین کا مطابق ۸۷۰ ہجری) چندگاه وقتیکه سنگان (سکھ) لاہور متصرف کشمیر گشتند اہل خلاف بربنائے تعصب ذاتی عبارتیکہ بر سنگ بود محو کردند چنانچہ از حروف آن ہنوز باقیست لیکن خوانده نمی شود محرر این اوراق مستحسن غلام حسن میگوید که در ۵۴ کشمیری سلطان زین العابدین بتخانہ مذکور را مرمت کرده است (حالات یوز آسف مصنفہ مولوی محمد شاه سعادت ص ۶) پیرزاده حسن شاه جغرافیہ کشمیر میں بتخانوں کے حالات میں ریشی شور مندر کے ذکر میں جس کی مرمت ۵۴ کشمیری میں سلطان زین العابدین نے کرائی تھی لکھتے ہیں بر دیوار شمالی نردبان سنگین آن منقوش بود در ینوقت یوز آسف نام جوانے از مصر آمده دعوائے پیغمبر زادگی میکند سال پنجاه و چہار (حالات یوز آسف ص ۷) یہ ہے یوز آسف اور دعوائے پیغمبر زادگی کا پیغمبری رہگیا۔ اگر یہ قبر مسیح کی ہوتی جس کو بیسویں صدی ہے تو ایسی معمولی عمارت و حالت پر کشمیر جیسے تباہی خیز ملک میں ہرگز محفوظ نہ رہتی۔ اس قسم کی کوئی عمارت پانسو چھ سو برس کی بھی باقی نہیں۔ ہندوں کے بڑے بڑے سنگین مندر زمین دوز ہو گئے کچھ باقی ہیں لیکن ان کی عمارات نہایت سنگین ہیں۔

شیخ حمزہ مشہور بزرگ ہیں ان کا ذکر ورد المریدین میں ہے ۹۸۴ھ میں وفات پائی۔ حسن شاہ کے زمانہ میں گذرے۔

میر جمال الدین نازک شاہ کے عہد میں تھے۔ مرید حاجی عبد الوہاب ان کا سلسلہ چھ واسطوں سے مخدوم جہانیاں رح تک پہونچتا ہے۔

قاضی ابراہیم مرزا حیدر کے عہد حکومت میں قاضی تھے صاحب کمالات ظاہری و باطنی تھے

مولانا محمد آنی مرزا حیدر کے عہد میں تھے مولانا حاجی کے شاگرد تھے۔ ان کا کچھ ذکر پہلے آچکا ہے

سیّد محمد کرمانی مرزا حیدر کے عہد میں تھے (از منسوبان خانوادہ بابا فرید گنجشکر) سه

یارب نہیں ہے خواہش غلمان بہشت میں ؛ وہاں بھی رہوں غلامیٔ پیران چشت میں

سیّد احمد۔ مرزا حیدر کے عہد کے بزرگوں میں سے ہیں اصل باشندے کرمان کے تھے۔

مولانا قاضی حبیب اللہ توران سے آئے حسین خان چک کے عہد میں تھے کشمیر کے قاضی القضاۃ تھے ان کی تصنیف سے بہت سی کتابیں ہیں ایک رسالہ فارسی میں عقاید نصریہ ہے اہل سنت والجماعۃ کے اصول فروع میں ایک جامع رسالہ ہے اس میں مسئلہ خلافت و امامت پر قابل دید بسیط بحث ہے ملک العلما مولانا ہروی کی اولاد سے تھے۔

ملا فیروز حسین شاہ چک کے عہد میں تھے۔ مخدوم الملک استاد اکبر بادشاہ ان کے شاگرد تھے یہ کشمیر کے مفتی اعظم تھے۔ مخدوم شیخ حمزہ کے مرید تھے۔ کتاب ورد المریدین میں شیخ داؤد خاکی نے بھی ان کی تعریف کی ہے حسین شاہ کے عہد میں شیعوں نے ان کو شہید کیا۔ شیخ یعقوب صرفی نے تاریخ وفات لکھی (گفت شد از بہر دین ملا شہید) ان کے بیٹے ملا عبد الوہاب بھی صاحب تصنیف تھے شرح مواقف و شرح شمسیہ پر بھی انہوں نے حواشی لکھے تھے۔

مُلّا الماس حسین شاہ چک کے عہد میں تھے۔ یوسف نام تھا۔ الماس لقب، ملا فیروز کے شاگرد تھے۔ مفتی تھے۔ یہ بھی اُستاد کے ساتھ شہید ہوئے۔

ملا جوہر کنائی۔ علی شاہ چک کے عہد میں تھے۔ ملا علی قاری و شیخ ابن حجر مکی کے شاگرد تھے۔

عزلت گزین تھے ۱۰۲۶ء میں وفات پائی۔

سید اسمٰعیل شامی یوسف شاہ چک کے زمانے میں تھے۔ روم و شام و ہند کی سیاحت کر کے ۹۹۲ھ میں کشمیر میں مقیم ہوئے۔

شیخ بابا وامی اکبر بادشاہ کے عہد میں تھے۔ ترکستان سے آئے تھے۔ خواجہ حسین خوارزمی کے مرید تھے اکثر جہادوں میں شریک ہوئے۔ عمال حکومت اور رعایائے کشمیر میں نزاع ہوا تو انہوں نے نزاع رفع کرایا ۱۰۰۱ہجری میں کسی مخالف نے ان کو شربت میں زہر دیکر شہید کیا۔

شیخ یعقوب صرفی مولانا آنی کے شاگرد تھے۔ شیخ حسین خوارزمی کے مرید تھے۔ شیخ سلیم چشتی سے بھی فیض حاصل کیا تھا۔ حافظ ابن حجر سے حدیث حاصل کی تھی۔ ۱۰۰۳ھ میں وفات پائی ان کی تصنیفات کثرت سے ہیں ازانجملہ مالک الاخبار، مغازی النبوت، مقامات مرشد، شرح صحیح بخاری حاشیہ توضیح تلویح زیادہ مشہور ہیں۔ شیعہ بادشاہوں نے جب سنیوں پر ظلم بیحد کیا تو انہوں نے آگرہ جاکر اکبر بادشاہ کو فتح کشمیر پر آمادہ کیا۔ یہ شعر ان کا بہت مشہور ہے ؎

ہم ز دل دز دیدہ صبر و ہم دل دیوانہ را ؛ دزد من باخانہ می دزدد متاع خانہ را

شاہ فتح اللہ ایرانی تھے اکبر بادشاہ کے لشکر کے ساتھ کشمیر آئے تھے۔

اخوند ملا کمال جہانگیر کے عہد میں تھے علما و بزرگان کشمیر میں سے تھے آخر میں سیالکوٹ اور لاہور میں مقیم ہوگئے ظاہری باطنی فیوض ان سے جاری تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی نے بھی ابتدا میں ان سے کسب علوم کیا تھا۔ مشہور مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی ان کے شاگرد تھے۔

خواجہ حبیب اللہ نوشہری جہانگیر کے عہد میں تھے۔ شاعر بھی تھے۔ ان کے یہ دو شعر بہت مشہور ہیں

؎ ایکہ بہشت برین بے تو عذابم عذاب ؛ آتش دوزخ ہمہ با تو گلابم گلاب

گرمئ شوقت چہ کرد ۔ نرمئ ذوقت چہ کرد ؛ سینہ کبابم کباب دیدہ پر آبم پُر آب

ملا حسین جبار خواجہ باقی باللہ کے مُرید تھے۔ (بعد مراجعت بہ کشمیر ہمگی ہمت را بترویج سنن و درفع امور بدعت آئین بست) ان کی تصنیف سے بہت سی کتابیں ہیں۔ ہدایۃ الاعمیٰ زیادہ مشہور ہے

یہ جہانگیر کے عہد میں تھے۔

مولانا محمد رضا یہ حکیم دانا کر کے مشہور تھے۔ جب جہانگیر نے سنی شیعہ کا مناظرہ کرایا تھا تو یہ علمار اہل سُنّت کے صدر تھے۔

ملا علی پستنک مشہور فاضل تھے پست قد تھے جہانگیر مذاق میں ان کو پستک کہا کرتا تھا ان کی تاریخ وفات ہے۔ (وائے پست وبلند ہمت کو)۔

شیخ داود کوہی شاہ جہان کے عہد میں تھے مرید شیخ نصیب (درمیان نقرہ در قریہ پایپں کشتوار منزل ساخت وشعار بت پرستی را ازان قریہ برانداخت۔

شیخ حاجی حسن شاہ جہان کے عہد میں تھے۔ شیخ نصیب کے خلیفہ تھے (در قرأت عجیب دستے داشت وبہ تجرید بسر برد و جہاد وحج بعمل آورد)

ملا حاجی کنائی شاہ جہان کے زمانے میں تھے عالمگیر بادشاہ کے اُستاد تھے۔

خواجہ معین الدین نقشبندی عالمگیر کے عہد میں تھے۔ حضرت خواجہ علاؤالدین عطار کی اولاد میں سے تھے فتاوائے نقشبندیہ ان کی تصنیف ہے۔

شیخ داؤد مشکوتی عالمگیر کے عہد میں تھے۔ کتاب اسرار الابرار واسرار الاشجار انکی تصنیف ہے

میاں محمد امین عالمگیر کے عہد میں تھے کتاب قطرات ورسالہ ضروریہ انکی تصنیف ہے ان کی تاریخ وفات ہے ؎ عرش بود مسکن روح الامین۔

نواب عنایت خان بن نواب ظفر خان عالمگیر کے عہد میں تھے ان کے متعلق خواجہ اعظم لکھتے ہیں (آشنا تخلص میکرد آشنائے لجہ سخن وسیاح (کاتب کی غلطی ہے شناور ہوگا) دریائے ہنر پروری بود بکمال جود وسنی ابواب فیض وعطا بر روئے بیگانہ وآشنا (کاتب کی غلطی ہے بیگانہ ہوگا) می کشود واز خوانین زمانہ بعلوئے فطرت وصفائے طبیعت طریق امتیاز می سپرد اواخر حال آثار (انوار ہوگا) تجرد وانقطاع بر دلش تافتہ ترک منصب نمود برخصت بادشاہ عصر بکشمیر آمدہ بزاویہ عزلت نشست و دست از ہمہ باز داشتن درسن ہزار وہفتاد

وصفت دامن از صحبت آشنا و بیگانہ برچیدہ رخت بہ نہاں خانہ عدم کشید صاحب دیوان است
از اشعار اوست ؎

بنشین بگوشۂ اگر آزردئی ز خلق ؛ پائے شکستۂ تو بجائے نرفتہ است

گویند وقتے پادشاہ عالم پناہ آں آشنائے نکتہ سنجدانی را جہت ملاحظہ اوضاع اطوار
سرمد برہنہ فرستاد، آں آشنا ورا بیگانہ از معنے دیدہ این بیت در سلک نظم کشید بعرض آں
پادشاہ انجم سپاہ رسانید ؎

بر سرمد برہنہ کرامات تہمت است ؛ کشفے کہ ثابت است از و کشف عورت است

تذکرہ امام المحدثین شیخ المفسرین حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ

قصبہ ورنو (علاقہ لولاب متصل بارہ مولہ) کے رہنے والے تھے خاندان سادات عظام سے
تھے۔ آپ کا خاندان علم شریعت و طریقت کا مخزن رہا ہے۔ آپ کے والد ماجد سید معظم شاہ صاحب
بقید حیات ہیں نہایت مقدس بزرگ ہیں۔ مولانا محمد انور شاہ صاحب اپنے زمانے میں شاہ صاحب
کے لقب سے مشہور تھے۔ اسی لقب سے ہم نے آپ کا ذکر کیا ہے۔ سری نگر محلہ زورہ میں ایک
مشہور بزرگ سید مسعودؒ نام تھے شاہ صاحب ان کی اولاد سے ہیں سید مسعودؒ نے سری نگر سے
ترک وطن کر کے وادیٔ لولاب میں سکونت اختیار کی۔ سلسلہ نسب اس طرح ہے محمد انور شاہ ابن
سید معظم شاہ ابن شاہ عبد الکبیر بن شاہ عبد الخالق بن شاہ محمد اکبر بن شاہ حیدر بن شیخ
عبد اللہ بن مسعودؒ، شاہ صاحب سنہ ۱۲۹۲ ہجری میں بروز شنبہ قصبہ دودان (ورنو سے چھ کوس ہے)
اپنی ناہنال میں پیدا ہوئے ساڑھے چار برس کی عمر میں اپنے والد ماجد سے قرآن پڑھنا شروع کیا
ڈیڑھ برس میں قرآن مجید اور فارسی کی کئی چھوٹی چھوٹی کتابیں پڑھ لیں بعد ازاں مولوی عبد الجبار
مقیم کامراج سے فارسی کی تعلیم اور صوفی پورہ والے سے عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں سنہ ۱۳۰۵ھ
میں شوق علم نے غریب الوطنی پر مجبور کیا ضلع ہزارہ میں آ کر مختلف اساتذہ سے صرف و نحو منطق کی
تحصیل کی۔ سنہ ۱۳۰۸ھ میں دیوبند کے دار العلوم میں داخل ہوئے۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ

ومولانا محمد اسحاق ومولانا غلام رسول سے تحصیل علم کی اسی دوران میں مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ سے استفادہ کیا۔ آخر میں گنگوہ حضرت مولانا رشید احمدؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیوض ظاہری وباطنی سے بہرہ اندوز ہوئے۔ اس کے بعد بجنور میں قاضی قدرت اللہ اپنے لڑکے مولوی مشیت اللہ کی تعلیم کیلئے لیگئے۔ وہاں سے دہلی کے ایک سوداگر اپنے ساتھ لے آئے اور سنہری مسجد میں مدرسہ امینیہ قایم کیا۔ اس مدرسہ میں شاہ صاحب نے چند ماہ بلا تنخواہ درس دیا۔ پھر مدرسہ فتحپوری دہلی میں صدر مدرس ہو گئے ۱۳۲۲ھ میں حج کیلئے تشریف لیگئے۔ اسی سلسلہ سفر میں مصر، طرابلس، بصرہ وغیرہ کی سیاحت کی، واپسی پر بارہ مولہ میں مدرسہ فیض عام قایم کیا۔ یہاں تین سال تک درس دیا۔ پھر دلوبند تشریف لائے اور دار العلوم میں بلا تنخواہ حدیث شریف کا درس دینے لگے ۱۳۳۶ھ خاندان سادات گنگوہ میں عقد کرلیا اور دلوبند میں سکونت اختیار کی جب حضرت شیخ الہند حجاز کو تشریف لیگئے تو شاہ صاحب کو اپنی جگہ دار العلوم کا صدر مدرس بنا گئے۔ شیخ الہند کی وفات کے بعد دار العلوم میں کچھ بد نظمی ہو گئی اس لئے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (علاقہ ریاست بروڈہ) صدر مدرسی پر تشریف لیگئے ہندوستان کی مشہور یونیورسٹیوں اور کالجوں اور بعض اسلامی ریاستوں نے شاہ صاحب کو گرانقدر مشاہروں پر طلب کیا مگر شاہ صاحب نے حدیث شریف کی خدمت کو چھوڑنا گوارہ نکیا اور مدارس اسلامیہ کے قلیل مشاہرہ پر قناعت کی، توکل، تحمل، قناعت، سیر چشمی، خودداری، تواضع، انکسار آپ کا طرۂ امتیاز تھا، کثیر البکا، کثیر السکوت، قلیل الغذا، قلیل النوم، مستغنی المزاج، ظریف الطبع بزرگ تھے۔ حافظہ اسقدر قوی تھا کہ سلف صالحین کے حفظ کی حیرت انگیز روایتوں کی تصدیق ہو جاتی تھی۔ حدیث وتفسیر وفقہ کے علاوہ دیگر علوم وفنون میں بھی صاحب کمال تھے، تاریخ، جغرافیہ، ہندسہ، ہیئت، فلسفہ، منطق، ادب وغیرہ میں اچھی دستگاہ تھی۔ حضرت شیخ الہندؒ کی طرف سے ہر چہار سلاسل میں مجاز تھے، شاہ صاحب بیعت کرتے تھے مگر بہت کم اور سخت اصرار کے بعد، جمعیۃ العلماء ہند کے مشہور اجلاس پشاور کے صدر منتخب ہوئے، آپ کا خطبہ صدارت جمعیۃ العلماء کے تمام خطبوں میں اوّل نمبر پر تسلیم کیا گیا ہے اس خطبہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب سیاسی امور پر بھی گہری نظر رکھتے تھے وفات سے

ایکسال قبل مولانا الحاج خواجہ فیض الدین صاحب ایڈوکیٹ حیدرآباد دکن کی استدعا و اصرار پر قبل رمضان حیدرآباد تشریف لیگئے مولوی محمد ادریس صاحب سکوڈھوی مولوی حاجی حفظ الرحمن صاحب سیوہاروی مدرسان دارالعلوم ڈابھیل و مولوی حاجی سیٹھ محمد موسی تاجر ساوتھ افریقہ بانی دارالعلوم ڈابھیل ہمراہ تھے بستم رمضان تک قیام فرمایا شایقین و علما بالخصوص مولانا الحافظ الحاج محمد ادریس صاحب کاندہلوی سابق مدرس دارالعلوم دیوبند شارح مقامات حریری و مشکوۃ شریف مصنف لبشایر النبیین وغیرہ و مولوی حاجی عبدالبصیر صاحب آزاد عتیقی سیوہاروی مصنف اسرار التنزیل وغیرہ کے اصرار پر بیس دن تک بخاری شریف کا درس دیا۔ سامعین کے مجمع سے تمام مکان بھر جاتا تھا میجر ڈاکٹر الحاج خواجہ معین الدین صاحب پنشنر سرجن جنرل حیدرآباد نے چاہا کہ دیگر علما و صوفیا کی طرح شاہ صاحب کو بھی حیدرآباد کے لعاسے ملایا جائے مگر شاہ صاحب نے اس کو منظور نہ فرمایا۔ نواب حیدر نواز جنگ سر اکبر حیدری وزیر فینانس، نواب الحاج فخر یار جنگ بہادر معتمد محکمہ فینانس نواب اختر یار جنگ بہادر معتمد محکمہ امور مذہبی، نواب فصاحت جنگ بہادر جلیل استاد حضور نظام، نواب معشوق یار جنگ بہادر مولوی سید خورشید علی صاحب ناظم دیوانی و ملکی جناب مولوی عبدالباسط خان صاحب صوبیدار و نواب عبدالعزیز خان صاحب وکیل و اکثر عہدیدار و امرا حیدرآباد ملنے آتے تھے۔ شاہ صاحب سلف صالحین کا نمونہ اور سہ

ترک دنیا چیست اے مرد فقیر ❊ لا طمع بودن ز سلطان و امیر

کے صحیح مصداق تھے۔ اس زمانہ میں دنیائے اسلام کے سب سے بڑے محدث و فقیہ تھے، کشمیر کا حسن مشہور ہے شاہ صاحب نے حسن سیرت کے ساتھ حسن صورت سے بھی کافی حصہ پایا تھا۔ ۱۳۵۲ھ ہجری میں بمقام دیوبند ضلع سہارنپور وفات پائی سہ زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے تین لڑکے دو لڑکیاں خورد سال چھوڑے، تصانیف کا کثیر ذخیرہ غیر مطبوعہ ہے۔ چند تصانیف کو مجلس علمی دارالعلوم ڈابھیل نے شایع کیا ہے، آپ عربی و فارسی کے نہایت بلند پایہ شاعر تھے شاہ صاحب کی وفات پر تمام ہندوستان میں عام ماتم ہوا۔ شعرا نے عربی فارسی اردو میں مراثی و تاریخیں لکھیں

جن کی تعداد سیکڑوں سے متجاوز ہوگی جو مختلف اخبارات و رسایل میں مہینوں تک شایع ہوتے رہے اخبار الجمعیۃ دہلی سے میں اپنے والد ماجد کی مصنفہ تاریخ اور اپنے برادران عمزاد کی تاریخیں نقل کرتا ہوں

از قاضی ظہور الحسن صاحب ناظم سیوہاروی مصنف کتاب ہٰذا

(۱) مَاتَ الْاَنْوَرُ فِیْ حُبِّ اللّٰہِ السَّمِیْعِ الْاَطْہَر

۱۳۵۲ھ

(۲)

آسمان را حق بود گر خون ببارد بر زمین،	بر وفات حضرت انور امام المسلمین
آنچنان گشتیم اندر ہجر او اندوہگیں،	کس مبادا در جہاں ہرگز گرفتار این چنین
رتبہ عالیش بنگر کردہ رحلت زین جہاں	چوں قدم اندر جناں بنہاد روح آں فطین
از پے تاریخ زد عرش الٰہی این ندا،	مرحبا اے آفتاب حلم و وقر و علم و دین،

۱۳۵۲ھ

از مولانا الحاج عبد البصیر صاحب آزاد عتیقی سیوہاروی ابن جناب حافظ نور الحسن صاحب

انور نیک سیر نیک شیم ،	کرد چوں عزم سوئے باغ جناں
ہاتف غیب بگفتا آزاد ،	بہر تاریخ - غم روح زماں

۱۳۵۲ھ

از قاضی محمد امین صاحب منظر سیوہاروی خلف بابو محمد تحسین صاحب بیدل

کیا دار بقا کو دار فانی سے سفر اکدم	جناب شاہ انور شیخ کل بحر معارف نے
سن رحلت کی جب کی فکر منظر سے کہا فوراً	خدا کا نیک بندہ آ گیا جنت میں، ہاتف نے

۱۳۵۲ھ

از راقم الحروف عبد الصمد سیوہاروی

شاہ انور مہر فضل و اتقا	زین جہاں شد راہی ملک بقا
گفت ہاتف از پے سال وفات	ہست مہمان رسول مجتبیٰ

۱۳۵۲ھ

(شاہ صاحب رح کے فارسی کلام کا نمونہ)

در ہمہ سیر و غربتے، کشف نشد حقیقتے	گرچہ شدم برنگ و بو خانہ بخانہ کو بکو
تا نہ شکست صورتے جلوہ نزد حقیقتے	قید و شکستن ہمہ رنگ برنگ و بو بہو

رشتہ ایں جہاں بتن جائےہ آن جہاں بتن　　رشتہ بر رشتہ نخ بہ نخ تار بتار پو بہ پو

برفرق جہاں پایہ پائے تو شدہ ثبت　　ہم صدر کبیری و ہمہ بدر منیری

آدم بصف محشر و ذریت آدم　　در ظل لوایت کہ امامی و امیری

شاہ صاحب کا تذکرہ کتاب مشاہیر کشمیر میں کشمیری مورخ و مصنف منشی محمد الدین فوق نے بھی لکھا ہے علماء ہندوستان نے ایک مجلس قایم کی ہے کہ شاہ صاحب کی کوئی یادگار قایم کی جائے لاہور میں انوریہ نام ایک مدرسہ قایم ہو چکا ہے اور شاہ صاحب کی سوانح عمری کی خدمت شاہ صاحب کے شاگرد رشید خاکسار کے برادر عمزاد مولانا حفظ الرحمن صاحب سیوہاروی سابق مدرس دارالعلوم ڈابھیل کے سپرد کی ہے۔

کشمیر میں علماء و اولیاء کثرت سے گذرے ہیں۔ اس باب میں بقدر تعارف بعض خاص خاص حضرات کا تذکرہ کردیا ہے۔ ؎ ترحم علیھم رؤف العباد ؛ اجرھم من النار یوم التناد

ریشی

کشمیر میں ایک فرقہ مسلمان درویشوں کا ریشی کے لقب سے مشہور ہے۔ کشمیر کی تاریخ میں ریشیوں کا ذکر ہے مگر تفصیل کے ساتھ نہیں مجھے کوئی کتاب ایسی نہیں ملی۔ جس سے اس فرقہ کے عقاید و اعمال کا مفصل حال معلوم ہوتا۔ تاریخ اعظمی میں چند ریشی بزرگوں کے حالات میں تارک اللحم بھی لکھا ہے شہنشاہ جہانگیر نے لکھا ہے (ایک فقیروں کا طایفہ ہے اسکو ریشی کہتے ہیں اگرچہ علم و معرفت نہیں رکھتے لیکن بے ساختگی اور ظاہر آرائی سے زندگی بسر کرتے ہیں وہ کسی کو برا نہیں کہتے، زبان خواہش و پائے طلب کوتاہ رکھتے ہیں۔ گوشت نہیں کھاتے۔ عورت نہیں کرتے اور جنگلوں میں میوہ دار درخت اس نیت سے لگاتے ہیں کہ آدمی ان سے بہرہ ور ہوں اور خود اس سے متمتع نہیں ہوتے) کتاب اسرار الابرار میں بھی قریب قریب اسی قدر لکھا ہے اگر یہ بیانات صحیح ہیں تو خاکسار کو اس گروہ کے کمال میں تامل ہے کیونکہ یہ طرز جوگیوں اور راہبوں سے ملتا ہے اور حدیث شریف من تشبہ بقوم فھو منھم، (جو جس قوم سے مشابہت پیدا کریگا وہ اسی میں شمار ہوگا) کی زد میں آتا ہے۔ اولیائے اسلام کا

طریقہ اتباع سنت ہے اسلام نے ترک حلال کو جائز نہیں رکھا ہے بلکہ اس کی سخت ممانعت کی ہے۔ ایکمرتبہ رسول کریم نے شہد کھانا چھوڑ دیا تھا اور ارادہ فرمایا تھا کہ کبھی استعمال نفرمائیں گے اس پر یہ آیت نازل ہوئی یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ ۔ (اے نبی تو کیوں حرام کرتا ہے اس چیز کو جس کو خدا نے حلال کیا ہے) جب حضور کو یہ حکم ہوتا ہے تو اور کسی کی تو کیا ہستی ہے حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ اسلام میں رُہبانیت نہیں، کاملین کا عمل سنت کے خلاف نہیں ہوتا۔ خواجہ شیرازی نے خوب فرمایا ہے ؎

خلاف پیمبر کسے رہ گزید | کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید
مپندار سعدی کہ راہ صفا | توان یافت جز در پے مصطفٰے
دریں راہ جز مرد داعی نرفت | گم آن شد کہ دنبال داعی نرفت

اس احقر نے اسی وجہ سے اس گروہ کے تذکرہ سے اجتناب کیا ہے اور ان کا تذکرہ بھی کیا جاتا جب کوئی علمی ملکی قومی مذہبی خدمت نہیں تو خالی اسم شماری یا کشف و کرامات کی اصلی و نقلی داستانیں لکھنے سے کیا فائدہ تھا۔ ریشی ہندوؤں کا لفظ رشی ہے (روضۃ الابرار) ہنود اپنے خاص بزرگوں کو رشی کہتے ہیں۔ اس فرقہ ریشی کے بانی کا نام سالار دین تھا۔ یہ پہلے برہمن تھا اس کا نام سلرسنتر تھا یا سمن ایک ہندو مسلمان ہوکر فقیر ہو گیا تھا۔ سلرسنترا وس کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا تھا سالار دین نام رکھا گیا۔ اس فرقہ کے گوشت نہ کھانے کا یہ سبب سمجھ میں آتا ہے کہ سالار دین پہلے برہمن تھا ممکن ہے قدیمی طبعی نفرت کے باعث گوشت نہ کھاتا ہو اس کے بعد والوں نے جو کم علم یا بے علم تھے اس پر نظر نہ کرکے مرشد کی سنت سمجھکر اس کو لازم کر لیا۔ یا سمن کے دو بھائی اور تھے پلاس کہلاس من یہ بھی مسلمان ہوکر فقیر ہو گئے تھے ان تینوں بھائیوں کی وجہ سے کچھ ہندو مسلمان ہوئے۔ یہ سلطان جمشید کے زمانے ۷۴۷ھ ہجری میں تھے، ہردی رشی نام ایک فقیر نے اس فرقہ میں سے اصلاح پائی اور ایک ولی اللہ کی ہدایت سے امر خلاف شرع یعنی ترک لحم وغیرہ سے توبہ کرکے راہ یاب ہوئے۔

ہردی ریشی

بچپن میں آہنگری کا کام کرتے تھے مگر دنیا سے طبیعت نفور تھی آخر ریشیوں کا طریقہ اختیار کرکے تارک الدنیا ہو گئے، تارک اللحم صایم الدہر شب زندہ دار تھے مگر ترک سنت کی وجہ سے راہ کشود کار کو مسدود پاتے تھے۔ آخر گھبرا کر کشمیر کے مشہور ولی شیخ حمزہ سے رجوع ہوئے شیخ نے ان کو سلسلہ سہروردیہ میں بیعت کیا اور گوشت کھانے کی ہدایت کی انہوں نے مرشد کی ہدایت کے موافق عمل کیا، آخر مدارج اعلیٰ پر پہونچے۔ ان کی بہت سی کرامتیں مشہور ہیں۔ ستر برس کی عمر میں بعہد یوسف شاہ چک ۹۹۰ھ میں وفات پائی اسلام آباد میں دفن ہوئے۔ واہ خاک پاک کشمیر کیسے کیسے گوہر نایاب تیرا پیوند ہوئے

سہ مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم ؛ تو نے وہ گنجہائے گرانمایہ کیا کئے

مشاہیر کشمیر

کشمیر میں جس طرح علما و اولیا کثرت سے گذرے ہیں اسی طرح کشمیر اہل کمال کا بھی مخزن رہا ہے۔ بعض خاص الخاص حضرات کا تذکرہ بقدر تعارف کیا جاتا ہے جس طرح ملک کیلئے امرا کا وجود باعث رونق اور علماء و اولیا کا وجود موجب برکت و ترقی ہوتا ہے اسی طرح اہل فن وکمال سے ملک کی شہرت وعزت ہوتی ہے۔ مسلمانوں نے جس طرح کشمیر کو اثمار وگل ولالہ زار سے جنت نظیر بنایا اسی طرح علما و صلحا و اہل کمال کی قدر کرکے رونق شہرت کو بڑھایا اور حصول علوم وفنون کا ذوق لوگوں کے دلوں میں پیدا کیا۔ سلطنت اسلامیہ کے ساتھ یہ خوبیاں بھی کشمیر سے رخصت ہوئیں۔

ملا مظہری۔ مشہور شاعر تھے۔ ایران میں محتشم کاشی کی صحبت میں رہتے تھے۔

نمونہ کلام یہ ہے

ہر صبح آتشے شوم و در خود افتم،   چون گل بخانہ سوزی غوغا بر آورم
در عشق بہ آہ و نالہ می باید زیست   دل کردہ بغم حوالہ می باید زیست

آوجی - جہانگیر کے عہد میں تھے ۔

اوجی چراغ عمر بافسانہ سوختیم   کارے نکردہ ایم و دمیدن گرفت صبح
ازبس خیال زلف تو در سینہ جا گرفت   آہے کہ سر زند ز قلم مشکبو گرفت

ملا ذہنی - شاہ جہاں کے عہد میں تھے ۔

یار پیغمبر نشاید برگزیدن جز چہار   حجتے آن بشنو از ذہنی کہ باشد یادگار
از ملایک وز کتب جز چار نگزیدست حق   کیں عدد مستحسن است از روی معنی و شمار
نہر خلد و رکن کعبہ اصل طبع و فصل سال   بین چہار است و چہار است و چہار است و چہار
گر عاشق صادقی بدست آر   جوشندہ دل و زبان خاموش
آن دل کہ خریدئی بصد لطف   اکنون بعتاب و ناز مفروش
نیشے کہ ز دست دوست باشد   خوشتر ز ہزار چشمہ نوش

حاجی موسیٰ مشہور منجم تھے بعہد شاہجہان ۔

ملّا یوسف ماہر فن انشا تھے بعہد شاہ جہان ۔

ملّا باقر - شاہجہان کے زمانہ میں مشہور منطقی تھے ۔

حاجی محمد جان قدسی مشہد کے رہنے والے تھے ہندوستان آکر شاہ جہاں کے مصاحبوں میں داخل ہوئے ملک الشعرا خطاب پایا ظفرنامہ شاہ جہاں تصنیف کیا - آخر زمانہ میں کشمیر میں مقیم ہوئے یہیں وفات پائی ۔

راہ نزدیک حرم سعی مرا باطل کرد   لیک شادم کہ رہ عشق دراز ست ہنوز
گرچہ نبود سر موئے ز حقیقت خالی   دل قدسی ز پئے عشق مجاز است ہنوز

سری نگر میں ایک قبرستان مزار الشعراء کے نام سے مشہور ہے جہاں قدسی کلیم فانی آسودہ ہیں

یہ اب محلہ درگجن میں ایک چبوترہ ہے جس پر چند پتھروں کے نشان باقی ہیں۔

کلیم موسوم بہ طالبا ہمدان کا رہنے والا تھا۔ ہندوستان آکر شاہ جہان کے شعرا میں داخل ہوا، بادشاہ نامہ نظم کرنیکے لئے کشمیر بھیجا گیا۔ یہیں وفات پائی ؎

تا شد مژہ بے اشک فتاد از نظر من — اکنوں چکنم رشتہ کہ وقتے گہرے داشت

وضع ہمہ رسان کہ بسازی بعالمے — تا ہمتے کہ از سر عالم تواں گذشت

۱۰۵۰ھ میں جب شاہ جہاں کشمیر آیا اس نے ایک قصیدہ پیش کیا بادشاہ نے دو ہزار اشرفیاں اور خلعت دیا۔ مولانا طاہر غنی نے ان کی تاریخ وفات لکھی اس میں بیحد تعریف کی ہے مادۂ تاریخ یہ ہے اور لاجواب ہے ؎ طورِ معنی بود روشن از کلیم

میر الٰہی ایران کا باشندہ تھا شاہ جہان کا درباری شاعر تھا۔ نواب ظفرخان صوبیدار کے ساتھ کشمیر آیا اور یہیں زمیں گیر ہو گیا ؎

من نمی گویم گدائی یا شہنشاہی گزیں — خویش را بگزیں و دیگر ہر چہ میخواہی گزیں

فصیحی شاہ جہان کے عہد میں تھا ؎

آشفتہ تر از ماست بسے انجمن ما — بے نور شود شمع طرب از لگن ما

بر ناصیۂ غنچہ ما نقش طرب نیست — شرمندہ برون رفت نسیم از چمن ما

از سوختن ما نشود ہیچ تسلّی — خوش بر سر لطف آمدہ پیمان شکن ما

فانی ملا محمد حسن نام کشمیری الاصل تھا۔ شیخ یعقوب صیرفی کا بھتیجہ تھا۔ شہزادہ دارا شکوہ کا شاعر تھا ؎

پیوستہ گرم و سرد جہاں در پے ہم است — شب ہر کہ بادہ خورد سحر آب میخورد

مرداں چو تر کنند لب از جوئے تیغ تیز — نامرد ہم ز جوئے سپر آب میخورد

اس کی تاریخ وفات (رفتہ فانی بعالم باقی) ہے۔ فانی کی یہ تعریف کافی ہے کہ غنی جیسے اُستاد کا اُستاد ہے۔

ملا ندیم، شاہ جہان کے عہد میں تھا کشمیر کا رہنے والا محمد صالح نام تھا ذہنی کا شاگرد تھا

افسردہ گشت بر مژہ لخت جگر مرا ۔۔۔ نم در فتیلہ بود چراغم چرا نشست

پامال دست برد خزان غمم ندیم ۔۔۔ ہر خار و گل کہ خاست ز باغم فرو نشست

پائے ہوس بدست قناعت شکستہ ایم ۔۔۔ دست طلب بدامن احسان کس نہیم

طغرا۔ شہزادہ مراد کا درباری شاعر تھا مشہد کا رہنے والا شاہ جہان کے عہد میں آیا۔
رسائل طغرا جو انشا پردازی کا بے نظیر نمونہ ہیں۔ اس کی تصنیف ہیں ۔

دارائے عرش کوکبہ سلطان مراد بخش ۔۔۔ زینت فزائے سلطنت اورنگ آسمان

کشمیر بود فصل خزان عالم نور ۔۔۔ بر طالب فیض دیدنش ہست ضرور

گوئی کہ درین باغ چمن ساز قضا ۔۔۔ آوردہ نہال شعلہ از خرمن طور

استغنا۔ شہزادہ شجاع کا درباری شاعر تھا کشمیر کا رہنے والا تھا۔ بعد کو شعراء عالمگیری
میں شامل ہوا ۔

فلک چرا کہ احتساب مے بندد ۔۔۔ سزائے بادہ پرستان خمار خواہد داد

فہمی شاہ جہان کے عہد میں تھا ۔

فکر سر زلف تو مرا بے سر و پا کرد ۔۔۔ اندیشہ پا بوس توام پشت دوتا کرد

گفتم کہ بوصل تو رسم گر بود عمرم ۔۔۔ نے وصل میسر شد و نے عمر وفا کرد

فروغی ۱۰۵۹ھ میں جب شاہ جہان کشمیر آیا تو فروغی نے قصیدہ پیش کیا بادشاہ نے
بارہ ہزار روپیہ انعام دیا۔ اور بارہ روپیہ یومیہ وظیفہ مقرر کیا۔

فطرتی، شاہ جہان کے عہد میں تھا ۔

از باغ و گل ہوائے دماغم فرو نشست ۔۔۔ پائے ہوس بکنج فراغم فرو نشست

پرتو فگندہ عشق فروغ خرد نماند ۔۔۔ سر بر زد آفتاب چراغم فرو نشست

محمد قلی سلیم عالمگیر کے عہد میں تھا۔ ایران سے ہندوستان آیا، نواب اسلام خاں وزیر کا

شاعر تھا ؎

چشم تو زبیماری خود بر سر ناز است | مژگان تو ہمچوں شب بیمار دراز است
گدائے کوئے خراباتم و غم انیست | کہ بادہ آتش سوزان و کاسہ چوبین است
نواں از دانہ ہائے سبحہ دانست | کہ دلہا را بدلہا ہست راہے

غنیؔ ۔ عالمگیر کے عہد میں تھا محمد طاہر نام غنی تخلص فانی کا شاگرد تھا مشہور اور مسلم الثبوت اساتذہ میں گذرا ہے کشمیری الاصل تھا ۔ قوم اشائی سے تھا سنہ ۱۰۴۰ھ میں پیدا ہوا سنہ ۱۰۶۰ھ سے شاعری شروع کی غنی اسی وجہ سے تخلص کیا کہ اس کے عدد (۱۰۶۰) ہیں ۔ ۱۹ برس شاعری کی ایک لاکھ سے زیادہ اشعار لکھے ۔ غنی صاحب باطن بزرگ تھا ؎

جلوہ حسن تو آوردہ مرا بر سر شکر | تو حنا بستی و من معنیٔ رنگین بستم
قلم تحریر کرد از سینۂ چاکم اگر حرفے | کہ مکتوبم زصد جا پارہ بال کبوتر شد
فراغتے بہ نیستان بوریا دارم | مباد راہ درین بیت شیر قالی را
کند در ہر قدم فریاد خلخال | کہ حسن گلرخان پا در رکاب است
حسن سبزے بخط سبز مرا کرد اسیر | دام ہمرنگ زمین بود گرفتار شدم
می نوازد ساز عیش آندم کہ طالع یافت توت | باشد از پائے مگس مضراب تار عنکبوت

ملک الشعرا ایران صائب غنی سے ملنے کیلئے کشمیر آیا ۔ غنی کو بادشاہ نے بھی اشتیاق ملاقات کر کے بلایا تھا ۔ تاریخ جدولیہ میں لکھا ہے کہ غنی نے شاہ جہان کے دربار میں قصیدہ پیش کیا اور بارہ ہزار روپیہ انعام پایا ۔ یہ غلط ہے یہ واقعہ فروغی کا ہے ۔ غنی نے کبھی کسی کی مداحی نہیں کی اور کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا ۔ وہ غنائے ظاہری و باطنی سے آراستہ و پیراستہ تھا سنہ ۱۰۹۰ھ میں وفات پائی مزار محلہ عالی کدل احاطہ مزار حضرت سید حسین بلادری میں ہے ۔ سنگ مزار پر نام کندہ ہے ۔

دیوانیؔ خواجہ ہاشم نام کشمیر کا رہنے والا تھا عالمگیر کے عہد میں تھا ؎

کے زہیم غنجرت خواہد دلم یکسو گرفت | ہمچو ابرومی توان تیغ ترا برو گرفت
کثرت حسن وصفا سرتاسر آئزو گرفت | خال جا خالی ندیدہ گوشۂ ابرو گرفت

قاضی محمد عارف عالمگیر کے عہد میں تھا۔

خواہم کہ ازین نشیب و پستی برہم | وز ننگ خودی و خود پرستی برہم
یک جرعہ ز جام نیستی نوش کنم | از کشمکش خمار ہستی برہم

باب ہشتم

مضامین متفرق

ہندوؤں کے علوم

جہاں تک پتہ چلتا ہے قدیم ہندوستان اور ہندوستانی قومیں علوم و فنون میں دیگر ممالک و اقوام سے پیچھے رہے ہیں ڈاکٹر لیبان لکھتے ہیں ہندوؤں کو تاریخ اور دوسرے علوم میں بالکل دسترس نہ تھی ان کے علوم کی وقعت طفلانہ خیالات سے زیادہ نہ تھی (انقلاب الامم) ہندو لٹریچر میں ہر قسم کے مضامین پر تصانیف موجود ہیں فلسفہ مذہب قانون وغیرہ ان سب میں بڑی بڑی کتابیں لکھی گئی ہیں طبیعات پر بھی تصانیف ہیں لیکن یہ عموماً بہت ہی معمولی طرز کی ہیں (تمدن ہند ۳۳۳) مسٹر جے مرے مچل ایل ایل ڈی لکھتے ہیں ہندوؤں کی تاریخی کتابوں میں صرف طفلانہ دیومالا اور قصے شامل ہیں علم ریاضی، منطق علم کلام اور ادنیٰ درجہ کی طب ہندوؤں کے سارے علوم غلطی آمیز ہیں (مقدمہ تاریخ ہند قدیم) طبیعات کی ہندوؤں کی تصانیف بہت ہی معمولی طرز کی ہیں (تمدن ہند صـ۳۳۳) قدیم ہندوؤں کی تصانیف مختلف حیثیت اور متضاد نوعیت کی تصنیفات ہیں اور بعض صورتوں میں وہ ناقص سمجھی جاتی ہیں جیسی کہ بیشک وہ ہیں (انشنٹ انڈیا مصنفہ رونلیس چندر دت) پنڈت لیکھرام نے لکھا ہے علمی مسایل کی تنزلیت افسانوں کو مل چکی ہے (جنگ مہابھارت کے بعد)

بوالہوسوں نے اپنی مطلب بسدہی کیواسطے فرضی وبناوٹی شلوک بنا جاہلوں کو سبز باغ دکہلا کر قید کر رکھا تھا جس طرف سے موقع ملتا لوگ است (جھوٹ) کے پھیلانے میں دلدادہ تھے سیکڑوں گرنتھ بنا شاعری کی چاشنی چکھا سارے آریہ ورت کو دام تزویر میں پھنسا لیا۔ اپنی غرض نفسانی کے واسطے بزرگوں رشیوں کے نام اشلوک بنا بنا کر علم و عقل کے خلاف فسانہ دیے سر دیا اور ایسی ٹھگانہ باتیں اسقدر بھری ہیں کہ جس کا حد و حساب نہیں (تاریخ دنیا) ہندوؤں کی مشہور کتابیں وید منوشاستر مہابھارت رامائن ان میں ایک بھی ایسی نہیں ہے جو مبالغہ وغیرہ سے خالی ہو تحریف سے بچی ہو اور سند صحیح سے اپنے مصنف تک پہونچتی ہو۔ ان کے مصنفین، ان کی ضخامت ان کے زمانہ تصنیف سب میں اختلاف ہے۔ اس کی مفصل بحث ہماری کتاب معجزات اسلام میں ہے۔ ان پرانی کتابوں کا تو کیا ذکر ہے نئی مذہبی تصنیف جس کے مصنف کے دیکھنے والے ابھی بعض بعض زندہ ہیں یعنی کتاب ستیارتھ پرکاش اپنے مصنف یعنی پنڈت دیانند کی ہی زندگی میں چھپی پہلے ایڈیشن اور دوسرے ایڈیشن میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب بعض آریہ سماجی انکار کرتے ہیں کہ یہ ان کی تصنیف ہی نہیں اخبار الامان دہلی بحوالہ پنڈت ہمیلن ہندی بنارس راوی ہے کہ شاستری جی جو وقت ستیارتھ پرکاش پر تبصرہ کر رہے تھے تو ایک آریہ سماجی نے کہا کہ ستیارتھ پرکاش سوامی دیانند کی تصنیف ہی نہیں ہے بلکہ یہ کسی جاہل کا لکھا ہوا ہے۔ (جولائی ۱۹۳۱ء)

ہندوؤں کی کتابوں کی منتشر حالت کو دیکھکر بعض ہندو فضلا نے بھی عمدہ خیالات کا اظہار نہیں کیا۔

لالہ رتن لال شاستروں کے متعلق لکھتے ہیں۔ اور ان کتابوں سے بسبب افسانہ گوئی اور حکایات کے اخبار کی تحقیق نہیں پائی جاتی (عمدۃ التواریخ قلمی کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن) پرانوں کے متعلق ایک ہندو شاعر کی نظم ہندو اخبار آریہ ویر میں چھپی ہے اوس میں پرانوں کے متعلق یہ شعر ہے ؎

جھوٹ کی پوٹ ہے سب گندہ بھرا ہے ان میں

دھجیاں ایسے پرانوں کی اڑائے کوئی، (باطل شکن)

پنڈت لیکھرام نے لکھا ہے پوران ہر طرح ناقابل پرمان ہیں (تاریخ دنیا ص ۳۵۵) سنسکرت کا مشہور عالم

ماہر ویدو شاستر جسکو پنڈت دیانند موکش بل (نجات یافتہ) کہا کرتے تھے۔ یعنی پروفیسر میکسمولر نے برہمناؤں کے متعلق لکھا ہے کہ آدمی ان کا مطالعہ اسی طرح کرے جس طرح حکیم کسی مخبوط الحواس کی بیہودہ گوئی اور دیوانوں کی بکواس کا مطالعہ کرتا ہے (تحقیق بائبل صہ۳) لالہ دیوی چند ایم اے پرنسپل دیانند ہائی اسکول ہوشیارپور نے لکھا ہے آریہ سماج کی برگزیدہ آتماؤں میں بھی وید کی صداقت پر شک ہوگیا ہے (پرکاش نومبر ۱۹۲۰ء) وید انسانی کلام ہے کلام ہونے کی حیثیت سے مہابھارت کی طرح حکایات ہیں (یہ اوین چاریہ کا قول پنڈت ستیہ دیو نے اپنی کتاب وید کیا چیز ہیں کے صہ۱۶ پر نقل کیا ہے فاضل سنسکرت شمس العلماء سید علی بلگرامی نے تمدن عرب کے صہ۹ پر ہندؤں کے علم ادب و فلسفہ کی تعریف کی ہے۔ ہندو فلسفہ کے متعلق تو ڈاکٹر لیبان نے تمدن ہند میں لکھا ہے کہ معمولی کتابیں ہیں۔ علم ادب کے متعلق سید صاحب کا قول ضرور صحیح ہوگا کیونکہ وہ سنسکرت کے فاضل تھے لیکن مجھے ذرا اس میں تردد ہے کیونکہ تشبیہ استعارہ صنایع بدایع یہ سب علم ادب کے اجزا ہیں ہندؤں کے استعارات قدیم و مذہبی کتب میں اکثر فحش استعارات دیکھے گئے ہیں۔ اور وہاں کوئی صورت اس قسم کی نہیں پائی جاتی کہ یہ کہا جا سکے کہ لکھنے والا اس موقع پر ان استعارات کی استعمال پر مجبور تھا وہاں مہذب تشبیہات سے مضمون بہت خوبی سے ادا ہو سکتا تھا۔ ہر زبان بالخصوص فارسی اردو میں اس قسم کے مضامین نہایت پرلطف و عالمانہ استعارات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ہندو انشا پردازوں کے ان استعارات کا ایک نمونہ تو یہ ہے راجہ شیو پرشاد لکھتے ہیں۔ پوتھیوں میں لکھ دیا ہے کہ پرجاپت اپنی بیٹی کے ساتھ خراب ہوا اور اندر نے اہلیہ کو خراب کیا بالکل غلط ہے پرجاپت نام آفتاب کا ہے اور اسکی بیٹی آشا یعنی صبح ہے۔ بیدوں میں جہاں کہیں لکھا ہے کہ پرجاپت اپنی بیٹی سے پھنسا مطلب اتنا ہی ہے کہ سورج آشا کے پیچھے چلتا ہے اسی طرح اندر نام آفتاب کا ہے اور اہلیہ شب کا جہاں کہا ہے کہ اندر نے اہلیا کو خراب کیا مطلب اتنا ہی ہے کہ آفتاب سے شب کی خرابی ہوئی (آئینہ تاریخ نما صہ۱۴۱) تعجب ہے کہ سید صاحب نے علم ادب کے اس کمال پر نظر کر کے کوئی نوٹ نہ لکھا یہ کس قسم کا کمال تھا اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ مہذب و نفیس

تشبیہات سے واقف نہ تھے یہ کمال نہیں نقص کمال ہے۔ مسٹر جیمس بل لکھتے ہیں ہندؤں کا قانون ایسے لوگوں نے بنایا تھا۔ جنکی دماغی قوت ایسی ضعیف تھی کہ اس سے زیادہ اور ضعیف نہیں ہو سکتی قانون کا نتیجہ عظیم یہ ہے کہ ملک کو فائدہ پہونچے لیکن دنیا میں جتنے قوانین آج تک رہے ہیں ان سب میں بدتر ہندؤں کا قانون ہے جس سے بہت ہی کم ملک کو فائدہ ہو سکتا ہے، اور قانون کی علت غائی ملک کی نفع رسانی کی مقصود ہے (از تاریخ ہندوستان جلد نہم پروفیسر ذکاء اللہ بحوالہ تاریخ برٹش انڈیا جلد پنجم)۔

ہندو مذہب اور جبر

سوائے اسلام کے ہندو عیسائی بُدھ پارسی یہودی غرض دنیا کے تمام قابل لحاظ مذاہب تلوار سے منوائے گئے ہیں اس کی مفصل بحث ہماری کتب باطل شکن وغازیان ہند و میزان التحقیق میں ہے۔

یہاں اور کسی سے بحث نہیں صرف ہندو مذہب کے متعلق مختصر طور پر لکھا جاتا ہے تفصیل طلب حضرات کتب مذکورہ بالا ملاحظہ فرماویں۔ اسی تاریخ کشمیر سے معلوم ہوتا ہے کہ راجگان ابھی مینو دمہر کل وغیرہ نے بودہوں کو قتل کیا جلا وطن کیا۔ ان کے معابد منہدم کر کے اپنے معابد بنا لئے راجہ میگواہن کا عقیدہ تھا کہ جانور کا مارنا گناہ ہے وہ اپنے اس عقیدہ کو منوانے کے لئے کشمیر سے لنکا تک تلوار چلاتا چلا گیا۔ اور سب کو مجبور کیا کہ اس پر عمل کریں (کمارلانے بودھ مذہب کے خلاف فقط وعظ ہی نہیں کیا بلکہ ایک دکن کے راجہ کو ان لوگوں کی ایذا رسانی پر آمادہ کیا۔ اس راجہ نے اپنے ملازموں کو ہند کے جنوبی سرے سے لیکر پہاڑوں تک بودہوں کے بوڑہوں بچوں کو قتل کا حکم دیا اور نیز یہ کہ جو قتل کرنے میں دریغ کرے خود مارا جائے، تاریخ ہند) شنکر اچارج نے جینیوں کو ہلاک کیا ان کے بت توڑے، (برہمنوں کی لیلا) ان کلیوں نے بودہوں کو مار مار کر نکالنا شروع کیا اور برہمنوں کا مت پھر پھیلا دیا (آئینہ تاریخ نما راجہ شیو پرشاد) ہندو آریوں نے قریبًا تمام ہندوستان کو سر کر کے ایک بڑی بھاری پولیٹکل اور مذہبی سسٹم کی بنیاد ڈالی (تاریخ ہند لاجپت رائے) لالہ کنہیا لال المتخلص ہندی سری کرشن کی مدح میں لکھتے ہیں ؎ نباں ان کا حامی جو تھے حق پرست ❊ بہ سختی کیا دشمن دین کو پست (اخلاق ہندی

(حاشیہ: اخلاق ہندی ص ۱۱)

مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر رقمطراز ہیں۔ جب کوئی ہادی کسی قوم یا ملک کی ہدایت کیلئے منجانب اللہ مقرر ہوا ہے تو اس کو مجبوراً اس رسم کی پابندی اختیار کرکے لوگوں سے جو خدا کو بھولے ہوئے ہیں مقابلہ پر آمادہ ہونا اور میدان جدال وقتال گرم کرنا پڑا ہے۔ مذہب ہنود کے اوتاروں میں سے مہاراج شری رامچندر مہاراج شری کرشن جی وغیرہ کو کیسی کیسی تیغ آزمائیوں کی ضرورتیں واقع ہوئیں اسکی اصل یہ خونریزی یا تیغ زنی محض اصلاح بنی نوع کے لئے ہوئی نہ کہ بہ نظر بد خواہی، (جام جہاں نما) ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہندؤں کی پولیٹیکل زمانہ میں ہندوستان میں مذہبی اختلافات کیوجہ سے کبھی ظلم وستم نہیں ہوئے (تاریخ ہند لالہ لاجپت رائے حصہ اول ۱۷۷)

ہندو مذہب اور جنگ

دنیا میں کوئی مذہب کوئی ملک کوئی قوم کوئی زمانہ ایسا نہیں ہوا جس میں جنگ وجدل نہوئی ہو یا لڑائی بھڑائی کے کچھ قواعد وضوابط مقرر ہوں اسلام سے قبل اور غیر مسلم اقوام میں جو لڑائیاں ہوئیں وہ اکثر زر زمین، زن، یا نمود یا مذہب بدلوانیکے لئے ہوئی ہیں اور ان کے جنگی احکام نہایت ظالمانہ تھے۔ جب کسی پر چڑھ کر جاتے اس کو ہر طرح برباد کرکے دم لیتے دشمن کا دانا پانی بند کرکے مقتولوں کی ناک کان کاٹتے اونکی لاشوں کو روندتے عورتوں بچوں بوڑھوں بیماروں کو قتل کرتے، زندہ آگ میں جلاتے، گھروں کو، باغوں کو، کھیتوں کو جلاتے حیوانات کو مار ڈالتے، معابد کو ڈھا دالتے مال واسباب لوٹ لیتے، اور عورتوں اور مردوں کو پکڑ کے غلام بناتے اور ان کے ساتھ وحشیانہ سلوک کرتے، ہندوستان کی دو مشہور ومتبرک لڑائیوں یعنی جنگ لنکا جس کا ذکر راماین میں ہے اور جنگ مہابھارت کے اسباب اگر تلاش کئے جاویں تو ایک عورت بھگانے کا جھگڑا تھا اور دوسرا قماربازی کا نتیجہ۔ ایک ہندو فاضل نے راجپوتوں کی لڑائیوں کے متعلق لکھا ہے، انکی لڑائیوں کی وجہ اکثر استریاں ہوتی تھیں (غازیان ہند ۵۳) ہندو راجہ آپس میں راج پاٹ اور مال ودولت کیلئے لڑتے رہتے (ہند کے جاں نثار مصنفہ لالہ سورج نراین بی اے ایل ایل بی) مہابھارت میں کتنے راجاؤں کا نام لکھا ہے اور یہ سب راجہ آپس میں ہمیشہ لڑتے رہتے تھے (جام جہاں نما پنڈت شیو پرشاد جلد دوم ۲۹)

غرض معقول وجوہ یا حق طلبی پر لڑائیاں کم ہوتی تھیں ان میں وحشیانہ مظالم ہوتے تھے (سری کرشن جی اپنے پوتے اور بہو کو لیکر عازم وطن ہوئے لیکن درمیان راہ کے یہ خبر لگنے پر کہ پونڈر والی بنارس نے اپنا لقب واسدیو اختیار کیا ہے غضب میں بھر گئے اور اب اس کی سزا دہی کو بنارس کی طرف چل نکلے کیونکہ سری کرشن کو بیحد ناگوار گذرا کہ ان کی موجودگی میں کوئی شخص اُن کے باپ کا نام اختیار کرے (حیات سری کرشن صفحہ ۲۴۷) وشوامتر جی انکو (رامچندر جی اور ان کے بھائیوں کو) ملیچھوں سے لڑنے کیلئے لیگئے جس میں ان کھشتریوں نے فتح پائی۔ (تاریخ ہند حصّہ اول لالہ لاجپت رائے) پراشر نے راکششوں کو جلانا شروع کیا اس کے دادا بششٹ جی نے کہا کہ بیٹا اب تم غصّہ کو تھوک دو اور راکشش لوگوں پر رحم کرو وہ بے قصور ہیں (لنگ پران ادھیائے ۶۴) تاریخ بتاتی ہے کہ ہندوؤں نے غیر آریوں کو اور بودھوں کو نہایت بے دردی سے جنگ کر کر کے تباہ کیا۔ ہندو مذہب کے جنگی احکام نہایت سخت ہیں۔

تیج دہاری ودان پرش آپ دہرم کے مخالف دشمنوں کو آگ میں جلا ڈالیں (یجر وید ۱۱/۳۲)۔ اے انسان جس طرح بھی دشمنوں کو ہلاک کیا جا سکے اس قسم کے کاموں کو کرکے مذہبی راحت کی زندگی بسر کر (یجر وید ۱/۲۵) اے تیج دہاری ودان پرش آپ تیز رو دشمن کے کھانے پینے کام کاج کے مقامات کو اچھی طرح اُجاڑیں اور ان کو اپنی تمام طاقت سے ماریں (یجر وید ۱۳/۱۲) راجہ وزیر تم دونوں راکششوں کو جلاؤ تباہ کرو اے دونوں طاقتوروں ان گمراہی پھیلانے والوں کو نیچے گرا دو کاٹ ڈالو جلا دو، مار دو، دھکیل دو (اتھروید کانڈ ۸ سوکت ۶ منتر ۱)

اے راجہ راکشش اور تیز طبیعت عورت کو دہوکے سے مار ڈالے (اتھروید منتر ۲۴) اے سوم رس پینے والے راجہ دُکھ دینے والوں کی اولاد کو مار ڈال اور لے آ۔ اور مذمت کرنے والی کی دائیں بائیں آنکھ نکال دے (اتھروید کانڈ ایک سوکت ۸ منتر ۳) روئے زمین کی جو حکمران ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی خواہش سے اپنی تمام قوت کے ساتھ جنگ کرتے ہیں اور کبھی منہ نہیں موڑتے وہ مرنے کے بعد سیدھے بہشت کی طرف جاتے ہیں (منو ۸۹/۷)۔

راجہ کو اپنی مستعد فوج کے ساتھ تمام مخلوقات کو اپنا تابع فرمان بنانے کی کوشش کرنی چاہئیے۔
(منو ۲۷/۷) وید کے مخالف کو ملک سے باہر کر دینا چاہیئے (ستیارتھ پرکاش ص۱۶۷ ترجمہ راد ہاکشن ہینہ)
جب راجہ دشمن کو شہر میں محصور کر دے تو اسے چاہئیے کہ محاصرہ کئے بیٹھا رہے اور دشمن کے ملک کو ستائے اور برابر اس کا چارہ اشیائے خوردنی ایندھن پانی غارت کرتا رہے اسی طرح چاہئیے کہ تالابوں فصیلوں اور خندقوں کو غارت کرے اور غنیم پر اچانک حملہ کرے اور اسے رات کو ڈرائے
(منو باب ۷) اگلے راجہ لوگ جب اپنے دشمنوں کو گرفتار کرتے تھے تو ان کو کیسی سیتا اور کس بری گت سے مار ڈالتے تھے (جام جہاں نما ص۳۲)۔

ہندوؤں میں لونڈی غلام

یہ بھی قدیم رسم ہے کہ فتح پاکر دشمن کے سپاہیوں اور ان کی عورتوں بچوں کو پکڑ کر لونڈی غلام بناتے ہیں۔ ہندوؤں میں بھی اس کا رواج تھا۔ اور اس کے متعلق احکام ہیں لیکن نہایت سخت ہیں جو دشٹ ہم لوگوں سے مخالفت کرتا ہے جس دشٹ سے ہم مخالفت کرتے ہیں اس بدکردار دشمن کو مختلف زنجیروں میں جکڑ اور اس کو ان زنجیروں سے کبھی مت چھوڑو (باطل شکن ص۱۳۴ بحوالہ یجروید) خوفزدہ اور بھاگتے ہوئے آدمیوں کو گرفتار کرکے قید کر دیں (ستیارتھ پرکاش ص۱۱۹) منوشاستر میں غلاموں کی قسمیں لکھی ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ جو لڑائی میں گرفتار کیا جائے دوسرا جو خریدا جائے یا ہبہ کیا جائے تیسرا جو بطور سزا غلام بنایا گیا ہو (غازیان ہند ص۱۳۷) ایرین سیاح لکھتا ہے کہ ٹیکسلا میں عورتیں فروخت کیلئے پیش کی جاتیں تھیں اور سب سے زیادہ قیمت دینے والے کو دی جاتی تھیں (تاریخ پنجاب بھائی پرمانند) لالہ لاجپت رائے نے بھی تاریخ ہند میں لکھا ہے، اُن عورتوں کے باب میں جو لڑائی میں مقید ہوتی ہیں یہودیوں کا قانون منو کے قانون سے بلکہ مطابقت کھاتا ہے جو ان کو حق حلال سمجھتے ہیں۔ موسیٰ اور منو دونوں اجازت دیتے ہیں کہ ان مقید عورات سے ان کو شادی کر لینی جائز ہے اگر عاشق اپنی محبوبہ کو اس کے رشتہ داروں پر فتح پاکر مقید کرلے تو از روئے قانون مذہبی اس کو شادی کر لینی اس سے جائز ہے بروقت قتل اپنے

رشتیداروں اور دوستوں کے بوقت جنگ عورات آہ وزاری کرتی ہیں ہنود ان کو بجبر پکڑ لاتے ہیں اور ازروئے قانون اپنے مذہب کے جو بنام اکاسا مشہور ہے ان سے شادی کرتے ہیں بعینہ یہی طریقہ کتب موسوی میں درج ہے صرف فرق یہ ہے کہ ہنود عورت کا سر مونڈ دیتے ہیں اس کو وہ علامت غلامی سمجھتے ہیں (ٹاڈ راجستان ص۶۹) جو عورتیں جوئے اور کشتیوں میں ہار دی جاتی تھی انہیں سارے گھر کا کام کاج ماما اصیلوں کا کرنا پڑتا تھا۔ اور ایک گھر کے متعدد بھائیوں سے ہم بستر ہونا پڑتا تھا۔ غازیان ہند بحوالہ دہیلر صاحب) ان شودروں غلاموں سے کھیتوں میں سخت محنت لیجاتی تھی اور گاؤں کے باشندوں کا نجس کام انہیں سے متعلق تھا (تاریخ ہند منٹر) مالک کو چاہیئے کہ اسکو (غلام کو) اپنا بچا ہوا کھانے کو دے پرانے کپڑے پہننے کو دے پرانا بستر اور پتے بچھانے کو دے۔ (منو جلد دہم ص۱۲۵) بہلسا لوٹ پر ایک راجا کی لڑائی کا سنگین مرقع جو کہ دو ہزار برس پیشتر کا بنا ہوا معلوم ہوتا ہے اس میں راجا کے سپاہی لوگ عورتوں کو لونڈی بنانے کیلئے گرفتار کر رہے ہیں دیکھ دیکھ بدن کانپتا ہے (جام جہاں نما جلد سوم مطبوعہ ۱۸۶۱ء ص۲۹) اس موقعہ پر (جب راجہ اوگر سین نے راجہ جراسندھ کے حملے روکنے کے متعلق مشورہ کیا تھا) باسدیو حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا پیارے دوستو اگر تم لوگ پورے جوش سے کام نہ لوگے تو جراسندھ متھرا پر قابض ہو جائیگا اور تمہیں خانہ برباد کر کے ان زمینوں شہروں قصبوں اور جاگیروں سے نکال دیگا جن پر تم باختیار خود قابض ہو وہ تمہاری لڑکیوں اور نازنین عورتوں کو پکڑ لیجاویگا تمہاری بیٹیوں کو خواص بنائیگا تمہاری دولت لوٹ لیجاویگا تمہارے عیش میں رخنہ اندازی کر کے عشرت گاہوں کو مسمار کروا دیگا (حیات سری کرشن ص۱۲۴) وہ لڑکا جو شودر مرد کے داسی (لونڈی) کے بطن سے پیدا ہوا اپنے پدر کی خواہش یا مرضی کے موافق حصہ پائیگا۔ لیکن پدر کی وفات کے بعد اگر منکوحہ زوجہ کے پسران موجود ہوں (قانون وراثت ہنود مصنفہ سر ہنوا س راؤ بحوالہ یا گولکیہ سمرتی باب ۲) آریہ ہندوستان کے قدیم باشندوں کی عورتوں کو اپنے گھر میں باندی بنا کر رکھتے تھے (الامان دسمبر ۱۹۳۳ء بحوالہ اتہر یا برہمن) بھیشم نے سنا کہ بنارس کے راجہ کی لڑکیوں کا سوئمبر ہے اور تمام راجہ

جمع ہوئے ہیں بھیشم بھی گیا اوس نے سب کے سامنے تقریر کی اس میں اُسنے شادی کیلئے عورت حاصل کرنے کے آٹھ طریقے بتلائے اوسمیں ایک طریقہ یہ بیان کیا کہ لڑکیوں کو جبراً جنگ کر کے گرفتار کیا جائے اور کہا راجہ لوگ اسی طریقے کو پسند کرتے ہیں یہ کہکر بھیشم نے جنگ کر کے سبکو شکست دیکر قتل کیا اور لڑکیوں کو جبراً لے آیا (دہیلر صاحب کی تاریخ حصہ اوّل) آسام کا راجہ جو نس حسین عورتوں کو پکڑ لیتا تھا۔ سولہ ہزار حسین عورتیں اس کی قید میں تھیں (حیات سری کرشن ص۳۳)

ہندؤں میں لوٹ

فتحیاب ہو کر دشمن کے مال و اسباب کو لوٹنا یہ ہمیشہ سے دنیا میں ہر قوم و ملک و مذہب میں رائج ہے ہندؤں نے یہ عمل کثرت سے کیا ہے ان کے مذہبی احکام میں عام لوٹ کا حکم ہے کوئی استثنا نہیں اسی کتاب کے باب تاریخ سے معلوم ہوگا کہ ہندو راجاؤں نے کس طرح بیحد لوٹ مار کی ہے۔

حاپکدست بہادر کنواں کے ساتھ جیڈھرک ہو کر ہزار در ہزار مال غنیمت لوٹ (سام وید ص۲)۔ ناموری وہ حاصل کرتا ہے جس نے دھرم کیلئے اچھی طرح جنگ کی ہو، رتھ گھوڑے ہاتھی چھتر زر رسد گائے وغیرہ چوپائے اور عورتیں اور اشیا اور گھی اور تیل وغیرہ کے کپے جنھوں نے لئے ہوں وہی لیں لیکن فوج کے سپاہی ان چیزوں میں سولہواں حصہ راجہ کو دیں (ستیارتھ پرکاش سترجمہ پرا دہاکشن مہتہ ص۱۹۱) رتھ گھوڑے دھن چارپائے عورت اور تمام دولت سونا چاندی سیسا پیتل وغیرہ ان سب کو جو فتح کرے وہی مالک ہوتا ہے۔ سونا چاندی، زمین وغیرہ راجہ کو دیں (منوسمرتی مطبوعہ ویدک دھرم پریس دہلی ص۲۲۲ و ۲۲۳) اوّل ہی اول دھوبی گھاٹ پر (متھرا) کے دھوبی بدکلامی سے کپڑوں کی لوٹ مچائی (سری کرشن نے) اور کنس کے خاص پارچہ جات اپنے گوالوں کو پہنائے (سوانح عمری سری کرشن ص۱۸) آپ نے (سری کرشن نے جراسندھ سے کہا) بہت سے راجوں کو تباہ کر کے انہیں لوٹ کھسوٹ کر محتاج کر دیا (سوانح عمری سری کرشن ص۴۲) جب لنکا فتح ہوا تو اسکی تاخت و تاراج سے بے انتہا سونا چاندی جواہرات اجناس حاصل ہوئے قیدیوں میں سے ہر ایک نبرد آزما کے حصہ میں کئی کئی مرد عورت آئے پھر اس شہر کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا بھتیسے شودر خاندان

ان مفتوحہ عورتوں کی اولاد ہیں جو فاتحوں سے پیدا ہوئے (واقعات ہند۔ ذکر مہاراجہ رامچندر جی مصنفہ تُلسی رام)۔

ہندوں میں جزیہ

ہندوستان کی قدیم اور مکمل تاریخ نہیں جس سے تفصیلی حالات معلوم ہو سکیں بعض اقوال سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان میں قبل از اسلام بھی جزیہ رائج تھا۔ جزیہ نقد بھی لیا جاتا تھا۔ جنس بھی لیجاتی تھی محاصل واملاک بھی اس کی ادائگی کے لئے مخصوص ہوتے تھے مثلاً کسی پر بتیس روپیہ سالانہ جزیہ ہے وہ اسقدر آمدنی کی جائداد حکومت کے سپرد کردے یہ صورت ہندوستان میں زیادہ رائج تھی پنڈت دیانند لکھتے ہیں اگر کوئی راجہ دوستی کرے تو دولت وزمین وغیرہ کا ملنا دیکھکر اس کے ساتھ ملاپ کرے (ستیارتھ پرکاش ص۲۰۷) لالہ تلسی رام لکھتے ہیں آریہ فاتحوں نے اناریہ مفتوح اقوام پر عادلانہ حکومت کی سوائے ایک خاص محصول کے جو محصولات آریوں سے وصول ہوتے تھے وہی ان غیر آریوں سے لئے جاتے تھے۔ (واقعات ہند ص۲۴) لالہ پرتاب سنگھ لکھتے ہیں غیر اقوام سے علاوہ ایک خفیف ٹیکس کے تھوڑا سا مصارف مندر کے لئے بھی لیا جاتا تھا (باطل شکن ص۱۳۴) لالہ منوہر لال لکھتے ہیں راجگان ہند میں سے کوئی بھی تبلیغ میں خلل انداز نہوا، نووار دوں، نومسلموں کے وہی حقوق تھے جو ہندوں کے تھے صرف ان سے ایک خفیف سا ٹیکس نذر مندر کیلئے لیا جاتا تھا (حوالہ مذکور) اسی فاضل نے لکھا ہے آخر زمانے کے بودھ راجوں نے غیر بودھوں پر ایک خاص محصول قایم کر کے غیر مذہب کے لوگوں میں بددلی پھیلا دی تھی (غازیان ہند ص۱۳۲)۔

لالہ لاجپت رائے لکھتے ہیں کوتلیہ (چانکیہ رشی کا کوتلیہ شاستر ہے) نے یہ بھی لکھا ہے کہ بادشاہ (یعنی راجہ) ضرورت کیوقت دولت مند آدمیوں پر خاص خاص جزیہ لگاتا تھا (تاریخ ہند حصہ اول)

ہندوستان میں جب جین مذہب کی حکومت تھی تو ہندوں پر جزیہ لگایا گیا۔

(ٹاڈ راجستان ص۵۷۵)۔

ہندوؤں کی رواداری

ہندو مذہب میں رواداری کی تعلیم نہیں۔ صاف حکم ہے کہ وید کے مخالف کو ملک سے نکالدیا جائے (ستیارتھ پرکاش سمولاس ۳ ص ۵۹) ارتھات ادہرمی پرش (غیر مذہب کا آدمی) کسی دیش میں نہ رہنے پاویں، ادہورت نش سب ہم لوگوں کے استھانوں سے دور چلے جاویں (رگوید بھاشیہ مطبوعہ ۱۹۳۵ بکرمی ص ۲۷) ادہرمی خواہ سب سے بڑھ کر صاحب حوصلہ، نہایت طاقتور، صاحب لیاقت ہو تو بھی اس کی بربادی و تنزل و تخریب میں لگا رہے (ستیارتھ پرکاش ص ۸۷) غیر آریہ سنتھیں بودھ وغیرہ اقوام کے حالات تاریخ ہندوستان میں پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوؤں نے غیر اقوام کو کبھی چین نہیں لینے دیا۔ اور ان کے ساتھ نہایت سخت برتاؤ کیا۔ اسکے متعلق حوالے اس کتاب میں کئی جگہ لکھے جا چکے ہیں۔ (نویں صدی عیسوی میں ان کے (بودھوں) منقلد ہند سے جبراً نکالدئے گئے (تاریخ ہند)

ہندوؤں کا عہد حکومت

ہندوؤں کے ماتحت جو قوم و ملک رہا ہے وہ خراب و برباد ہوا ہے کشمیر کے باب تاریخ ہی سے کشمیر کے حالات کا اندازہ کر لیا جائے۔ آریہ جب اوّل ہندوستان میں آئے تو غیر آریہ قومیں یہاں آباد تھیں۔ ان میں ایک قسم کا تمدن بھی تھا، انکی حکومتیں تھیں۔ ان کے قلعہ تھے لیکن چونکہ ملک بہت وسیع تھا وہ آریوں کے آباد ہونے میں حارج نہیں ہوئے ایسی صورت میں آریوں کو ان کا ممنون ہی ہونا چاہیئے تھا۔ مگر انہوں نے یہ کیا کہ لڑ بھڑ کر مار کر کچھ تو پہاڑوں میں بھگا دئے جہاں آج تک انکی نسلیں مثل وحشی جانوروں کے سرگرداں ہیں، باقی غلام بنا لئے اور ان پر اس قسم کے قیود عائد کئے کہ وہ پھر نہ اُبھر سکے اور موجودہ حالت کو پہونچکر بھنگی چمار وڈھیر بن گئے ان کو اچھوت کہنے لگے یہ اچھوت اقوام نہ پڑھ سکتے تھے نہ گھر بنا سکتے تھے نہ گاؤں میں آباد ہو سکتے تھے نہ نیا سامان رکھ سکتے تھے۔ جب ان میں ایک قسم کا تمدن بھی تھا اور یہ کچھ دیوی دیوتاؤں کو بھی پوجتے تھے تو ان کے معبد بھی ہوں گے مگر آریوں نے ان کے قلعوں اور معبدوں کا نام و نشان بھی تاریخ میں لکھنے کی قابل نہ چھوڑا۔ لالہ تلسی رام لکھتے ہیں آریوں نے دیکھا کہ ہندوستان کی سرزمین وحشی قوموں کے قبضہ میں ہے

اس لئے وہ ہندوستان میں رہنے کا فیصلہ کر کے آئے اسوقت ملک بہت غیر آباد تھا اس لئے اناریہ اقوام ان کی آبادی میں حارج نہ ہوئیں اپنا قبضہ جمانے کے بعد اس مہذب قوم کو مناسب معلوم ہوا کہ اگر کل ملک پر ایک حکومت ہو تو ترقی آسانی سے ممکن ہے اس خیال سے انہوں نے اناریہ اقوام کو زیر کرنا شروع کیا (واقعات ہند) آریہ حملہ آوروں کی یورش سے ہند کے میدانوں میں ہٹا دیے گئے (غیر آریہ) وہ مثل معدوم شدہ جانوروں کے پنجروں میں جو گوپھاؤں میں دبے پڑے ہوں پہاڑوں کے درمیان پوشیدہ رہے (تاریخ ہند ہنٹر) آل انڈیا ہندو کانفرنس الٰہ آباد میں مسٹر جی لے گوئے ایم ایل سی نے کہا کہ میری رائے میں ہماری معاشرتی اور مذہبی مشکلات کو دور کرنے کیلئے حکومت خود اختیاری کی ضرورت نہیں ہندو راج کا جو تجربہ گذشتہ زمانے میں ہو چکا ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے اب بھی اونچی ذات کے ہندوؤں کی حکومت کے ماتحت ہماری حالت پہلے سے بری ہو گی مسٹر نایک نے کہا ہمارے آبا و اجداد ہی ہندوستان کے اصلی باشندے اور مالک تھے باہر کے لوگوں نے جس طرح بن پڑا ان کو شکست دی اور حملہ آوروں نے اصلی باشندوں کو موجودہ حالت تک پہنچا دیا اور انکو اچھوت کہنے لگے (غازیان ہند) نویں صدی عیسوی میں ان کے (لودھ) مقلد ہند سے جبراً نکالدیے گئے (تاریخ ہند) ہندوستان میں جو سات کروڑ اچھوت مانے جاتے ہیں وہ اس ملک کے اصلی باشندے ہیں ایک زمانہ میں بھی ہندوستان پر تسلط رکھتے تھے اور ان کے سوا اس ملک میں کسی کی حکومت نہ تھی یہ جو موجودہ وقت میں اپنے کو اعلیٰ ذات بتاتے ہیں دراصل اس ملک کے باشندے نہ تھے یہ لوگ ایران وسط ایشیا وغیرہ سے آئے تھے اور انہوں نے اپنے آپ کو آریہ جاتی کے نام سے مشہور کیا وہاں یہ فاقہ کشی کی زندگی بسر کرتے تھے اور یہاں انہیں نعمتیں میسر ہوئیں اس لئے انہیں یہ خواہش ہوئی کہ اس ملک پر ہمارا قبضہ ہو جائے اس لئے انہوں نے جنگ و جدل شروع کی۔ لیکن شکست کھا کر بعد میں اصلی باشندوں سے سمجھوتہ کر لیا اور انہوں نے اصلی باشندوں سے رشتہ داری بھی کر لی اور پھر جنگ چھیڑ دی۔ اس بار وہ فتحیاب ہو گئے جو اصلی باشندے ان کے پھندے میں پھنس گئے تھے انہوں نے جنگ میں ان کا ساتھ دیا۔ اس لئے انہیں شودر کا درجہ دیا گیا۔ باقی سب کو علیحدہ کر دیا۔

باقی سب کو علیحدہ کر دیا اور انہیں غلام سمجھنے لگے لیکن ابھی تک ان سے اچھوت کا سلوک نہیں کیا جاتا تھا
کچھ عرصہ کے بعد ایسی کتابیں تصنیف کی گئیں کہ ان اصلی باشندوں کو اچھوت سمجھا گیا ہم میں کوئی
پڑھا لکھا نہ تھا ہمارے پڑھنے لکھنے پر بھی پابندیاں لگائی ہوئیں تھیں (غازیانِ ہند صفحہ ۱۵۸ بحوالہ
پراچین بھارت ہندی بیان ویراتن دیوی داس) پورا نوں کو پڑھو اور بدھ مذہب کی پوتھیوں کو
دیکھو تو اچھی طرح یہ بات کھل جاوے گی کہ اگلے راجاؤں کے خزانے میں اور مہاجن اور ساہوکار اور
کامدار لوگ جو راج سے علاقہ رکھتے تھے ان کے گھروں میں بیشک سونے چاندی اور جواہرات کا ڈھیر
لگا رہتا ہے لیکن رعیت ایسی آباد اور خوشحال نہیں تھی (جام جہان نما جلد سوم صفحہ ۲۰) آریہ نسل غلام
ان کو (غیر آریوں کو) اپنے زیر حکم رکھتے تھے اور نہایت ذلیل و حقیر جانتے تھے۔ کسی طرح اُبھرنے نہیں
دیتے تمام محنت مزدوری کا کام لیتے تھے۔ ان کی عورتوں کو تینوں برن کے ...... رکھ سکتے تھے،
(آئینہ تاریخ نما صفحہ ۵۴) ہندوستانی دڑاوڑی نسل اپنی تہذیب کے اعلیٰ درجہ پر تھی اور آریہ لوگوں نے
ان کو جنوب کی طرف دھکیل دیا (تاریخ ہند لاجپت رائے) ہندوؤں کی حکومت خرابیوں اور برائیوں
سے بھری ہوئی تھی (تاریخ برٹش انڈیا جیمس بل) غرض ہندوؤں کی حکومت نہایت سخت تھی رعایا
کو ان کے عہد میں ترقی نہیں ہوئی تنزل ہوا۔ آرام نہیں ملا تکلیف پہونچی۔ رعایا کے لئے ایسے سخت
قوانین نافذ تھے کہ ان کا اُبھرنا مشکل تھا۔ ان قوانین کا کسی قدر بیان باب تاریخ میں آچکا ہے، خود
ہندوؤں میں ایسے مراسم و رواج تھے جن کو کوئی مہذب و دانشمند قوم پسند نہیں کر سکتی، ستی،
قمار بازی، شراب خوری، دختر کشی، انسانی بھینٹ، خودکشی، مردم خوری۔ ایک عورت کیلئے کئی کئی
خاوند ہمیشہ غیر معقول امور پر جنگ و جدل برپا رہتی تھی۔ ملک میں قدرتی پیداوار کے سوا غیر ممالک سے
کسی قسم پھل پھول منگا کر نہیں لگائے گئے تھے۔ اکثر ملکیوں کا لباس سر برہنہ، پا برہنہ بس ایک
دھوتی علوم و فنون کی ترقیات کی کیفیت پہلے کسی مضمون میں بیان ہو چکی ہے ان کے قدیم فن عمارت
اگر دیکھا جائے تو تصویر سازی کے سوا کوئی کمال نظر نہیں آتا۔ اور تصاویر بھی اکثر فحش، اور راجے
ہمیشہ آپس میں زر زمین زن کیلئے لڑتے بھڑتے رہتے تھے، لالہ شیو پرشاد لکھتے ہیں آپس میں ہمیشہ

لاگ کی آگ بھڑکی رہتی تھی (جام جہان نما جلد سوم ص۶) حرام بھی اگلے وقت میں بہت ہوتا تھا۔ حوالہ مذکور ص۳۳) ان کے قوانین نفع بخش نہ تھے، غرض ہندؤں کے عہد میں ملک کو چین نصیب نہیں ہوا نہ کوئی ترقی ہوئی۔ رعایا (انار یہ اقوام) کو اور تنزل ہوا۔

ہندو اور معابد

ہندؤں کا جہاں کہیں قابو چلا ہے غیر مذاہب کے معابد کی توہین کرنے میں انہوں نے دریغ نہیں کیا اسی کتاب کے باب تاریخ سے واضح ہوگا کہ بہت سے ہندو راجاؤں نے بودھوں کے وہار مسمار کرکے اپنے مندر بنا لئے۔ شنکراچارج نے بودھوں اور جینیوں کے بت توڑے۔ لالہ لاجپت رائے لکھتے ہیں پشپ متر کے وقت میں بودھ مذہب کے ساتھ بہت سختی ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ پشپ متر نے بہت سے بدھ مٹھ و مندر جلا دئے (تاریخ ہند) راجہ شیو پرشاد لکھتے ہیں سدا شیو راؤ بہادر نے مسجد اور مقبروں کو لوٹ پوٹ اور توڑ پھوڑ سے خالی نہ چھوڑا۔ (آئینہ تاریخ نما) بعدہ دامندر (دامودر) اس کا بیٹا (راجہ جلوک کا راجہ کشمیر) ہوا۔ اسوقت برہمن ان لوگوں کو جو بودھ کے طریق پر تھے غالب آکر ان کی پرستش گاہ کو خاک در ناک کئے (عمدۃ التواریخ لالہ رتن لال ص۲۴) اسی کشمیر میں پتھر مسجد وغیرہ مسلمانوں کے چند مقدس مقامات پر ریاست نے قبضہ جما رکھا تھا۔ جنمیں سے بعض کو اب بہت کچھ شورش کے بعد مسلمانوں کے حوالہ کیا ہے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے صوبیدار دیوان موتی رام نے جامع مسجد سری نگر کو بند کیا۔ اس کے متعلق تاریخ ریاست جموں و کشمیر میں لکھا ہے کہ اس نے جامع مسجد بند کردی اور مشہور مسجدیں اور ان کی معافیاں ضبط کرکے یہ حکم دیا کہ کوئی شخص اذان نہ دینے پائے زیارت شاہ ہمدانی کو بھی گرانا چاہا۔ مگر بغاوت کے ڈر سے باز رہا۔ (ص۱۱) نو مسجد سری نگر کے متعلق مؤلف گلدستۂ کشمیر کا بیان ہے نو مسجد یہ نو مسجد زینہ کدل سے ذرا اوپر کو ہے اس کو بیگم نور جہاں نے مصفا پتھروں سے بنوایا تھا۔ اس کی اندرونی لمبائی ۶۰ گز عرض ۱۸ گز ہے۔ یہ مسجد باعتبار مضبوطی و خوبصورتی کشمیر کی تمام مسجدوں سے عمدہ ہے۔ مسلمان لوگ اسواسطے اس میں نماز پڑھنا حرام سمجھتے ہیں۔ کہ تعمیر کنانیدہ عورت ہے سکھ اس کو مودی مندر

کہتے ہیں۔ آج کل اناج بھرنے کے کام آتی ہے اس کی تاریخ دوبارہ مرمت ہونے کی یہ ہے ؎

گفت ہاتف بعہد میر ہزار ٭ نوشد آباد مسجد سنگین۔

میر ہزار صوبہ کشمیر نے ۱۲۰۷ھ ہجری میں دوبارہ مرمت کیا تھا (ص ۶۷) اس موقعہ پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مسجد کے معاملہ کی ذرا تفصیل کر دی جائے یہ مسجد تین ناموں سے مشہور رہی ہے پتھر مسجد، موتی مسجد نو مسجد۔ یہ نور جہاں بیگم نے بنوائی تھی۔ اس میں ہمیشہ نماز وغیرہ ہوتی تھی۔ یہ فتویٰ اس متعصب پنڈت نے ہندو حکمرانوں کے مظالم پر پردہ ڈالنے کیلئے تراشا ہے کہ مسلمان اسمیں اسلئے نماز پڑھنا حرام سمجھتے ہیں کہ تعمیر کنانیدہ عورت ہے ہندوستان اور دیگر ممالک میں جابجا عورتوں کی تعمیر کردہ مساجد ہیں انمیں برابر نماز وغیرہ ہوتی ہے اس مسجد میں مسلمانوں کے دو بڑے فاضل ملا حیدر و علامہ پشلو نے وقتاً فوقتاً امامت اور وعظ خوانی کرتے رہے ہیں (رہنمائے کشمیر ص ۱۳۲) اگر اس میں نماز پڑھنا حرام ہوتا تو میر ہزار کیوں اس کی مرمّت کراتا۔ یہ آج تک کسی نے نہیں لکھا نہ کہا کہ یہ مسجد کسی مندر کی جگہ بنائی گئی ہے یا کسی مندر کا مال مصالحہ اس میں کام لایا گیا ہے مگر سکھ اس کو خود بخود موتی مندر کہنے لگے کچھ عرصہ کے بعد یہی لقب اس امر کی دلیل بنایا جائیگا کہ یہ مندر توڑ کر بنائی گئی ہے اول راجہ سکھ جیون نے اپنے عہد حکومت میں ۱۱۶۹ھ ہجری کے قحط میں اس میں ذخیرہ شالی جمع کیا۔ اس لئے اس میں نماز بند ہو گئی (رہنمائے کشمیر ص ۱۳۱) میر ہزار نے اپنے عہد میں اس کو واگذاشت کر کے مرمّت کرائی اس مرمّت کی تاریخ یہ ہے ؎

شکر حق کز دعائے اہل یقیں	باز آباد گشت خانۂ دین
کرد سردار خطۂ میر ہزار	مسجد نو بنا بصد تزئین
عاقبت روسیاہ و ملعون شد	ہر کہ او غلہ می نہاد درین
خبر از ہاتفے بہ پرسیدم	تا کند سال آن مرا تلقین
گفت ہاتف بعہد میر ہزار	نوشد آباد مسجد سنگین

سکھوں کے عہد حکومت میں بزمانہ گورنری شہزادہ شیر سنگھ ۱۸۱۹ء کے قحط میں پھر اس کو غلہ کا

گودام بنایا۔ کرنل سہان سنگھ صوبیدار نے اسکے صحن کے پتھر اکھڑوا کر اپنے باغ بسنت باغ میں لگائے،
مہاراجہ گلاب سنگھ کے عہد میں پھر غلہ کا گودام بنایا گیا مہاراجہ رنبیر سنگھ کے عہد ۱۸۸۱ء میں وزیر پنو نے پھر اسکو غلہ کا
گودام بنایا اور اور مسجدیں بھی اس کام میں لائی گئیں مہاراجہ پرتاپ سنگھ کے عہد میں اسکی چار دیواری کے اندر
سیڑھیوں کے پاس پولیس کیلئے کوٹھریاں بنائی گئیں ۱۹۱۶ء میں اسکی شمالی و شرقی دیواریں منہدم کر کے
صحن میں پولیس کیلئے عمارت بنانیکا ارادہ کیا گیا مگر وہ قصد ملتوی کر دیا گیا چند معابد کی توہین کا ذکر فغان
کشمیر میں اسطرح لکھا ہے سنہ ۱۹۲۴ء کے جولائی و اگست میں مسلمانان کشمیر کے ساتھ ریاست کے ارباب حل و عقد
نے جو سلوک کیا ہے اور اسلام آباد اور بارہ مولہ کے معابد اسلامیہ کی جس تعصب و بغض کیساتھ بے حرمتی کی گئی ہے
اور ملہ کھار (قبرستان) کی قدیم و کہنہ مسجد کو محض اپنے ہم مذہب تین فیصدی آبادی کے خوش رکھنے کیلئے مندر
کا نام دیا گیا ہے اور سرکاری قبضہ میں لیا گیا ہے ریاست کے اس افسوسناک طرز عمل کو مد نظر رکھتے ہوئے کسی شاعر نے
کہا ہے کیا یہ غلط کہا ہے ۔ کس طرح مسجد گرا دیتے ہیں مندر کیلئے :: اسکی بھی رکھی گئی آخر بنا کشمیر میں (صہ ۲)

ڈولہ

شاہان اسلام پر ایک یہ بھی الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ ہندوؤں سے زبردستی انکی بیٹیاں لیکر داخل محلات کرتے
تھے اسکو ڈولہ لینا کہتے ہیں زبردستی لڑکیاں اور عورتیں پکڑنے کا رواج ہندوؤں میں تھا اسکا ثبوت گذشتہ
ابواب میں گذرا مسلمانوں میں یہ طریقہ جسطرح رائج رہا ہے اسکی حقیقت کچھ اس مضمون اور کچھ باب ہٰذا کے ایک
مضمون سے واضح ہوگی۔ تاریخ ثابت کرتی ہے کہ یہ دستور زمانہ قدیم سے چلا آتا ہے کہ فاتح مفتوح سے ڈولہ
یہ دستور غالباً اسلئے قایم کیا گیا ہوگا کہ آیندہ بغاوت و عداوت کا سد باب ہو جائے ایسا بھی ہوا ہے کہ کسی زبردست
یا مشہور شخص کو خود بیٹی دی گئی دارا شہنشاہ ایران کی جب سکندر سے جنگ ہوئی اور دارا کو شکست کے آثار نظر آئے
تو دارا نے سکندر کے پاس صلح کا پیغام بھیجا اور یہ بھی کہلا بھیجا کہ میں اپنی بیٹی تجھے بیاہ دونگا (تاریخ اسلام مصنفہ غلام نادر خان)
ڈولہ لینے کا دستور ہندوستان میں بہت زیادہ تھا اسی کتاب کے باب تاریخ میں اسکی بہت سی نظیریں موجود ہیں اور
ہندوستانی رئیس اس معاملہ میں اسقدر فیاض تھے کہ وہ بلا لحاظ ملک و قوم و مذہب ہر زبردست سے اس قسم کا رشتہ
کرنے میں فخر سمجھتے تھے سکندر نے راجہ کید ہندی کے پاس بطلب اطاعت ایلچی بھیجا سکندر کا مطالبہ صرف اسقدر تھا کہ اطاعت کرو

راجہ نے اسپر اتنا اور اضافہ کردیا میں سکندر پر جان و مال نثار کردوں گا اور اپنی بیٹی کا ڈولہ اسکو دونگا اور بیٹی معہ تحایف بھیجدی (تاریخ ایران سرجان سیلکم ص۹۵) اسی کشمیر کے راجہ سوراندر سے بہمن شہنشاہ ایران نے بیٹی طلب کی راجہ نے بھیجدی، زال سردار سیستان نے اپنے بیٹے رستم کیلئے راجہ قنوج سے لڑکی طلب کی، راجہ نے بڑی خوشی سے لڑکی نذر کی، اس واقعہ کو فردوسی لکھتا ہے کہ جب لطابق خبر زال کے قاصد نے راجہ کے دربار میں پہونچکر اظہار مطلب کیا تو راجہ نے کہا ۵ زگفتار او شادمان گشت رائے ؛ بدو گفت برمن کرم اے خدائے ؛ کہ پشت کیاں رستم نامدار ؛ زمن دخترم را بود خواستگار ؛ اگر شوق رستم بود دخترم ؛ فروزاں شود بر سپہر اخترم ؛ (شاہنامہ) اس معاملہ میں قدیم ہندوں کے نظر اختلاف ملک و قوم و ملت پر نہ تھی، لالہ جوالا سہائے لکھتے ہیں شاہ پور کے راجہ سیسودیہ نے یہ وحشیانہ حرکت (لال سنگھ کی) ناپسند کرکے مہروں (قصبہ کا نام) پر فوجکشی کی، لال سنگھ کے پاس فوج نہ تھی، خایف ہوا۔ راجہ نے اس کی جان بخشی کی مگر ڈولہ لیا اور آیندہ ڈولہ دینے کا عہد لیا (وقایع راجپوتانہ) راجہ جراسندھ سے راجہ کنس نے ڈولہ لیا (حیات سری کرشن بھوپے کا قریب جہانسی) ایک راجہ پرمال نامی تھا اس سے اور پرتھی راج سے لڑائی ہوئی، پرتھی راج کو شکست ہوئی اور پرتھی راج کو اپنی لڑکی بیلا کی شادی پرمال کے بیٹے سے کردینی پڑی (ہند کے جاں نثار) سرداران و سلاطین اسلام نے اس معاملہ میں ہندوں پر جبر نہیں کیا بلکہ ہندوں نے خود اپنا فخر سمجھکر اپنے نفاد کو مدنظر رکھکر مسلمانوں کو بیٹیاں دیں ۱۱۰ھ ہجری میں راجہ سندھ نے اپنی لڑکی عبداللہ اشتر بن محمد حضرت امام حسن کے پوتے سے بیاہ دی (واقعات سندھ تلسی رام) بابو منوہر لال لکھتے ہیں کہ رانی لاوی بیوہ راجہ داہر نے بخوشی سردار محمد بن قاسم کی بیوی بننا قبول کیا (غازیان ہند ۱۳۴) اوچ کی رانی نے خود بپیغام دیکر اپنی لڑکی سلطان شہاب الدین غوری کے نکاح میں دی (واقعات ہند) چوں آنحضرت را (اکبر بادشاہ) بر مملکت خود ہا بودند وصلت خویشی نمودہ شد تا غبار فتنہ از میان برخیزد و چشمہ بیگانگی از خاک یگانگی انباشتہ شود بدیں رائے صواب اندیش بانواع دلداری و ہزاراں ہزار دلنوازی این حرف بکلاں تران ایشان درمیاں آوردند از اقبال حضرت شاہنشاہی ہمہ راجہائے نامدار سوائے رانائے اودیپور کہ خود را سرآمد راجہائے ہندوستان می دانست قبول نمودند (گلستان ہند مصنفہ کنور درگا پرشاد) جودھ پور کا رئیس صرف اسی رشتہ داری کرنے کے صلہ میں (شاہان مغلیہ سے)

ہندوستان بسعود ایں کامل علم رسید خواستند
کہ بار راجہائے عظام این ولایت را در حقیقت بادشاہ ظلت

سولہ لاکھ کی جمع کے چار اضلاع حاصل کر چکا تھا (وقایع راجپوتانہ مصنفہ جوالا سہائے) راجپوت راجوں تک اپنی لڑکیاں مسلمانوں کو دینا فخر سمجھنے لگے (سوانح عمری گرو گوبند سنگھ مصنفہ لالہ دولت رائے) وہ بخوشی خود لڑکیاں مسلمانوں کے حوالے کرتے تھے (سوانح عمری گرو گوبند سنگھ ص۴۵ مہتہ آنند کشور) کشمیر میں راجہ بہادر سنگھ والی کشتوار نے اپنی بہن سلطان علی شاہ کے پوتے یعقوب کیلئے نذر کی اس معاملہ میں کسی مورخ نے سلطان کا راجہ سے یہ مطالبہ کرنا یا جبر کرنا نہیں لکھا غرض مسلمانوں نے کسی کی بہو بیٹی کو بجبر نہیں لیا ہندوؤں نے خود یہ رواج قایم کیا اور جب رواج قایم ہوگا تو ممکن ہے کسی ایک آدھ دل از دست رفتہ نے کسی کے ساتھ جبر بھی کیا ہو ایسے واقعات آپس میں بھی ہو جاتے ہیں جو اس قسم کے موقعوں پر قابل لحاظ نہیں ہوتے نہ کسی ایک شخص کے ذاتی فعل کی ذمہ داری قوم وملت پر ہوسکتی ہے، گاندھی جی لکھتے ہیں کسی فرد واحد کے ذاتی جرم کو تمام قوم سے منسوب نکرنا چاہیئے - لالہ اجودھیا پرشاد لکھتے ہیں، کسی فرد واحد کے فعل کی مذہبًا واخلاقًا تمام قوم ذمہ دار نہیں ہوسکتی (باطل شکن ص۹)

انہدام منادر

اس سے انکار نہیں کہ بعض سلاطین اسلام نے بعض مندروں کو ڈھایا ہے لیکن یہ انہدام کسی مذہبی حکم کے تحت میں یا تعصب مذہبی سے نہیں ہوا بلکہ رفاہ خلق یا پولیٹیکل وجوہ کی بنا پر ہوا ہے اگر سلاطین اسلام تعصب سے مندر شکنی کرتے تو آج ہندوستان میں ایک مندر بھی نظر نہ آتا یہ پرانے پرانے ہزاروں برس کے مندر جو آج کھڑے ہیں یہ خود گواہی دے رہے ہیں کہ جو مندر خالص معبد تھے ان سے کسی نے تعارض نہیں کیا - اور جو منہدم کئے گئے ان میں کوئی خاص بات ایسی ضرور تھی کہ وہ قابل انہدام سمجھے گئے - ورنہ مسلمان سلاطین ہرگز منہدم نکرتے کیونکہ شرعًا ذمی رعایا کے معابد بلا وجہ معقول منہدم کرنا جایز نہیں - اور جن سلاطین نے مندر شکنی کی ہے مثلًا اورنگ زیب وغیرہ انہیں سلاطین نے بعض مندروں کو جاگیریں دی ہیں - ان کا یہ عمل بھی ثابت کرتا ہے کہ جو مندر انہوں نے منہدم کئے اوس کا باعث مذہبی تعصب نہ تھا - ہم کو اس تحقیقات

میں حسب ذیل امور کا پتہ چلا ہے اور ان پر ہم نے اپنی کتاب غازیان ہند میں مفصل بحث کی ہے یہاں مجملاً بقدر ضرورت لکھا جاتا ہے۔

(۱) بعض وہ مندر منہدم کئے گئے جن کے مالک و متولی مسلمان ہو گئے انہوں نے خود اپنے معبد کو اپنا معبد بنالیا۔

(۲) بعض وہ مندر منہدم کئے گئے جو مرکز جرائم تھے۔

(۳) بعض وہ مندر منہدم کئے گئے جن پر انسانی بھینٹ چڑھائی جاتی تھی یا جہاں خودکشی کرنا موجب ثواب سمجھا جاتا تھا۔

(۴) بعض وہ مندر منہدم کئے گئے جو پولیٹکل اکھاڑے تھے۔

(۵) بعض وہ مندر منہدم کئے گئے جو غصباً تعمیر ہوئے تھے۔

ان وجوہ پر نظر کر کے ہر اہل عقل سلیم یہی کہیگا کہ اس قسم کے مقامات کا منہدم کرنا ہر مہذب سلطنت کا فرض ہے۔ مندروں کے متعلق اوّل تو یہ امر بحث طلب ہے کہ آیا یہ کسی مذہب کے معبد ہیں یا نہیں کیونکہ تاریخ عالم بتاتی ہے جب کوئی مذہب جاری ہوا ساتھ ہی اس کا معبد بن گیا، یہودیوں، عیسائیوں، مسلمانوں، آتش پرستوں کے معبد مذہب کے ساتھ ہی ساتھ وجود میں آئے۔ ہندو دہرم جیسا کہ آریوں کا بیان ہے، اربوں برس سے ہے تاریخ بتاتی ہے کہ ان کا کوئی معبد نہ تھا لالہ لاجپت رائے لکھتے ہیں، ویدوں میں مورتی پوجا نہیں ہے اور نہ مورتی کا اور مندروں کا ذکر ہے (تاریخ ہند حصہ اوّل ص۸۶) اور لکھتے ہیں بھگوان بدھ کے وقت میں برہما اور وشنو اور شیو کی پوجا جاری ہو چکی تھی گو یہ پوجا زیادہ تر ذہنی تھی۔ کیونکہ نہ مندر تھے، نہ مورتیاں تھیں (تاریخ مذکور ص۱) لالہ کالیداس کپور ایم۔ اے ایل ٹی لکھتے ہیں۔ ان کا (آریوں کا) مذہب نہایت سادہ تھا۔ قدرتی طاقتوں کی تعریف کر کے وہ اپنا اطمینان قلب کرتے تھے اس وقت دیوتاوں کے مندر نہیں تھے۔ جن دیوتاؤں کی ہندو لوگ آج کل پوجا کرتے ہیں وہ نہیں تھے (ہندوستان کی ابتدائی تاریخ حصہ اوّل) گویا بدھ کے زمانہ تک یعنی پانچویں صدی قبل مسیح تک

مندر نہ تھے جبکہ ہندو دہرم کو دنیا میں رائج ہوئے دو ارب سال سے زیادہ گذر چکے تھے اگر یہ ان کے معبد ہوتے تو مذہب کے ساتھ ہی وجود میں آتے اور مذہبی کتاب میں ان کا ذکر ہوتا جب یہ کسی مذہب کے معبد نہ تھے تو ان کا ڈہانا یا نہ ڈھانا مثل دیگر مکانات کے ہے جو زمانۂ قدیم میں رائج تھا شاید یہی وجہ ہے کہ ہندو راجوں نے بھی مندروں کی پرواہ نہیں کی اور ان کو لوٹتے ڈھاتے جلاتے رہے اس لیے طعن و طنز کے صحیح مستحق فاعل اوّل ہیں نہ کہ نقل کرنے والے مسلمان یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بت پرستی ہندؤں کا شعار نہیں اور فعل مذموم ہے اوس کا کھنڈن (رد) بھی کیا جاتا ہے اور ان کے ڈھانے پر واویلا بھی کیجاتی ہے جب یہ مذموم فعل ہے اور ہندؤں کا شعار نہیں تو اس کے مٹانے پر شکر گذار ہونا چاہیے کہ جو بدعت ان کے مذہب میں رائج ہوگئی تھی اس کا استیصال مسلمانوں نے کیا تعجب ہے کہ شنکر اچارج بت توڑیں تو سوامی کہلائیں مسلمان بت توڑیں تو اعتراض کیا جائے۔

منادر کشمیر

کشمیر کے مندروں کے متعلق مؤلف گلدستہ کشمیر نے سلطان سکندر بت شکن مرحوم کے تذکرہ میں لکھا ہے (جب کوئی نشان مندروں کا باقی نرہا تو تسخیر ولایات پر متوجہ ہوا۔ ص ۱۰۱) دوسری جگہ ان قدیم مندروں کی فہرست نقل کی ہے جو اب تک موجود ہیں سچ ہے ..... را حافظہ نباشد ہم بعض مندروں کی فہرست اسی کتاب سے معہ کیفیت نقل کرتے ہیں تاکہ ناظرین کو اس پنڈت کی دروغ بافی کا اندازہ ہو جائے۔ سلطان مرحوم کا زمانہ چودہویں صدی عیسوی میں ہے اب اس مختصر فہرست پر نظر کیجیے کہ کس کس زمانے کے مندر موجود ہیں خانہ کیفیت میں جو عبارت قوسین میں ہے وہ مؤلف گلدستہ کشمیر کی ہے بعض مندروں کے سن تعمیر گلدستہ کشمیر میں نہیں لکھے ان کے سن تاریخی حساب سے ہم نے خانہ کیفیت میں لکھے ہیں۔

نمبر شمار	نام مندر	سن تعمیر	کیفیت
(۱)	مندر جے بجے گوند	سن بکرمی سے قبل یعنی دو ہزار برس سے زاید	سلطان سکندر سے ڈیڑھ ہزار برس قبل کا تعمیر شدہ ہے۔
(۲)	مندر پولست رشی	زمانہ تعمیر معلوم نہیں	بہت قدیم ہے۔
(۳)	منار بومہ گوندہ	سنہ ۴۴ بکرمی	سلطان سکندر سے ڈیڑھ ہزار برس قبل کا تعمیر شدہ ہے
(۴)	مندر رارلگام	"	" " "
(۵)	مندر اگنی میں	سنہ ۷۲۱ ع	سلطان سکندر سے سات سو برس قبل کا تعمیر شدہ ہے
(۶)	مندر امیرا کدل	سنہ ۷۱۹ ع	" " "
(۷)	منار لب ڈل	سنہ ۴۴ بکرمی	حسب کیفیت نمبر ۳
(۸)	مندر زینہ کدل	سنہ ۷۷۸ بکرمی	(بڈشاہ یعنی سلطان زین العابدین کے وقت میں خود گر گیا گویا سلطان سکندر کے وقت میں موجود تھا) سلطان سکندر سے سات سو برس قبل کا تعمیر شدہ تھا
(۹)	مندر اجنا پیڈ	سنہ ۵۸۹ بکرم	سلطان سکندر سے پانسو برس قبل کا تعمیر شدہ
(۱۰)	مندر بالاہاٹھ	سنہ ۹۳۶ بکرم	" " "
(۱۱)	مندر زلول	"	" (ویران ہے)
(۱۲)	مندر بارسو	سنہ ۹۱ بکرم	حسب کیفیت نمبر ۳
(۱۳)	مندر تھاسور	سنہ ۷۷۶ بکرم	حسب کیفیت نمبر ۸
(۱۴)	مندر جابدہ برار	سنہ ۹۳۶ بکرم	(صرف دروازہ باقی ہے) حسب کیفیت نمبر ۹
(۱۵)	مندر پرورسین	سنہ ۸۹ بکرم	(بڈشاہ کے عہد میں منہدم کیا گیا) انہدام کی وجہ نہیں لکھی بڈشاہ کے حالات دیکھو وہ بجید ہندو نواز تھا ہندو اس کے بہت ہی مداح ہیں اس نے مندروں کی

نمبر شمار	نام مندر	سن تعمیر	کیفیت
			مرمت کرائی اور پاٹ شالائیں بنوائیں اس مندر کے اس کے عہد میں منہدم کرائے جانے سے ہماری مرقومہ وجوہ کی تائید ہوتی ہے۔
(۱۶)	مندر تاراپیڈ	سنہ ۲۷۲ بکرم	(کہنڈرات باقی ہیں پھر اسکو گرا کر جامع مسجد بنی)۔
(۱۷)	مندر عاربارسنا	سنہ ۸۰۰ بکرم	حسب کیفیت ۸
(۱۸)	مندر مارہٹھ	سنہ ۹۳۱ بکرم	حسب ۹ (ویران)
(۱۹)	مندر بیج بہارہ		(راجہ اشوک نے بنایا ویران ہے) سنہ ۲۶۹ قبل مسیح سلطان سکندر سے تیرہ سو برس پہلے کا تعمیر شدہ ہے
(۲۰)	مندر لدہو	×	
(۲۱)	مندر میکواہن	سنہ ۹۱ بکرم	(ویران) حسب ۳
(۲۲)	مندر لونبرو	سنہ ۲۴ بکرم	حسب ۳
(۲۳)	مندر مٹن	سنہ ۷۶ بکرم	(اسکو خلگندر نے جلایا تھا) حسب ۸
(۲۴)	مندر گنیش بل	سنہ ۹۹۱ بکرم	حسب ۹
(۲۵)	مندر تال سور	سنہ ۱۰۳۸ بکرم	(ویران) حسب ۹
(۲۶)	مندر سمارناگ	سنہ ۷۷۸ بکرم	حسب ۸
(۲۷)	مندر بیدگام	سنہ ۱۸۹ بکرم	(ویران) سلطان سکندر سے گیارہ سو برس قبل کا تعمیر شدہ
(۲۸)	مندر ورناگ	سنہ ۶۴۶ بکرم	حسب ۵
(۲۹)	مندر کالتاپیڈ	سنہ ۹۶۴ بکرم	حسب ۸
(۳۰)	مندر للتادت پرگنہ لعل	سنہ ۷۷۶ بکرم	حسب ۵
(۳۱)	مندر سنگرام پرگنہ لعل	×	(ویران) سنہ ۱۰۱۵ ع سلطان سکندر سے چار سو برس قبل کا تعمیر شدہ

نمبر شمار	نام مندر	سن تعمیر	کیفیت
(۳۲)	مندر اننت دیو پرگنہ لعل	×	(ویران) حسب کیفیت ۳۱
(۳۳)	مندر مین اندر کوٹ	۷۲۱ سنہ بکرم	(ویران) حسب ۵
(۳۴)	مندر کچے رہا	۷۷۶ سنہ بکرم	(صرف دروازہ باقی ہے) حسب ۵
(۳۵)	مندر رہشک	۶۸۱ سنہ بکرم	حسب ۵
(۳۶)	مندر لاتادت ہارکوٹ	۷۷۶ سنہ بکرم	حسب ۵
(۳۷)	مندر فتح گڈھ	۷۷۶ سنہ بکرم	حسب ۵
(۳۸)	مندر پیرتو	۶۸۱ سنہ بکرم	(اس کے پاس ایک اور مندر ہے) حسب ۵
(۳۹)	مندر سونار	۶۸۱ سنہ بکرم	حسب ۵

یہ فہرست اُن مشہور مندروں کی ہے جو پیشوایان مذہب اور والیان ملک کے تعمیر کردہ ہیں اگر تعصّب مذہبی موجب انہدام ہوتا تو ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہتا، غیر معروف مندر کی تعداد کسے معلوم، ان مندروں کا وجود ہی اس پر شاہد ہے کہ سلطنت نے ظلم سے کسی معبد کو نہیں توڑا جو مندر خالص معبد تھے وہ باقی ہیں۔ باقی جو وجوہ مذکورہ کے تحت میں آئے ہونگے وہ توڑے گئے ہوں گے۔ اس مختصر فہرست میں بعض مندر ایسے ہیں جو اپنی عمر پوری کر چکے ہیں اسی طرح اور بہت سے مندر بھی بے نشان ہوئے ہوں گے۔ جن کو متعصبین، سلاطینِ اسلام کے منہدمہ بتارہے ہیں۔ بہت سے مندر ایسے ہیں جن کو ہندو راجاؤں نے توڑا اور جلایا جن کا ذکر باب تاریخ میں ہے لیکن یہ متعصّب ان تمام بیانات کو نظر انداز کر کے لکھتا ہے (کہتے ہیں کہ کشمیر میں مندر و بہار بکثرت تھے جن کو بودھوں نے بھی خراب کیا پھر مسلمانوں نے ص۸)۔

مندروں کو بودھوں نے خراب کیا ہو یا مسلمانوں نے لیکن بودھوں کے وہاروں کو تو مسلمانوں سے پہلے ہی ہندو راجا ختم کر چکے تھے۔ مسلمانوں نے کشمیر کا کوئی وہار نہیں دیکھا، اصل یہ ہے کہ کشمیر مرکز حوادث و نوازل رہا ہے۔ اس وجہ سے اور امتداد زمانہ سے بہت سے

مندر منہدم ہو گئے، صاحب واقعات کشمیر نے لکھا ہے (بحوادث و نوازل کہ بجائے خود مرقوم خواہد شد اکثرے نماندہ) اور بعض ہندو فرقوں کی باہمی جنگ و جدل میں برباد ہوئے اس کا تو ذکر نہیں کرتے اب مسلمانوں کا نام لیتے ہیں (اب جتنے بت جینیوں کے ٹوٹے ہوئے نکلتے ہیں وہ شنکرا چاریہ کے وقت میں ٹوٹے تھے اور جو بغیر ٹوٹے ہوئے نکلتے ہیں وہ جینیوں نے زمین میں گاڑ دئے تھے کہ توڑے نہ جائیں (برہمنوں کی لیلا) لالہ رام نراین صاحب مینیجر ریاست رام نگر لکھتے ہیں۔ آجکل یہ عام طریقہ ہو گیا ہے کہ جہاں کہیں کوئی ٹوٹی ہوئی مورت ملجاتی ہے تو اس کو لوگ اورنگ زیب کی توڑی ہوئی بتلاتے ہیں لیکن اصلیت یہ نہیں ہے سوامی شنکرا چاریہ کے زمانے میں جب جین اور بدھ مذہبوں کے خلاف معرکہ آرائی ہوئی تھی اسوقت کی ہزارہا جین اور بدھ مذہب کی شکستہ مورتیاں اسوقت لاعلمی سے ہندو مندروں میں موجود ہیں جنکو میں نے بچشم خود دیکھا ہے مگر عام طور پر کہدیا جاتا ہے کہ یہ مورتیاں اورنگ زیب کی توڑی ہوئی ہیں حالانکہ عرصہ دراز پہلے شکست کیجا چکی تھیں (غازیان ہند ص۱۶) یہ تو ہندوں کی عادت مستمرہ ہے کہ ہر ٹوٹے ہوئے مورت و مندر کو مسلمانوں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں یہی حال کشمیر کا ہے ہندو راجوں نے جو مورت مندر توڑے آپس کی فرقہ بندی میں جو ٹوٹے وہ اب سب سلطان سکندر کے نام ہیں گذشتہ اوراق میں بیان ہو چکا ہے کہ بدھ جین اور ہندوں کی معرکہ آرائی کشمیر میں بہت رہی ہے اور شنکرا چارج کا قیام بھی کشمیر میں رہا ہے۔ یہ بت شکنی اس زمانے میں ہوئی ہے سلطان سکندر ذمی رعایا کے معابد بغیر وجوہ معقول کے منہدم نہیں کر سکتے تھے کیونکہ یہ امر فرمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے اصل حقیقت یہ ہے کہ جو جو خاندان مسلمان ہو گئے تھے وہ اپنے مندر منہدم کر کے مسجدیں بناتے گئے یہ انہدام خود نومسلموں کے ہاتھ سے یا ان کے مرشدوں کے ہاتھ سے ہوا ہے چنانچہ شیخ داؤد کوہی کے تذکرہ میں لکھا ہے (درمیان نقرہ در قریہ پائیں کشتوار و کشمیر منزل ساخت و شعار کفر و بت پرستی از ان قریہ برانداخت۔ تاریخ اعظمی) سید محمد قریشی نے جب بتخانہ بیجبہارہ کے مالک و متولی مسلمان ہو گئے اس کو توڑ کر مسجد بنایا (تاریخ اعظمی) ایسا ممکن ہے کہ کسی مندر کے

انہدام پر تنازعہ ہوا ہو اور وہ بامداد حکومت منہدم کیا گیا ہو چونکہ کشمیر میں سلطان سکندر کے عہد میں
حضرت میر سید محمد ہمدانی تشریف فرما تھے اور جوق جوق ہندو آپ کے دست حق پرست پر
مشرف باسلام ہو رہے تھے اس لئے بتخانے بھی کثرت سے منہدم ہو رہے تھے بعض بتخانے
حکومت نے بوجوہ مذکورہ منہدم کرائے یعنی وہ مندر جو سلطنت کیخلاف سازش کا مرکز بنائے گئے
تھے ان کا تذکرہ باب تاریخ میں آچکا ہے اول تو سلطان سکندر خود ناداں تھا جو ذمیوں کے معابد
بلا وجہ معقول توڑ کر ثواب کی جگہ عذاب سر لیتا دوسرے اسوقت کشمیر میں اسلام کے ایک امام
میر سید محمد موجود تھے۔ ان کی موجودگی میں ہرگز ایسا ممکن نہ تھا۔ شہنشاہ جہانگیر نے لکھا ہے کہ کشمیر
میں قدیم قوم برہمن بھی موجود ہیں قدیمی منادر بھی موجود ہیں اور وہ آزادی سے اپنی مذہبی رسوم
ادا کرتے ہیں (برہمنوں کی ایک جماعت جو قدیم سے اس ملک میں رہتی تھی۔ اب بھی رہتی ہے،
تمام کشمیریوں میں اُن کے اور مسلمانوں کے تکلم میں تمیز نہیں ہو سکتی تھی۔ لیکن ان کی کتابیں زبان سنسکرت
میں ہیں وہ ان کو پڑھتے ہیں اور جو بت پرستی کے شرائط ہیں ان کو ادا کرتے ہیں بتخانے جو یہاں
پہلے سے بنے ہوئے ہیں سب برجا ہیں اور ان کی عمارتیں سنگین ہیں بنیاد سے لیکر چھت تک تیس
تیس چالیس چالیس من کے پتھر لگے ہوئے ہیں۔ (اقبال نامہ جہانگیری) سلطان سکندر اگر تعصب
مذہبی سے کسی مندر کو منہدم کرتا تو سب سے پہلے مندر شنکر اچارج توڑا جاتا۔ کیونکہ اول تو ایک بڑے
ہندو پیشوا کی طرف منسوب ہے دوسرے ایسے مقام پر ہے جو ایک نبی کی نسبت سے مشہور ہے
یعنی تخت سلیمان۔ اس کے بعد ان مندروں کا نمبر ہے جو راجاؤں کے تعمیر کردہ ہیں یہ سب تو
محفوظ ہیں کچھ نامعلوم لاپتہ مندروں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ سلطان نے منہدم کرائے اور
اس کا کوئی ثبوت نہیں پیش کیا جاتا۔ سلطان نے جو منہدم کرائے ہیں اور جس وجہ سے منہدم کرائے
ہیں ان کا تذکرہ تاریخ میں موجود ہے باقی اگر کچھ مندر منہدم ہوئے ہیں تو بعض خود حوادث و
نوازل کے سبب سے۔ اس کی نظیر موجود ہے اول تو فہرست مرقومہ بالا میں چند مندر ایسے ہیں جو اب
بے نشان ہونے کے قریب ہیں۔ اسی طرح اچھ للتا دت کے عہد میں ایک مندر زمین میں دبا ہوا

موضع شیردروں میں نکلا جس پر یہ کندہ تھا۔ کہ یہ مندر رامچندر جی اور لچھمن جی نے بنایا (مکمل تاریخ کشمیر جلد اول ص۲۰۳) کہ یہ مارتنڈ پر جو ... عبادت کا مندر تھا وہ اس کے جانشینوں کی عدم توجہی سے برباد ہو گیا۔ (شباب کشمیر ص۱۴۳) راجہ سوسل کے وقت میں آگ لگی مندر مٹھ وغیرہ سب جل گئے۔ (شباب کشمیر)۔

تاریخ عالم کا ایک ورق

دنیا کے تین بڑے گروہ جن میں ابتدا سے تاریخ کا رواج ہے جن کی کتابیں مبالغہ اور افسانہ طرازی سے پاک ہیں یعنی یہود نصاریٰ مسلمان اس پر متفق ہیں کہ خداوند ذوالجلال نے دنیا کی ابتدا آدم علیہ السلام سے کی اور دنیا کی اس کتاب سے جس کی صحت پر آج تک کوئی شبہ نہیں کیا گیا جس کو ہر موافق و مخالف نے تسلیم کر لیا ہے کہ یہ تغیر و تحریف سے پاک ہے یعنی قرآن مجید اس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ آدم کا مقام سکونت مکہ تھا۔ دنیا کی ابتدا یہاں سے شروع ہوئی۔ اسی وجہ سے اس کو ام القریٰ کہتے ہیں ممکن ہے کہ اس موقعہ پر کوئی کہنے لگے کہ آدم کے لنکا میں اترنے کے متعلق بھی روایت ہے لیکن اس سے زیادہ معتبر تاریخ مکہ ابوالولید ارزقی کا بیان ہے کہ آدم زمین میں اُتارے گئے اس کے علاوہ لنکا میں اترنا بیان کیا گیا ہے۔ سکونت کرنا مذکور نہیں۔ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ یعنی سب سے پہلا معبد انسان کا مکہ میں بنا، معبد بن بنایا گیا ہے جہاں عابد رہتا ہے مکہ کے قریب جو میدان عرفات کہلاتا ہے اس کے نام کی ایک یہ بھی وجہ بیان کی جاتی ہے کہ یہاں آدم نے حوا کو اور حوا نے آدم کو پہچانا تھا، مکہ کے پہاڑ ابو قبیس میں آدم کی قبر مشہور ہے مکہ کے قریب جدہ میں ان کی زوجہ حوا کا مزار ہے یہی وجہ اس شہر کے نام جدہ کی ہے غرض دنیا کا شروع ہونا آدم سے اور آبادی کی ابتدا مکہ سے ثابت ہے جب تک اس کے خلاف کوئی ایسا ہی صاف و صریح بیان یا قطعی ثبوت دستیاب ہو اس بیان پر ہم کو کوئی جرح کرنے کا حق حاصل نہیں ہوتا رہا ہندوؤں کی کتابوں میں برہما مہادیو وغیرہ کے نام اور بیانات یا پارسیوں میں مہ آباد وغیرہ کی داستانیں ان اقوام کے بیانات بوجہ مبالغہ و افسانہ طرازی کے قابل استدلال نہیں۔ اصل حقیقت

یہ ہے کہ دنیا کی کتابیں اور تاریخ زبانی قصص و حکایات قومی روایات و نشانات سے مرتب کی گئی ہے یہ روایتیں زبانوں پر چڑھتے چڑھتے اختلاف مکان و زمان و استداد زمان سے کچھ سے کچھ ہو گئیں نام بدل گئے پشتوں کی شمار میں کمی بیشی ہو گئی، بعض نام مقدم و موخر ہو گئے بعض واقعات بھول بسر گئے۔ ڈاکٹر سنوبس رقمطراز ہیں بہت سے تاریخی واقعات اب تک یا تو بالکل نامعلوم و مبہم ہیں اور ہر قوم کے پورے پورے حالات سے ہم بے خبر ہیں۔ قدیم تاریخوں کا زیادہ حصہ بالکل افسانہ ہے کیونکہ ہر قوم اپنے حالات ابتدا میں لکھنے سے مجبور تھی بعض واقعات زبانی ایکدوسرے سے سن کر تحریر کئے ان روایات میں تغیر و تبدل قصداً و سہواً ایسا ہو گیا ہے جو تاریخ کو حقیقت سے دور کر دیتا ہے (تاریخ ملل قدیم ص۹) دنیا میں صرف توریت مقدس ایسی کتاب ہے جس سے قدیم زمانہ کے کچھ حالات تقریباً صحیح ملتے ہیں۔ آج تک جس قدر مورخوں نے تاریخیں لکھی ہیں سب نے اسی سے مدد لی ہے قدیم زمانے کی تاریخ لکھنے میں کوئی مورخ اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتا اب تک جس قدر نشانات و کتبات برآمد ہوئے ہیں اُن سے اکثر توریت کے بیانات کی تصدیق ہوئی ہے جب تک ہمارے پاس کوئی مضبوط اور قطعی دلیل نہ ہو ہم اس کے بیان کو غلط کہنے کا حق نہیں رکھتے توریت میں دنیا کے مورثوں کے نام ان کے جائے سکونت اُون کے قبائل ان کے سنین کا اکثر بیان ہے توریت کو دنیا کی تین ایسی مہذب قومیں جنہیں ابتدا سے تاریخ کا رواج ہے یعنی یہود نصاری مسلمان مانتے ہیں .... ہمارا یہ بیان توریت مقدس و تلخیص التواریخ و کتاب دنیا اب اور اپنی کتابوں معجزات اسلام و غازیان ہند و میزان التحقیق سے ماخوذ ہے اور جن کتابوں سے مدد لی گئی ہے اُن کے جابجا حوالے لکھدئے گئے ہیں۔ توریت کا بیان ہے کہ خدا نے آدم اور اُن کی زوجہ حوا کو اپنی قدرت سے پیدا کر کے جنت میں رکھا پھر ان کو زمین پر اُتار دیا اور ان سے نسل چلی اور دنیا آباد ہوئی۔ آدم کے ہبوط کو کم و بیش آٹھ ہزار برس ہوئے اگر کسی طرح اس سے زیادہ کا زمانہ کسی نشان وغیرہ سے تشخیص کیا جائے تو وہ بھی ہمارے خلاف نہیں کیونکہ اول تو وہ تشخیص قطعی نہیں اس کی بنا قیاسات پر ہوتی ہے جن میں بہت زیادہ غلطی کا احتمال ہے دوسرے ہمارا یہ عقیدہ نہیں

کہ اس آدم سے پہلے دنیا پر کوئی مخلوق آباد نہ تھی اور مخلوقات بھی گذری ہیں مگر اس سے پہلے فنا ہو چکی تھیں آدم کی جائے رہایش کے متعلق پہلے لکھا جا چکا ہے مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے کہ مسٹر انس صاحب نے لکھا ہے کہ آدم و حوا نے بھی خطہ کشمیر کو دیکھا ہے۔ یہ بیان بھی ہمارے خلاف نہیں آدم و حوا جہاں کہیں بھی گئے ہوں مگر ان کی جائے سکونت مکہ ہے آدم کی دسویں پشت میں ایکہزار برس کے بعد نوح پیدا ہوئے نوح کے سن نو سو میں (۲۳۴۶ قبل مسیح) عالمگیر طوفان آیا۔ یہ طوفان کا واقعہ مختلف صورتوں میں ہر ملک و قوم میں مذکور ہے۔ ہندوؤں میں یہی قصہ مچھ اوتار کے نام سے مہابھارت میں موجود ہے اس طوفان کو سبت رکھیان کہتے ہیں ژندوستا میں بھی طوفان کا ذکر ہے یہ طوفان کی روایت چینی مصری، یونانی، رومی، ہندی، عربی، پارسی ہر قوم میں ہے[۴] اس طوفان کے متعلق ٹاڈ راجستان جلد اول میں ہندوؤں کی یہ روایت ہے۔ جب آب بحر نے حسب الحکم برہما اپنے حدود کو چھوڑ کر روئے زمین پر طوفان آب سے سبکو برباد و سمار کیا اس وقت دیونس وتا ینو جو فرزند آفتاب کہلاتا ہے اور قریب جوار کوہ ہمالہ میں سکونت رکھتا تھا ہر قسم کے جانوروں کا تخم لیکر کشتی میں سوار ہو گیا اور طوفان سے محفوظ رہا۔ (منڈ ۳ بھاالاگنی پران)۔

نوح نے طوفان سے ایک کشتی کے ذریعہ نجات پائی تھی۔ طوفان کے متعلق توریت کا بیان ہے جب طوفان آیا تو نوح کشتی میں معہ اہل و عیال و رفقا سوار ہو گئے جب طوفان رفع ہوا تو نوح کی کشتی دامن کوہ جودی میں (جو سرزمین جزیرہ میں واقع ہے) ٹھیری۔ (ساتویں مہینے کی سترہویں تاریخ کو اراراط کی پہاڑوں پر کشتی ٹک گئی اور پانی دسویں مہینے تک گھٹتا جاتا تھا۔ اور دسویں مہینے کی پہلی تاریخ کو پہاڑوں کی چوٹیاں نظر آئیں (کتاب پیدایش باب ۸) اراراط کی چوٹیوں میں سے ایک کا نام جودی ہے جو آرمینیا کے جنوب میں واقع ہے اور یہی دجلہ و فرات کا منبع ہے نوح نے اتر کر یہاں سکونت اختیار کی۔ اور اس موضع کا نام سوق الثمانین رکھا پہلے اس کا نام ضروی تھا یہاں سے آبادی شروع ہو کر بابل کیطرف بڑھی طوفان سے ایک سال بعد بابل آباد ہوا۔ طوفان کے بعد نسل انسانی کا سلسلہ نوح کے تین بیٹوں سام و حام و یافث سے چلا۔

[۴] اور بعض کتابات سے اس کا ثبوت بھی ملتا ہے

یافث بن نوح

گومر یا کیومرث — ریفث یا فارس — یونان — تمسک — توبل — تجرمہ — تیرس عوف تارہ

گومر یا کیومرث: اسکنز، سیامک، کشبا

یونان: النسا، ترسیس، گتیم

تجرمہ: سمال — برتانیک، فرادک

سیامک — ہوشنگ — طہمورث — جمشید
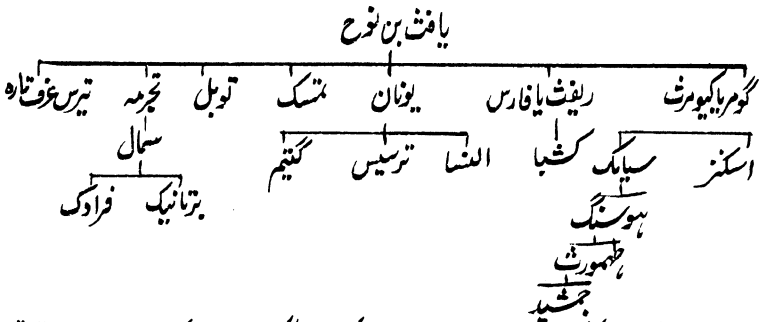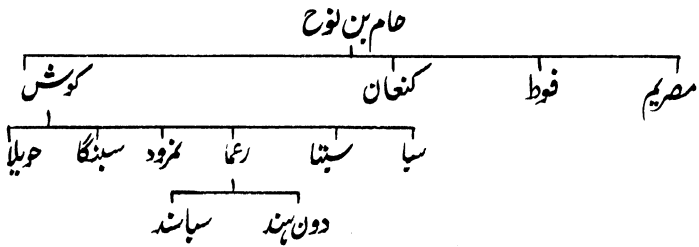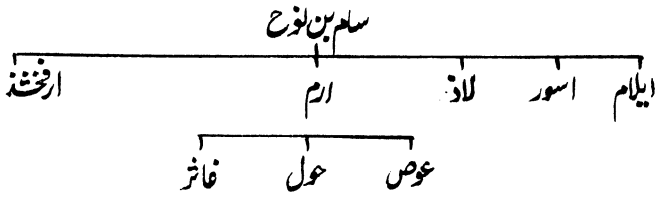
سنہ ۲۲۷۵ قبل مسیح تک تمام انسان ارض بابل میں ایک ہی جگہ رہتے تھے ایک ہی زبان بولتے تھے ان کی زبان عربی تھی کیونکہ یہی زبان جنت میں حضرت آدم کی تھی، اور اپنی خوبیوں اور ہمہ گیری کیوجہ سے یہی اُمّ الالسنہ ثابت ہوتی ہے۔ اس کی بحث ہماری کتاب میزان التحقیق میں ہے۔
اہل بابل نے ایک برج بنانا شروع کیا اور ان میں کفر و عصیان پھیلا۔ خداوند ذوالجلال نے ان کی بولی میں اختلاف ڈال دیا۔ ایک دوسرے کی زبان نہ سمجھتے تھے اسوقت سے مختلف قبایل مختلف اطراف کو منتشر ہوئے اس واقعہ کے متعلق کتاب پیدایش کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگوں نے سنعار کے ملک میں ایک برج بنایا اسوقت تک سب ایک ہی جگہ رہتے تھے

ایک ہی زبان بولتے تھے خدا نے ان کی زبان میں اختلاف ڈال دیا اور ان کو اطراف عالم میں منتشر کر دیا مورخ بیروسوس نے بھی ایسا ہی لکھا ہے جارج اسمتھ کی آثاری تحقیقات میں جو کتبے برآمد ہوئے ہیں ان میں اس برج کا جو حال لکھا ہے وہ توریت کے بیان سے ملتا ہے جوزیفس نے لکھا ہے کہ یہ برج نمرود نے بنوایا تھا۔ دیودرس لکھتا ہے کہ اس برج کو اہل کلدانیہ نے بنایا تھا۔ بخت نصر کے عہد کے کتبات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ برج شہر بورسیپا (بابل) میں تھا یہ برج وہاں تھا جہاں آجکل بیر نمرود کا ٹیلہ ہے بابل سے آٹھ میل کے فاصلہ پر سر سہنری رالنس نے اس کا معاینہ کیا ہے تعمیر برج اور اختلاف السنہ کے متعلق قدیم ارمن روایت بھی عبرانی روایت سے ملتی ہے اور قدیم میکسیکو میں بھی یہ روایت ہے اور وہ لوگ اسی وجہ سے اپنے ملک کو برج چولولا کہا کرتے تھے شمالی ہندوستان کی نہارو قوم میں بھی یہ روایت ہے۔ ایستھونیا اور آسٹریلیا میں بھی یہی روایت ہے انگریز سیاح ڈاکٹر لونگسٹن کا بیان ہے کہ ایسی ہی روایات درباب اختلاف السنہ افریقہ کے ان قبایل میں ہیں جو جھیل لگامی کے سواحل پر آباد ہیں غرض توریت مقدس کا یہ بیان بہت کچھ مضبوط ہے پروفیسر اڈولف ہویم لکھتے ہیں اس میں کلام نہیں کہ مختلف اقوام عالم در اصل ایک ہی قوم کے مختلف قبیلے تھے، آبادی کی زیادتی اور مزید اراضی کی ضرورت پیش آنے پر انہیں اپنا آبائی وطن چھوڑ دینا پڑا اور دیگر اطراف عالم میں جاکر بسے (تاریخ یونان قدیم)
غرض مختلف اطراف عالم کی آبادی کا سلسلہ تین ہزار قبل مسیح سے شروع ہوا۔ ہم نے جو شجرہ اوپر نقل کیا ہے اس میں سب نام نہیں لکھے بلکہ جنکی ضرورت اس مضمون میں معلوم ہوئی انہیں کے نام لکھے ہیں۔

سام بن نوح کی نسلیں

ایلام بن سام بن نوح کی نسل مابین عرب و فارس یعنی شمال خلیج فارس میں آباد ہوئی اور اسکی نسل نے اس کے نام پر ملک ایلام آباد کیا جو ایران مشہور ہے آریہ اسی نسل سے ہیں آریا نام ایک شہر اسی قوم کا تھا جو ہرات کے قریب تھا، ہیروڈٹس مورخ نے ایران کے بادشاہوں کے نام کیساتھ

آریہ لکھا ہے - حال میں جو کتبے برآمد ہوئے ہیں انمیں گستاسپ بادشاہ ایران کے نام کے ساتھ آریہ لکھا پایا (مقدمہ تاریخ ہند قدیم صفحہ ۹) جمشید کو لکھا ہے کہ آریوں کا بادشاہ تھا (جامع التواریخ موسوم بہ مرآۃ العالم) کوہ قاف میں اب بھی ایک قبیلہ ایرن نام کا آباد ہے - آریہ یہ لفظ اصل میں بابل ونینوا کی زبان کا ہے - بابل کی زبان میں اراضی مزروعہ کو آری اور غیر مزروعہ کو لاآری کہتے ہیں آرارا کے معنی فصل کاٹنا اسی وجہ سے زراعت پیشہ قوم آریہ کہلائی - اس قوم کے چند قبایل یونان کو منتقل ہوئے وہاں انہوں نے اپنی آبادی کا نام آریہ رکھا جو اب تھریس کہلاتا ہے لالہ جودھیا پرشاد نے اپنے مضمون میں لکھا ہے آریہ ایرانی لوگ ہندوستان میں آئے اور اسی زبان کو درست کرلیا جو سنسکرت ہے (تلخیص التواریخ) ایک نسل ان کی جزیرہ قبرس کو بھی منتقل ہوئی (جب یونانی یونان میں آئے تو آریائی نسل سے تھے - تاریخ یونان قدیم پروفیسر روڈلف ہویم) اشور کی نسل نے اشوریہ نام شہر بابل کے پاس آباد کیا یہاں سے اس کے کچھ قبایل کردستان و تبت کو منتقل ہوئے وہاں سے کشمیر گئے یہاں شہر اشوریہ قدیم وطن کے نام پر آباد کیا جس کو ہندو سوریہ نگر لکھتے ہیں اب سرینگر ہے ارفخشذ کی نسل نے عرب وغیرہ بسایا، حول کی نسل فلسطین میں آباد ہوئی اور اس کے نام پر شہر حولہ آباد کیا - اور ایک پہاڑ بھی یہاں اسی نسبت سے جبل حولہ مشہور ہے، عوص کی اولاد نے دمشق وبلقان آباد کیا عاشر کی اولاد سے قوم ثمود ہوئی جو حجاز و یروشلم کے درمیان آباد ہوئی اسی نسل نے ممالک بلنسیہ واسپین آباد کئے اسپین سے اس کے کچھ قبایل چین کو منتقل ہوئے رُوم کو روم بن سماجین بن برتبان بن علقان بن عیص بن اسحاق علیہ السّلام بن ابراہیم علیہ السّلام نے آباد کیا لاذ کی نسلیں بھی یہاں آکر آباد ہوئیں -

حام بن نوح کی نسلیں

مصریم نے مصر آباد کیا اس کے کچھ قبایل ہندوستان کو منتقل ہوئے نمرود بابل ہی میں رہا - اسکی کچھ قبایل خراسان و تبت وغیرہ کو منتقل ہوئے یہاں سے کشمیر کو منتقل ہوئے اور قدیم وطن کی یاد میں اپنی آبادی کا نام بابل رکھا (در پرگنہ وچھن پارہ موضع بابل نزدیک تبت ہا تاریخ اعظمی)

حویلا کی نسل نے نجارا، دون ہند وسبا سند کی نسل نے ہند وسندھ بسائے ہندوستان آباد ہونے تک قوموں کی رفتار اور نسلوں کے اندازہ سے ۳۰۷۵ قبل مسیح سے جو بابل سے منتشر ہونیکا سال ہے ہم (۲۷۵) سال اور قرار دیکر ہندوستان میں آبادی کی ابتدا ر (۲۸۰۰) قبل مسیح قرار دے سکتے ہیں سبتیا کی نسل ایران سے خیوا تک آباد ہوئی اس کے کچھ قبایل تبت و یونان وحبش کو بھی گئے

یافث بن نوح کی نسلیں

گومر کی نسل ممالک ایران کی طرف رہی کچھ قبایل ہندوستان وغیرہ دیگر ممالک کو بھی منتقل ہوئے کشیا کی نسل نے شمال کوہ قاف میں آبادی قایم کی جو ممالک کشیا کہلاتے ہیں یہاں سے اس کے قبایل مختلف ممالک کو بھی منتقل ہوئے عجب نہیں یہی ہو جس کو ہندو کشب رشی کہتے ہیں دکشب بن مارح بن برہما) فارس کا مارج ہوگیا۔ برہما کا نام فرضی معلوم ہوتا ہے کیونکہ ہندؤں کا قاعدہ ہے قدما میں سے کسی کے باپ کا نام معلوم نہیں ہوتا اس کو برہما یا منو کا بیٹا کہدیتے ہیں ممالک کشیا کے قریب قوم گانتھ کا مسکن تھا۔ گاتھ کی دو شاخیں تھیں سترو اور ویسی جو اپنے مورث کے نام سے مشہور ہیں بعض نے لکھا ہے کہ ویسی کی شاخ ناگ تھی جس کو ہندی میں تچھک و تکشک کہتے ہیں لیکن ناگ ناگس کی اولاد معلوم ہوتے ہیں جس کا ذکر آیندہ آئے گا۔ ان کے بعض قبایل انگلستان اور ہندوستان بھی گئے ہندوستانی اصل مورث کا نام ناگ تو بھول گئے سانپ سمجھکر پوجنے لگے تمسک کی نسل نے چین بسایا۔ ان کے چند قبایل سائبیریا کو بھی منتقل ہوئے توبل کی نسل تبت میں آکر آباد ہوئی کچھ عجب نہیں۔ تبت نام کی اصل توبل ہی ہو چار سو قبل مسیح تبت کے قریب تلگت بن تلنا صر شاہ اشوریا کی نسل آکر آباد ہوئی۔ شاید گلگت کی اصل تلگت ہی ہے۔ تیرس کی نسل تاتار اور کچھ سائبیریا کو گئی۔ سبیریا میں توبل، تمسک تیرس کے نام سے شہر آباد ہیں۔ ان کی کچھ نسلیں ہندوستان بھی آئیں۔ بحر سہ کی نسل انگلستان فرانس جرمن میں آباد ہوئی۔ یونان نے یونان النبیہ اور ترسیس نے اسپین آباد کیا۔ کیتم کی نسل جزیرہ قبرس کو گئی اس کے نام پر وہاں

شہر گیتم آباد کیا۔ یونان کے کچھ قبایل ہندوستان میں آئے اور کچھ چین میں گئے چین میں اس نسل نے وطن قدیم اور اپنے مورث کے نام پر یونان نام آبادی قایم کی جو کچھ عرصہ بعد بجائے یونان کے یانان مشہور ہوئی۔ سکرز نے سکرستان آباد کیا جو سجستان اور پھر سنجرستان مشہور ہوا۔ اب سیستان ہے یہاں ایک پہاڑ کا نام بھی سکرز ہے۔ یہ ہے دنیا کی آبادی کا صحیح بیان جو کتاب مقدس و آثاری تحقیقات اور کتبات سے ثابت ہے جس کو تمام مورخین نے نقل کیا ہے مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے باوا آدم کو جسے وہ (مغربی مورخ) دنیا کا آدم اوّل جانتے ہیں صرف ابتک ساڑھے چھ ہزار ہی برس گذرے ہیں پس بموجب ان کے اعتقاد کے رامچندر وغیرہ کا زمانہ جو ہنود لاکھوں برس بتلاتے ہیں صاف غلط پایا جاتا ہے کیونکہ وہ آدم سے پہلے کسی کا ہونا نہیں مانتے مگر اصل میں باوا آدم تمام دنیا کا اوّل آدم تھا۔ گو مغربی ممالک میں وہ اوّل آدم تھا در اصل اوّل مقام آبادی و خلقت تمام جہان کا وسط ایشیا یا کیلاس کا گرد ہے۔ اور رفتہ رفتہ وہیں سے کشمیر و کابل و سندھ وغیرہ کے راستے ہند میں آئے چونکہ یہ قوم آریہ تھی اس لئے اس کا نام آریہ ورت رکھا۔ (ص۵) مغربی مورخین اور دنیا کی تین بڑی قوموں یہود نصاری مسلمان کا اس پر اتفاق ہے ہندو جو ابتدائے عالم کے متعلق بیان کرتے ہیں اوّل تو سوائے فرضی و مبالغہ آمیز کہانیوں کے ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں دوسرے وہ خود بھی اس میں متفق نہیں ان کے اکثر بیانات فرضی ثابت ہو چکے ہیں۔ رامچندر جی وغیرہ کا زمانہ ابواب گذشتہ میں تحقیق کر کے لکھا جا چکا ہے دنیا کی عمر جو ہندو اربوں برس بیان کرتے ہیں وہ ہر طرح خلاف قیاس اور بروئے حساب غلط ہے۔ لالہ رتن لال لکھتے ہیں ہر جگ کا عرصہ لاکھوں برس کا شمار کرتے ہیں (ہندو) کہ وہ قیاس پذیر نہیں (عمدۃ التواریخ) پنڈت ٹھرک سنگھ لکھتے ہیں۔ وہ تاریخ جو آریہ بتلاتے ہیں خلاف قیاس اور برعکس ہسٹری کے ہے۔ (لیکچر ۱ و ۲) لالہ دیبی پرشاد بحوالہ منوسمرتی لکھتے ہیں ست جگ (۴۸۰۰) سال کا ترتیا (۳۶۰۰) دواپر (۲۴۰۰) کل جگ (۱۲۰۰) کا ہے (تزک ہند ص۹) یہ کل بارہ ہزار برس ہوتے ہیں جو دنیا کی ابتدا سے ختم دنیا تک ہوں گے اور ابتک ہندوؤں کے آدم اوّل برہما سے رامچندر جی تک (۵۹)

پشتیں ہوئیں اور رامچندر سے ستمبر تک (۵۶) ہوئیں اس لئے برہما سے ستمبر تک (۵۹+۵۶ = ۱۱۵) پشتیں ہوئیں (لیکچر پنڈت کھڑک سنگھ) ویدوں میں عمر انسانی سو سال لکھی ہے۔ جوگ بشسٹ میں رامچندر کے استاد بسوامتر کی عمر سو سال دراز ترین عمر لکھی ہے۔ اور بقول پنڈت دیانند آریہ (۴۸) سال تک مجرد رہتے تھے۔ اب اگر ہر شخص کا پچاس سال کی عمر میں صاحب اولاد ہونا تسلیم کیا جائے تو (۱۱۵ × ۵۰ = ۵۷۵۰) ہوتے ہیں اتنے سال ستمبر تک ہوئے اور یہ ستمبر بکرماجیت کے عہد میں زندہ تھا (ٹاڈ راجستان) بکرماجیت سے اب تک (۱۹۸۸) برس ہوئے اس لئے برہما کی پیدائش سے آج تک (۵۷۵۰ + ۱۹۸۸ = ۷۷۳۸) سال دنیا کی عمر ہوئی موجودہ دنیا کا یہی زمانہ کم وبیش بروایت ابن عباس منقول ہے ہبوط آدم سے بعثت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک (۷۳۰۰) اور بعثت سے آج تک (۱۳۶۴) اسلئے (۷۳۰۰+۱۳۶۴ = ۸۶۶۴) سال ہوئے۔ انسان کی آبادی کی ابتدا مکہ سے ہوئی۔ اسی وجہ سے اس کو اُمّ القریٰ کہتے ہیں اور وہیں سے ہونی بھی چاہیئے تھی کیونکہ وہ ناف زمین ہے۔ جس طرح ناف جسم انسانی کے وسط کے قریب ہوتی ہے اسی طرح یہ دنیا کے وسط کے قریب ہے، ایشیا یورپ افریقہ کے وسط میں ہے خشکی اور تری دونوں راستوں سے دنیا کو اپنے داہنے بائیں ہاتھ سے ملا کر ایک کر رہا ہے۔ دنیا کی آبادی جنوب میں (۴۰) درجہ عرض البلد شمال میں (۸۰) درجہ تک ہے دونوں کا مجموعہ (۱۲۰) اوسط (۶۰) ہوتا ہے اگر (۶۰) میں سے (۴۰) کو تفریق کیا جائے تو (۲۰) باقی رہتا ہے مکہ (۲۱½) درجہ پر آباد ہے اس لئے یہ ناف زمین ہے اور یہی موقع ابتدا آبادی کا ہے حیوانات کی پیدائش میں بھی اوّل ناف ہی کی بنیاد پڑتی ہے۔

ایرانیوں کا بیان ہندوؤں سے بھی زیادہ خلاف قیاس ہے ان کی افسانہ طرازی ومبالغہ آمیزی ان سے بڑھی ہوئی ہے لیکن اگر ان بیانات پر غور کیا جائے جو ایرانی پہلے انسان کے متعلق بیان کرتے ہیں اس قصہ کو دیکھو تو وہ حضرت آدم ہی کا قصہ ہے جو کسی قدر تغیر کے ساتھ کتاب مقدس سے ملتا ہے پہلے انسان کا نام ایرانی آباد بتاتے ہیں۔ امتداد زمان واختلاف لسان ومکان پر

نظر کرتے ہوئے آدم کا آباد ہو جانا کچھ مشکل نہیں اور ایرانی جس کو مہ آباد کہتے ہیں اس کے واقعات نوح علیہ السلام سے اکثر مطابقت رکھتے ہیں یافث بن نوح کو جی افرام کہتے ہیں۔

ہندؤوں میں ابتدائی آدمی یا آدمیوں کے متعلق بہت اختلاف ہے، فرقہ جدید آریہ کا بیان ہے کہ خدا نے اوّل چار رشیوں آیو، آدت، انگرہ، اگنی کو پیدا کیا، ان سے نسل انسانی چلی اس کے سوا اوران کا کچھ حال نہیں بیان کرتے۔ اکثروں کا یہ خیال ہے کہ ان ناموں کے آدمی نہیں ہوئے یہ عناصر کے نام ہیں۔ عام ہندو برہما کو پہلا انسان کہتے ہیں ان کا جو واقعہ بیان کرتے ہیں وہ حضرت آدم سے ملتا ہے۔ جس طرح یہ کہا جاتا ہے کہ آدم کے پہلو سے حوّا نکلیں ہندو کہتے ہیں برہما کا سینہ چیرا گیا تو ان کی زوجہ سرستی نکلی۔ آدم کے بیٹوں ہابیل قابیل کا جو واقعہ ہے وہی برہما کے بیٹوں سندا اور سند کا ہے بعض ہندو محققین کا بھی یہی خیال ہے لالہ رتن لال لکھتے ہیں کہ یہ لوگ (ہندو) کارکن قدرت کے تین دیوتا مقرر کئے ہیں۔ برہما، بشن، مہیش، مہیش یعنی مہادیو کو آدم جانتے ہیں اور ان کی زوجہ جو پاربتی ہے وہ حوّا ہے (عمدۃ التواریخ ص۱۹) منو جس کو مچھ اوتار بھی کہتے ہیں ان کا ایک کشتی کے ذریعہ طوفان سے نجات پانا مذکور ہے یہ واقعہ نوح و طوفان نوح سے مطابقت رکھتا ہے چونکہ ہندؤوں میں ابتدا سے تاریخی مذاق نہ تھا۔ مبالغہ آمیز قصص و حکایات سے شوق تھا اس لئے اصل واقعات میں بہت کچھ تغیّر واقع ہو گیا۔ نوح کے تین بیٹے، سام، حام، یافث تھے منو کے بھی تین بیٹے سام، کام، پرجاپتی مذکور ہیں۔ پہلا نام وہی ہے دوسرا کسی قدر بدلا ہوا ہے سام کے معنی چاند حام کے معنی گرم، یافث کے معنی سورج، مہابھارت بن پرب میں چاند، سورج، یون لکھے ہیں، یافث کا یون رہ گیا۔ جو سامی نسلیں ہیں وہ چندر بنسی اور جو یافث کی نسلیں ہیں وہ سورج بنسی مشہور ہوئیں۔ یہ خیال بعض ہندو محققین نے بھی ظاہر کیا ہے بال مکند پوڑی لکھتے ہیں برہما جی کے دو بیٹے پیدا ہوئے ایک کا نام وچھ تھا، دوسرے کا نا اوتر وچھ سے سورج پیدا ہوا۔ اور اس سے سورج بنسی خاندان نکلا۔ اوتر سوم (چاند) پیدا ہوا اس کی اولاد سے چندر بنسی خاندان نکلا (سوانح عمری مہاراجہ رامچندر جی ص۳) ایسا معلوم ہوتا ہے

کہ غلطی سے برہما اوّل انسان مشہور ہوا، آول انسان آدم کو یہ لوگ مہادیو کہتے ہیں چونکہ ہندوں کے قوم و مذہب و زبان سب کا تعلق ایران سے ہے اسلئے مہادیو کی اصل مہ آباد ہے برہما غالبًا ابراہیم علیہ السّلام کو کہتے ہیں اور اسی وجہ سے اونکی نسل برہمن اور علم عرفان کو برہم ودیا کہتے ہیں ابراہیم کا قصہ ہندوں میں پرہلاد کے نام سے مشہور ہے حضرت ابراہیم کو نمرود کے حکم سے اس کے مصاحب ہارن یا ہنرن نے آگ میں ڈالا یہ ہنرن حضرت کا چچا تھا۔ ہندوں میں آگ ڈالنے والے کا نام ہرناکس ہے حضرت ابراہیم نے اپنے پانچ بیٹوں کو جو قطورہ کے لطن سے تھے اپنی حیات ہی میں ممالک غیر کو منتقل کر دیا تھا ان کے نام زمران، یقشان، مدان، مدیان، اسباح، شوخ تھے، ان کی کچھ نسلیں مصر اور تبرستان کو گئیں مصر سے ہندوستان آئے، ہندوستان میں اسی وجہ سے غالبًا برہمنوں کو مصر بھی کہتے ہیں چونکہ تبرستان کا قدیم نام پہلو پہا تھا اس لئے یہ پہلوی مشہور ہوئے یہ قبیلہ ہندوستان میں آکر صاحب تخت و تاج ہوا۔ جنوبی ہند کا حکمران خاندان پلوا اسی نسل سے تھا کیونکہ اس کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ یہ خاندان ایران سے جنوبی ہند میں پہونچا منوسمرتی کے چالیسویں اشلوک میں اُن چھتریوں کی شکایت ہے جو مذہبی پابندی سے آزاد ہو گئے تھے۔ اُن قبایل کے نام لکھے ہیں پونڈرک، اوڈر، ہوراور، کمبوج، یون، شک، پارو، پہلو، جین، کرات ورد۔ کہش شک یعنی سکرستان کیطرف سے جو قبایل آئے۔ پہلو شارحان منوسمرتی نے لکھا ہے کہ پہلو ایران کے رہنے والے تھے۔ پہلوی زبان انہیں کی طرف منسوب ہے انہیں قبایل کے ذریعہ سے جو مالک پہلوا اور مصر سے یہاں آئے حضرت کا آگ سے بچنے کا واقعہ پہونچا۔ اور اس کی خوشی منائی جانے لگی جس کو ہولی کہتے ہیں۔ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ خوشی حضرت کے عہد سے شروع ہوئی یا بعد میں ۔۔۔۔ مصر میں اس کا نام عید پوباست تھا، ہیروڈٹس یونانی سیّاح نے اس مصری عید کی جو کیفیت لکھی ہے وہ بالکل ہولی سے ملتی ہے وہ لکھتا ہے۔ عورتیں اور مرد آواز ملا کر گاتے اور تالیاں بجاتے ہیں بلند آواز سے شہر کی عورتوں کو گالیاں دیتے ہیں اور فحش بکتے ہیں وہ انکی طرف دیکھتی اور ناچتی ہیں اسدن سال کے باقی دنوں کی برابر شراب پیتے ہیں (تاریخ ملل قدیم

ڈاکٹر سنولیس)۔

اس مضمون میں جو لکھا گیا ہے وہ مختلف کتابوں کی تاریخی تحقیقات ہے ۔علم تاریخ کے صولوں میں سب سے زیادہ دخل قیاس کا ہے اگر قیاسات سے کام نہ لیا جائے تو قدیم تاریخ معدوم ہو جاتی ہے باقی یہ کوئی مذہبی مسئلہ یا خیال نہیں ہے حضرت آدم ہوں یا حضرت نوح یا حضرت ابراہیم کسی پیغمبر کے متعلق بغیر روایات صحیحہ کے کوئی امر صحت سے منسوب نہیں کیا جاسکتا نہ میں نے ایسا کیا ہے نہ یہ میرا خیال ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ۔

ہندوستان کی آبادی

جیسا کہ مضمون سابق میں عرض کیا جا چکا ہے ہندوستان میں آبادی کی ابتدا، دون ہند سانند (یہ حام بن نوح کے پر پوتے تھے) کی نسلوں سے ۲۸۰۰ قبل مسیح شروع ہوئی نہیں جا سکتا کہ ان پہلے آنے والوں کی کیا زبان تھی اور کیا مذہب تھا۔ ابتدا آبادی کی ان نسلوں سے ہوئی ممکن ہے کہ ان کے آباد ہونے پر ان کی ہمعصر اور نسلیں بھی آ کر آباد ہوئی ہوں۔ اب تاریخی قیاسات پر ثابت ہوا ہے کہ ان میں بعض قبایل متمدن اور صاحب حکومت تھے ان کی زبان تو ایک ہی تھی جو سنسکرت کے علاوہ تھی (میزان التحقیق بحوالہ ڈاکٹر بیمز) مگر اس زبان میں مقامی فرق کچھ کچھ ضرور تھا۔ بابو کالیداس کپور ایم اے لکھتے ہیں ان کی قدیم باشندوں کی یعنی ڈاور) زبان موجودہ زبان تامل سے جو صوبہ مدراس میں بولی جاتی ہے ملتی جلتی تھی۔ جب آریہ اس ملک میں آئے تو انہیں اسی قوم کے بہادروں سے مقابلہ کرنا پڑا۔ (ہندوستان کی ابتدائی تاریخ حصہ اول) آریہ اس ملک میں دو ہزار برس قبل مسیح سے کچھ پہلے آئے (ہندوستان کی قدیم تہذیب مصنفہ سی، آر، دت) یہ ایلام بن سام کی نسل کے لوگ تھے (عیسےٰ علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پیشتر کسی مقام وسط ایشیا سے ایک قوم ہند میں آئی یہ لوگ ایرین نام سے مشہور تھے (رہنمایان ہند مصنفہ میمنہ دت ایم اے) ان کے بعد سے ہندوستان میں قوموں کی آمد کا تانتا بندھ گیا،

ایک یوروپین فاضل نے لکھاہے کہ ہندوستان میں (۱۱۸) قومیں آباد ہیں۔ پروفیسر ایشوری پرشاد لکھتے ہیں کہ اس ملک کے سب باشندے بھی ایک ہی نسل سے نہیں ہیں یورپ کا ایک عالم لکھتا ہے کہ ہندوستان کو قوموں کا عجائب گھر کہنا مناسب ہوگا (تاریخ ہند) بائبل میں ہے کہ حام نے اپنے باپ حضرت نوح کے ساتھ گستاخی کی حضرت نے بددعا دی جس کا حاصل یہ ہے کہ تیرا گھر سام کے ماتحت رہے گا چنانچہ ہندوستان سامی قوموں کا جولانگاہ رہا ہے۔ لالہ سورج نراین بی اے ایل ٹی لکھتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کی مٹی و آب و ہوا میں کچھ ایسی تاثیر ہے کہ جو قوم باہر سے آکر بسی وہ تھوڑے ہی دنوں کے بعد آرام طلب ہوکر کمزور ہوگئی۔ پہلے آریہ ہند میں آئے اور یہاں کی جنگلی قوموں کو مغلوب کرکے راجہ مہاراجہ بن گئے۔ یہاں رہتے رہتے آریہ بھی ایسے کمزور ہوگئے کہ سکندر کے حملے کی تاب نہ لا سکے ان کے مضبوط سے مضبوط فرقے مثلاً راجپوت تک مسلمان حملہ آوروں کا مقابلہ نہ کر سکے۔ (ہند کے جان نثار)۔ اس کے بعد سب طرف سے یہاں مختلف قبایل و اقوام آتے رہے۔ سیتھیں، منگولین، بلوچی، شک ناگ، پارسی وغیرہ وغیرہ باوقات متفرق آئے۔ یافث بن نوح کی نسل جو یونان میں آباد تھے اس کے قبایل یہاں آئے اور یافث (بمعنے سورج) کی رعایت سے سورج بنسی کہلائے یہ قبیلہ ہندوستان میں یون نام سے بھی مشہور تھا منوسمرتی میں یون قبیلہ کا نام ہے جس کا حوالہ گذشتہ مضمون میں ہے، چانک نیتی (یہ کتاب سکندر کے حملہ کے بعد کی تصنیف ہے) ادھیائے ۸ اشلوک ۵ میں یونانیوں کو یون کرکے لکھا ہے، مہاراجہ رامچندر جی کے بعد اس کئی مورثوں کے نام یون ہیں عجب نہیں ان کا قبیلہ یونانی الاصل ہو جیسے یونانیوں کے بت تھے ایسے ہی قریب قریب ہندوؤں کے بت ہیں ہنٹر صاحب لکھتے ہیں بودھوں کی بعض مورتوں میں اور ہندوؤں کے قدیم مندروں کی مورتوں میں یونانیوں کے نقشہ کی شباہت پائی جاتی ہے (تاریخ ہند) ترک بھی یافث ہی کی نسل سے ہیں یافث دریا میں ڈوب کر مرا تھا۔ اس لئے اس کی نسل میں مردے کا دریا میں بہانا رائج ہوا ہندوؤں میں یہ رواج قبیلہ یون ہی سے پڑا ہے۔ قوم سک بلخ میں رہتی تھی، قوم یوچی سے شکست کھاکر یہ

سیستان آئے یہاں سے ہندوستان کی طرف پیش قدمی کر کے ایک حصۂ ملک پر حکمران ہوگئے
یہ واقعہ چھٹی صدی قبل مسیح کا ہے گوتم بدھ کو ساکیہ منی کہتے ہیں اسلئے گمان غالب ہے کہ یہ اسی
نسل سے تھے تبت کی طرف سے توبل و تاتارا کے قبایل آکر آباد ہوئے اسی وجہ سے ہندوستان کے
راٹھور اپنے آپ کو تارا تنبولی کہتے ہیں چندر بنسی جو نسل مشہور ہے وہ سامی قبیلہ معلوم ہوتا ہے
غاشر بن ارم بن سام کی نسل چین میں گئی وہاں سے کچھ قبایل ہندوستان کو منتقل ہوئے
اور سام (بمعنے چاند) کی رعایت سے چندر بنسی مشہور ہوئے کیونکہ چینیوں اور ہندیوں میں
ایک روایت سے یہ اشتراک ثابت ہوتا ہے چندر بنسیوں کے مورث کا نام بدھ (جسکو یادو
وجادو بھی لکھتے ہیں ہے)، یدو کا لقب مرکری بھی تھا۔ ہندو کہتے ہیں کہ مرکری انسان تھا۔
چینی کہتے ہیں کہ مرکری ستارہ کا نام ہے جس طرح برہما، اندر، پرجاپت، آیو، آدت، اگنی،
انگرہ ہندوؤں کے بیان کردہ ان ناموں کے متعلق یہ بحث ہے کہ یہ انسانی صورتیں تھیں
یا فرضی نام ہیں یا عناصر کو کہتے ہیں۔ یہی بحث یہاں پیدا ہوگئی۔ ہندوؤں کی روایت یدو
یعنی مرکری کے متعلق یہ ہے کہ مہاراجہ بدھ و یہ راجہ بڑا پرتاپی ہو گذرا ہے ایک دفعہ یہ راجہ
جنگلوں میں سیر کر رہا تھا۔ اتفاق سے اس راستہ میں مہاراجہ شراہد دیو (بانی سورج بنس)
کی پتری (لڑکی) ہمراہ چند سہیلیوں کے پھر رہی تھی یہ راجہ اس پر موہت (عاشق) ہوگیا،
جس کا نام الا تھا چنانچہ الا بھی راجہ بدھ کی شکل پر فریفتہ ہوگئی جس کا اسی جگہ گندھرپ بیاہ ہوگیا
(تواریخ راجپوتان ملک پنجاب جلد اوّل ص۱۶ و ۱۷ مصنفہ ٹھاکر کاہن سنگھ ۱۹۶۹ بکرمی)
(اگندھرپ بیاہ کی تشریح یہ ہے کہ لڑکا لڑکی اپنی مرضی سے بغیر کسی رسم کے ادا کئے، بغیر اطلاع
مادر و پدر ہم صحبت ہو جائیں۔ راجپوتوں میں یہ رسم بہت رائج تھی) یلا دختر اکشواکو (شراہد دیو
کا نام) کہ خاندان چندر بنسی میں ہے جنگلوں میں پھرتی تھی کہ ناگاہ بدھ نے جسکو مرکری بھی
کہتے ہیں اس کو پکڑ کر اس سے صحبت کی اور حمل رہا۔ اس کی اولاد سے چاند کی نسل پیدا ہوئی
(ٹاڈ راجستان ص۷)

اقوام تاتار کہتے ہیں کہ ہم اولاد کین یعنی آفتاب سے ہیں اس کا بھائی آئی یعنی چاند تھا آیو کے خاندان میں بھی دین نام لکھا ہے جو کہ پُرانوں میں واسطے چاند کے خاندان کے درج ہوا ہے (ٹاڈ راجستان مٹ) پران میں جو آیو درج ہے اس کا بیٹا یادو ہے جو جادو بولا جاتا ہے (یدو اور یدھ بھی کہتے ہیں) اس کے تیسرے فرزند کی بنام ہو معروف ہے مورخان ہنود کوئی شاخ بیان نہیں کرتے اور چینی اس سے اپنے چاند کی پیدائش کا دعوی رکھتے ہیں ایلخان کہ آیو سے نوان ہے دو فرزند رکھتا تھا، ایک نامخان دوسرا ناگس، ناگس کی اولاد نے تمام تاتار کو آباد کیا غالباً یہی بانی نسل ناگ ہے چینی کہتے ہیں کہ اُن کے اوّل ..... بادشاہ آیو کی ماں سفر کر رہی تھی کہ ایک ستارہ مرکری یعنی عطارد سے حاملہ ہو گئی اس کے یو پیدا ہوا (ٹاڈ راجستان) ہندوؤں کے بیان کے موافق بھی آیو بادشاہ ہوا ہے۔ کیونکہ وہ یادو کے بیٹے کا نام پورریا اور اس کے بیٹے ولیعہد کا نام آیو لکھتے ہیں (تواریخ راجپوتان ملک پنجاب مٹا) سنہ ۵ قبل مسیح سے ہندوستان میں قوم کش نے غلبہ پایا اور پانچویں چھٹی صدی عیسوی میں ایک قوم ہن نام آئی جسکو سفید ہن کہتے ہیں اس کو یونانی ہنفتا لینائی (آیدھ لائی) کہتے ہیں عرب ہیطل اور ہیفتل کہتے ہیں ان کی جمع ہیاطلہ اور ہیفا تلہ ہے یہی سفید ہن ہیں اصل میں خن ہیج جو ایک لہجہ لفظ خان کا ہے ان کا دارالسلطنت ارور (الور) یہ مقام ضلع شکارپور سندھ میں روہڑی کے قریب تھا زلزلہ سے برباد ہوا اب یہاں دریائے سندھ موجزن ہے۔ اسی قوم کے ساتھ جاٹ قوم ہندوستان میں آئی راجہ شیو پرشاد لکھتے ہیں جاٹ لوگ قوم ہن کے ساتھ تاتار سے اس ملک میں آئے (آئینہ تاریخ نما) غرض ہر طرف سے قبایل اور قومیں یہاں آئیں سب کی تفصیل اور بیان کے لئے دفتر چاہیے سامان بیان عہد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آنے شروع ہو گئے تھے (اس کی مفصل بحث ہماری کتاب غازیان ہند میں ہے) بارھویں صدی عیسوی میں یوروپی اقوام کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا۔

ہندوستان کی سب سے پہلی قومیں صرف اس قدر متمدن تھیں کہ ان میں سے بعض قبایل مٹی کے برتن

لوہے کے ہتیار بنانا جانتے تھے پڑھے لکھے نہ تھے باہمی سرداری اور حکومت کا ایک طرز بھی ان میں رایج تھا آریہ جو آئے یہ زراعت پیشہ تھے اور قدیم اقوام سے زیادہ صاحب شعور تھے لیکن مصری قبایل جو آئے وہ بہت زیادہ متمدّن تھے ان کے علوم وفنون نے تمام اقوام ہند کے دلوں میں ان کا سکہ بٹھا دیا وہ یہاں آکر سب کے سردار و سرپرست بن گئے۔ اور علوم وفنون کے زور سے پیشوا تسلیم کرلئے گئے۔ مصری دانشمند تھے یہ ابراہیم کے بیٹوں کی نسل سے تھے اس لئے مصرا اور برہمن مشہور ہوئے علم الٰہی کا نام برہم ودیا ہوا صاحب علم کو برہم چاری کہنے لگے۔ وہ یہ دیکھ رہے تھے کہ ہندوستان ایک شاداب ملک ہے ہر طرف کے قبایل کی اس طرف نظر ہے اس لئے انہوں نے اپنا دبدبہ بدستور قایم رکھنے کیلئے یہ صورت کی کہ جو متمدّن قومیں آتی گئیں ان کو اپنے میں شامل کرکے برہمن بناتے گئے۔[1] باقی اچھوت قرار دئے گئے۔ مصریوں کے مراسم وعقاید بہت کچھ ہندو مذہب میں شامل ہیں مصری نوح کی اولاد کو منیں کہتے تھے وہی لفظ انسان کیلئے ہندوؤں میں نش موجود ہے۔ مصر میں گائے کی تعظیم بادشاہ عملیق بن ذرغ کے عہد سے شروع ہوئی وہی ہندوستان میں انہوں نے آکر رائج کی۔ مصریوں نے دنیا کو چار جگہوں پر تقسیم کیا تھا اور اقوام کو چار ذاتوں پر وہی تقسیم انہوں نے ہندوستان میں قایم کی۔ ان کی عید یو بالست (ہولی) کا بیان پہلے ہوچکا ہے وہ گائے وغیرہ حیوانات کی پرستش کرتے تھے۔ ان کے مندروں میں پوجاری گاتے تھے۔ یہ باتیں اُنہیں کی لائی ہوئی ہیں ان کے دیوتاؤں کے نام ہندو رشیوں کے ناموں سے ملتے ہیں۔

مصر قدیم کے دیوتاؤں کے نام	نام مقام	ہندو رشیوں کے نام
آنو	شہر اور وخ (عراق) کا معبود	آیو
آدک	شہر بابل کا معبود	آدت
تنگرسو	شہر لاغش کا معبود	انگرہ
انلیل	شہر نپور کا معبود	اگنی

غرض تاریخ ملل قدیم کو اگر دیکھا جائے تو بہت کچھ مشابہت ثابت ہوگی مصریوں نے اپنا پنجہ

[1] اور جو باہر دور رہتے تھے وہ چھتری، اہل حرفہ ویش، اہل خدمت شودر کہلائے۔

مضبوط رکھنے کیلئے یہ کیا کہ مذہب و علم کی باگ اپنے ہاتھ میں رکھی باقی اُمور دیگر اقوام پر تقسیم کر دئے پڑھنا لکھنا خاص اقوام پر موقوف رکھا۔ کتاب الہند میں لکھا ہے کہ اس کے وقت تک ویدوں کو ضبط تحریر میں لانے کی اجازت نہ تھی (البیرونی سلطان محمود غزنوی کے ہمراہیوں میں تھا) اس طرح برہمنوں کی فوقیت قایم رہے اور ان کے حسب منشا کاربراری ہوتی رہے جس قدر قومیں آتی گئیں اُن کو اپنے اندر اس طرح جذب کرتے گئے کہ اُن سے رشتہ داریاں کر کے اپنی قوموں میں شامل کرتے گئے چنانچہ تواج نام کوروکی شادی قوم ناگ میں ہوئی (مہابھارت) قدیم باشندوں اور آئی ہوئی قوموں کے معبودوں اور رسم و رواج کو اپنے مذہب میں شامل کرتے گئے۔ جو کوئی آتا گیا اسی کے بزرگوں اور معبودوں کی تعریف میں اشلوک تصنیف ہوتے گئے مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے حضرت عیسیٰ کی بزرگی راماین ترجٹا کی دُعا سے، حضرت محمد کا حال شیو پران میں صاف درج ہے کہ کلجگ میں ان کا ظہور ہو گا۔ (ضمیمہ گلدستہ کشمیر ص۱) تا کہ یکمذہبی و یکقومی کی شان قایم رہے اور دیگر ممالک سے ان کے تعلقات منقطع کرانیکے لئے علم تاریخ کو وجود میں نہ آنے دیا۔ کہ کہیں ہندی اقوام اپنی اصل سے واقف ہو کر اپنے اصلی وطن و قوم کی طرف رجوع نہوں اور ان کے لئے بزرگوں کے نام سے دور از قیاس افسانے اور داستانیں تجویز کیں کہ کسی طرح دوسروں سے میل ثابت نہو سمندر پار جانا ممنوع قرار دیا گیا یہ سب کچھ اسلئے کہ اپنا اقتدار قایم رہے تمام ملک زیر اثر رہے ممالک غیر کے لوگوں کا دخل نہو سکے یہ پالیسی ان کی تین ہزار برس کے قریب تک کامیاب رہی۔ اور اب بھی ہندوؤں میں برہمنوں کا خاص اثر ہے۔ غرض جس طرح ہندوستان ابتدائے آفرنیش سے آباد نہیں ہوا بلکہ عرصۂ دراز کے بعد اس میں آبادی شروع ہوئی۔ اور صدہا قومیں اسمیں آکر بسیں اسی طرح ہندو مذہب اور ہندو زبان سنسکرت بھی بہت سے عقاید و رسم و رواج اور بہت سی زبانوں کا مجموعہ ہیں۔ وید جو خاص مذہبی کتاب ہے، وہ بھی کسی ایک شخص کی تصنیف نہیں بلکہ اس میں بہت سے شاعروں کا کلام شامل ہے جو باوقات متفرق داخل کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندو مذہب میں ہمیشہ تغیر و تبدل ہوتا رہا ہے اور وید میں ابتک کمی بیشی کا سلسلہ جاری ہے

(اس کی بحث ہماری کتاب معجزات اسلام میں ہے) یہ مضمون نہایت شرح طلب ہے اس مختصر میں اسقدر گنجائش نہیں ان شاء اللہ تعالیٰ تاریخ ہند میں تفصیل کے ساتھ لکھا جائیگا۔ اب اس کو چند شہادتوں کے بعد ختم کیا جاتا ہے۔ لالہ کالیداس کپور ایم۔ اے لکھتے ہیں غیر آریوں سے خلط ملط ہوکر آریوں نے بھی اُن کے دیوی دیوتاؤں کو اپنا لیا اور جنتر منتر اور آواگون کو ماننے لگے تب اتھروید تصنیف ہوا۔ ہندوستان میں گپت راجاؤں کا عروج ہوا وہ ویشنو مذہب کے پیرو تھے۔ جسے برہمنوں نے ویدک دہرم میں مروجہ بودھ مذہب کی چاشنی دیکر بنایا تھا۔ برہمن بھی مختلف اقسام کے مذہبی خیالات اور رسم ورواج کو ایک سلسلہ میں باندہنے کی کوشش کررہے تھے۔ اس لئے ہندو مذہب کو انہوں نے پرانوں میں شامل کردیا۔ بودھ زمانے کے مذہبی خیالات کی بنیاد پر برہمنوں نے پورانوں کے مطابق نئے مذہب پھیلائے ویشنو کا اہنسا پرمو دہرمہ بودہوں کے خیالات سے ملتا ہے (ہندوستان کی ابتدائی تاریخ) ہشک کنشک زشک بھی شیوجی کو مانتے تھے اور انہوں نے بودھ شیوا ور اگنی پوجن تینوں مت ملا کر ایک کیا تھا (گلدستہ کشمیر صہ ۲۴) لالہ پربھولال لکھتے ہیں اس میں شبہ نہیں کہ ہند کے اصلی غیر آرین ونیز ان بیرونی اقوام کے عقاید اس میں شریک ہوگئے ہیں جو زمانہ متوسط میں ملک ہند میں داخل ہوئے تھے (ادیب) مذاہب کانفرنس میں پروفیسر گلشن رائے نے کہا کہ ہندوازم کئی مذاہب کا مجموعہ ہے (اخبار خلافت بمبئی دسمبر ۱۹۲۸ء) ڈاکٹر پلوٹر کا قول ہے، اتھروید مجوس اور ہنود اعتقادات کا جامع اور معجون مرکب ہے (معجزات اسلام صہ ۳۲)۔

پارسیوں میں رسم کستی (زنار بندی) ہے ہندوؤں میں بھی ہے (پارسیوں میں چھ برس تین مہینے کی عمر میں لڑکے کو جنیؤ پہنایا جاتا ہے) (دی پارسیز مصنفہ دوستا بھائی فرامزجی) ہندوؤں میں گائے کا پیشاب پیتے ہیں۔ اس کے متعلق حوالہ نقل کیا جاچکا ہے پارسیوں نے جو اپنے عقاید جادو را نا سے بیان کئے اس میں بیان کیا ہم گائے کی پرستش کرتے ہیں۔ ہم ہاتھ منہ دھونے کے بعد گئو متر اپنے اوپر چھڑکتے ہیں (حالات قوم پارسیان صہ ۸) پارسی آگ کو پوجتے ہیں ہندو بھی آگ کو پوجتے ہیں۔ پارسیوں میں جو نام قوموں کے ہیں وہی ہندوؤں میں ہیں، ایک بریان (علما۔ برہمن)

دوسرے چھتری (اہل حکومت، چھتری) تیسرے باس (اہل حرفہ، ہنر ویش) چوتھے سود (اہل حرفہ شودر) دراصل بیاس نے اپنے استاد زردشت کی کتاب کا ترجمہ اپنے شاگردوں سے کرا کر وید نام رکھا (تلخیص التواریخ) اسی میں قدیم آریوں کے کچھ اشعار شامل کردیئے گئے کچھ بعد کو شامل کیے گئے۔ وید واستا میں ایسی مطابقت ہے کہ ان کو دو نہیں کہا جاسکتا ڈاکٹر روتھ صاحب وید استا کی مطابقت کے قایل ہیں آریہ وچھ پتر کا نمبر اول اور ماسٹر رحمین داس مترجم رگوید اردو ترجمہ فرمایشی سوسائٹی دہلی نے نوٹ منتر ۱ سوکت ۲ انوواک اول ادھیائے پہلا اشٹک اول میں ان کی مطابقت کا اقرار کیا ہے آریہ لوگ اس مطابقت کا اقرار اس طرح کرتے ہیں کہ وید کو پارسی مذہب کا مخرج قرار دیتے ہیں چنانچہ ایک رسالہ اس مضمون پر جس کا نام (پارسی مذہب کا مخرج) ہے ستیہ دھرم پرچارک پریس ہردوار میں طبع ہوا ہے کلیات آریہ مسافر مطبوعہ سنہ ۱۹۰۴ء پر اس کا اشتہار ہے (اس کی بحث ہماری کتاب معجزات اسلام میں ہے) قدیم زمانہ میں وید تفسیر استا ہی کے نام سے مشہور تھا، خواجہ شیرازی لکھتے ہیں ؎

نہ بین برہمن راستودم ہابند :: کہ لے پیر تفسیر استا و زند

ڈاکٹر والٹر کا قول ہے۔ وید استا کی کنجی ہے (میزان التحقیق ص ۶۷) سر جادو ناتھ سرکار لکھتے ہیں مسلمانوں سے قبل اور بھی متعدد غیر ملکی اور غیر مذہبی قومیں ہندوستان میں آکر آباد ہوگئیں تھیں مثلاً گریک شک، پارسی سگوبین وغیرہ لیکن ان کی اولاد دو تین پشتوں کے بعد ہندو سوسائٹی میں پورے طور پر جذب ہوگئیں اور انہوں نے ہندو نام، ہندو زبان، ہندو لباس ہندو زیور، ہندو مذہب اور ہندو خیال کو قبول کر لیا۔ ایکطرف تو یہ ہوا اور دوسری طرف ہندو قوم اور مذہب نے ان سب اقوام کے ذریعہ آئی ہوئی رسم وعبادت کے ساتھ ایک طرح کا سمجھوتہ کر کے کچھ کو تو اپنا بنا لیا اور باقی پر ہندوستان کی مہر لگا دی، ہندو مذہب اسلام کو اپنا کر مسلمان فرقہ کو اپنے اندر ملا نہ سکا نہ اسے ہندوستان کا جز بنا سکا۔ ہندوؤں کی تو بات ہی کچھ اور ہے وہ ۳۳ کروڑ دیوی دیوتاؤں کی تو پوجا کرتے ہیں ان کے سات اللہ محمد یا عیسیٰ کے نام سے دو تین دیوتاؤں کو

کو شریک کر دینا ان کے لئے کچھ مشکل نہیں تھا۔ غیر آریہ اور بودھوں کے کتنے دیوی اور دیوتاؤں کے نائبین ہندوؤں کے دیوتاؤں کے ساتھ مل گئے مگر مسلم فرقہ کسی حالت میں متعدد خداؤں کے ماننے کے لئے تیار نہیں ہوا۔ ہندوؤں نے بہت کوشش کی۔ الوپ نی شت (اللہ اپنشد) نام سے سنسکرت میں کتاب تصنیف کی۔ اکبر شاہ کو یک ترا تا جہاں پناہ کہکر پوجنا شروع کیا، علاوہ ازیں اگر ضرورت ہوتی تو وہ عرب کے دیوتاؤں کو رامانج شنکر وغیرہ اچاریوں کی طرح بھی مان لیتے لیکن مسلمانوں نے کسی صورت بھی اسلام کے بنیادی عقیدہ کو چھوڑ کر ہندو مت کے ساتھ اتفاق و اتحاد نہیں کیا۔ (از رسالہ عالمگیر سالانہ نمبر ۱۹۳۴ء) بابو منمنہ دت لکھتے ہیں اوّل مذہب کا تخم رگوید کے لاتعداد گیتوں نے بویا جنکو مختلف اشخاص نے مختلف مقامات میں تصنیف کرکے گایا (رہنمایان ہند) پنڈت کرشن کمار بھٹہ چاریہ پروفیسر سنسکرت زریدنسی کالج کلکتہ کہتے ہیں رگوید کے حصے اس ملک کے شاعروں اور رشیوں نے تصنیف کئے ہیں اور مختلف زمانوں میں لکھے گئے ہیں (معجزات اسلام ص۳۵) پروفیسر ایشوری پرشاد لکھتے ہیں رگوید کے بہت سے منتر عورتوں کے بنائے ہوئے ہیں (تاریخ ہند حصہ اوّل ص۱۶) جس طرح ہندو مذہب کوئی مستقل مذہب نہیں ہے اور وید کوئی مستقل کتاب نہیں ہے اور ہندی قوم کوئی مستقل قوم نہیں ہے۔ یعنی یہ سب مختلف مذاہب مختلف کلام مختلف اقوام کا مجموعہ ہیں اسی طرح سنسکرت بھی کوئی مستقل زبان نہیں ہے ہر جگہ کے آئے ہوئے قبایل اور غیر آریوں کی زبان کے الفاظ اس میں شامل ہیں اور اس کی اصل آریک زبان ہے جسکو ایلامی نسلیں بولتی تھیں۔ ڈاکٹر لیبان لکھتے ہیں اصل زبان آریک تو مفقود ہوگئی لیکن سنسکرت اسی سے مشتق ہے (تمدن ہند) برہمنوں اور پارسیوں کے بھجنوں کی زبان ایک ہے (ڈاکٹر ہاوک میزان التحقیق ص۶۷) ایران کی پرانی فارسی زبان میں جو ایک طرح کی سنسکرت تھی یعنی اس جڑ سے نکلی تھی جس سے سنسکرت نکلی ہے (آئینہ تاریخ نما ص۱۸) لالہ اجودھیا پرشاد لکھتے ہیں آریہ ایرانی لوگ ہندوستان میں آئے۔ اور اسی زبان کو درست کرلیا جو سنسکرت ہے (تلخیص التواریخ)

مسٹر ہل ہڈ لکھتے ہیں سنسکرت کے الفاظ کی عربی فارسی لاٹن یونانی سے بہت مشابہت ہے اور مشابہت مصطلحات کے درمیان میں نہیں ہے کہ جس سے یہ خیال کیا جاوے کہ جب ایک قوم نے دوسری قوم سے علوم و فنون لئے تو اس کے ساتھ وہ بھی اخذ کر لی بلکہ مشابہت زبان کے اصل لفظوں میں ہے جیسے اسماء اعداد اور ان چیزوں کے نام جن کی ضرورت ہر قوم کو شائشتگی ہونے پر ہوتی ہے (تاریخ دنیا م۲۱۱ بحوالہ بنگالی گرامر کا دیباچہ اور سائنس آف دی لنگوئج ص۱۸۳) چونکہ اس میں مختلف زمانوں اور مختلف قوموں کے الفاظ شامل ہیں اور ان الفاظ و محاورات وغیرہ کے لغات وغیرہ موجود نہیں ان کے جاننے والے بھی موجود نہیں اس لئے یہ زبان اب صحیح حالت میں نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ وید کے ترجمہ پر دو مترجم متفق نہیں ہو سکتے ایک جس منتر سے توحید ثابت کرتا ہے دوسرا اس سے دیوی دیوتا کی تعریف نکالتا ہے تیسرا ریل تار ڈاک بنانیکے اصول قرار دیتا ہے لالہ اجودھیا پرشاد لکھتے ہیں کہ سنسکرت زبان بگڑتے بگڑتے کچھ اور ہی طرح کی ہو گئی (تاریخ ہند) لالہ لاجپت رائے لکھتے ہیں سنسکرت زبان مختلف حالتوں میں تبدیل ہوتی رہی ہے اس لئے بعض سنسکرت الفاظ کے معنی مختلف زمانوں میں مختلف رہے ہیں سب فاضلوں کا اتفاق ہے کہ مروجہ سنسکرت پڑھنے سے ویدوں کے صحیح معنی سمجھ میں نہیں آسکتے (تاریخ ہند) ہندو فاضل سر پی سی رائے نے دوران تقریر میں کہا سنسکرت ایک مردہ زبان ہے (اخبار صحیفہ حیدرآباد ۳۰ اکتوبر ۱۹۳۳ء) اگر ہندو مذہب کے حاملان پر نظر کیجائے تو اکثر مثلاً دیو، آیو، ادت، انگرہ، اگنی پرجاپت، مرکری، برہما وغیرہ کے وجود ہی میں بعض کو کلام ہے اور یہ خیال ہے کہ یہ فرضی نام یا عناصر کے نام ہیں اور ان کی لائف بھی موجود نہیں، ان کے علاوہ جو مشاہیر ہیں جن کے حالات کچھ ملتے ہیں وہ اسقدر مبالغہ آمیز ہیں کہ ان پر یقین کرنا دشوار ہے پھر بعض فحش و ناواجب واقعات ان کے متعلق مذکور ہیں۔

باب نہم ۹
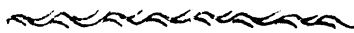
مضامین خاص

آنہا کہ چشم برگل تحقیق واکنند ÷ وز ہر چہ فہم رنگ نگیرد حیا کنند

اسلام

اسلام ایک ایسا سیدھا سادہ مذہب ہے کہ اس کے تمام مسایل واحکام قانون قدرت عقل وفطرت علم وحکمت کے موافق ہیں۔ اسلام انسان میں نظافت، حمیت، شجاعت وسخاوت، رحم وکرم عدل وانصاف عصمت وامانت، تہذیب ومتانت پیدا کرتا ہے اس کا قانون ایسا کامل ومکمل ہے جو ہر زمانہ ہر ملک ہر حالت میں ہر شخص کا سہولت سے ساتھ دیتا ہے اور مسلمان کو کسی دوسری طرف نظر اٹھانے کی ضرورت نہیں پڑتی، انسان کی تمام دینی و دنیوی مشکلات کا حل شریعت اسلام میں ہے اور یہ شریعت ایسے مضبوط اصول پر قایم ہے کہ آج چودہ صدیاں گذریں اس میں کسی قسم کا تغیر وتبدل نہیں ہوا (محمد کا مذہب شکوک وشبہات سے پاک ہے (ڈاکٹر ایڈورڈ مونٹے)۔ مذہب اسلام اس بات پر فخر کرسکتا ہے کہ اس میں پرہیزگاری کا ایسا درجہ موجود ہے کہ جو کسی اور مذہب میں پایا نہیں جاتا (سرولیم میور) اخلاقی احکام جو قرآن میں ہیں اپنی جگہ پر کامل ہیں (ڈاکٹر لیبان) شریعت اسلام نہایت اعلیٰ درجہ کے عقلی احکام کا مجموعہ ہے (انسائیکلوپیڈیا) گاندھی جی لکھتے ہیں اسلام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ فطرتِ انسانی کے مطابق ہے۔ (غازیان ہند م۱۱۵) لالہ رام چند بی اے ایل ایل بی پریزیڈنٹ آریہ پرتی ندھی سبھا لاہور لکھتے ہیں وحدانیت وساوات دو نوں بیش بہا اصول دنیا کو حضرت بانی اسلام نے دیے (غازیان ہند م۱۱۵) لالہ رام دیو ایم اے پرنسپل گروکل کانگڑی لکھتے ہیں، قرآن کی توحید میں کسی کو شک نہیں صاف

بتایا ہے کہ اللہ ایک ہے (پرکاشں فروری ۱۹۲۷ء) پروفیسر دہروجی والس چانسلر ہندو یونیورسٹی نے تقریر کرتے ہوئے کہا حضرت محمد صاحب نے جس رنگ میں توحید الٰہی کو قائم کیا وہ ایک بے نظیر طرز تھی (الفضل ۲۷ء) ڈاکٹر لیبان لکھتے ہیں اسلام کی وضاحت اعتقادات اور اس کے ساتھ دوسروں کے مقابل میں نیکی جس کی مُہر اس مذہب پر کی گئی ہے اس کی عالمگیر اشاعت کا بہت بڑا باعث ہے۔ فی الواقع تمام مذاہب عالم میں یہ فخر اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اس نے پہلے پہل وحدانیت خالص و محض کی اشاعت دین میں کی اسی خالص وحدانیت کی وجہ سے اسلام کی ساری سادگی اور شان ہے، یہی سادگی باعث ہوا اسلام کی قوت اور اسلام کی مضبوطی کا، یہ وحدانیت محض ایسی آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے کہ اس میں کسی قسم کا کوئی بھید یا معمّہ نہیں نہ اس میں متضاد چیزوں کے ماننے کی ضرورت ہے جو دوسرے مذاہب میں واقع ہوتی ہے اور جنہیں عقل سلیم قبول نہیں کرتی (تمدّن عرب) ایک مسیحی نامہ نگار لکھتا ہے۔ پیغمبر اسلام نے مسلمانوں کی قوم کے پھیلنے اور باقی رہنے کے تمام سامان فراہم کر دیئے ہیں کیونکہ مسلمان جب قرآن و حدیث پر غور کرے گا تو اپنی ہر دینی و دنیوی ضرورت کا علاج اس میں پائے گا۔ (مصری اخبار وطن) قرآن کے مطالب ایسے ہمہ گیر اور ہر زمانے کیلئے اس قدر موزوں ہیں کہ زمانے کی تمام صدائیں خواہ مخواہ اسکو قبول کر لیتی ہیں اور وہ محلول ریگستانوں اور شہروں اور سلطنتوں میں گونجتا پھرتا ہے (ڈاکٹر سموئیل جانسن) قرآن کی وہ شریعت ہے اور ایسے دانشمندانہ اُصول اور اس قسم کی عظیم الشان قانونی انداز پر مرتب ہوئی ہے کہ سارے جہان میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی، (گبن) اسلام نے اپنے آپ کو بالفعل خالص رکھا اس وقت تک یہ ایسا ہی ہے جیسا تیرہ سو برس پیشتر تھا اور ہمیشہ ایسا ہی رہے گا، نیز کوئی باہر کا اثر اس پر حاوی ہوا نہ ہوگا جو اس کے خالص اصولوں کو تبدیل کرے یا ان پر اثر ڈالے، دُنیا جتنی چاہے ترقی کرے اور انسان فلسفہ اور سائنس میں انتہائی عروج کو پہنچے جو اس کو ابتک حاصل نہیں ہے اسلام ان سب کو اپنے میں جگہ دیگا، تہذیب یافتہ اور روشن خیال انسان بڑے فلسفی اور سائنس دان جو اپنے

شعبوں میں کمال کی حد کو پہونچ گئے ہوں اپنے خیالات اور فلسفہ کو ترک کئے بغیر ایک عمدہ اور پرہیزگار مسلمان بننے میں قطعاً مشکل محسوس نہیں کریں گے (مسٹر برناڈ شا۔ معجزات اسلام ص۳) روئے زمین کے تمام مسلمان اپنے مذہب کو ان دو چھوٹے جملوں میں بیان کرتے ہیں جن کا اختصار اور جامعیت حیرت انگیز ہے، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (تمدن عرب) پروردگار عالم نے ان کو (مسلمانوں کو) قانون مکمل کی صورت میں مرحمت فرمایا ہے (شرح دہرم شاستر مصنفہ رائے بہادر سچنا) وہ کتاب جس پر اسلام کا مدار ہے اس پر مسلمان فرقوں کو تو کیا غیر مسلموں کو بھی شک نہیں ہے، ڈاکٹر فرک مورخ جرمنی لکھتے ہیں قرآن کی عبارت کیسی فصیح و بلیغ اور مضامین کیسے عالی و لطیف ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک امین ناصح نصیحت کر رہا ہے اور ایک حکیم فلسفی حکمت آلہی بیان کرتا ہے (معجزات اسلام ص۱) قرآن انتہائی لطیف و پاکیزہ زبان میں ہے۔ اس کتاب سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی انسان مثل اسکی نہیں بنا سکتا یہ لازوال معجزہ ہے جو مردہ زندہ کرنے سے بہتر ہے (ڈاکٹر سیل۔ معجزات اسلام ص۱) قرآن ایسا جامع اور روح افزا پیام ہے کہ ہندو دہرم اور مسیحیت کی کتابیں اس کے مقابلہ میں بہ مشکل کوئی بیان پیش کرسکتی ہیں (پروفیسر دویجا داس، معجزات اسلام ص۱) یہ کتاب آسمانی کتابوں پر فائق ہے بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ قدرت کی ازلی عنایت نے جو کتابیں تیار کی ہیں ان سب میں بہترین کتاب ہے اس کے نغمے انسان کی خیر و فلاح کے متعلق فلاسفہ یونان کے نغموں سے کہیں اچھے ہیں۔ خدا کی عظمت سے اس کا حرف حرف لبریز ہے، قرآن علما کیلئے ایک علمی کتاب شائقین علم شریعت کیلئے ذخیرۂ لغات، شعرا کیلئے عروض کا مجموعہ اور شرع و قوانین کا عام انسائکلوپیڈیا ہے ان کو یہ کتاب ہوتے ہوئے کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں۔ اس کی فصاحت و بلاغت انہیں سارے جہان کی فصاحت و بلاغت سے بے نیاز کئے ہوئے ہے یہ بات واقعی ہے اور اس کی واقعیت کی یہ دلیل ہے کہ بڑے بڑے انشاپردازوں اور شاعروں کے سر اس کتاب کے آگے جھک جاتے ہیں۔ اس کے عجائبات جو روز بروز نئے نئے نکلتے آتے ہیں اور اس کے اسرار جو کبھی ختم نہیں ہوتے (ڈاکٹر موریس فرانسیس، لابارول) غرض قرآن مجید چودہ صدیاں ہوئیں کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے اس میں آج تک کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہوا ہے ہمیشہ سے آج تک دنیا میں لاکھوں آدمی ایسے ہیں جن کے سینوں میں محفوظ ہے کروروں سفینوں میں محفوظ ہے اوس کے نقطے، حرکتیں، حروف، الفاظ آیات سورتیں سب شمار شدہ اور قلمبند ہیں قرآن مجید کے نزول کے متعلق کسی اسلامی فرقہ کو کوئی اختلاف نہیں ہے نہ کسی مورخ نے اس کے متعلق کوئی خلاف رائے ظاہر کی ہے - قرآن جس زبان میں نازل ہوا ہے وہ ایک ایسی زندہ زبان ہے جو ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گی اور جس کی خوبیوں پر محققین غیر صاد کر چکے ہیں یہ زبان اُم الالسنہ ہے (اس کی بحث ہماری کتاب میزان التحقیق میں ہے) ڈاکٹر لیبان لکھتے ہیں عربی زبان میں بے انتہا وسعت ہے اس بحث پر برک ہارٹ جس سے زیادہ اس امر کو جانچنے والا دوسرا شخص نہیں ہو سکتا یوں لکھتا ہے کہ عربی بول چال کی زبان میں کثرت سے محاورے ہیں جو شاید کسی اور زبان میں نہیں پائے جاتے (تمدن عرب) عربی کے کل الفاظ کا اندازہ (۷۶۵۹۴۰۰) کیا گیا ہے یہ تعداد کسی زبان کو نصیب نہیں عربی کے اشتقاق صغیر و کبیر اور دیگر قواعد صرفیہ و نحویہ کی کثرت اس کو تمام زبانوں سے ممتاز کرتی ہے اس کے حروف تہجی انفرادی حالت میں بھی قواعد و ضوابط کے اندر ہیں۔ زبان کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس کے اندر اس قدر وسعت ہو کہ دیگر زبانوں کے مفہوم کو کما حقہ ادا کردے یہ خوبی عربی کے سوا کسی دوسری زبان میں نہیں لاطینی اور سنسکرت میں اگر عربی الفاظ لکھے جائیں تو اس کے صحیح معنی سمجھنا دشوار ہیں (الیم معنی دردناک) (علیم معنے دانا) ایک ہی طرح لکھے جاتے ہیں اسی طرح علم اور الم) (عام اور آم) (علی اور الا) (ظلیل اور ذلیل) عربی کے حروف (ث ج خ د ص ض ط ظ ع غ ق) کا لاطینی میں کوئی بدل اور قایم مقام نہیں، لاطینی کے حروف دو قسم کے ہیں ایک قلمی دوسرا طباعتی، ان دونوں کی بھی دو دو قسمیں ہیں ایک چھوٹا ایک بڑا، لاطینی میں ایک ایک حرف سے دو دو تین تین آوازوں کا کام لیا جاتا ہے اور ہر آواز کیلئے قرینے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے عربی نے حروف حلقی کیلئے ایسے قواعد مقرر کئے ہیں کہ لفظ مخرج سے منحرف نہیں ہو سکتا، سنسکرت میں بھی حروف حلقی ہیں لیکن ان کے لئے

حلق کے حصے متعین نہیں اس لئے صوت کے ممتاز ہونے کی طاقت کمزور ہے اور اصل مخرج سے حرف کا منحرف ہوجانا یقینی ہے عربی میں جو عبارت ایک صفحہ پر لکھی جائے گی وہ لٹن اور سنسکرت میں دو صفحوں سے زیادہ جگہ لیگی، اُمّ الالسنہ وہ زبان ہے جو کسی زبان سے نہ نکلی ہو اور خدا کی طرف سے کسی برگزیدہ نبی کو عطا ہوئی ہو چونکہ وہ خدائی ایجاد ہوگی اس لئے وہ سب سے زیادہ خوبیوں والی ہوگی اور ابتداء عالم سے ہوگی۔ عربی زبان سے زیادہ خوبیاں اور باقاعدگی اور سہولت کسی زبان میں نہیں حضرت ابوذر غفاری سے روایت ہے کہ دنیا میں جس قدر انبیا مبعوث ہوئے ان کو ایک ایک کتاب دیگئی سب سے پہلے حضرت آدم کو ا ب ت ث ج الخ کے ذریعہ علم وحی دیاگیا یہ اٹھائیس حروف تھے (لطایف الاشارات فی اسرار الحروف المعلومات مصنفہ ابو العباس بونی) یہ حروف عربی کے ہیں اور دنیا کی کسی زبان میں عربی کے سوا اٹھائیس حروف نہیں۔ لٹن اور سنسکرت کیا اُمّ الالسنہ ہونگی یہ تو خود دوسری زبانوں کی خوشہ چین اور فینیقی زبان کی شاخ در شاخ ہیں پھر ان کے قواعد وضوابط بھی عربی کی طرح مکمل نہیں، فینیقی زبان ضرور عربی کی شاخ ہوگی کیونکہ فینیقی قوم کا وطن اوّل ساحل بحرین ہے اور وطن ثانی عمان و نواح یمن ہے پھر یہ کنعان و شام میں آباد ہوئی ساحل بحر الروم پر شہر صور (ٹائر) اور صیدا (سیڈان) انہی کی یادگار ہیں (انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا)۔ فینیقی زبان میں عربی الفاظ کثرت سے ہیں فینیقی سے بہت سی زبانیں نکلی ہیں بعض کا شجرہ لکھا جاتا ہے

فینیقی
- سبائی
  - ہندوستانی
  - ناگری
  - کشمیری
  - ...... آریوں کی آمد سے قبل کی زبان
- ارامی
  - ایرانی
  - اسیریا
  - منگولین
  - ...... یہی بدلتے بدلتے سنسکرت ہوئی
- سلٹیک
  - یونانی
  - ہیبرین
  - لاطینی
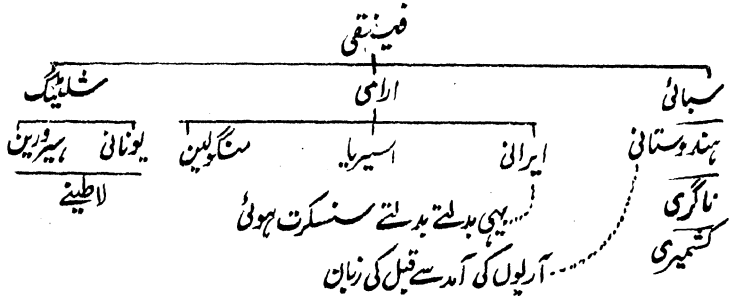
قوم سیلٹ جو یورپ کے مغرب میں آباد تھی اس کی زبان سیلٹک کہلاتی ہے، لاطینی میں پچھتر فیصدی اس زبان کے حروف ہیں اس کے علاوہ لاطینی میں مشیا ٹک زبان کے بھی حروف ہیں

ایک بڑا جز یونانی کا ہے لیفٹننٹ کرنل وینس لکھتے ہیں اطالیہ میں پلاسچی قوم آباد تھی یہ یونان سے آئی تھی پھر اطالیہ پر لیڈیا والے قابض ہوئے ان کے میل جول سے ایک زبان پیدا ہوئی جسکو ہیرورین کہتے ہیں اس سے لاطینی پیدا ہوئی (ریسیرچ چیراسنووی اورجین اینڈ الفینٹی آف دی پرنسپل لنگوجیس) حاملان اسلام رسول کریم اور آپ کے اصحاب ان حضرات کی شخصیتوں پر کوئی شبہ نہیں کیا گیا سب کی مفصل سوانح عمریاں موجود ہیں، اُن کا دامن اخلاق تمام دھبوں سے پاک ہے ہر زمانہ اور ہر قوم و ہر مذہب و ہر ملک کے اہل قلم نے رسول کریم کی سوانح عمریاں لکھی ہیں سب نے بالاتفاق آپ کی تعریف کی ہے، شردھے پرکاش دیوجی لکھتے ہیں حضرت محمد منجملہ ان بزرگ اشخاص کے ہیں جنہوں نے قانون قدرت کے مطابق جہالت اور تاریکی کے زمانہ میں پیدا ہو کر دنیا میں صداقت کی روشنی کو پھیلایا (سوانح عمری محمد صاحب) لالہ لاجپت رائے نے دوران تقریر میں کہا میں پیغمبر اسلام کو دنیا کے بڑے مہا پرشوں میں سمجھتا ہوں (معجزات اسلام ص۶۴) ہندو فاضل مسٹر ٹی ایل وسوانی لکھتے ہیں۔ محمد کی زندگی ترحم و عنایات اور اچھائی سے پُر ہے (معجزات اسلام ص۶۴) محمد صرف اپنی ذات اور قوم ہی کیلئے نہیں بلکہ دنیائے ارضی کیلئے ابر رحمت تھا (مسٹر ڈی رائٹ) آپ خندہ رو ملنسار اکثر خاموش رہنے والے بکثرت ذکر خدا کرنیوالے لغویات سے دور بیہودہ پن سے نفور، بہترین رائے رکھنے والے تھے (پروفیسر سیڈیو) دنیا کی موجودہ تہذیب صرف اسلام کی بدولت ہے (ڈاکٹر کے ایس سیتارام ایم اے پی ایچ ڈی معجزات اسلام ص۴۶) غرض متلاشی حق جہاں تک غور کرے گا اسلام کو مذہب حق پائیگا۔ دنیا چند روزہ ہے ہر شخص پر فرض ہے کہ اپنی عاقبت کو درست کرنیکی فکر کرے تاکہ دائمی زندگی تباہ نہو یہ ہرگز مناسب نہیں کہ اگر آبائی مذہب خلاف حق ثابت ہو تو اس کو ترک نہ کیا جائے بلکہ حق کی تلاش کیجائے اور حق منکشف ہونے پر اسکو فوراً قبول کیا جائے ہر مذہب کی حقانیت کو جانچنے کیلئے اس کے اصولوں کو اسکی کتاب کو پرکھنا چاہیئے فروعات میں اُلجھنے والے سیدھا راستہ نہیں پاسکتے کیونکہ اس قسم کی تحقیقات کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوسکتا نہ مذاہب اس طوالت کو برداشت کرسکتے ہیں ہر محقق ہر مصنف پر فرض ہے

کہ جو امر حق اس پر ثابت ہو اس کو دیانت کے ساتھ ظاہر کردے مسلمانوں کو چاہئیے کہ ہر مہذب معترض ہر غیر مہذب سائل کو جواب متانت و ملاطفت سے دیں اور کسی کے ناروا طرز عمل سے مشتعل نہ ہوں اپنی ہمسایہ قوموں کے ساتھ نیکی سے پیش آئیں اگرچہ ان کی طرف سے نازیبا برتاؤ ہو کیونکہ شفقت علی الخلق اسلام کا طرۂ امتیاز ہے بعض لوگوں نے اسلام پر اعتراضات بھی کئے ہیں اس کا سبب تعصب اور غلط فہمی ہے (جو جو الزام یورپ کے متعصب پادریوں اور سرگرم وقایع نگاروں نے اسلام اور داعی اسلام لگائے ہیں۔ آج ان کی تحقیق پر پتہ چل گیا کہ یہ الزام خود ہماری روسیاہی کا باعث ہیں (ہیروز اینڈ ہیرو شپ ص۶۰) گاندھی جی پنڈت دیانند کے متعلق لکھتے ہیں انہوں نے جین دھرم اور اسلام اور مسیحیت اور خود ہندو دھرم کے متعلق بہت سی غلط بیانیاں کی ہیں (ینگ انڈیا) ستہ کیشو پرشاد پروفیسر تاریخ گروکل کانگڑی لکھتے ہیں بیشک دیگر مذاہب کی تردید کرنے میں سوامی جی نے ناانصافی کی ہے اور صحیح ترجمہ اور مفہوم کو بگاڑ دیا ہے (جاگرت ۱۹۲۴ء)

تبلیغ اسلام

اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے مسلمانوں کو حکم ہے کہ امر حق اہل عالم کو پہنچا دیں اور اُن کو اپنے دلائل و براہین حسن عمل حسن اخلاق سے قبول حق پر مجبور کردیں۔ نہایت نرمی و ملاطفت سے تبلیغ کریں درشتی جبر فریب یا ریا کو دخل نہ دیں۔ (اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ یعنی اپنے رب کے راستے کی طرف دانائی اور اچھی نصیحتوں سے بُلا اور اگر وہ مباحثہ کرنا چاہیں تو بائیں شائستہ ان سے مباحثہ کر) مسلمانوں کا ہمیشہ اسی پر عمل رہا ہے انہوں نے اشاعت مذہب میں زور، زر، زمین، زن سے کبھی کام نہیں لیا۔ اسلام کی اشاعت علماء فقراء اور تاجروں کے ذریعہ ہوئی ہے، لوگ بزرگان اسلام اور مسلمانوں کے حسن اخلاق سے متاثر ہوکر اور اسلام کی قرین عقل و فطرت تعلیم پر نظر کرکے داخل اسلام ہوئے۔ سلاطین نے زعم سلطنت کے ساتھ اس میں حصہ نہیں لیا

ڈاکٹر آرنلڈ صاحب نے نہایت تحقیق اور نہایت شرح وبسط سے دنیا کے ہر حصہ کے متعلق اپنی کتاب دی پریچنگ آف اسلام میں ثابت کیا ہے کہ اسلام زور تقریر و ترغیب و بزرگان دین کے حسن اخلاق و مساعی جمیلہ سے شایع ہوا ہے اور دنیا کے تمام مذاہب میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو تنخواہ دار مبلغوں اور متمول تبلیغی مشنوں کے بغیر محض عام لوگوں کے ذریعہ سے پھیلا ہے ہر قسم کے مسلمان تاجر دنیا میں سب سے زیادہ کامیاب مبلغ ثابت ہوئے ہیں، ڈاکٹر جان ڈیون پورٹ لکھتے ہیں ایک سبب ترقی اسلام کا یہ ہے کہ مسلمانوں نے قرآن کو تجارت کے ذریعہ سے اشتہار دیا اسواسطے کہ جو مسلمان ممالک مشرقیہ میں آکر بسے انہوں نے یہ کتاب ان بادشاہوں تک پہونچائی جو بیشتر کوئی خاص مذہب رکھتے تھے (اپالوجی فار محمد اینڈ قرآن)۔ ڈاکٹر لیبان لکھتے ہیں فی الواقع دین اسلام بعوض اس کے کہ بزور شمشیر شایع کیا گیا ہو محض بہ ترغیب اور بزور تقریر شایع کیا گیا خلفاء اسلام نے ملکی اغراض کے مقابل میں ہرگز بزور شمشیر دین کو پھیلانے کی کوشش نہیں کی (تمدن عرب)

جبر اور اسلام

اسلام میں زبردستی کرنے کا حکم نہیں صاف ارشاد ہے فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ یعنی سمجھاؤ تم صرف سمجھانے والے ہو۔ قُلِ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاءَ فَلْيَكْفُرْ یعنی قرآن خدا کی طرف سے ہے جو چاہے ایمان لائے جو چاہے نہ لائے۔ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ، یعنی رسول کے ذمہ صرف پہونچا دینا ہے۔ لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ یعنی دین میں زبردستی نہیں۔ انہیں احکام پر مسلمانوں کا عمل رہا ہے، قرآن مجید کے خلاف عمل کرنیوالا گنہگار اس کے خلاف پر اصرار کرنیوالا فاسق اور انکار کرنیوالا کافر ہے کون ایسا احمق ہوگا جو دین کی خدمت اس طرح کرے کہ بجائے ثواب کے عذاب سر پڑے۔ اور جبر سے کوئی شخص مسلمان بنایا بھی نہیں جا سکتا کیونکہ مسلمان ہونیکے لئے دو شرطیں ہیں اوّل اقرار لسان یعنی زبان سے اقرار کرنا دوسرے تصدیق قلب یعنی دل سے سچا جاننا۔ پہلی شرط تو جبر سے ممکن ہے دوسری ممکن نہیں پھر کیوں کر

مسلمان بنایا جا سکتا ہے۔ ابتدائے زمانہ اسلام میں ایک ایسا گروہ تھا جو مسلمانوں کو دھوکہ دینے کیلئے بظاہر مسلمان ہو گیا تھا، قرآن انکو مومن نہیں کہتا منافق کہتا ہے اور ان کے لئے وہی حکم ہے جو کفار کے لئے ہے (یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ یعنی اے نبی جہاد کر کافروں اور منافقوں پر) منافق پیدا کرنے سے مسلمانوں کو کس فائدے کی امید ہو سکتی تھی اور وہ کیوں اپنے لئے مارآستین پیدا کرتے، حصین نام ایک صحابی تھے ان کے دو بیٹے عیسائی ہو گئے انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ زبردستی مسلمان بنا لوں آپ نے فرمایا دین میں زبردستی نہیں (تفسیر ابن کثیر) تاریخ اسلام میں اس قسم کی بہت سی نظیریں ہیں یہود خیبر کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خط تحریر فرمایا ہے اس میں صاف ارشاد ہے فلا اکراہ علیکم قد تبین الرشد من الغی یعنی تم پر جبر نہیں ہدایت گمراہی سے متمیز ہو چکی ہے۔ حضرت عمر کا ایک غلام اسبق نام عیسائی مذہب تھا حضرت عمر نے اس سے مسلمان ہونے کو کہا اس نے انکار کیا آپنے فرمایا دین میں جبر نہیں (تفسیر کبیر و سیرۃ ابن ہشام) ہندو فاضل مسٹر ٹی ایل وسوانی لکھتے ہیں جو لوگ مذہب اسلام کو متعصب کہتے ہیں ان سے میں نہایت ادب سے التماس کروں گا کہ وہ محمد کے پیغام کو غلط طور پر پیش کرتے ہیں جنہوں نے نہایت زوردار الفاظ میں صریح طور پر فرمایا ہے، لَا اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ (دین میں زبردستی نہیں) ڈاکٹر ایچ ڈی سینٹ ہلیر لکھتے ہیں کہ یہ کہنا کہ اسلام نہ قبول کرنیکی سزا لازمی تلوار تھی مذہب اسلام پر منجملہ ان جھوٹے الزاموں کے ایک الزام ہے جو غیر مذاہب والوں نے ناانصافی سے اس پر کئے ہیں یا وہ مذہب اسلام سے ناواقف ہیں یا دیدہ دانستہ حق پوشی کرتے ہیں (غازیان ہند ص۱۲۴) گاندھی جی لکھتے ہیں میرا عقیدہ مستحکم ہو گیا ہے کہ اسلام نے تلوار کے بل پر کائنات میں رسوخ حاصل نہیں کیا۔ (باطل شکن ص۱۶) اگر اسلام میں جبر ہوتا اور مسلمان نہ ہونے کی سزا قتل ہوتی تو بوڑھے بچے عورتیں بیمار، درویش گنج نشین اس سے کیوں مستثنیٰ کئے جاتے اور جزیہ کیوں مقرر کیا جاتا یہ امور ایسے صاف و صریح ہیں کہ اگر ان پر خفیف غور بھی کیا جائے تو آسانی سے سمجھ میں آجائے کہ اسلام میں جبر نہیں ڈاکٹر رابرٹس لکھتے ہیں

وہ مسلمان ہی تھے جن میں اشاعت مذہب کے جوش کے ساتھ روا داری ملی ہوئی تھی ایکطرف تو وہ اپنے پیغمبر کے دین کو پھیلاتے تھے اور دوسری طرف ان اشخاص کو جو اسے قبول نہیں کرتے تھے اپنے اصل ادیان پر قایم رہنے دیتے تھے۔ تاریخ چارلس نجیم) اڈیٹر ست ایڈیشن لاہور لکھتے ہیں لوگ کہتے ہیں کہ اسلام شمشیر کے زور سے پھیلا مگر ہم اس رائے سے موافقت کا اظہار نہیں کر سکتے (جولائی ۱۹۱۵ء)

دنیا میں اشاعت اسلام

اسلام کی اشاعت ترغیب و تقریر سے ہوئی، عام مسلمانوں کے مساعی نے کام کیا ہے سلاطین کا اس میں دخل نہیں۔ بزرگان اسلام کے حسن اخلاق اور اسلام کی سادہ قرین عقل و فطرت تعلیم نے دلوں کو مسخر کیا، پادری مرقس ڈاڈ لکھتے ہیں مذہب اسلام کی اشاعت میں اس کی انتہا درجہ کی سادگی نے اس کے جلد جلد شایع ہونے میں بہت بڑا حصہ لیا۔ یہ ایسا مذہب ہے جس سے عقل انسانی کو فطری مناسبت ہے (محمد اور مسیح) پروفیسر موسیو مونٹیٹ لکھتے ہیں اسلام کی خصوصیات میں یہ ہے کہ وہ انسان کے عقاید پر چھا جاتا ہے اور اس کے دل و جسم دونوں پر قابو پا جاتا ہے (لیکچر اسلام فرانس کالج پیرس) ہند و فاضل سری رائے نے دوران تقریر میں کہا بارہ صدیوں سے اسلام کے ان سادہ و واضح اور صاف اصولوں کا کہ خدا ایک ہے اور تمام بنی نوع انسان ایک ہیں دن میں پانچ مرتبہ ملک کے طول و عرض میں مساجد کے میناروں سے اعلان کیا جاتا ہے یہ سادہ اور صاف مذہب ہندو مت کے پیچیدہ وہمی اصول کے مقابلہ میں ہندوؤں کو زیادہ پسند آیا کہ آلہیات کے مشکل مسایل کا حل اسی اسلام کے ذریعہ سے بآسانی پیش کیا جا سکتا ہے اور ہندوستان میں اشاعت اسلام کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے خداوند کریم کی توحید اور بنی نوع انسان کی یکسانیت کا مسئلہ جو لاتعداد ہندوؤں میں گھر کر چکا ہے اور جس نے بابا نانک، کبیر جیسے مصلح قوم بزرگوں کے سینے گرمائے اور انہوں نے پندرہویں اور سولہویں صدی میں توحید کی تبلیغ کی پھر ان کے بعد انیسویں صدی میں راجہ رام موہن رائے اور سوامی دیانند

نے ہندؤں میں توحید کی تبلیغ کی۔ اس خیال کا بیج ہندوستان میں اسلام نے ہی بویا تھا۔ بابا نانک سوامی دیانند راجہ رام موہن رائے کی بڑائی کا راز اس حقیقت میں پنہان ہے کہ توحید کا سبق اور ذات پاک کے ناپاک بندھنوں کو توڑنے کی تلقین کی مگر ان عظیم الشان ہستیوں کو ان خیالات کی تبلیغ و اشاعت کرنیکے لئے ان کی اپنی مذہبی کتابوں سے کوئی سند نہیں مل سکتی تھیں۔ ہندو کی طبیعت کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے عقاید اپنی روایات اپنے خیالات پر سختی کے ساتھ پابند رہتا ہے اور اس کی یہ عادت ضد کی حد تک جا پہونچتی ہے اگر اسی اس بات کا احساس بھی دلایا جائے کہ وہ غلط راستہ پر گامزن ہے اور اس کے عقاید اور اس کے روایات اور اس کے خیالات خلاف عقل اور ایک دوسرے کے منافی ہیں تو پھر بھی وہ اپنی راہ سے ہٹ کر صراط مستقیم پر چلنے کا نام نہیں لیتا، گو ہندو مت اس بات کا اعتراف کرے یا نہ کرے کہ اس کی گردن پر اسلام کے احسانات کا ایک بڑا بوجھ ہے مگر تاہم وہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اسے ذات پات کی بے انصافی اور ایک سے زیادہ معبودوں کی پرستش کی حماقت کا پھر اعتراف ہو گیا ہے۔ اس حقیقت سے مجال انکار نہیں کہ پندرہویں صدی سے ہندؤں میں جو مذہبی رُوح پیدا ہوئی ہے وہ اسلام کے اثر و تاثر کا نتیجہ ہے (اخبار صحیفہ حیدرآباد ۳۰ راکتوبر ۱۹۲۳ء بحوالہ اخبار خلافت)

نوٹ

ازقاضی ظہورالحسن

یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ہندو مذہب خود مستقل مذہب نہیں بلکہ وہ بہت سے مذاہب کے عقاید و مراسم کا مجموعہ ہے اور اس میں وقتاً فوقتاً ترمیم و تنسیخ ہوتی رہی ہے اور یہ سلسلہ ابتک بدستور جاری ہے اس کی مفصل بحث ہماری کتاب معجزات اسلام میں ہے، ہندو ہمیشہ سی ہزاروں معبودوں کو جنمیں شجر حجر، حیوانات، حشرات الارض مرد و عورت کی شرمگاہیں سب شامل ہیں پرستش کرتے تھے۔ توحید کے نام سے بھی آشنا نہ تھے اور ذات پات کے بندھن

میں ایسے جکڑے ہوئے تھے کہ نیچ ذات کے آدمی گاؤں میں آباد نہ ہو سکتے تھے سڑک پر نہ چل سکتے تھے جب اسلام کا قدم یہاں آیا اور لوگوں نے توحید و مساوات کو دیکھکر اسلام قبول کرنا شروع کیا تو سب سے پہلے اس کا احساس شنکر اچارج کو ہوا اس نے توحید کا وعظ شروع کیا وہ خالص اسلامی توحید کو نہ پا سکا اور اپنے مذہبی مسائل کے اینچ پیچ سے توحید خالص تک رسائی نہ پائی۔ اس کے بعد نانک، کبیر، رام موہن رائے وغیرہ ہوئے اور وہ اسلامی ترقی کو دیکھکر ہندو مت کے فنا ہو جانے کے خیال سے توحید کے مبلغ بنے اور ذات پات کے قیود کی بھی ہجو کرنے لگے لیکن توحید خالص بغیر اسلام کے کسی کو حاصل نہیں ہو سکتی اس لئے انکو بھی اس میں کامیابی نہیں ہوئی ذات پات کا بندھن جو کسی قدر ڈھیلا پڑا وہ حقیقت میں کسی مصلح کی اصلاح کا نتیجہ نہیں بلکہ اسلامی و انگریزی حکومت کے برکات میں سے ہے۔ پنڈت دیانند نے ہندو مت کو عیسائیت و اسلام و فلسفے کے نرغے میں دیکھکر توحید و تثلیث دونوں کو ملا کر داخل مذہب کیا ان کا مشن بھی بہت کم کامیاب ہوا، اب اسلام و عیسائیت کے ترقی اور علم و عقل کی افزائش نے لوگوں کو ہندو مت سے متنفر کرنا شروع کر دیا اور ذات پات کے بندھن سے عام بیزاری پھیلی، تو اکثر ہندوؤں کی آنکھیں کھلیں اور گاندھی جی نے ایک جماعت کو متفق کر کے ذات پات کے بندھن کو توڑا، بڑے بڑے مہاتماؤں اور ودوانوں اور چوٹی کے برہمنوں نے بھنگی چماروں کے ہاتھ سے کھایا (فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ) مگر یہ بھی ایک ہوا کا جھونکا تھا۔ ادھر آیا، ادھر گیا۔ زبانی چھوت چھات کو کہا جاتا ہے کہ کوئی چیز نہیں، یہ قول نیا ہے اور عمل وہی پرانا ہے، غرض اسلام کی ترقی کو روکنے اور ہندو مت کو قایم رکھنے کیلئے قسم قسم کی تدبیریں کی گئیں اور کیجاتی ہیں مگر وہ کہیں رکنے والی ہے ہر سال مسلمانوں میں ایک کثیر تعداد نومسلموں کی شامل ہو جاتی ہے (اَللّٰهُمَّ زِدْ فَزِدْ)

کشمیر میں اشاعت اسلام

ہندو مسلمان یورپین تمام مورخ بالاتفاق لکھتے ہیں کہ کشمیر میں اسلام کا پہلا قدم حضرت بلبل شاہ کا آنا ہے، جو بعہد راجہ چھمن دیو ۱۲۹۵ء میں معہ بہت سے مریدوں کے آئے لیکن یہ صحیح نہیں یہ غلطی اس لئے واقع ہوئی کہ تمام مورخین نے نقل پر اکتفا کیا، قراین قویہ و تواریخ ممالک غیر پر غور کرنے اور تحقیق کرنے کی تکلیف گوارہ نہیں کی کشمیر میں اسلام خراسان چین و تبت و ہندوستان وغیرہ سے داخل ہوا ہے چین میں اسلام، عہد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں شایع ہو گیا تھا شہر کدنگاور علاقہ ملابار (ہندوستان) کا راجہ سامری حضور کے عہد میں مسلمان ہو چکا تھا ایک صحابی تمیم نامی بھی ہندوستان میں تشریف لائے اور یہیں وفات پائی (یہ تمیم حضرت تمیم الداری نہیں ہیں) چین کا ایک بادشاہ تانگ نام عہد رسول کریم میں مشرف باسلام ہوا اس کی مصنفہ کتاب جی بالائی نام اور اسکی معمرہ مسجد شہر سفانو میں موجود ہے سنہ ۶ ہجری میں چین میں وہاب بن ابی کبشہ صحابی گئے (اس بیان کی تفصیل غازیان ہند میں ہے) غرض چین خراسان ممالک ایران و افغانستان و ہندوستان وغیرہ میں اسلام حضور علیہ السلام کے عہد میں پہونچ گیا تھا۔ اور عہد خلافت راشدہ میں تو خوب شایع ہو گیا تھا شہنشاہ چین کا ایک سفیر سنہ ۶۵۱ء میں حضرت عثمان خلیفہ سوم کے دربار میں حاضر ہوا حضرت نے اس کے ساتھ ایک عرب سفیر کو بھیجا۔ ایک چینی مورخ نے لکھا ہے کہ لوگ مغربی ملکوں سے ہمارے ملک میں آتے ہیں اور کتاب مقدس پیش کرتے ہیں لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں سنہ ۷۴۲ء میں چین کے صوبہ شانس میں مسجد تعمیر ہوئی۔ چین میں اشاعت اسلام کا زور سوئی خاندان کے بادشاہ ماؤنگ کے عہد سے لکھا ہے جو ساتویں صدی عیسوی میں حکمران تھا۔ تبت میں اسلام ایران و چین کے صوبہ یانان سے آیا (پریچنگ آف اسلام ڈاکٹر آرنلڈ صاحب ص ۲۶۹) سرن شان گمبو (جو اہل تبت کے بدھ مذہب کا پیشوا اور سردار تھا) کے بیٹے نے چین پر حملے کئے تو شاہ چین نے خلیفہ منصور عباسی سے مدد کی درخواست کی، خلیفہ نے چار ہزار آدمی بھیجے جنہوں نے آخر چین

ہی میں سکونت اختیار کرلی یہ واقعہ ۷۹۸ھ کا ہے مارکو پولو سیاح نے سترہویں صدی عیسوی میں طوزن (ملک چین) کے حال میں لکھا ہے کہ یہاں ایک نسل ہے جو مسلمانوں اور بودھوں کی اولاد ہے (بدھ لوگ مسلمانوں کو اپنی لڑکیاں بیاہ دیتے ہیں اس کا ثبوت معجزات اسلام میں ہے) ارغون کہلاتے ہیں۔ تبت کے مسلمان ارغون کہلاتے ہیں۔ کتاب بہار عجم (جو ایک ہندو فاضل کی تصنیف ہے) میں ہے۔ ارغون ایک ترکی قوم کا نام ہے۔ مسلمانوں کو عموماً ترک کہتے تھے اور ہندو مصنف اکثر ترک لکھتے تھے۔) اس لئے تبت میں اسلام چین سے آیا۔ یہ تیرہویں صدی عیسوی کا ذکر ہے۔ غیر مذہب والوں سے ایسا ربط وضبط اور اس کا یہ نتیجہ صدیوں کے میل ملاپ کے بعد ہو سکتا ہے ہندوستان میں اسلام ساتویں صدی عیسوی میں آیا۔ اور سولہویں صدی عیسوی میں اکبر کے عہد میں گویا نو صدی کے بعد یہ نتیجہ نکلا کہ ایک نسل ہندو و مسلمانوں سے مخلوط پیدا ہوئی اگر اسی نظیر پر چین کو بھی خیال کیا جائے تو یہ نتیجہ نکلے گا کہ چین میں اسلام ساتویں صدی عیسوی میں داخل ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر آرنلڈ صاحب نے اپنی کتاب دی پریچنگ آف اسلام میں لکھا ہے کہ کشمیر کے اکثر باشندے اہل تبت کی نسل سے ہیں جب چین و خراسان میں اسلام ساتویں صدی عیسوی میں آیا وہاں سے تبت اور تبت سے کشمیر زیادہ سے زیادہ دو صدی فرض کیجائیں تو کشمیر میں اسلام کا داخلہ نویں صدی عیسوی میں ہونا قرار پاتا ہے ہمارے اس حساب کی تائید ایک ہندو مورخ کے بیان سے بھی ہوتی ہے۔ کلہن پنڈت نے راج ترنگنی میں لکھا ہے (صبح کے وقت (جب راجہ کلش دیو نے اپنے باپ اننت دیو کی مکان کو جلا دیا) اننت دیو کی رانی کو ایک جواہرات کا بنا ہوا لنگ ملا جو آگ سے بچ رہا تھا اس کو رانی نے ستر لاکھ دینار کو تاک خاندان کے ایک مسلمان سوداگر کے ہاتھ فروخت کیا (ص ۲۳۶) کلش دیو گیارہویں صدی عیسوی میں حکمران تھا اسی صفحہ کے حاشیہ پر لکھا ہے کلش دیو کے عہد میں ورج برور (ایک موضع سرینگر سے تیس میل) میں ایک مسلمان خاندان آباد تھا یہ تاک کے نام سے مشہور تھا یہ لوگ تاجر تھے اور ص ۲۵۷ پر لکھا ہے کہ راجہ ہرش دیو کی فوج میں (یہ کلش دیو کا بیٹا تھا ۱۰۳۰ء میں تخت نشین ہوا) مسلمان افسر تھے (یہ حوالہ اس کتاب میں کئی

جگہ نقل کیا جا چکا ہے۔ ص ۲۶۲ کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ راجہ کلش نے موضع زیون (سرینگر کے قریب) کے متصل ایک شہر آباد کیا تھا۔ یہاں ایک اسلامی قبرستان تھا۔ گویا گیارہویں صدی عیسوی میں کشمیر میں مسلمانوں کو یہ عروج تھا کہ وہ کروڑپتی سوداگر اور فوج کے اعلیٰ افسر تھے، یہ عروج صدیوں کی بود و باش کے بعد ہو سکتا ہے۔ اگر دو صدیاں فرض کیجائیں تو وہی نویں صدی عیسوی سے اسلام کا داخلہ ثابت ہوگا۔ اس پر تمام مورخ متفق ہیں کہ مسلمان تاجروں نے بہت زیادہ اشاعت اسلام کی ہے لیکن کشمیر کے ان مسلمان تاجروں کے متعلق مورخین خاموش ہیں اور ذکر بھی کون کرتا ہے کوئی مسلمان یا انگریز مورخ لکھتا تو لکھتا کلہن جیسے متعصب پنڈت سے یہ امید نہیں ہو سکتی تھی۔ بہرحال یہ ماننا پڑتا ہے کہ کشمیر میں اسلام کا قدم نویں صدی عیسوی میں آ گیا تھا کچھ خفیف اشاعت بھی ضرور ہوئی ہوگی۔ ہاں اسلام کی پرزور اشاعت حضرت بلبل شاہ کے آنے پر ۱۲۹۵ء سے شروع ہوئی ہے حضرت معہ بارہ سو مریدوں کے تشریف لائے۔ ان بزرگوں کے اخلاق و عادات، کشف و کرامات کو دیکھکر لوگ مسلمان ہونے لگے ۱۳۲۵ء میں کشمیر کا راجہ رنیچو عرف رینچن شاہ مسلمان ہوا۔ صدرالدین نام رکھا گیا، اس کے مسلمان ہونے کی کیفیت مؤلف گلدستہ کشمیر نے اس طرح لکھی ہے رینچن شاہ چونکہ تبت سے صغر سنی میں یہاں آیا تھا اپنے آئین اور مذہبی رسوم سے بالکل ناواقف تھا اس لئے اس نے بہت سے داناؤں اور عاقلوں خصوصاً شرپور سوامی سے عرض کر کے رہنمائی طریقہ ہنود کی چاہی مگر انہوں نے اس کی درخواست منظور نہ کی (اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندو مذہب کو متقدمین ہنود تبلیغی مذہب نہ سمجھتے تھے) اور پاؤں میں تیشہ مارا جس سبب سے اس نے تنگ آ کر دل میں عہد کیا کہ کل صبح کو اول مرتبہ میں جسکو دیکھوں گا اسی کا مذہب قبول کروں گا خواہ وہ کسی ملت و طریق کا ہو وہ ہدایت کرے یا نہ کرے۔ نظر بریں وقت سحر اپنے دریچہ سے کیا دیکھتا ہے کہ ایک فقیر ژولیدہ مو لب آن روئے دریائے بہت بہ آئین اسلام نماز پڑھ رہا ہے بے تامل اس کو طلب کر کے پوچھا تو کون ہے اور کیا کر رہا ہے۔

اس نے جواب دیا میرا نام بلبل شاہ طریق و معمول میرا اسلام ہے اس بات کو سنکر بمقتضائے مشیت اس نے فقیر کے اعمال کو پسند کیا اور مسلمان ہو گیا۔ (گلدستہ کشمیر ص۱۰۱) یہ بیان افسانہ آمیز ہے رنچو ضرور قبل از بلوغ کشمیر میں آیا مگر وہ ایسا نادان بچہ نہ تھا جو اپنی قوم و مذہب سے ناواقف ہو وہ ایسا عقلمند اور دانشمند اور معاملات خاندانی سے واقف تھا کہ جب اس کا باپ لقمہ نل امیر تبت ولداخ دشمنوں کے ہاتھ سے قتل ہو گیا تو وہ جان بچا کر کشمیر کیطرف بھاگا اور رامچند وزیر راجہ سیہ دیو والی کشمیر کے پاس آیا کیونکہ اس کو معلوم تھا کہ رامچندر کا دادا مولچند مدتوں تبت پر حکمراں رہا ہے اور اس کے خاندان سے اور مولچند سے اچھے تعلقات رہے ہیں جو لڑکا ایسا فہیم و واقف ہو اس کو آئین و رسوم مذہب سے ناواقف نہیں سمجھا جا سکتا یہ بھی غلط ہے اور کسی تاریخ میں مذکور نہیں کہ رنچو نے کسی ہندو فاضل سے رہنمائی کی درخواست کی، صاحب تاریخ اعظمی نے لکھا ہے کہ اسکو ہندو مذہب کے کسی فرقہ پر اعتماد نہ تھا، ڈاکٹر آرنلڈ صاحب نے اپنی کتاب دی پریچنگ آوف اسلام میں لکھا ہے کہ رنچو کو اپنے قدیم مذہب کی طرف سے اطمینان نہ تھا اور کسی نئے مذہب کی تلاش میں رہتا تھا (ص۲۱) کشمیر میں بودھ مذہب کے لوگ موجود تھے رنچو اسی مذہب کا پیرو تھا اگر تبت سے چلتے وقت وہ کسی قدر تعلیم مذہب سے ناواقف بھی ہو گا تو کشمیر میں آکر وہ جوان ہوا۔ رامچندر کی صحبت میں رہا اور بودھوں سے بھی ملا ہو گا غرض جب وہ بادشاہ بنا نہ بودھ مذہب سے ناواقف تھا نہ ہندو مذہب سے یہ بھی غلط ہے کہ وہ اسلام سے ناواقف تھا اور اس نے بلبل شاہ سے دریافت کیا کہ تو کون ہے کس مذہب کا آدمی ہے جب وہ تبت سے نکلا ہے تو صاحب ہوش تھا تبت میں اس زمانے میں مسلمان موجود تھے بلکہ اس کثرت سے تھے کہ رنچو کے نکلنے سے بیس پچیس برس (رنچو ۷۲۰ھ کے قریب کشمیر آیا) پہلے گویا رنچو کی ولادت سے بھی پہلے بابا بلبل شاہ معہ بارہ سو مریدوں کے وہیں سے کشمیر آئے۔ جب اس کے وطن میں مسلمان تھے تو وہ کیوں اسلام سے ناواقف رہتا اگر یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ اس کی ولادت و پرورش کسی ویرانہ میں ہوئی تھی اور اس نے کسی مسلمان کو نہ دیکھا تھا تو کشمیر آکر تو وہ برسوں سے

شاہمیر کے ساتھ رہتا تھا۔ پھر کیونکر مسلمانوں اور اسلام سے ناواقف رہا۔ اس نے پہلے شاہمیر اور ہندو مذہب کے عالموں سے مناظرہ کرایا اور پھر خوب جانچ پرکھ کر اسلام قبول کیا (رہنمائے کشمیر) الغرض راجہ رنچو ۱۳۲۵ء میں مسلمان ہوا اس کے ساتھ سابق راجہ رامچندر کا لڑکا راون چند بھی مسلمان ہوا پھر جوق جوق لوگ مسلمان ہونے لگے (سرداران سلطنت و عامہ خلایق فوج فوج و جوق جوق بر دست حق پرست آن قدوہ کرام (بلبل شاہ) تشریف کرامت یا فتند، واقعات کشمیر) جو لوگ بزور شمشیر اسلام پھیلانے کا بے سُرا راگ گاتے ہیں بتائیں کہ رنچو اور راون چند کے گلے پر کس نے مسلمان بنانیکے لئے چُھری پھیری۔ صدرالدین، شمس الدین جمشید علاؤالدین شہاب الدین آیا تخ بادشاہ مسلمان یکے بعد دیگرے ہوئے کوئی تاریخ کوئی تحریر نہیں بتاتی کہ ان تاجداروں نے ایک بھی مسلمان بنایا ہو۔ شہاب الدین کے عہد میں جب حضرت سید حسین سمنانی تشریف لائے ہیں تو سیکڑوں مسلمان ہونے لگتے ہیں پھر قطب الدین سلطان ہوا۔ اس نے بھی کوئی مسلمان نہ بنایا جب اس کے عہد میں حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی تشریف لائے تو ہزاروں مسلمان ہو گئے۔ لارنس صاحب لکھتے ہیں کہ اس عرصہ میں (امیر کبیر سید علی ہمدانی کے زمانہ میں سلطان قطب الدین کے عہد حکومت میں) اسقدر ہندو مسلمان ہو گئے تھے کہ تمام کشمیر میں صرف گیارہ خاندان اسلام کی زد سے محفوظ رہ سکے تھے (اقوام کشمیر ص ۱۲۱) گویا کشمیر میں مسلمانوں کی اکثریت سلطان سکندر سے پہلے ہی ہو گئی تھی۔ پھر سلطان سکندر کو جبر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ متعصبین نے اشاعت اسلام کے معاملہ میں سب سے زیادہ سلطان سکندر کا نام لیا ہے سلطان ۷۹۶ھ ہجری میں تخت نشین ہوا۔ سنہ ۸۰۶ ہجری تک گویا اس کے دس برس کے زمانہ حکمرانی تک ایک بھی مسلمان نہیں ہوتا۔ جب سنہ ۸۰۶ھ میں حضرت سید میر محمدؒ تشریف لائے ہیں تو ہزارہا آدمی مسلمان ہو جاتے ہیں۔ سلطان کا وزیر سیہ بٹ بھی مسلمان ہوا اُسنے اپنی بیٹی لچھمہ دیوی کو حضرت کے عقد میں دیدیا۔ اس خوش قسمت خاتون کا اسلامی نام بارعہ تھا۔ اگر سیہ بٹ کسی جبر و طمع سے مسلمان ہوتا تو حضرت کے آنے سے پہلے مسلمان ہو جاتا

اور دوسرے ہندو وزیر بھی یا تو مسلمان ہوتے یا قتل کیے جاتے ان کا بدستور ہندو رہنا ثابت کرتا ہے کہ زور و زر کا دخل نہ تھا اگر کسی شخص کے ساتھ بھی جبر ہوتا تو مورخین اس کا نام و حال لکھتے، جس طرح رام لال برہمن کا حال لکھا ہے کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے بجبر سکھ بنایا (تاریخ پنجاب رائے بہادر کنہیا لال) لیکن سلطان سکندر کے متعلق لاکھوں میں سے کسی ایک کا بھی نام و حال نہیں لکھا، قدیم مورخ کا بیان ہے حضرت سید میر محمد ہمدانی رح فرزند ارجمند حضرت امیر کبیر رضی اللہ عنہما در دوازدہ سال در کشمیر وارد بودند در رفع بدعات و ترویج اسلام فرمودند ملک سیہ بٹ مذکور کہ وزیر و سپہ سالار سلطان بود با جمعے از خواص و عوام بجناب ایشان آمدہ باسلام مشرف شد (واقعات کشمیر)، حضرت میر سید محمدؒ کے دست حق پرست پر ایک دن میں اس قدر مسلمان ہوئے کہ حیرت ہوتی ہے تاریخ اسلام میں بھی اس کی نظیر نہیں۔ مورخ کا بیان ہے کہ ؎

ولد امجد امیر کبیر — داد دین را رواج در کشمیر
سیہ بٹ میر لشکر سلطان — شد ز سید مشرف ایمان
چون شجاعت فزود اسلامش — شد ملک سیف دین دگر نامش
باہمہ خویش و اقربا و پیوند — شد بدین پایۂ ولاش بلند،
شد ز نو مسلمان چنان کثرت — کز تماشاش برد حشر حسرت
ہمدران روز سوختند بنار — مسلمان چند تودۂ زنار

ایک دن میں جو ہندو مسلمان ہوئے ان کے زناروں کا وزن صاحب تکمل تاریخ کشمیر نے تین من آٹھ سیر انگریزی لکھا ہے اس سے مورخ کے مصرع چند تودۂ زنار کی تصدیق ہوتی ہے ایک دوسرا قدیم مورخ لکھتا ہے (مشہور است کہ سہ خروار رشتہ ہائے زنار مردمے کہ مسلمان شدند سوختہ ہر جا بتخانہ بود آنرا برہم زدہ) ایک زنار کا وزن ایک تولہ، تو تین من آٹھ سیر کا وزن (۱۰۲۴۰) تولہ ہوا گویا ایک دن میں گیارہ ہزار کے قریب آدمی مشرف باسلام ہوئے، حضرت میر سید محمد ہمدانی کی یہ کامیابی بے نظیر ہے مؤلف گلدستہ کشمیر نے لکھا ہے۔ اسلام سب سے پہلے بلبل شاہ فقیر نے

۱۳۹۸ء میں جس کا مقبرہ عالی کدل سے ذرا نیچے کو ہے اور بھی شاہ ہمدانی نے دہلی سے آکر یہاں بخوبی مروّج کیا (ص۱۷) کشمیر قوم آریہ کا مقام اوّل ہے ، ناگ پوجا کا رواج بھی یہاں عرصہ تک رہا تھوڑے عرصہ تک بُودہ مذہب کی بنیاد بھی ڈالی گئی - ہندو مذہب کو دوبارہ راجہ ابھی منیو نے زندہ کیا مذہب اسلام بلبل شاہ شاہ ہمدانی و میر محمد نے یہاں پھیلایا - ہندو مذہب کو یہاں روز بروز ضعف ہوتا جاتا ہے گو والی حال اس کے قایم رکھنے میں تہ دل سے ساعی ہیں (ص۷۵ و ۷۶) اس کے عہد (سلطان قطب الدین) میں سیّد علی ہمدانی یہاں آیا اس نے پیروان دین کو آئین اسلام سکھا کر ہر طرح سے اپنے مذہب کو رواج دیا بہت ہنود کو مسلمان کیا (ص۱۰۴) یہاں تو یہ مؤلف خود اقرار کر رہا ہے کہ فقرا نے اسلام پھیلایا اور کسی بادشاہ کا نام نہیں لیتا ، دوسری جگہ لکھتا ہے کہ سلطان سکندر وغیرہ نے بجبر مسلمان بنایا ، سچ ہے ...... حافظہ نباشد - یہ کرشمہ بھی بچشم خود دیکھ رہا ہے کہ باوجود حمایت حکومت ہندو مذہب کو زوال ہو رہا ہے اور اب کوئی تلوار چلانے والا نہیں لیکن کشش حق لوگوں کی گردنیں اسلام کے آگے جھکا رہی ہے -

ان حضرات کے بعد ان کے اہل سلسلہ برابر تبلیغ و اشاعت میں کوشاں رہے شیخ نور الدین کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ لوگ ان سے مناظرہ کر کر کے مسلمان ہوئے - اُن مناظرہ کرنے والونکے نام بھی لکھے ہیں ؎

بُت پرستان خدا پرست شدند ساغر دیں زدند و مست شدند
منکران ہم برائے بحث اکثر می رسیدند ہمچو حلقۂ در ،
در نمکسار گر سمک گردد آں سمک بالیقین نمک گردد
ہست یکزاں ہمہ مناظرہ جو نام مالک بدو مبارک او ،
گرچہ بسیار بحث کرد نہ کم آخر از قول شیخ شد ملزم
توبہ در حال کرد و سالک شد تا بدل رفتہ رفتہ مالک شد
ہم وراہست جند جند ابا شیخ کرد ہنگو تہ ماجرا با شیخ

عاقبت ہر دو خوردہ اند الزام | یافتند آن دو دولت اسلام
شیخ زینگونہ مردم بسیار | دشمن و غیر مشرک و کفار
ہمہ را رہ بحق نمود رساند | در مقامیکہ عقل حیران ماند

شیخ کے خلیفہ بابا زین الدین کے تذکرے میں لکھا ہے ؎

یار او بود بابا زین الدین | شدہ مہ زو چو مہر مبین
بود او اوّل برہمن خوش کام | بیش مرتاض بودہ سادی نام

شیخ کے دوسرے خلیفہ بابا لطیف الدین کے متعلق لکھا ہے ؎

در خلافت بزرگ کارگذار | ہست بابا لطیف دین از چار
خود لدی رینہ نامش اوّل بود | در زمانیکہ بود از اہل ہنود (سلیمان باغ)

اورنگ زیب کے عہد حکومت میں لکھا ہے تبت کلان کا ایک قریہ فتح ہوا اور وہاں کا راجہ مسلمان ہوا۔ اس راجہ کو سیّد شاہ فیروز الدین نے مسلمان کیا اور اورنگ زیب نے اس مسلمان شدہ راجہ کو سعادت یار خان کے نام سے ملقب کیا (گلدستہ کشمیر حصّہ اول صہ ۲۸) کشمیر میں اشاعت اسلام کے متعلق ڈاکٹر آرنلڈ صاحب نے لکھا ہے کشمیر کے تقریباً کل مسلمان ہندوؤں اور باشندگان تبت کی نسل سے ہیں لیکن تاریخی حالات جن سے وجہ معلوم ہو کہ مسلمانوں کی یہ کثرت کس طرح ہوئی نہایت قلیل ہیں جس قدر تاریخی شہادتیں ہم پہونچتی ہیں ان سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ درویشوں اور پیروں نے (جیسے مذہب اسماعیلیہ کے دعاۃ بھی الموت سے آکر شریک ہوئے) جو متواتر کوششیں تبلیغ اسلام کیلئے مدت تک جاری رکھیں وہ اس ترقی کا باعث ہوئیں۔ یہ بات بتانی مشکل ہے کہ کشمیر میں اسلامی تحریک کی ابتدا کس زمانہ میں ہوئی۔ کشمیر کے سب سے پہلے مسلمان بادشاہ کی نسبت کہا گیا ہے کہ اس نے چودہویں صدی عیسوی کے شروع میں کسی درویش بلبل شاہ نامی کی ہدایت اور تلقین سے اسلام قبول کیا اور صرف یہی شاہ صاحب تھے جنہوں نے بادشاہ کو تحقیق حق میں مطمئن کیا، کیونکہ اس بادشاہ کو اپنے قدیم مذہب کی طرف سے اطمینان نہ تھا۔ اور کسی مذہب کے قبول کرنے کی

تلاش میں رہتا تھا۔ ۱۳۸۰ء کے قریب سیّد علی ہمدانی کشمیر میں آئے اور اُن کی وجہ سے اسلام کو بہت ترقی ہوئی یہ بزرگ جب تیمور کے معتوب ہوئے تو اپنے وطن ہمدان کو چھوڑ کر جو فارس میں ہے کشمیر میں چلے آئے، اور سات سو سیّد ان کے ہمراہ تھے جو کشمیر پہونچکر مختلف مقامات میں غزلت گزیں ہوئے اور اپنے اثر سے ہندوؤں کو مسلمان کرتے رہے پندرہویں صدی عیسوی کے ختم ہونے کے قریب ایک بزرگ میر شمس الدین جو شیعہ مذہب تھے ملک عراق سے کشمیر آئے اور اپنے مریدونکی مدد سے انہوں نے کشمیر میں بہت لوگوں کو مسلمان کر لیا۔ عالمگیر کے زمانہ میں کشتوار کے راجپوت نے سیّد شاہ فریدالدین کی کرامات مشاہدہ کرکے اسلام قبول کیا اور راجہ کے مسلمان ہوتے ہی رعایا بھی کثرت سے مسلمان ہوگئی (پریچنگ آف اسلام) بہادر شاہ کے عہد میں سودرشن داس معہ اہل وعیال خواجہ نورالدین کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔ غرض تمام لکھنے والوں اور سب بیان کرنیوالوں نے فقرا کا ذکر کیا ہے کسی بادشاہ کا اشاعت کرنا نہیں لکھا۔ سلطان سکندر کے جبر کا کسی نے سوائے متعصبین کے ذکر نہیں کیا۔ اور ان متعصبین نے سوائے زبانی جمع خرچ کے کوئی ثبوت پیش نہیں کیا سلطان سکندر کے زمانہ میں جبر کیا چلتا۔ ہندوؤں کا یہ زور تھا کہ شیخ سلیمان ہندو سے مسلمان ہوئے تو ان کو وطن میں ٹھیرنا مشکل ہوگیا۔ سمرقند کو بھاگنا پڑا۔ اسی طرح دو دفعہ بھاگے، (شیخ کے حالات لکھے جا چکے ہیں) اگر سلطان کا ہاتھ اشاعت اسلام میں ہوتا تو شیخ کو گھر چھوڑنا نہ پڑتا برادران وطن کو جب کسی کا مسلمان ہونا معلوم ہوتا ہے تو اکثر کہدیتے ہیں کہ جبر سے ہوا چنانچہ اسی سال میں ہندو ریاست پونچھ (تابع کشمیر) میں سو چمار مسلمان ہوئے، ہندو سبھا اور ہندو اخبارات نے آسمان سر پر اُٹھا لیا کہ جبرًا مسلمان بنائے گئے ہیں اس پر ریاست کے ہندو وزیر نے ایک ہندو مجسٹریٹ کو تحقیقات پر مامور کیا۔ مجسٹریٹ مذکور نے ہندو سبھا کے نمائندوں کی موجودگی میں تحقیقات کی اور نومسلموں کے بیانات قلمبند کرکے رپورٹ کی کہ تبدیلی مذہب بخوشی عمل میں آئی ہے کسی دھمکی یا زبردستی کی بنا پر نہیں (ٹائمز آف انڈیا ۲۵ جولائی ۱۹۳۲ء) مسلمان مورخین نے بے کم وکاست حالات لکھے ہیں۔ جو کچھ کسی بادشاہ نے کیا ہے اس کو صاف

صاف لکھا ہے کسی بادشاہ کا اشاعت اسلام میں سعی کرنا نہیں لکھا ہاں مسلمانوں کی اصلاح کرنا لکھا ہے چنانچہ سلطان سکندر کے متعلق بیان کیا ہے (سلطان لوئے دررفع ظلمات بدعت ومنع مزامیر وسایر مناہی وترویج سنن نبوی علیہ الصلوۃ والسلام کوشید) تاریخ اعظمی ، تاریخ کشمیر شجاع حیدری واقعات کشمیر، سلیمان باغ سب کے یہی الفاظ ہیں اگر اشاعت میں سلطان کا ہاتھ ہوتا تو اشاعت کا لفظ بھی آتا بہ نسبت دیگر حصص ہندوستان کے کشمیر میں کثرت اشاعت کا باعث یہ ہے کہ دیگر ممالک میں جو اولیا وفقرا آئے وہ یا تو تنہا یا ایک دو مرید ساتھ اور کشمیر میں جو بزرگ آئے وہ سینکڑوں مرید ساتھ لیکر آئے اور انہوں نے تمام خطہ میں پھیل کر تبلیغ کی ، اس کے علاوہ ہندوستان میں جو بزرگ آئے ان کا سلسلہ تبلیغ اُن کے دم تک رہا یا ان کے بعد ایک دو واسطوں تک ، کشمیر میں بزرگان سلاسل نے مسلسل اپنی جدّ وجہد کو جاری رکھا میں آخر میں اس قدر اور عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر سلطان سکندر نے جبر کیا تو بھی ہندوں کو حق نہیں کہ اس پر طعن وطنز کریں شنکراچارج مذہب کے لئے بودھوں جینیوں سے ہنگامہ آرائی کریں تو سوامی کہلائیں ، راجہ میگواہن والی کشمیر اپنے عقیدے یعنی عدم ذبح حیوانات کے متعلق کشمیر سے لنکا تک تلوار چلاتا جائیگا اور زبردستی اس عقیدے کو تسلیم کرائے تو دھرماتما کہلائے سلطان سکندر نے کیا قصور کیا ہے اگر وہ اپنے عقیدہ کو منوانے کی سعی کرے تو مورد طعن ہو

حفاظت معابد

مخالفین نے ازراہ تعصب مشہور کر رکھا ہے کہ مسلمان خواہ مخواہ غیر مذہب کے معابد کی توہین کرتے ہیں اور ان کو ڈھا دیتے ہیں اس کے متعلق انہدام منادر وغیرہ مضامین میں کسی قدر لکھا جا چکا ہے اسلام نے کسی مذہب اور قوم کے معبد کی توہین کی تعلیم نہیں دی نہ مسلمانوں نے ایسا کیا جو مندر منہدم کئے گئے ہیں ان کے وجوہ لکھدیے گئے ہیں جن سے کوئی صاحب عقل سلیم انکار نہیں کرسکتا باقی کسی خالص معبد کو مسلمانوں نے ہاتھ تک نہیں لگایا - بلکہ اُن کی بقا کے لئے جاگیریں دی ہیں ، مرمتیں کرائی ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذمی رعایا کے معابد کی توہین کرنے کی سخت ممانعت

فرمائی ہے۔ قبل از اسلام اہل مذاہب باہم لڑتے جھگڑتے تھے اور ایک دوسرے کے معابد ڈہاتے تھے، کشمیر کے راجوں نے بہت ایسا کیا ہے خداوند ذوالجلال نے اسلام کو غلبہ دیا تو اس بدنظمی کا استیصال ہوا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے (ولولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد یعنی اگر اللہ بعض ظالموں کو بعض سے دفع نہ کرتا تو درویشوں کی خانقاہیں اور گرجا اور معبد سب برباد ہوجاتے) رسول کریم کے عہدنامہ میں جو آئندہ مذکور ہوگا۔ صاف تحریر ہے کہ ذمیوں کے معابد کی حفاظت میں انکی امداد کیجائے گی چنانچہ سردار محمد بن قاسم نے جب برہمن آباد (اس کے دو نام تھے ایک بھمیرا کا تھل دوسرا دورانی جوگھاٹ) پر قبضہ کیا تو ہندوں کو مندروں کی مرمت کی اجازت دی گئی اور ان کے حقوق بحال رکھے گئے، (البٹ جلد اول و تاریخ سند معصومی) سنہ ۱۹ھ میں جب مسلمانوں نے اسکندریہ فتح کیا تو وہاں حضرت عیسی علیہ السلام کی تصویر تھی۔ اتفاقاً ایک مسلمان سپاہی کے تیر سے اس تصویر کی آنکھ پھوٹ گئی۔ عیسائیوں نے حضرت عمرو بن العاص فاتح وگورنر مصر کے پاس آکر کہا کہ تمہارے سپاہی نے حضرت عیسے کی تصویر کی آنکھ خراب کی ہے ہمکو اس کا بدلہ دو، اپنے نبی کی تصویر دو ہم اسکی آنکھ خراب کریں گے حضرت عمرو نے ان کو اطمینان دلایا کہ ہمارے نبی کی تصویر نہیں ہے، ہاں ہم موجود ہیں تم ہم میں سے جس کی چاہو آنکھ پھوڑدو، عیسائی اس پر راضی ہوگئے۔ حضرت عمرو نے عیسائی کو خنجر دیا اور اپنی آنکھ سامنے کردی، عیسائیوں نے جب یہ انصاف دیکھا تو خنجر پھینکدیا اور کہا کہ ایسے عادل حاکم سے بدلہ لینا قدردانی کے خلاف ہے، قلعہ الہ آباد عالمگیر کے قبضہ میں تھا۔ اس میں مندر ہے قلعہ کے ساتھ ہمیشہ اوس کی مرمت ہوتی تھی (واقعات ہند) ایک مسلمان نے ایک گرجا کو مسجد بنالیا خلیفہ کو خبر ہوئی تو اس کے دُرّے لگائے اور گرجا بحال کیا (پریچنگ آف اسلام) جگت گرو شنکر آچاریہ کے مٹھ میں (۲۹) قلمی تحریرات ہیں جو سلطان حیدر علی اور ٹیپو کی ہیں ان میں سے تین تو اسناد ہیں جو تانبے کی تختیوں پر ہیں باقی (۲۶) خطوط ہیں جو حیدر علی اور ٹیپو نے جگت گرو کو لکھے ہیں ان خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سلاطین کا جگت گرو سے دوستانہ تھا ایک تحریر

۱۷۹۱ء کے واقعہ کے متعلق ہے جب مرہٹوں نے بسر کردگی شیورام بہاؤ سرانگری مٹھ پر حملہ کیا اور مٹھ کی تمام دولت لوٹ لی شارڈ دیوی کی مورتی وغیرہ سب لیگئے بہت سے برہمنوں کو قتل کیا اس واقعہ سے جگت گروبے یار و مددگار ہوکر سرانگری چھوڑ کر قریب کے ایک گاؤں کو کالا میں چلے گئے اور سلطان ٹیپو سے مدد کی درخواست کی سلطان نے فوراً امداد کی اور ان کو لکھا کہ وہ لوگ جنہوں نے آپ جیسی بزرگ ہستی کو تکلیف پہونچائی ہے بہت جلد اپنے کرتوت کا مزا چکھیں گے وہ جرم ہنستے ہنستے ہوئے کرتے ہیں لیکن وہ روتے ہوئے سزا پائیں گے، گروؤں سے مکاری کا نتیجہ بیشک خاندان کی تباہی ہوگا، اس خط کے ساتھ ایک حکمنامہ بنام حاکم آصف نگر بھیجا جاتا ہے جس میں اس کو حکم دیا گیا ہے کہ ہماری طرف سے دیوی شاردا کے چڑھاوے اور دوسری ضروری اشیا کے لئے دو سو رہتی نقد اور دو سو رہتی جنس دیدے آپ ضروری اشیا انام گاؤں سے بھی لے سکتے ہیں اور اس طرح دیوی کے چڑھاوا دینے اور برہمنوں کو بھوجن کرانیکے بعد براہ مہربانی ہمارے اقبال کی ترقی کی اور ہمارے دشمنونکی بربادی کی دعا کیجیے (حمایت اسلام ۱۹۳۴ء) - ترچناپلی میں کئی ہزار سال کا ایک مندر ہے اس کو (۲۳) مواضعات سلاطین اسلام نے جاگیریں دئے تھے ان میں سے سات اورنگ زیب کے عطا کردہ تھے یہ علاوہ سلطان ٹیپو کے زیر حکم رہا ہے مندر کو کوئی نقصان نہیں پہونچایا گیا (پیسہ اخبار اگست ۱۹۳۳ء) اسی کشمیر میں سلطان زین العابدین نے مندر شنکر اچارج وغیرہ کی مرمت کرائی اور مندروں کو جاگیریں دیں سلطنت آصفیہ حیدرآباد دکن میں سیکڑوں مندروں کو جاگیریں اور وظایف مقرر ہیں۔ گاندھی جی لکھتے ہیں مینے قرآن مجید کو بار بار پڑھا اور حضرت محمد کے حالات زندگی کا بھی مطالعہ کیا لیکن میں نے ان میں کہیں یہ بات نہیں دیکھی کہ دوسروں کی مذہبی دل آزاری کیجائے یا مورتیوں کو توڑ دیا جائے۔

(غازیان ہند ص ۱۵۱)

اسلام کے جنگی احکام

خداوند ذوالجلال علیم وخبیر ہے اس کو معلوم تھا کہ میرے بندے بغیر جنگ و جدل کے نہیں رہینگے اور درحقیقت جب سے دنیا ہے جبھی سے جنگ و جدل ہے کون سا ملک ہے کون سی قوم ہے جس نے تلوار نہیں چلائی کون سا مذہب ہے جس میں جنگی ہدایات نہیں لیکن سب نہایت سخت، ربّ کریم نے اپنے احکام میں اول تو اس قسم کی حدود مقرر کی ہیں کہ جس سے ان جھگڑوں بکھیڑوں کا سدّباب ہو جائے اور مجبوری کی حالت میں تلوار اُٹھانے کی اجازت دی ہے اس کے لئے نہایت نرم اور رحیمانہ احکام دیے ہیں (۱) جو تم سے لڑیں اُن سے لڑو (۲) جسقدر تمہیں تکلیف دیں اسی قدر تم تکلیف دے سکتے ہو، زیادتی نکرو اور معاف کردو تو بہتر ہے (۳) اذا ملکت فاسجح یعنی جب قابو پاؤ تو معاف کردو، (۴) فساد رفع ہونے تک لڑو (۵) دشمن صلح چاہے تو صلح کرلو (۶) فاذا نزلت بساحتہم فلا تقاتلہم حتی یقاتلوک یعنی جب میدان میں پہونچو جب تک تم پر حملہ نہو تم حملہ مت کرو (ابن سعد) (۷) بیماروں بچّوں بوڑھوں، عورتوں، مذہبی خدمات کرنے والوں کو قتل نکرو (اس حکم سے وہ عورت مستثنی ہے جو قاتل ہو یا حاکم قتل و فساد ہو، لا تقتلوا شیخا فانیا ولا طفلا ولا صغیرا ولا امرأۃ یعنی بوڑھے بچّے عورتیں نہ قتل کیجائیں (ابوداؤد) - (۸) پھلدار درخت اور کھیت نہ کاٹو حضرت ابوعبیدہ سپہ سالار لشکر اسلام نے دیکھا کہ ایک مسلمان سپاہی درخت انار کی لکڑیاں جلانے کو لا رہا ہے آپ نے فرمایا کہ اگر آیندہ میں نے سُنا کہ کسی نے پھلدار درخت کاٹا ہے تو سزا دونگا (۹) آگ نہ لگائی جائے (اس حکم سے وہ موقع مستثنی ہے جہیں دشمن چھپ کر کمیں کر سکے (۱۰) معابد نہ منہدم کئے جائیں (۱۱) جو وعدہ کیا جائے اس کو پورا کیا جائے (۱۲) پانی نہ بند کیا جائے جنگ بدر میں کفار نے مسلمانوں کا پانی بند کیا اسی جنگ میں جب حضور علیہ السلام نے غلبہ پایا تو حکم دیا کہ کسی کو پانی لینے سے نہ روکا جائے (۱۳) اگر کوئی امن طلب کرے تو امن دو (۱۴) حیوانات کو نہ مارا جائے۔

اسلامی لشکر کے متعلق ڈاکٹر آرنلڈ صاحب لکھتے ہیں یہ لشکر اُن انصاف و اعتدال کے اُصولوں کا

پابند تھا جن کو حضرت ابوبکر نے اوّل معرکہ شام میں پابندی کیلئے اس طرح ہدایت فرمائی تھی کہ انصاف کرنا جو وعدہ کرو اس کو نہ توڑنا، بچوں، بوڑھوں، عورتوں کو قتل نکرنا، جن درختوں پر پھل لگے ہوں اُن کو نہ کاٹنا، ریوڑوں، گلوں، اونٹوں کو کھانیکی ضرورت کے سوا نہ مارنا (پریچنگ آف اسلام) جنگ شروع ہونے سے پہلے حکم ہے کہ یہ دو امر دشمن پر پیش کرو۔ ممکن ہے کہ اس میں سے کسی کو وہ قبول کرے اور خونریزی کی نوبت نہ پہونچے اور آیندہ کو فتن کا سدّباب ہوجائے اوّل عرض اسلام یعنی ان سے کہو کہ تم مسلمان ہو جاؤ دوسرے جزیہ یعنی ہمارے باجگذار بنجاؤ۔ یہ دونوں صورتیں رفع فساد و مخاصمت کی ہیں۔ مسٹر روین سن لکھتے ہیں اہل اسلام کی مظفر و منصور فوجوں نے خواہ ملک شام فتح کیا یا شمالی افریقہ پر علم تسخیر بلند کیا یا بحیرہ احمر کو عبور کرکے بحیرہ اسود میں پاؤں جمائے، الغرض وہ جہاں کہیں بھی پہونچے، قرآن کی تعلیم اُن کے ساتھ گئی جس کی وجہ سے انہوں نے کسی جگہ جور و ظلم کا ارتکاب نہیں کیا۔ کسی قوم کو انہوں نے اس بنا پر تہ تیغ نہیں کیا کہ وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کرتی تھی، (باطل شکن ص۱۵)

جہاد

مخالفین نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ مسلمان غیر مذہب والوں کو خواہ مخواہ قتل کرتے ہیں یہ محض افترا اور بہتان ہے، اسلام کا نام ہی بتاتا ہے کہ وہ امن و سلامتی کا مذہب ہے۔ ریوانیڈ ریس ڈی ٹی ی لکھتے ہیں، قرآن کا مذہب امن و سلامتی کا مذہب ہے۔ پروفیسر النیوری پرشاد لکھتے ہیں، محمّد صاحب امن و سلامتی کے خواہاں تھے (معجزات اسلام ص۸۳) اسلام نے جنگ و جدل کو ایجاد نہیں کیا یہ ہمیشہ سے ہر ملک و ملّت میں رہی ہے چونکہ یہ رُکنے والی چیز نہیں ہے اور بغیر اس کے چارہ بھی نہ تھا اور اقوام عالم میں جو طریقہ رائج تھا وہ نہایت بیرحمانہ تھا، اسلام نے مناسب و موزوں اصلاح کیساتھ بدرجہ مجبوری اس کی اجازت دی ہے اور حاملان اسلام نے مجبور ہی ہو کر تلوار اُٹھائی ہے گویا اسلام نے تلوار کا صحیح استعمال بتایا ہے یہ بھی غلط ہے کہ جہاد کے معنی جنگ و جدل کے ہیں یہ لفظ جہد سے مشتق ہے اس کے معنی کوشش کرنا ہے (جَاهِدُوا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ) یعنی اپنے مال اور

اپنے نفس سے جہاد کرو۔ (اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَابِرٍ یعنی ظالم بادشاہ کے سامنے سچی بات کہنا جہاد ہے) (طلب الحلال جہاد یعنی روزی کا تلاش کرنا جہاد ہے)۔

جنگ پر جہاد کا لفظ مجازاً بولا جاتا ہے، جہاد کی چار قسمیں ہیں۔ دل سے جہاد کرنا، زبان سے جہاد کرنا، تبلیغ و تقریر سے جہاد کرنا، تلوار سے جہاد کرنا (زاد المعاد) غرض یہ کہنا کہ جہاد سے مطلب لڑنا مرنا ہی ہے غلط ہے اور یہ بھی غلط ہے کہ خواہ مخواہ غیر مذہب والوں سے لڑنا اُن کو قتل کرنا جہاد و ثواب ہے، اسلام نے جنگ کیلئے شرایط مقرر کئے ہیں (۱) لڑنے والوں سے لڑنا (۲) امر حق قایم کرنیکے لئے لڑنا، (۳) اپنا حق حاصل کرنیکے لئے لڑنا، (۴) مظلوم کی حمایت کیلئے لڑنا (۵) اپنے جان و مال، آبرو عیال مذہب کی حمایت کیلئے لڑنا (۶) انتقام کیلئے لڑنا (۷) امن قایم کرنیکے لئے لڑنا (۸) ظالمانہ وحشیانہ مراسم و جرایم کے استیصال کیلئے لڑنا۔ اِن ضرورتوں سے لڑنا جہاد و ثواب ہے اس کے علاوہ جنگ کرنا ظلم و فساد ہے قرآن مجید میں صاف حکم ہے کہ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ یعنی زمین میں فساد مت کرو۔ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ (یعنی اللہ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا) جہاد کا پہلا حکم جو قرآن مجید میں ہے اس سے خود جنگ کی وجہ معلوم ہوتی ہے أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا (یعنی اجازت دیجاتی ہے لڑائی کی لڑنے والوں سے کیونکہ ظلم کیا جا رہا ہے) مَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا (یعنی کیوں نہیں لڑتے اللہ کی راہ میں ضعیف آدمیوں اور بچوں کے چھڑانیکے لئے جو تنگ ہو کر کہتے ہیں یا خدا ہمیں ان ظالموں کے شہر سے نکال) یہ کوئی عقل کا کام نہیں کہ آدمی اپنی آبرو اپنا عیال اپنے حقوق کو پامال ہوتے ہوئے دیکھے حق و انصاف کا خون ہوتے ہوئے دیکھے اور خاموش رہے، اخلاقی طاقت و شجاعت کا اظہار نہ کر سکے، ایسا شخص بزدل اور اخلاقی قوت سے بے بہرہ سمجھا جاتا ہے، آریہ اخبار تیج بھی اس خیال میں ہمارا ہم آہنگ ہے (جس ملک کے باشندوں یا افراد کی یہ حالت ہو کہ وہ ہر قسم کے مظالم کو بے چون و چرا برداشت کئے جائیں ٹھوکر پر ٹھوکر لگتی جائے مگر ماسوائے گریہ و زاری کے اُن کی رگِ حمیت جوش میں نہ آئے اور مظالم کے

سدباب کیلئے کوشش نکریں اُن کو دنیا میں زندہ رہنے کا حق بھی کیا ہے اگر وہ چاہیں بھی تو کتنے دن زندہ رہ سکتے ہیں، آج نہیں تو کل اس قوم کا خاتمہ ہو کر رہے گا، فی الحقیقت ایسے لوگوں کا شمار زندہ مُردوں میں ہوتا ہے اور وہ جس قوم کیساتھ بھی تعلق رکھیں باعث ننگ ہوتے ہیں (مئی ۲۷ء) پنڈت وویکا نند لکھتے ہیں ظالم کو سزا دنیا ہر مذہب میں درست ہے، راون نے جب ستیا جی کو بہکایا اور شری رامچندر جی کے ساتھ دغابازی کی تو قابو حاصل ہو جانے پر رامچندر جی مہاراج نے اس راکشش سے بدلہ لیا تھا (اخبار نور مارچ ۲۷ء) قدرت کے قانون میں ہر شخص اسلحہ کے ذریعہ سے اپنی ذات وملکیت کی حفاظت کا حق رکھتا ہے اور وہ اپنے دشمنوں کو دفع کر سکتا ہے ان سے زیادتی کا بدلہ لے سکتا ہے اپنے انتقام ومعاوضہ کو ایک مناسب حد تک وسیع کر سکتا ہے (گبن)۔

اسلام نے جنگ کی حد بھی بتادی ہے یعنی کب تک لڑنا چاہیئے یہ نہیں کہ جب تک دشمن کی اینٹ سے اینٹ نہ بجادو جب تک اُس کا گھر بار نہ ہو نکدو جب تک اُس کے زن وبچوں کو تہ تیغ نکرو اس وقت تک لڑتے رہو بلکہ صاف حکم ہے (وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ یعنی فساد رفع ہونے تک لڑو) جب ظلم رفع ہو جائے یا تمہارا انتقام پورا ہو جائے یا تمہارا حق ملجائے یا تمہاری حفاظت ہو جائے یا امر حق قایم ہو جائے تلوار میان میں کرلو (اَلصُّلْحُ خَيْرٌ یعنی صلح بہتر ہے) انتقام کیلئے یہ ہدایت ہے کہ اگر معاف کردو تو بہت بہتر ہے اگر بدلہ بھی لو تو اس سے زیادہ نہو جس قدر دوسرا تمہارے ساتھ کر چکا ہے (وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ) یعنی اگر تکلیف دنیا چاہتے ہو تو اتنی ہی تکلیف دے لو جتنی تمکو دی گئی ہے اور اگر صبر کروگے تو یہ اچھا ہے۔ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ (یعنی جس قدر دشمن تم کو تکلیف دے اسی قدر تم تکلیف دیسکتے ہو زیادتی نکرنا، اللہ زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا) غرض اسلام نے نہایت مجبوری تحفظ کیلئے تلوار اُٹھانے کی اجازت دی ہے اور جنگ کے حدود کو شرایط وقیود سے تنگ کر کے صلح واصلاح پر راغب کیا ہے انہیں احکام پر حاملان اسلام کا عملدرآمد رہا ہے۔ پنڈت وویکانند لکھتے ہیں جن دہشت وربابی

لوگوں نے مسلمانوں کے ساتھ جبر و تشدد کیا تھا اور بڑی سخت تکلیف اور اذیت پہونچائی تھی انکو جتنی بھی سزا دیجاتی کچھ بیجا نہوتی لیکن ایسے لوگوں کے ساتھ رحم و مہربانی کا برتاؤ کرنا حضرت محمد کی رحمدلی اور سچائی کا بڑا ثبوت ہے، ظالم کو سزا دینا ہر مذہب میں درست ہے (اخبار نور مارچ ۱۹۲۷ء)

اسلامی لڑائیوں کی علمانے دو قسمیں مقرر کی ہیں ایک ہجومی یا اقدامی دوسرے دفاعی، ہجومی یہ کہ مسلمان دشمن پر چڑھ کر گئے دفاعی یہ ہے کہ دشمن کے حملے کا جواب دیا چونکہ اسلامی لڑائیاں رفع بطلان و دفع شر کیلئے تھیں اس لئے یہ ہجوم بھی ایک قسم کا دفاع ہے غالباً اسی وجہ سے ڈاکٹر آرنلڈ صاحب نے لکھا ہے کہ آنحضرت کی جس قدر لڑائیاں تھیں وہ اقدامی نہ تھیں دفاعی تھیں (پریچنگ آف اسلام)

جزیہ

ایک یہ بھی الزام لگایا جاتا ہے کہ مسلمان غیر مذہب والوں پر بیجا دباؤ ڈالنے کیلئے جزیہ کا محصول لگاتے ہیں تاکہ وہ مجبور ہو کر مسلمان ہو جائیں اس اعتراض کو جس طرح بیان کیا جاتا ہے وہ غلط ہے جزیہ مسلمانوں کی ایجاد نہیں یہ محصول دنیا میں اسلام سے پہلے رائج تھا۔ ہندوؤں کے متعلق گذشتہ باب میں لکھا جا چکا ہے۔ ایران میں اس محصول کو نوشیروان عادل نے ایجاد کیا (تاریخ قدیم)۔

اصل لفظ گزیہ ہے جزیہ اس کا معرب ہے فردوسی لکھتا ہے ؎

گزیت نہادند بریک درم ؛ گرایدون کہ دہقان نہ گشتے دژم

وجزا الروس اہل الذمہ جمع جزیۃ وہو معرب گزیۃ وہو الخراج بالفارسیۃ یعنی ذمی رعایا سے جو جزیہ لیا جاتا ہے گزیہ کا معرب ہی یہ فارسی خراج ہے (مفاتیح العلوم) والزم الناس الجزیۃ یعنی لوگوں پر جزیہ مقرر کیا (تاریخ طبری تذکرہ نوشیروان) نوشیروان نے یہود و نصاریٰ پر جزیہ لگایا۔ (تاریخ ایران سر جان میلکم صہ ۱۸۶) جزیہ نقد بھی وصول کیا جاتا تھا، اجناس بھی لیجاتی تھیں محاصل و املاک بھی اس کی ادائیگی کیلئے مخصوص ہوتے تھے، عیسائی فاضل جرجی زیدان لکھتا ہے۔ جزیہ کچھ اسلام کی نئی پیدا کی ہوئی باتوں میں سے نہیں ہے بلکہ یہ تمدن قدیم زمانہ سے رائج چلا آتا ہے۔ ایتھنز کے رہنے والے یونانیوں نے پانچویں صدی قبل مسیح سواحل ایشیا کو چک کے

رہنے والوں پر جزیہ مقرر کیا تھا۔ رومانی لوگوں نے جن قوموں کو زیر کر کے اپنا تابع فرمان بنایا، ان پر انہوں نے مسلمانوں کی اس مقدار جزیہ سے جسکو فاتحین اسلام نے اس زمانہ کے بہت عرصہ بعد مقرر کیا تھا کہیں اور کئی حصہ بڑھکر جزیہ مقرر کر دیا تھا کیونکہ رومانی لوگوں نے جس زمانہ میں گال (فرانس) کا ملک فتح کیا ہے تو انہوں نے وہاں کے ہر باشندے پر جزیہ مقرر کیا تھا جسکی مقدار نو سے پندرہ گنی سالانہ تک کے مابین ہوتی تھی، یا یُوں کہنا چاہیئے کہ مسلمانوں کے مقرر کردہ جزیہ سے سات گنی تھی، فارس کے حکمرانوں نے محکوم لوگوں پر جزیہ ادا کرنا لازم کر دیا تھا مسلمانوں نے اس آمدنی کے جمع کرنے کی کیفیت میں عدل اختیار کیا۔ عمرو بن العاص کے ساتھ مصر کی صلح قرار پاتے وقت یہ ٹھیرا تھا کہ قبطی لوگ شریف ہوں یا وضیع جوان میں سمجھدار اور بالغ ہو چکے ہیں وہ سب فی نفر دو دینار ادا کریں گے شیخ فانی (بوڑھا) اور نابالغ اور عورتوں پر کچھ بھی نہیں ہوگا۔ جزیہ کا ادا کرنیوالا شخص نہ قتل کیا جائیگا اور نہ جنگ میں بُلایا جائیگا۔ کیونکہ یہ ٹیکس ان سے فوجی خدمت سے معاف ہونیکے معاوضہ میں لیا جاتا ہے (تاریخ تمدن اسلام) ہر حکومت رعایا پر قسم قسم کے محصول لگاتی ہے اُن ٹیکسوں کا کوئی نام بھی رکھا جاتا ہے اسی طرح جزیہ بھی ایک ٹیکس ہے غرض یہ محصول دنیا میں اسلام سے پہلے سے رائج تھا، کبھی عام طور پر لگایا گیا۔ کبھی غیر مذہب والوں پر اور اس کا کوئی ضابطہ مقرر نہ تھا۔ کوئی اس سے مستثنیٰ نہ تھا اس کے ادا کرنے کا کوئی معاوضہ نہ تھا۔ نہایت سختی سے بیش قرار رقمیں وصول کیجاتی تھیں اس لئے اکثر غریبوں پر ظلم ہوتا تھا اسلام نے اس کو مناسب اور قرین انصاف نرم اصلاح کے ساتھ جاری رکھا۔ مسلمانوں پر ایک خاص محصول تھا جو جزیہ سے زیادہ سخت ہے، اور اس کا کوئی معاوضہ بھی مقرر نہیں یعنی زکوٰۃ۔ اس سے سوائے مفلس و نابالغ کے نہ عورت مستثنیٰ ہے نہ اپاہج نہ درویش نہ زکوٰۃ ادا کرنے والا اپنے کسی نقصان کا سلطنت سے معاوضہ پا سکتا ہے نہ جنگی خدمت سے مستثنیٰ ہے، زکوٰۃ کا نصاب (۵۲) تولہ چاندی ہے اور چالیسواں حصّہ یعنی ۲½ فیصدی سالانہ زکوٰۃ دینی پڑتی ہے۔ جزیہ کا نصاب دو سو درہم سے زاید ہے دو سو درہم جس کے پاس ہوں وہ مفلسوں میں شمار ہے اس پر جزیہ نہیں۔ جزیہ ادا کرنیوالا جنگی خدمات سے

مستثنیٰ ہے اگر اس کا کچھ نقصان بوجہ بدانتظامی سلطنت ہو جائے تو اس کو معاوضہ دیا
جائیگا۔ اورنگ زیب کے عہد میں جزیہ کی تعداد ۳ للہ روپیہ سالانہ سے ۱۳ للہ روپیہ سالانہ تک
مقرر تھی۔ اس سے سرکاری ملازم، مذہبی لوگ، اہل پیشہ ور، محتاج مستثنیٰ تھے (تاریخ اورنگ زیب
مصنفہ جادوناتھ سرکار) کیا کوئی متمول بارہ تیرہ روپیہ سالانہ کے دباؤ سے مذہب بدل ڈالیگا
اس تمام صورت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جزیہ غیر مسلموں کے لئے رحمت تھا زحمت
نہ تھا۔ حضرت عمر کے وفات کے بعد جب رومیوں نے اسکندریہ پر حملہ کیا اور شدید جنگ کے
بعد پسپا ہوئے تو اسلامی جنرل حضرت عمرو بن العاص نے بعد فتح جسقدر نقصان ذمیوں
کا ہوا تھا ادا کیا (طبری) حیرہ کے متصل مقامات کو جب حضرت خالد بن ولید نے فتح کیا تو انکو
لکھدیا کہ اگر ہم تمہاری حفاظت کریں تو جزیہ تمپر واجب ہوگا ورنہ نہیں (پریچنگ آف اسلام)
حضرت عمر کے عہد خلافت میں جب عتبہ بن فرقد نے آذربائیجان فتح کیا تو رعایا کو معاہدہ لکھدیا
کہ جس ذمی سے جس سال کوئی جنگی خدمت لیجائے گی اس سال کا جزیہ اس کو معاف کر دیا جائیگا
(فتوح البلدان) راہب اور عورتیں اور بچے جزیہ سے مستثنیٰ تھے (پریچنگ آف اسلام)
جزیہ ایک قسم کا محصول تھا جو ہندوؤں سے وصول ہوتا تھا برہمن لوگ اس سے مستثنیٰ تھے۔
(تاریخ ہند حصہ دوم پروفیسر ایشوری پرشاد) جب لوگ جزیہ دینا قبول کرتے خوشی سے خواہ جبر سے
تو اپنے اختیار سابق کے مستحق سمجھے جاتے تھے۔ اور انہیں اجازت تھی کہ جس طرح چاہیں اپنے مذہبی
احکام عمل میں لائیں جب کوئی بادشاہ جزیہ دینا قبول کرتا تو اس کا ملک اس کو واپس دیدیا جاتا۔
تاریخ ہند الفسٹن) جزیہ سے بوڑھے بچے عورتیں مفلس مستثنیٰ تھے (تاریخ قدیم) اگر جزیہ
تبدیل مذہب کرانیکے لئے ہوتا تو عورتیں بچے مفلس، بوڑھے مستثنیٰ نہ کئے جاتے رہا یہ امر کہ جزیہ
ادا کرنے میں ذلت ہے معلوم نہیں کہ کسی کا ماتحت بنکر اور کون سا محصول ادا کرنے میں عزت
ہے کسی کی رعایا بن جانا اور کسی قسم کا اس کو محصول ادا کرنا غلامی و ذلت ہے۔

غلامی

متعصّبین یہ بھی کہتے ہیں کہ مسلمان خواہ مخواہ غیر مذہب والوں کے بیوی بچّوں کو پکڑ کر لونڈی غلام بنا لیتے ہیں ان کو تکلیفیں دیتے ہیں۔ عورتوں پر تصرف کرتے ہیں اس معاملہ کو بھی جس صورت سے پیش کیا جاتا ہے غلط ہے کوئی نہیں بتا سکتا کہ غلامی کی رسم دنیا میں کب سے ہے، تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ غلامی دنیا میں ہر زمانے میں ہر ملک و قوم میں رائج ہے اور غلام حیوانات سے بدتر سمجھے جاتے تھے۔ اس روشنی کے زمانے میں بھی باوجودیکہ غلامی کے خلاف صدیوں سے جہاد ہو رہا ہے یہ رسم چین برہما نیپال افریقہ بعض بعض حصص یورپ وعرب، شام میں اب تک موجود ہے ہندوستان سے اگرچہ انگریزوں کی بدولت مفقود ہو گئی مگر کسی کسی صورت میں موجود ہے۔ بعض ہندوستانی قوموں میں عورتیں اور لڑکیاں فروخت کرنے کا رواج اب بھی ہے، زمانہ قدیم سے یہ رواج چلا آتا ہے کہ دشمن کے آدمیوں اون کی عورتوں بچّوں کو گرفتار کر کے غلام بناتے اور ان سے ناقابل برداشت کام لیتے اور اُن کو ہر طرح تنگ و ذلیل رکھتے، مسلمان اگر اس پر عملدرآمد نہ کرتے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ دشمن کے آدمی جو مسلمانوں کے ہاتھ میں اسیر ہوتے وہ تو رہا ہو کر پھر خم ٹھونک مقابلہ میں آموجود ہوتے اور مسلمانوں کے جو آدمی دشمنوں کے ہاتھ میں پڑتے وہ غلامی کی زندگی بسر کرتے اسلام نے اس کی ایسے شرائط سے اجازت دی کہ غلامی کا انسداد ہو جائے اور جو بدقسمت اس پر بھی غلام بنا رہے وہ راحت کی زندگی بسر کر سکے یہ حکم ہے کہ غدّار جنگ کرنے والوں اور ان کی عورتوں بچّوں کو گرفتار کرو اور بعد جنگ ان کو یا تو استحساناً چھوڑ دو یا زر فدیہ لیکر چھوڑ دو اگر یہ دونوں صورتیں پیدا نہوں تو ان کو غلامی میں رکھو ان سے ان کی استطاعت سے زیادہ کام نہ لو جیسا خود کھاؤ۔ پہنو وہی ان کو کھلاؤ پہناؤ اگر تم سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے اگر تم روزہ نہ رکھو تو اس کے بدلے میں غلام آزاد کرو۔ زر فدیہ یکمشت بھی لیا جا سکتا ہے اور اس کے لئے یہ صورت بھی ہو سکتی ہے کہ غلام سے شرط کیجائے کہ اس قدر روپیہ کما کر دیدے (حتیٰ اِذَا اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا

الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاءً) یعنی جب ان کو گرفتار کرلو پھر یا تو احسان رکھکر چھوڑ دو یا روپیہ لیکر چھوڑ دو، جنگ بدر میں جو لوگ قید ہو کر آئے رسول کریمؐ نے اونمیں سے بعض ہے یہ شرط کر کے چھوڑ دیا کہ آیندہ مسلمانوں کے خلاف تلوار نہ اُٹھائیں گے بعض سے یہ شرط کی کہ ہر قیدی دس دس مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھادے تو آزاد ہے بعض سے زر فدیہ لیکر چھوڑ دیا۔ قبیلہ ہوازن کے چھ ہزار قیدی آنحضرتؐ نے اکدم آزاد کر دئے الغرض استحسان، زر فدیہ، تبادلہ، کفارہ گناہ مکاتبت وغیرہ ان صورتوں میں سے کسی صورت میں جو آزاد نہو سکے تو اس کو آسایش کے ساتھ رکھنے کی اجازت ہے کہ ان کا کوئی چھڑانے والا نہیں ایسا نہو کہ وہ آزاد ہو کر گداگری، چوری، اور فواحش وغیرہ میں مبتلا ہوں ایسی عورتوں پر اسلئے کہ وہ افزایش نسل و طبعی تقاضے سے محروم نہ رہیں فاتحوں کو تصرف کی اجازت دیگئی ایک صحابی نے حضور سے دریافت کیا کہ اپنے غلام کو دن میں کتنی مرتبہ معافی دیا کروں آپ نے فرمایا (اعف عنہ کل یوم سبعین مرۃ) یعنی اس کو ستّر دفعہ معاف کیا کرو۔ حدیث میں ہے کہ جس شخص نے لونڈی کو تعلیم دی اور نیک اخلاق سکھایا پھر اس کو آزاد کر دیا اس کے لئے دوہرا ثواب ہے (وانکحوا الایامٰی منکم والصّٰلحین من عبادکم وامائکم یعنی نیکبخت لونڈی غلاموں کا نکاح کر دو)۔ (والذین یبتغون الکتٰب مما ملکت ایمانکم فکاتبوھم ان علمتم فیھم خیرًا واٰتوھم من مال اللہ، یعنی اگر تمہارے غلام تم سے کہیں کہ ہمیں آزادی کی دستاویز لکھدو اگر ان میں بھلائی کے آثار ہوں تو لکھدو اور آزاد کرتے وقت جو مال تمکو خدا نے دیا ہے اس میں سے کچھ ان کو بھی دیدو) عبیدکم اخوانکم جعلھم اللہ تحت ایدیکم اطعموھم مما تاکلون والبسوھم مما تلبسون ولا تعذبوا عباد اللہ، یعنی تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں جیسا خود کھاؤ پہنو ویسا ہی ان کو کھلاؤ پہناؤ اور اللہ کے بندوں کو تکلیف نہ دو) بلکہ یہاں تک حکم ہے کہ ان کو لونڈی غلام کہکر بھی نہ پکارو تاکہ تحقیر کا خیال دل میں پیدا نہ ہو، (لا یقولن احدکم عبدی وامتی کلکم عباد اللہ وکل نسائکم اماء اللہ یعنی کوئی میرا غلام میری لونڈی

کہکر نہ پکارے تم سب اللہ کے بندے ہو اور تمہاری سب عورتیں اللہ کی بندیاں ہیں) حضور علیہ السلام نے اپنی آخری وصیت میں فرمایا (الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم یعنی نماز کا اور غلاموں کا بہت خیال رکھو) اپنی کتاب ولیران تاریخ ہند میں پروفیسر ایشوری پرشاد نے بھی لکھا ہے کہ رسول کریم نے آخر میں وصیت فرمائی کہ غلاموں کے آرام کا خیال رکھنا مسٹر لین پول لکھتے ہیں کہ اسلام کا ضابطہ غلامی نہایت نرم و شایستہ ہے (کارنامہ مور) مس بیبٹ لکھتی ہیں عرب کا غلام لاڈلا بیٹا ہے (باطل شکن ص۶۵ بحوالہ نیر السبٹ) ڈاکٹر آرنلڈ لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کا غلام خاندان کا جزو سمجھا جاتا ہے اور بہت زیادہ اپنے مالک کا ہم مرتبہ ہوتا ہے (پریچنگ آف اسلام) مسلمانوں کے غلام ہندوؤں عیسائیوں یہودیوں پارسیوں کے غلاموں کے طرح مبتلائے مصائب نہیں رہے بلکہ ہمیشہ آرام سے رہے اور اکثر اس مرتبہ تک ترقی پا گئے کہ شہنشاہ ہوئے، ہندوستان کے شہنشاہوں قطب الدین ایبک اور بلبن وغیرہ کے حالات پڑھو غرض اسلام نے غلامی کو ایجاد و قایم نہیں کیا بلکہ غلامی کا انسداد کیا ہے اور غلاموں کے لئے راحت کا دروازہ کھول دیا ہے خواہ مخواہ کسی غیر مسلم مرد عورت بچے کو پکڑ کر غلام بنا لینا جائز نہیں بلکہ گناہ ہے

غنیمت

مخالف یہ بھی کہتے ہیں کہ مسلمان غیر مذہب والوں کا مال لوٹ لیتے ہیں اس کو جس طرح بیان کیا جاتا ہے سراسر غلط ہے دنیا میں یہ بھی ہمیشہ سے رواج ہے کہ جنگجو دشمن کا مال و اسباب لوٹ لیا جاتا ہے کوئی ملک و قوم ایسی نہیں جس نے یہ برتاؤ نکیا ہو اور ہندوستان میں تو اس کا بہت رواج پایا جاتا ہے جب کہیں فتح پاتے تھے تو مفتوح کے گھر کی اینٹ سے اینٹ بجا کر چھوڑتے تھے اسلام نے نرمی کیا کہ اس کی اجازت دی ہے صرف مقابلہ کرنے والوں باغیوں کا مال لوٹا جاتا ہے فتح مکہ میں رسول کریم نے اعلان فرما دیا تھا کہ جو دروازے بند کرے اس کو امان ہے جو مقابلہ نکرے اس کو امان ہے اور فرمایا کہ جو دوسروں کو گھروں میں تنگ کرے یا لوٹے مارے اس کا جہاد قبول نہیں (ابوداؤد کتاب الجہاد) ایک مہم میں مسلمانوں کو رسد کی کمی کی وجہ سے تکلیف ہوئی ایک بکریوں کا

بکریوں کا ریوڑ نظر آیا۔ اس میں سے دو بکریاں پکڑ کر ذبح کر کے پکانے لگے رسول کریم کو خبر ہوئی۔ آپ نے پکتی ہوئیں ہنڈیاں اُلٹ دیں اور فرمایا لوٹ کا مال مردار گوشت کی برابر ہے (ابوداؤد کتاب الجہاد) اسلام پر اس قسم کے اعتراض وہ لوگ کر سکتے ہیں جن کو تاریخ کا علم نہیں دیا ہے جنہوں نے تعصب کی پٹی آنکھوں پر باندھ رکھی ہے۔

ذمیوں کے احکام

جو غیر مسلم مسلمانوں کی رعایا ہوں ان کو ذمی کہتے ہیں ان کے متعلق رسول کریم کا ارشاد ہے کہ انکی حفاظت کرو ان کے ساتھ انصاف کرو ان کو مذہبی آزادی دو۔ ان کے معابد کی توہین نکرو۔ ذمیوں پر سختی کرنے والوں پر رسول کریم نے لعنت فرمائی ہے کوئی مسلمان ایسا نہیں ہو سکتا جو دیدہ و دانستہ رسول کریم کی لعنت کا مصداق بننے کو تیار ہو اس لئے یہ کہنا کہ فلاں بادشاہ نے ذمی رعایا پر جبر کیا۔ یا ان کے مذہبی مراسم کو روکا (بجز اُن مراسم کے جو مخرب اخلاق یا موجب آزار خلائق تھے)۔ یا ان کے معابد منہدم کئے یا اُن کے مال مصالحہ سے مسجد تعمیر کی غلط ہے۔ اگر کوئی مسلمان سخت گیر حاکم ہوا ہے تو اس کی سختی بغیر امتیاز مذہب ہی ہے یا ذمیوں نے کوئی امر خلاف معاہدہ کیا تو ان پر سختی کی گئی ہے۔ لالہ لاجپت رائے لکھتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کی عملداری میں ہندوستان پر بے اندازہ مذہبی ظلم ہوئے گو یہ درست ہے کہ بعض مسلمان حملہ آوروں نے یا بعض مسلمان حکمرانوں نے ایسا کیا ہو (لالہ صاحب کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ وہ افواہ نقل کر رہے ہیں اُنکو اس کا یقین نہیں نہ کوئی ثبوت ملا ہے) لیکن اس کی تہ میں مذہبی تعصب بہت کم تھا وہ ظلم و ستم زیادہ پولیٹکل و اقتصادی وجوہ پر مبنی تھا نادر شاہ نے جس وقت دہلی میں قتل عام کا حکم دیا تو ہندو مسلمانوں میں کوئی تمیز نہ تھی اورنگ زیب نے اپنے بھائیوں اور اُن کے ہمراہی مسلمانوں کو اسی طرح تہ تیغ کیا جس طرح ہندوؤں کو (تاریخ ہند) محمود غزنوی ہوں یا سلطان سکندر شہاب الدین غوری ہوں یا اورنگ زیبؒ علاؤ الدین خلجی ہوں یا ٹیپو شہید اگر ان کے متعلق یہ کہا جائیگا کہ وہ پکے مسلمان تھے اور ترقی اسلام میں ساعی تھے تو ان کے تمام افعال و حالات کو مذہبی احکام کے ماتحت دیکھا جائیگا۔

اگر وہ امور موافق احکام ہیں تو ضرور ان کا فعل ہے اگر خلاف احکام ہیں تو اتہام ہے جو شخص کسی مذہبی حکم کی تعمیل بخیال فلاح عقبیٰ کریگا وہ اس کو پورے شرائط کے ساتھ ادا کریگا اگر یہ سلاطین جیسا کہ مورخین کا بیان ہے پکے مسلمان اور مذہب کے دلدادہ تھے تو ہرگز انہوں نے جبر و ظلم کا ارتکاب نہیں کیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عہدنامہ عیسائیوں کو لکھدیا تھا اس کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے تاکہ مخالفوں کو معلوم ہوجائے کہ ذمیوں کے متعلق اسلام کے کیا احکام ہیں اور وہ آیندہ متبع شریعت سلاطین پر ایسے لغو اعتراضات کرنے سے اجتناب کریں یہ عہدنامہ اور بہت سے عہدنامے جن کے اسی قسم کے مضامین ہیں جمع کرکے بصورت کتاب مسٹر سہراب جی آف بمبئی نے ۱۸۶۱ء میں طبع کرائے ہیں۔

وھو ھذا

یہ وہ عہدنامہ ہے جو محمد بن عبد اللہ خدا کے بشیر و نذیر وامین نے سب لوگوں کے لئے لکھا ہے تاکہ لوگوں کو رسول کے بعد کوئی عذر معذرت کی دلیل نہ رہے۔ خدا تعالیٰ غالب حاکم ہے میں نے یہ عہدنامہ لکھا ہے۔ نصاریٰ اور ان لوگوں کے لئے جو نصرانی ہوجائیں خواہ اس ملک کے مشرق و مغرب میں ہوں خواہ نزدیک ہوں خواہ دور ہوں عجمی ہوں خواہ عربی معروف ہوں خواہ مجہول جو شخص اس عہدنامہ کے خلاف کریگا وہ وعدہ الٰہی کا توڑنے والا اور لعنت الٰہی کا سزاوار ہوگا۔ خواہ وہ بادشاہ ہو یا عام آدمی اگر کوئی درویش کسی جنگل یا پہاڑ یا غار میں یا معبد میں پناہ گزیں ہوکر ٹھیرے تو میں معہ اپنے اعوان کے اس کی حمایت کروں گا کیونکہ وہ میرے اہل ذمہ میں ہے اور میں اس عہد کرنیوالوں سے خراج لینے میں ایذا دفع کروں گا۔ ان سے استقدر خراج لیا جائیگا جس قدر گوارا ہوسکے وصول خراج میں اُن پر جبر نہیں کیا جائیگا۔ کسی پادری کو اُس کے عہدے سے نہ ہٹایا جائیگا کسی راہب کو رہبانیت سے کسی عابد کو عبادت سے کسی سیاح کو سیاحت سے نہ روکا جائیگا ان کے عبادت خانہ نہ برباد کئے جاویں گے اُن کے گرجوں کا کوئی مال مسجد بنانے میں نہ داخل کیا جائیگا۔ اور راہبوں اور عابدوں پر کوئی جزیہ نہوگا اور میں ان کے عہد کی حفاظت کروں گا۔ خواہ وہ کہیں ہوں مالداروں زمینداروں

تاجروں کی ذات سے ہر سال بارہ روپیہ سے زیادہ خراج نہیں لیا جائیگا۔ اگر وہ مسلمانوں سے مذہبی امور میں مباحثہ کرنا چاہیں تو بطریق احسن مباحثہ کیا جائیگا اور بازوئے رحمت میں ان کی حفاظت کیجائیگی اگر کوئی عیسائی مسلمانوں کے پاس آئے تو اس کو اس کی رضامندی پر رہنے دیا جائیگا اور اس کے دین میں کوئی امر حایل نہوگا۔ اون کے معابد کی مرمت میں اُن کی مدد کیجائیگی۔

مسلمانونکی رواداری

اسلام سے زیادہ کوئی مذہب روادار نہیں، سابقہ مضامین میں اس مسئلہ پر کسی قدر روشنی پڑچکی ہے قرآن مجید کے شروع میں جو آیت ہے جس کے متعلق حکم ہے کہ ہر کام کے ابتدا میں اس کو پڑھو یعنی بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ یہ تعلیم ہے کہ انسان صفت رحم کا پابند رہے اس کے حکم و اثر سے کوئی مستثنیٰ نہیں اور حکم ہے (اِنَّ اللّٰهَ يَاۡمُرُكُمۡ بِالۡعَدۡلِ وَالۡاِحۡسَانِ یعنی اللہ تم کو انصاف اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے) (لَا يَجۡرِمَنَّكُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعۡدِلُوۡا اِعۡدِلُوۡا یعنی کسی قوم کے ساتھ مخالفت کیوجہ سے ناانصافی نکرو)۔ (خُذِ الۡعَفۡوَ وَاۡمُرۡ بِالۡعُرۡفِ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡجٰهِلِيۡنَ یعنی لازم پکڑو معاف کرنے کو اور نیکی کا حکم کرو اور جاہلوں سے بچتے رہو)۔ (وَالۡكٰظِمِيۡنَ الۡغَيۡظَ وَالۡعَافِيۡنَ عَنِ النَّاسِ یعنی غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کردیتے ہیں)۔ (وَاِنۡ اَحَدٌ مِّنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ اسۡتَجَارَكَ فَاَجِرۡهُ یعنی اگر کوئی شرک کافر پناہ مانگے تو اس کو پناہ دے) وہ مسلمان ہی تھے جنمیں اشاعت مذہب کے جوش کے ساتھ رواداری ملی ہوئی تھی (تاریخ چارلس نجم)۔

گاندہی جی لکھتے ہیں اسلام اپنے عروج کے زمانے میں غیر روادار نہ تھا اس نے تمام دنیا سے خراج تحسین حاصل کیا تھا (الامان جولائے ۱۹۳۲ء)۔

مسلمان سلاطین نے مندروں کو جاگیریں دیں ہندوؤں کے مذہبی مدارس کی امداد کی ہندوؤں کو عہدے دیے، مذہبی آزادی دی۔ اسی کتاب کے گذشتہ ابواب و مضامین میں بہت کچھ اس کا ثبوت ہے۔

مسلمانوں کا عہد حکومت

کشمیر کا معاملہ درپیش ہے نہ کہ تمام دنیا کا لیکن کیا کیا جائے مؤلف گلدستہ کشمیر نے ایک سطر میں سب کو لپیٹ لیا اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہو جائیگا کہ کشمیر کو جنت نظیر مسلمانوں نے بنایا، چونکہ اس مؤلف نے سب کا قصہ چھیڑ دیا اس لئے ہم مختصر طور پر یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ ہندوستان اور ہندو قوم کو مسلمانوں کی آمد اور حکومت سے فائدہ پہونچا یا نقصان، پروفیسر ایشوری پرشاد لکھتے ہیں اس نے (اسلامی فتوحات نے) ہماری قومیت کے ذخیرے میں رُوح اور سرگرمی کے اجزا کا اضافہ کیا اور ایک ایسی نئی تہذیب کا رواج دیا جو ہر طرح مستحق ستائش ہے مسلمانوں کے رسوم وعادات نے اونچی ذات کے ہندوؤں کے عادات ورسوم کو بہت کچھ اُبھارا جو لطافت و نزاکت ہماری موجودہ سوسائٹی میں پائی جاتی ہے وہ زیادہ تر انہی کا طفیل ہے انہوں نے خوبصورت عمارتیں تعمیر کرا کر ہندوستان کے فن تعمیر میں انقلاب پیدا کر دیا (تاریخ ہند) ہندو فاضل مسٹر سی، پی رائے لکھتے ہیں، ہم نے مسلمانوں کے آنے سے بہت کچھ فوائد حاصل کئے ہیں (غازیان ہند[۶]) لالہ مکندی لال ڈپٹی پریذیڈنٹ کونسل صوبہ متحدہ لکھتے ہیں اگر مسلمان یہاں نہ آتے، تو سنسکرت قطعاً موقوف ہو چکی تھی (غازیان ہند[۷]) لالہ تلسی رام لکھتے ہیں مسلمانوں نے ہندوستان پر صدیوں حکمرانی کی اکثر اُن کا طرز حکومت عادلانہ تھا، مذہبی آزادی ان کی حکومت میں نہایت استحکام کے ساتھ قایم رہی ان میں رحمدل بھی ہوئے جابر بھی ہوئے لیکن رحم دل کی رحم دلی اور جابر کا جبر کسی خاص فرقہ کیلئے مخصوص نہ تھا بلکہ عام تھا جس سے مسلم اور غیر مسلم سب یکساں متاثر ہوتے تھے، جبراً تبدیل مذہب کرانے کو اُن کے سر تھوپنا سراسر اتہام ہے ہماری موجودہ تہذیب و ترقی بہت کچھ ان کی مرہون منت ہے (واقعات ہند) ہندوؤں کے ہاتھ سے مسلمانوں کے ہاتھ میں عنان حکومت جانے سے ہندوستان کو فائدہ ہوا اور بہت بڑا فائدہ پہونچا جیسے ہندوؤں کی حکومت خرابیوں اور بُرائیوں سے بھری ہوئی تھی ایسی مسلمانوں کی حکومت میں ان کی برابر بُرائیاں نہ تھیں۔ جمہوری سلطنتوں کی مانند مسلمانوں کی خود مختار شخصی حکومت میں کل انسانوں کے ساتھ یکساں برتاؤ کیا جاتا تھا (تاریخ برٹش انڈیا جیمس مل)۔

لالہ کالیداس کپور ایم اے ایل ٹی لکھتے ہیں ۔ رامانند کی نصیحتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے خیالات پر مسلمانوں کے مذہبی خیالات کا بڑا اثر پڑا، ہندؤں میں پردے کا رواج بھی مسلمانوں کی دیکھا دیکھی پڑا، لیکن ان کے اخلاق وعادات پر یہ اچھا اثر پڑا کہ اختلاف ذات کے کچھ اصول ڈھیلے ہوگئے ۔ شمالی ہندوستان میں مسلمانوں سے ہندؤں کا زیادہ تعلق رہا ۔ اس لئے یہاں پردے کا رواج بھی موجود ہے چھوت چھات کا رواج بہت کم ہے، دکن میں مسلمانوں کا اثر بہت کم پڑا اس لئے وہاں پردے کا چلن نہیں لیکن اچھوت کا رواج زوروں پر ہے، ہندؤں کے مذہبی خیالات پر بھی اسلام کا اچھا اثر پڑا، ہندؤں میں کبیر اور نانک ایسے واعظ نکلے جنہوں نے اودیت ایشور (خدائے واحد) کی اُپاسنا (عبادت) کیلئے اور جات پات کے خلاف تقریریں کیں اس زمانہ میں ہندؤں میں بھگتی کے ذریعہ نجات حاصل کرنے کے خیالات کچھ ہوئے ہندؤں کے ان مذہبی خیالات کو بھی اسلام کی مذہبی تعلیمات سے بہت کچھ مدد ملی (ہندوستان کی ابتدائی تاریخ حصہ اوّل) ہندو فلاسفر مسٹر ٹی ایل وسوانی لکھتے ہیں مسلمانوں کی تاریخ اچھے کاموں سے لبریز ہے (غازیان ہند صفحہ ۱۵۶) ڈاکٹر ایس ستیارام ایم اے لکھتے ہیں دنیا کی موجودہ تہذیب صرف اسلام کی بدولت ہے اسلام نے ایشیائی تہذیب کی روشنی کو اونچا کر رکھا، یورپین زیادہ تر تعلیم حاصل کرنے کے لئے سلمان اُستادوں ہی کے پاس گئے سکھ مذہب جس کے بانی بابا نانک اور گرو گوبند سنگھ جی ہیں اور بنگال کا فرقہ ستیارام بابا اسلام ہی کی بدولت ظاہر ہوا ۔ (رسالہ مولوی ربیع الاول ۱۳۵۱ ہجری) مسٹر جے سی چٹرجی لکھتے ہیں جب اسلام ملک پر حکمران ہو کر آیا، تو ملک ایک مرتبہ پھر متحد ہوگیا ۔ رامانند، رامانج، چیتامہ نانک غرض تمام ہندو مقتدی مسلمانوں کے عہد حکومت میں پیدا ہوئے، مسلمانوں کے آنے سے پہلے کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہوا جس نے ہندؤں کو دوبارہ مذہب کی دعوت دی ہو (الامان جولائی ۱۹۳۲ء) ہندو فاضل سر پی سی رائے نے ایک تقریر کے دوران میں کہا کہ ہندؤں کی سماجی برائیاں جو اُن کے مذہبی عقاید کا نتیجہ ہیں مدتوں سے ملک کے اقتصادی اور سیاسی ترقی کیلئے سدّ راہ ثابت ہورہی ہیں اسلام نے اس سلسلہ میں ہندؤں کی بہت بڑی خدمت

کی ہے کہ ان میں اس بات کا احساس پیدا ہوا کہ وہ تنزل کے عمیق گڑھے کی طرف نہایت سرعت کیساتھ چلے جارہے ہیں لیکن یہی ایک واحد طریقہ نہیں جس سے اسلام نے ہندومت میں ایک انقلاب عظیم پیدا کیا ہے یہی ایک فائدہ نہیں جو ہندومت نے اسلام کے اثر و تاثر سے حاصل کیا ہے اسلام نے ہندوستان کو بیرونی ممالک سے منسلک کردیا سمندر کی تجارت کا راستہ جو مدتوں سے مذہبی تعصبات کی وجہ سے بند پڑا تھا از سر نو کھولدیا یہ ایک بھاری سیاسی و اقتصادی فائدہ ہے جو اسلام کی وجہ سے ہندوؤں کو ہوا ہندو ہزاروں سال سے اپنے ملک کی چہار دیواری میں بند پڑے تھے اور انہیں بیرونی دنیا کی خبر تک نہ تھی، یہاں تک کہ اُن کے مذہب میں سمندر کا سفر کرنا گناہ عظیم تصور کیا جاتا تھا۔ ہندوستان کے باشندے ان ترقیوں سے بالکل نابلد تھے جو ممالک غیر میں ہورہی تھیں ممالک خارجہ کے مذاہب سیاسی اور سماجی تحریک سے بیخبر رہنے سے ہندو دماغی اخلاقی اقتصادی اور سیاسی پہلوؤں سے تباہ اور ناکارہ ہوگئے تھے مسلمان اپنے ساتھ اپنا تمدن اپنا کلچر اپنا لٹریچر اپنے رواج، اپنے رسومات اپنے اخلاق حسنہ لائے جو ہر لحاظ سے ترقی کی اونچی سے اونچی منزلیں طے کر چکے تھے مسلمانوں کی آمد کی وجہ سے ہندوستان کے باشندے دوسرے ممالک کے کلچر اور تہذیب و تمدن سے بھی آگاہ ہوئے، ہندوستان کو سائنس کے میدان میں ہندوستانیوں کو ایجادات و اختراعات و اخلاقیات آلہیات اقتصادیات وغیرہ کے متعلق ان کے نظریوں سے آگاہی حاصل ہوئی اور ان سے ایرانیوں کی دیرینہ تہذیب و تمدن کی داستان کا علم ہوا رومیوں کے طریق جنگ اور چینیوں کے طرز عمارت کا جو عرب کے ریگستانوں سے اکناف و اطراف عالم میں پھیلا دُنیا کی نگاہوں میں ہندوستان کی قدر و منزلت ہوگئی، ہندوستان کے ایک بہت بڑے حصّہ میں عموماً اور وندیاچل پہاڑ سے شمالی علاقہ میں خصوصاً امن قایم ہوگیا تھا وہ ہندوستان میں اسلامی سلطنت کی لاتعداد برکتوں سے ایک ہی، اسلام کی آمد سے قبل ہندوستان بے شمار چھوٹی چھوٹی سلطنتوں میں منقسم تھا جن پر راجے حکومت کرتے تھے یہ راجے ہمیشہ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے تھے اس لئے ملک میں قیام امن کیلئے کسی وسیع اور زبردست سلطنت کا قیام ناممکن سا ہوگیا تھا

اور جنگ و جدل کا بازار ہمیشہ گرم رہتا تھا اور امن و امان ایک قصۂ پارینہ ہو کر رہ گئے تھے۔ اسلامی سلطنت نے ہندوستان کو ایک ملک کی صورت دی ملک بھر میں ایک قسم کی سلطنت قائم ہو گئی لوگوں کے اخلاق، طرز معاشرت، عادات و اطوار میں انقلاب عظیم برپا ہو گیا، اور ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک یکجہتی نظر آنے لگی۔ اسلام کی آمد سے ہندوستان کے آرٹ، صنعت و حرفت اور فن تعمیر کو بے انتہا فائدہ حاصل ہوا، اسلامی، چینی اور ہندو فن تعمیر کے ملاپ سے ایک نئی قسم کے فن تعمیر کی بنیاد پڑی ملکی صنعت نے بہت ترقی کی، نہایت اعلیٰ شال کمل اور قالین طیار ہونے لگے، دنیا آج تک اسلامی فن تعمیر کی مثال پیش نہیں کر سکتی اور ہندوستان اس بات پر بجا طور پر فخر کر سکتا ہے کہ اس فن تعمیر کے بہترین نمونے ہندوستان میں موجود ہیں، دنیا کا کوئی ملک کسی زمانہ میں بھی تاج محل کا جواب پیش نہیں کر سکا، فتحپور سیکری میں شہنشاہ اکبر کے محلات و ایوان دنیا بھر کے انجنیروں کیلئے حیرت و استعجاب کا سامان ہیں۔ اسکے علاوہ ہندوستان میں اسلام کی آمد سے ملک کو جو فوائد حاصل ہوئے ان میں توحید کی اشاعت، تاریخی کتابوں کی تصنیف، تمدن تہذیب اور فنون حربیہ میں حیرت انگیز ترقی قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ سیکڑوں اور فوائد گنائے جا سکتے ہیں لیکن سب سے بڑا احسان جو اسلام نے ہندوستان پر کیا ہے وہ یہ ہے کہ اس ملک میں اللہ تعالیٰ کی توحید کے خیال کی بنیاد رکھی اور عوام میں ذات پات کی بندشوں کے خلاف ایک عام جذبہ پیدا کیا، مسلم بادشاہوں نے ایسے عملی اقدامات کئے جن کی وجہ سے ملک میں قومیت کا خیال پیدا ہوا۔ یہ ایک ایسا احسان ہے کہ جس کا بدلہ کبھی ادا نہیں کیا جا سکتا (اخبار صحیفہ حیدرآباد اکتوبر ۱۹۳۳ء بحوالہ اخبار خلافت) مسٹر گسیو ڈیو کونڈی لکھتے ہیں کئی صدیوں تک تمدن کی تاریخ میں عربوں نے مہتم بالشان خدمات انجام دیں وہ نہ صرف ایشیا کے دور و دراز حصوں میں علم کی اشاعت کرتے رہے بلکہ یورپ کو بھی ایسے علوم سکھائے جن سے مغربی اقوام نے بڑا نفع حاصل کیا (ہسٹری سومیری ڈی لا لیویکزیشن) اہل عرب نے علم کی وہ شمع روشن کی جس نے تاریخ کے سیاہ صفحات کو چمکا دیا (پروفیسر سلیمین کنگی کالج لندن، انسائکلوپیڈیا برٹانیکا)

بابو بپن چندر پال لکھتے ہیں اسلام نے اخوت اور برادرانہ روابط پر جس قدر زور دیا جس شدومد سے اس پر عمل پیرا ہوا اس کی مثال دنیا کا کوئی مذہب پیش کرنے سے قاصر ہے یہ مسلمانوں کی انتہائی ہمدردی اور خدا ترسی کا جذبہ ہی تھا جس نے ہندوستان جیسے عظیم الشان ملک کی مذہبی زندگی اور خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔ اور ایک فاتح کی حیثیت سے اس ملک میں داخل ہو کر ہزارہا نفوس کی معاشرت و قلوب کو متاثر کیا، اسلام نے یہاں آکر ہمیں جدید آئین و قوانین سے روشناس کرایا نئے طریقہائے انتظام بنا د حکومت کے جدید اغراض و مقاصد سے واقف بنایا اور مختلف صوبوں میں ایک ایسی جماعت پیدا کر دی جو پیشتر کی نسبت کہیں زیادہ وسیع سیاسی و اقتصادی منافع و مقاصد کی حامل تھی، (حقیقت اسلام لاہور جون ۱۹۳۲ء)

مسلمانوں کے عہد حکومت میں ہندوستان کو دس فواید حاصل ہوئے، (۱) بیرونی دنیا سے تعلقات، ہندوستان کے جدید طاقت کی تنظیم اور سمندر پار غیر ممالک سے تجارت (۲) ہمہ گیر شہنشاہیت کے نتیجہ کے طور پر ہندوستان بھر میں عموماً اور آریہ ورت یعنی بند سیاچل پہاڑ کے شمالی علاقوں میں خصوصاً قیام امن (۳) تمام ہندوستان میں ایک ہی قسم کا طرز حکومت اور ایک ہی حکمران کے اقتدار کے باعث جمہور کے طور و طریق کاروبار تجارت، ظاہری زندگی نیز کچھ ان کے خیالات میں بھی اتحاد (۴) ہندو اور مسلمانوں میں مساوی طور پر اعلیٰ اور اوسط طبیعتوں کے درمیان معاشرتی طور و طریق اور خیال وغیرہ میں ایک ہی اصول کی پیروی (۵) مغل فن تصویر کی تعلیق، جدید قسم کے ہنر جیسے شال کمخواب، ململ اور غالیچہ بننا، پتھر جڑنا، یا دوسری دھاتوں پر سونا چاندی وغیرہ کا کام کرنا (۶) عوام کے استعمال کیلئے ایک کارآمد زبان اردو کی پیدائش (۷) سنسکرت کے استعمال معدوم ہو جانے کی وجہ سے اسلامی حکومت کے امن و اقتدار کے نتیجے کے طور پر ہندی، بنگلہ، مرہٹی وغیرہ نئی نئی زبانوں میں سلسلۂ تصنیف شروع ہوا (۸) ہندو سوسائٹی میں فرقہ موحدین کے وجود اور ویدانتک صوفی کی ترویج (۹) تاریخ کی ترتیب و تدوین (۱۰) فن حرب اور تہذیب و تمدن کے تمام شعبوں میں

علم ترقی صنعت وحرفت میں مسلمانوں کا عطیہ اس وقت بھی ہندوستان سے معدوم نہیں ہوا ہے وہ ہمارا بے بہا سرمایہ بن کر باقی ہے۔ تاریخی لٹریچر کے طور پر ہندوستان کو مسلمانوں کا جو عطیہ ہے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور یہ ایسا عظیم الشان احسان ہے جس کو کچھ وہی لوگ جانتے ہیں جو اس موضوع سے دلچسپی رکھتے ہیں ہندوستان میں دنیاوی واقعات کی تاریخ لکھنے اور ان کے اوقات کے حساب رکھنے کا تو کیا ذکر ان کو اس کا ذوق بھی نہ تھا مسلمانوں کی آمد سے قبل ہندوؤں نے تاریخ نگاری نہیں کی راجاؤں کی تعریف و توصیف میں کچھ نظمیں تو ضرور ہیں لیکن ہم انہیں تاریخ نہیں کہہ سکتے ان میں تاریخوں کا اہتمام نہیں ہے۔ ایسی کتابیں تو بالکل نہیں پائی جاتی جن میں بقید یوم و تاریخ واقعات لکھے ہوں، اہل عرب پورے علمی آدمی تھے اور حقائق اشیا پر ہمیشہ تیز نظر رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اسلام کے ابتدائی عہد ہی سے واقعات کے اوقات، سلاطین کے سن تاریخ اور سوانح زندگی لکھ چھوڑے ہیں انکی اس تاریخ میں یوم اور سن کا پورا لحاظ پایا جاتا ہے۔ ہر ملک میں انہوں نے کثرت سے تاریخی کتابیں لکھی ہیں (ترجمہ مضمون جادوناتھ سرکار از سالانہ نمبر رسالہ عالمگیر ۱۹۳۴ء)۔

غرض دنیا کے ہر خطہ اور ہر ملک کے متعلق ایسے ہی محققین کی سیکڑوں رائیں موجود ہیں اور تمام دنیا کی تاریخیں مسلمانوں کے گرانقدر کارناموں سے پُر ہیں۔ ہندوستان کو اُخوت مساوات، توحید، صنعت وحرفت آئین حکومت، حسن معاشرت حسن اخلاق غرض تمام خوبیاں مسلمانوں کی عطا کردہ ہیں۔ یورپ جن کا مؤلف گلدستہ کشمیر مداح ہے مسلمانوں کی شاگرد ہیں۔ پنڈت جی مسلمانوں سے سب کچھ حاصل کر کے مسلمانوں ہی کے منہ آرہے ہیں ؎

کس نیاموخت علم تیر از من ؛ کہ مرا عاقبت نشانہ نہ کرد

اور مسلمانوں کے احسانات وعطا کردہ نعمتوں کو جھٹلا رہے ہیں لیکن ان کی قوم میں کچھ حق گو بھی ہیں جن کے اقوال ان کی تردید کیلئے کافی سرمایہ ہیں ؎

ولیکن بہ مہ ہر کہ تف افگند ؛ ہمانان ہمان تف بر ویش فتند

فنون لطیفہ

مؤلف گلدستہ کشمیر کا مسلمانوں پر ایک یہ بھی اعتراض ہے کہ انہوں نے فنون لطیفہ موسیقی وغیرہ پر توجہ نہیں کی اور ان کی مخالفت کی، یہ اعتراض ایک حد تک صحیح ہے۔ موسیقی رقص وسرود وغیرہ فنون کی لوگوں کے درستی اخلاق اور عام ترقی کے خیال سے اسلام نے روک تھام کی ہے۔ اسی وجہ سے مسلمان فاضلوں اور موجدوں نے اس طرف کم توجہ کی ہے لیکن اس کم توجہی میں بھی وہ اپنی پیشرو اقوام سے بڑھ گئے ہیں۔ ان فنون کے متعلق اب بھی مسلمانوں کی صدہا کتابیں موجود ہیں، قطار، رباب، نقارہ عربوں کی ایجاد ہیں۔ زیر و بم اور اعدادی موسیقی کے موجد اسپین کے مسلمان ہیں۔ کشمیر کے بادشاہ زین العابدین نے ایک عجیب ساز ایجاد کیا جس کا ذکر سلطان کے بیان میں گذرا۔ کشمیر میں ایک درجن سے زیادہ ایرانی راگنیاں رائج ہوئیں کشمیر میں مسلمانوں نے فن موسیقی میں اس قدر ترقی کی تھی کہ پنڈتوں سے بڑھ گئے تھے (شباب کشمیر ص۲۰۲ بحوالہ مضمون پنڈت شیونرائن شمیم کشمیری ایڈوکیٹ پنجاب) یہ ترقی اس صورت میں ہے جبکہ علماء اور عام مسلمانوں نے ان فنون کو اس لئے پسند نہیں کیا کہ حضور علیہ السلام نے ان کی ممانعت فرمائی ہے۔ حضور کے تمام احکام موافق حکمت ہیں مصلح عالم کو معلوم تھا کہ ان فنون کی ترقی قومی زوال کا باعث ہوتی ہے (ومن الناس من یشتری لہو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم یعنی بعض لوگ ایسے ہیں جو کھیل کود کی باتوں کو لیتے ہیں تاکہ بے جانے بوجھے لوگوں کو گمراہ کریں) راس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے لہو الحدیث سے مراد گانا بجانا منقول ہے (تفسیر ابن کثیر وتفسیر درمنثور)۔ (تکون فی امتی خسف ومسخ اذا ظہرت القینات والمعازف یعنی میری اُمت میں زمین میں دھس جانے اور صورتیں مسخ ہو جانے کا عذاب ہوگا یہ جب ہوگا جب گانے والی عورتیں اور باجے رائج ہوں گے۔ ترمذی شریف) تاریخ بھی شہادت دیتی ہے کہ رقص وسرود اور فنون لطیفہ نے جس قوم میں ترقی کی وہ تنزل کے گڑھے میں گری، دہلی کے

لال قلعہ میں محمد شاہ رنگیلے کے عہد میں جب طبلہ کھڑکنے لگا، نادر شاہ نے گلا آ دبایا، اودھ میں واجد علی شاہ کے عہد میں ان فنون کی ترقی ہوئی تو تخت سلطنت اُلٹ گیا۔ دکن میں تانا شاہ ان میں منہمک ہوا تو تاج شاہی سر سے اُتر گیا، کشمیر میں خاندان پانڈوان کے راجہ ہرنام دیو اور خاندان پردہ گیت کے تاجدار کھیمہ گیت اور سلاطین کشمیر میں سلطان زین العابدین اور خاندان چک میں یوسف شاہ کے عہد میں ان فنوں کی ترقی ہوئی اس ترقی کے ساتھ ہی سلطنت کا زوال شروع ہوگیا۔ غرض ان فنوں میں جن قوموں نے ترقی کی ہے عیاشی کے زمانہ میں کی ہے اور جن ممالک میں ان کا رواج ہوا اُن کی سیاسی حالت پر اس کا مُضر اثر پڑا، مردانہ اخلاق مفقود ہوگئے، عسکریت کی رُوح فنا ہو کر حُسن پرستی اور نرم اخلاق کی تخلیق ہوئی ہندوستان میں جب نادوود یا گندھرب ودّیا یا راگ ودّیا، شام ودّیا (علوم موسیقی و اقسام راگ) نے ترقی کی اور چوتھا وید سام وید راگ اور بھجنوں میں مرتب ہوا تو ملک گیری اور ملک داری کا خاتمہ ہوگیا، ایران میں جب ان کی گرم بازاری ہوئی سلطنت کا بازار سرد پڑ گیا، رومی جب اس طرف رجوع ہوئے تو جنگجوئی کے خوگر نہ رہے اِن کا سیاسی عظمت و جلال مٹ گیا، مدتوں تک اپنا بے نظیر اقتدار ضایع کر کے آسٹریا کے ماتحت رہے تا آنکہ مزنی اور گریبالڈ نے ان میں از سرِ نو قومیت کی رُوح پیدا کی۔ جب بغداد و قرطبہ کے قصُور میں ان کا رنگ جما تو ترقی کافور ہوگئی اکثر مصلحان اقوام ان فنون کے اسی وجہ سے مخالفت کرتے آئے ہیں، لیسعیاہ، عموس، عیسی بن سیراخ بربادی بیت المقدس سے پہلے ان کی مخالفت کرتے تھے جب یہ یہود میں رائج ہوگئے تو بیت المقدس کی بربادی تک نوبت پہنچی، جب ان کی آنکھیں کھلیں اب شدّت سے ان کو حرام سمجھنے لگے اور بانسری بجانیوالے کو زمری (اوباش) کہنے لگے یہ لفظ زمری کی عربی کے لفظ زمارہ سے لیا گیا ہے، زمارہ کے معنی بانسری بجانیوالی فاحشہ عورت ہیں۔

ڈاکٹر سموئیل اپنی کتاب سیرت میں لکھتے ہیں کہ فنون لطیفہ کے کرشمے اور کارسازیاں بلاشبہ مذاق انسانی کو بڑھاتی ہیں مگر ایک واحد اکیلا نیک نمونہ اعمال صالح جو لوگوں کو عملی طور پر

دکھلایا جائے انسانی قلوب اور سیرت پر ایک فاعلہ اور مستقل اثر پیدا کرے گا جو بدرجہا اور بمراتب ان اثرات سے بڑھ چڑھ کر ہوگا جو ایک وسیع احاطہ میں مجسموں اور تصویروں کے دیکھنے سے پیدا ہوگا کیونکہ وہ چیز جو انسان کو عظیم و جلیل بناتی ہے وہ اس کا دل و دماغ ہے نہ کہ محض فنون لطیفہ اگر مصوری اور راگ انسان کو بنا سکتے تو روم کی شجاعت اور قدیم نیک نامی معدوم ہوتی اور فیڈرس اکٹونوس وہ مشہور یونانی مصور اپنی عیاشی کی وجہ سے قید خانہ میں نہ مرتے اور نہ ان کا جلال معدوم ہوتا جنہیں پارٹا والوں نے شکست دیکر لسیّا منسیا کرکے اپنی فتح کی یادگار بڑے پیمانہ پر قایم کی تھی تقدس، صفائیٔ دل و دماغ فنون لطیفہ سے بدرجہا اچھی ہے کیونکہ مصوری اور راگ سے بسا اوقات سیرت کمزور اور اخلاق ذمیم ہو جاتے ہیں اور تزکیہ نفس سے اخلاق حسنہ، سیرت فاضلہ ہمت بلند پیدا ہوتی ہے۔ جوں جوں روم میں فن مصوری ترقی کرتا گیا قوم تنزل کی طرف گرتی گئی پوپ لیودہم کا زمانہ ترقی اور فنون کا زمانہ ہے مگر اس زمانے میں عیاشی اور بدکاری اور شہوت پرستی کا زور تھا ادنی، اعلی، غریب امیر عوام خواص پوپ و پادری سب عیاش اور لہو و لعب میں وقت گذارتے تھے، راگ مصوری اور ناچ تفریح اور سرور کے سرچشمے ہیں فی حد ذاتہ شہوت انگیز نہیں (یہ تجربہ کے خلاف ہے گانے کی آواز کان میں آتی ہے طبیعت گانے والے کی صورت کی طرف رجوع ہوتی ہے اگر گانے والا امرد یا عورت ہے تو نیت کا نیک رہنا محال ہے گیت غزل وغیرہ کے مضامین بھی نیک خیالات کی طرف کم رہبری کرتے ہیں) تاہم بسا اوقات شہوت انگیزی ان کا انجام ہوتا ہے دور حاضر میں حسن عریان کیوجہ سے یقیناً شہوت انگیز ہیں راگ اور پھر مزامیر کے ساتھ لزوماً دلی طاقتوں کو نہیں بڑھاتا اور نہ عام طور پر سیرت عالیہ پیدا کرتا ہے۔

مسلمانوں کی علمی ترقی

جب داعی اسلام نے تبلیغ اسلام شروع کی ہے۔ دنیا کے اکثر حصہ پر جہل کا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ جو کہیں روشنی تھی وہ ٹمٹماتے ہوئے چراغ کی مانند تھی۔ دنیا کی تاریخ ہمارے اس بیان پر کافی گواہ ہے مسلمانوں نے علم کی شمع کو اس طرح روشن کیا جس کی روشنی سے صفحۂ ارض جگمگا اٹھا

س بیان کیلئے ایک ضخیم جلد چاہئے مسلمانوں کی علمی و عملی ترقی کی نظیر ابھی تک تاریخ دنیا میں نہیں ہے جو روشنی اسلام نے پھیلائی اوس کی ایک جھلک . . . . اگر کوئی دیکھنا چاہے تو ڈاکٹر لیبان کی کتاب تمدن عرب میں دیکھے یورپ کی ترقی کا مدار مسلمان علما کی تصانیف پر ہے علم ہندسہ میں جبر و مقابلہ مسلمانوں کی ایجاد ہے، آنکھ بنانے، پتھری توڑنے کے اوزار اول مسلمانوں نے بنائے یورپ کی موجودہ جراحی کا دارومدار شیخ ابوالقاسم کی تصانیف پر ہے اس کو اہل یورپ البقاسیس کہتے ہیں اس نے آلات جراحی ایجاد کئے کولمبس ہندوستان کی تلاش میں چلا اتفاقاً اس کو امریکہ مل گیا۔ یورپ والوں کو اس کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ امریکہ کا نام مغربی ہند رکھا گیا لیکن کولمبس سے ڈیڑھ سو برس پہلے بشرنہ کے آٹھ نوجوان مسلمانوں نے جو سب برادر عمزاد تھے جن کو مغرزین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے امریکہ دریافت کرلیا تھا گیارہویں صدی کے عرب مصنفین امریکہ کو الہنود المغربیہ کے نام سے لکھتے ہیں (کتاب الغز المنافع المجاہدین ونزہتہ المشتاق فی اختر الآفاق)۔

راس امید کا پتہ واسکوڈی گاما کو ایک عرب احمد بن ماجد نے بتایا (برق یمانی) پرتگالی مورخ احمد ابن ماجد کو معلم کنہ کے لقب سے یاد کرتے ہیں، گھڑی کی ایجاد خلیفہ ہارون رشید کے عہد میں ہوئی خلیفہ نے تحفۃً ایک گھڑی شارلمین شاہ فرانس کو بھیجی تھی جسکو دیکھکر اہل یورپ کو گھڑیوں کا علم ہوا کاغذ سازی مسلمانوں کی ایجاد ہے۔ مسلمانوں کے ایجاد کرنے سے پہلے اہل یورپ چمڑے کے تختوں پر لکھا کرتے تھے مسلمانوں کی مختلف علوم و فنون کی جن تصانیف کا اہل یورپ نے سولہویں صدی عیسوی تک صرف لاطینی زبان میں ترجمہ کیا ہے اُون کی تعداد دو سو تک ہے، ابوالحسن علی بن درخل وابن یونس و نصیر الدین طوسی و ابوالوفا و ابوالحسن الفرغانی و جابر فلکی ان کی تصانیف علم الافلاک و آلات رصدیہ سے متعلق تھیں ان کا ترجمہ ہوا۔ یعقوب کندی مشہور فلاسفر کی (جو دو سو کتابوں کا مصنف ہے) کتابوں کا ترجمہ ہوا۔ موسیٰ خوارزمی و الحسن ابن المثیم کی ریاضی تصانیف کا ترجمہ ہوا ابن العوام اندلسی و ابن البیطار کی تصانیف متعلق علم نباتات کا ترجمہ ہوا۔ ابوذاکر و محمد بن محمود جغرافیہ و تاریخ طبعی کی متعلق ان کی تصانیف کا ترجمہ ہوا۔ ابونصر فارابی و ابن رشد و ابن سینا کی

تصانیف طب و ہیئت و فلسفہ کا ترجمہ ہوا جابر بن حبان کی تصانیف فن کیمیا کا ترجمہ ہوا۔
فن جہاز رانی و جہاز سازی کو مسلمانوں نے بہت ترقی دی اور اس میں عجیب ایجادیں کیں،
عہد حکومت اسلام میں چالیس رصد گاہیں قایم تھیں، مسلمانوں نے مختلف قسم کے تیزاب ایجاد
کئے مرکب ادویہ کا طریقہ مسلمانوں کا ایجاد کردہ ہے، توپ مسلمانوں کی ایجاد ہے، دوربین ابوالحسن
نے ایجاد کی، اندلس کے خلیفہ عبدالرحمن نے اتنا بڑا جہاز بنایا کہ اسوقت تک دنیا میں اتنا بڑا جہاز
نہیں بنا، ابوالصلت نے جرثقیل کا ایک آلہ بنایا جس سے غرق شدہ جہاز نکال لیا جائے۔
حکیم ابوالقاسم عباسی اندلسی نے ہوائی جہاز ایجاد کیا اس پر بیٹھکر خود اُڑا۔ کتابت المجموع (شارٹ ہینڈ)
مسلمانوں کی ایجاد ہے طبیب زکریا رازی کے ایک شاگرد نے جالینوس کی سولہ کتابیں ایک مہینہ میں
اسی میں نقل کر لی تھیں۔ غرض بہت سی ایجادیں اور علمی ترقیاں ہیں اُن کا کہاں تک اس
مختصر میں بیان کیا جا سکتا ہے بعض کا تذکرہ تمدن عرب میں ہے۔ ڈاکٹر جیلڈ ڈاٹ نے لکھا ہے ڈاکٹر
سی۔ پی اسکاٹ لکھتے ہیں لیبان اور جیلو ڈاٹ جیسے فاضل علما نے ایسی تحقیق کی ہے کہ جس میں
مجال کلام نہیں رہتی (الجمعیۃ) خط نستعلیق ساتویں صدی ہجری میں ایران میں ایجاد ہوا۔ اور
دسویں صدی ہجری میں ایران سے ہندوستان میں آیا۔ کل کی چکی جو پانی اور ہوا سے چلتی ہے
فتح اللہ شیرازی نے ایجاد کی، گوئے آتشین یعنی ایسی گیند جو رات کو روشن رہے اکبر بادشاہ
کی فرمائش سے ایجاد ہوئی۔ حکیم علی نے اکبر کیلئے ایک حوض بنایا اس کی تہ میں ایک کمرہ تھا جس میں
بارہ آدمی بیٹھتے تھے اور اس میں سب سامان مہیا تھا۔ ایک قطرہ پانی کا اندر نہیں آسکتا تھا،
مآثر الامرا میں لکھا ہے "درکنج حوض سرے بآب فرو بردہ دوسہ زینہ پائین رفتہ بدان خانہ درآمد
بسیار بہ تکلف آراستہ درغایت روشنی جائے دروازہ کس راست فرش خواب و رخت پوشش
مہیا و حاضری طعام موجود، چند جلد کتاب درطاقہا گذاشتہ ہوا می گذاشت، کہ یک قطرہ آب
اندروں آید، بابر بادشاہ نے ہندوستان کے متعلق لکھا ہے کہ یہاں نہ اچھے گھوڑے ہیں نہ انگور
نہ خربزہ نہ حمام نہ مدرسہ نہ شمع نہ شمعدان نہ مشعل ایک لکڑی کا ڈیوٹ ہوتا ہے اس پر مٹی کا چراغ

جلاتے ہیں، آدمی ننگے پیر رہتے ہیں صرف لنگوٹی باندھتے ہیں عورتیں لنگی باندھتی ہیں جس کا آدھا حصہ کمر کو لپیٹ لیتی ہیں (تزک بابری) جہانگیر نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں بہت سے میوے اور پھول نہ تھے، اکبر کے عہد میں آئے مثل انگور، کشمش، اناناس اور درخت چنار، سرو، صنوبر، بید اور پھول گل سرخ، گل نرگس، بنفشہ یاسمن، کبود، سوسن، ریحان، رعنا، زیبا، شقایق، تاج عروس، قلفہ، نافرمان وغیرہ اور راس کلاں گھوڑے نہ تھے، چھوٹے چھوٹے ٹٹو تھے (تزک جہانگیری) ابوالفضل نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں باغوں میں نہ چمن بندی تھی نہ نہریں تھیں اکبر کے وقت میں رائج ہوئیں۔ غرض دنیا میں جس قدر علمی و عملی ترقی مسلمانوں نے کی ہے ابھی تک کوئی قوم اس کی نظیر پیش نہیں کر سکی اور موجودہ روشنی و ترقی مسلمانوں کا طفیل ہے ہندوستان کا وہ طرز معاشرت تھا جو بابر نے لکھا ہے یہ جو کچھ تہذیب و ترقی ہے سب مسلمانوں کا صدقہ ہے۔

ایک التماس

کشمیر ایک ایسا خطہ ہے جو دنیا میں مشہور ہے صفحہ ارض پر شاید یہی ایک سرزمین ہے جس کو کہ جنت نظیر کہا جاتا ہے اور ریاست کشمیر ہندوستان کی بڑی ریاستوں میں سے ہے کیا اچھا ہو کہ عالیجناب سر مہاراجہ بہادر والی کشمیر چند قابل افراد کو تدوین تاریخ کشمیر پر مامور فرماویں جو ایسی صحیح تاریخ مرتب کر دیں کہ دیگر ممالک کی تاریخوں کے ساتھ مطابق ہو جائے تو ہم آمیز روایات اور مضحکہ انگیز مبالغہ سے پاک ہو کیونکہ اب تک جو تاریخیں لکھی گئی ہیں، ان کی بنیاد رتناکر اور کلہن کے ناقابل وثوق بیانات پر ہے جو اغلاط صریحہ سے پُر ہیں، خوش قسمت ہے وہ ملک جس کی صحیح تاریخ مرتب ہو جائے خوش قسمت ہو وہ تاجدار جس کے دست کرم سے یہ اہم خدمت انجام پائے، اس خدمت کو منشی محمد الدین فوق کشمیری حال مقیم لاہور و مفتی محمد شاہ صاحب سعادت کشمیری باحسن وجوہ انجام دے سکتے ہیں مگر بغیر سرپرستی حکومت اس کا سرانجام ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ اس زمانے میں ضرورت ہے کہ ہندوستانی قومیں متحد ہوں تاکہ ملک کو ترقی کی منزلوں پر گامزن ہونا آسان ہو جائے اس لئے کشمیر کے سربرآوردہ ہندوؤں کو چاہیے کہ اپنی ہمسایہ قوموں کے ساتھ ہمدردی کا

برتاؤ کریں۔ مسلمانوں کے حقوق کشمیر میں بُری طرح پامال ہوئے ہیں۔ اب اُن کے ساتھ فیاضی کا عمل ہونا چاہیے کیونکہ اب زمانہ بدل چکا ہے ہر ایک کو اپنے حقوق کا خیال ہے، اب جبر دستیوں سے زیادہ نہیں ہوسکتا۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وفادارانہ ادب کے ساتھ اپنے تاجدار سے حقوق کا مطالبہ کریں جو مل جائے اُس کو غنیمت سمجھیں، باقی کے لئے آئینی جدّ وجہد جاری رکھیں۔ اس زمانہ میں ہندوستان بالخصوص ریاستوں میں اظہارِ بے چینی ملک کیلئے سم قاتل ہے، گذری ہوئی باتوں کو فراموش کردیں اب جو تکلیف ہو صبر و استقلال و امن و امان کے ساتھ اس کے دفعیہ کے لئے سعی کریں۔

از خاکسار مصنّف عفا اللہ عنہ

شکر صد شکر ٹھکانے لگی محنت میری ÷ طے ہوئی آج کی منزل میں مسافت میری

انسان فطرتاً تفوق پسند اور حریص ہے ہر زمانے میں ہر قوم و ملک و ملّت کے لوگوں نے اپنا اقتدار قائم کرنے کیلئے جنگ و جدل کی ہے اور فاتح نے ہمیشہ مفتوح کا گلا دبانے کی سعی کی ہے مقدسین کے سوا تمام اہل عالم کی لڑائیاں ملک و مال کیلئے ہوئیں اس سے کوئی قوم مستثنیٰ نہیں۔ غیر آریہ اقوام آریوں کے آنے سے پہلے آپس میں لڑتی بھڑتی رہیں، آریہ آئے تو وہ غیروں سے بھی لڑے اور آپس میں بھی جنگ میں غالب مغلوب کا مال و متاع لوٹتا تھا، اس کے آدمیوں کو قید کر کے لونڈی غلام بناتا تھا اُن کے مکانات میں آگ لگاتا تھا۔ ان کے نشانات جنمیں معبد اور غیر معبد شامل تھے مٹا ڈالتا تھا۔ راون ہندو مذہب کا راجہ تھا اس نے چاروں وید پڑھے تھے اُس کا بیٹا اندرجیت عابد زاہد تھا (مقدمہ تاریخ ہند قدیم ص۱۴۶ بحوالہ راماین) اور لنکا کے تمام باشندے ہندو تھے ضرور ہے کہ مندر بھی ہوں گے۔ مہاراجہ رامچندر جی نے جب لنکا فتح کیا اور شہر میں آگ لگائی تمام شہر جل کر خاکستر سیاہ ہوگیا کوئی بتائے کہ مندر کیوں کر بچے اور مندروں کے بچانے کی

کیا سبیل کی گئی، اسی تاریخ سے معلوم ہوگا۔ اور بھی تاریخوں میں مذکور ہے بہت سے ہندو فاتحوں اور حکمرانوں نے مندروں کو لوٹا جلایا توڑا، مسلمانوں کا جب زمانہ آیا تو یہ بھی آپس میں لڑے عیسائیوں کا زمانہ اب سامنے ہے جدال و قتال کی گرم بازاری ہے۔ اس روشنی کے زمانہ میں بھی عورتوں بچّوں کو پکڑتے ہیں، اطالوی طرابلس میں شیخ سیف الدین کے اہل و عیال کو گرفتار کر کے لائے (الامان اپریل ۱۹۳۰ء) دشمن کے مقامات وغیرہ کو اس زمانے میں بھی آگ لگائی جاتی ہے اخبار انقلاب لاہور سرحدی قبایل پر انگریزی حکومت کے تاج و تاراج کے سلسلے میں لکھتا ہے کہ اس گاؤں میں فوج (انگریزی) نے حکومت (انگریزی) کے دو مخالف رہنماؤں کے حجروں یا مہمان خانوں کو جلا دیا، کیونکہ ثابت ہوگیا تھا کہ انہیں انقلابی ہیڈ کوارٹرز کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے (۳ جون ۱۹۳۰ء) معابد کی بھی اس زمانہ میں توہین کیجاتی ہے، اخبار رہبر دکن اسپین میں جو آجکل جنگ و جدل باہم ہو رہی ہے۴ اس جنگ میں ایک قدیم گرجا جسمیں قیمتی جواہرات تھے جلا دیا گیا (۱۴ اکتوبر ۱۹۳۴ء) اس زمانہ کا طرز جنگ سب زمانوں سے زیادہ سخت ہے بم کے گولے برسائے جاتے ہیں جس سے نہ معبد بچ سکتے ہیں نہ کھیت و باغات نہ حیوانات نہ انسان نہ عورتیں نہ بوڑھے نہ بچّے، نہ بیمار، غرض جنگ و جدل اور اس کے لوازمات دنیا میں ہمیشہ سے ہر ملک و قوم میں رائج ہیں مورخ کا کام ہے کہ ان کو راست راست بیان کر دے مگر طعن و طنز اور مذہبی رنگ نہ دے اور درحقیقت ان امور میں تفوق طلبی اور ہوس زر و زمین کے سوا، نسلی و مذہبی تعصب کا دخل کم ہے مہتہ آنند کشور لکھتے ہیں مسلمان اس ملک پر اس لئے کبھی حملہ آور نہیں ہوئے کہ یہ ہندوؤں کا ملک تھا۔ اور ہندوؤں کو ایذا پہونچانا اپنا مذہبی فرض خیال کرتے تھے بلکہ دراصل انہوں نے اس لئے حملے کئے کہ ہندوستان کی دولت بہت زیادہ تھی، جنوبی ہند میں صرف گولکنڈہ اور بیجاپور خود مختار مسلمانی ریاستیں رہگئیں تھیں اورنگ زیب تقریباً بیس سال تک ان کو فتح کرنیکے لئے جدّ و جہد کرتا رہا۔ اورنگ زیب نے تخت نشینی کرتے ہی اپنا مقصد یہ بنا لیا تھا کہ وہ ان دونوں ریاستوں کو فتح کر کے تمام ہندوستان پر حکومت کرے اس سے بھی

۴ [illegible]

صاف عیاں ہے کہ اس زمانہ میں مذہبی تفرقات نہ تھے۔ اگر مذہبی تنازعات ہوتے تو کیا اورنگ زیب تخت پر بیٹھتے ہی سب سے پہلا کام مسلمانی ریاستوں کو تباہ کرنے کا کرتا (سوانح عمری گرو گوبند سنگھ) تاریخی مسایل کو مذہبی و نسلی تعصب سے بیان کرنا علم تاریخ کو خراب اور اس کے فواید کو برباد کرنا ہے۔ ناظم ؎

کبھی ہے دور دارا اور کبھی عہد سکندر ہے ؛ یہی ہوتا رہا ہے گردش گردون گرداں میں

اور طعن و طنز کے رنگ پر جو کتابیں لکھی جائیں گی وہ ملکی ترقی میں رکاوٹ پیدا کرینگی اور اہل ملک میں نفرت و رقابت پھیلائیں گی قدیم لوگوں کے جو واقعات گذر چکے ان پر مشتعل ہونا اور موجودہ نسلوں سے اوس کا انتقام چاہنا عقل و دانش اور انصاف سے بعید ہے جن ہندو راجاؤں نے اسلامی معابد کی توہین کی ہے یا مسلمانوں کو ستایا ہے ان کے حالات پڑھ کر یا ایسی کتابوں کو دیکھکر جو تعصب و ہٹ دھرمی کا مرقع ہیں مسلمانوںکو ہرگز مشتعل نہونا چاہیے ؎

نہ کہو، گر برا کہے کوئی ؛ نہ کرو گر برا کرے کوئی

روک لو، گر غلط چلے کوئی ؛ بخشدو گر خطا کرے کوئی

جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہندو حکمرانوں نے خود اپنے معبدوں کو منہدم کیا تو ہم مسجدوں کے متعلق اُن سے کیا شکایت کریں۔ اس زمانہ میں بھی حسب ضرورت ان معبدوں مندروں کو دنیوی ضروریات کیلئے کام میں لے آتے ہیں اخبار انقلاب لاہور بحوالہ ٹریبون رقمطراز ہے گورداسپور میں سناتن دھرمیوں نے ہنومان کے مندر کو اسکول بنا لیا تھا (۲۷ جولائی سنہ ۱۹۳۲ء) تاریخ کو عبرت و نصیحت کیلئے پڑھو نفاق و عناد بڑھانیکے لئے نہ دیکھو اور مسلمانوں کو تو حضور علیہ السلام نے صبر و تحمل کی تلقین فرمائی ہے اسی پر کاربند ہونا چاہیے۔ اور بہرحال اپنے ہمسایوں سے حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے ؎

بدی را بدی سہل باشد جزا ؛ اگر مردی اَحْسِنْ اِلیٰ مَنْ عَصیٰ

ہر مصنف کو چاہیے کہ درشتی و سخت کلامی کے پاس نہ پھٹکے ؎

بدنہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سُنے ∴ ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سُنے

بالخصوص کسی مذہب کے پیشوا کی توہین کرنا شرافت و انسانیت سے بعید ہے۔ میں مشاہیر ہند کا احترام کرتا ہوں۔ میں نے یہ کتاب محض اپنے مسلمان بھائیوں اور ملکی بھائیوں کی اصلاح خیال کیلئے لکھی ہے کسی پر طنز و طعن مقصود نہیں تاریخوں اور کتابوں سے جو روایات جس کے متعلق دستیاب ہوئی ہیں ان کے نقل کرنے میں فقیر معذور ہے۔ میں جب کبھی گلدستہ کشمیر اور تاریخ ریاست جموں و کشمیر کو دیکھتا تھا تو ان کی غلط بیانیوں سے دل پر ایک چوٹ لگتی تھی، جی چاہتا تھا کہ جلد از جلد انکی تصحیح کر دی جائے لیکن میری علالت نے اس میں دو برس کے قریب صرف کرا دئے خدا کا شکر ہے کہ اب مکمل ہوگئی اور میں اس بار سے سبکدوش ہوگیا ۵ مرمر کے اک سِل مری چھاتی سے سرکی ہے اس کتاب کے ابواب دوم و ہشتم و نہم میں جو مضامین لکھے ہیں وہ اُن مضامین کا خلاصہ ہیں جو خاکسار نے اپنی کتاب باطل شکن، غازیان ہند و میزان التحقیق وغیرہ میں لکھے ہیں تفصیل طلب اصحاب ان کتابوں کو ملاحظہ فرمائیں ان میں جدید حوالے ضرور ہیں باقی انہیں مضامین کا انتخاب ہیں۔ اللہ پاک میری اس تصنیف کو مفید بنائے اور سب کو نیک راستہ دکھائے اللھم اھدنا فیمن ھدیت وعافنا فیمن عافیت وبارک لنا فیما اعطیت وتولنا فیمن تولیت وقنا شر ما قضیت فانک تقضی ولا یقضی علیک وانہ لا یذل من والیت ولا یعز من عادیت تبارکت ربنا وتعالیت نستغفرک ونتوب الیک وصلے اللہ علی النبی وسلم۔

شد ختم بر حدیث تو آخر بیان ما ∴ باشد نگین نام تو مُہر دہان ما

تاریخ سیر

قطعہ تاریخ طبع کتاب ہذا از جناب مولوی عبد البصیر صاحب آزاد علیقی سیوہاروی

(مصنف تاریخ القرآن و اسرار التنزیل وغیرہ)

نوشت ناظم عالیجناب این نامہ ✤ بصد صداقت و تحقیق ہم بسعی ہزار

برائے سال اشاعت بگفتم اے آزاد ✤ بیان باغ سُلیمان جواہر اسرار

سنہ ۱۹۳۴ء

اشتہار کتب

مصنف کتاب ہذا کی بعض مصنفہ کتابیں

نام کتاب	قیمت	کیفیت
اظہار النعمۃ	۲ر	امام طحاوی رح کے عربی رسالہ عقیدۃ الطحاوی کا اُردو ترجمہ
اُردو کہانیاں	۲ر	یہ نظم و نثر کہانیاں ایسی اردو میں لکھی گئی ہیں جس میں کوئی لفظ عربی، فارسی کا نہیں آیا۔ ملک کے مشہور انشاپردازوں نے اس کمال پر اظہار تعجب کیا ہے۔
محمود اور فردوسی	۴ر	غیر مسلم مورخین سلطان محمود غزنوی پر الزام لگاتے ہیں کہ فردوسی شاعر سے بدعہدی کی یہ رسالہ اس اعتراض کی مکمل تردید ہے مشہور پروفیسروں نے پسند کیا ہے۔
غازیان ہند	۱۲ار	سات مسلمان سلاطین (جنمیں اورنگ زیب محمود غزنوی ٹیپو شہید بھی شامل ہیں) پر جو غیر مسلم مورخین نے الزامات لگائے ہیں انکی مکمل تردید ہے۔ جزیہ غلامی، لوٹ، انہدام معابد جبر وغیرہ پر محققانہ مضامین ہیں۔
تصحیح التاریخ	۸ر	غازیان ہند کا خلاصہ سکول و کالج کے طلبہ کیلئے نامور پروفیسروں نے پسند کیا ہے۔
معجزات اسلام	۸ر	دنیا کے تمام قابل لحاظ مذاہب پر اسلام کی فوقیت ثابت کی گئی ہے اور تمام مذاہب کی کتابوں کی تاریخی تحقیقات ہے علماء کرام نے بیحد پسند فرمایا ہے۔

نام کتاب	قیمت	کیفیت
میزان التحقیق	۶ر	بعض اسلامی مسایل کی فلاسفی، قربانی وغیرہ کا ثبوت، پردہ کا تاریخ، عربی کے اُم الالسنہ ہونے کا ثبوت،
کتاب المغازی	۸ر	عہد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام مہمات کو مع وجوہات نہایت تحقیق سے جمع کیا گیا ہے۔
حیات النبی	۴ر	رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر سوانح عمری
تاریخ الفقہ		فقہ اسلام کی تاریخ، رومن لا وغیرہ پر بحث یہ کتاب دفتر اشاعۃ العلوم حیدرآباد دکن سے ملیگی،
باطل شکن	۱۲ر	مسئلہ جہاد کی تحقیق تمام قابل لحاظ مذاہب کے جہادی احکام یہ کتاب دفتر الامان اخبار دہلی سے ملے گی۔
سُودیشی اُردو	۴ر	یہ کتاب قاضی عبدالصمد صاحب سیوہاروی فاضل دیوبند کی تصنیف ہے۔ سررشتہ تعلیم کی مروجہ اُردو کتابوں کے طرز پر ایسی اُردو میں لکھی گئی ہے جسمیں کوئی فارسی عربی لفظ نہیں آیا۔ نظم و نثر دونوں ہیں۔ مشہور پروفیسروں نے اس کمال پر اظہار تعجب کیا ہے۔
ضروری کہانیاں	۸ر	اسمیں ایسی حکایات و واقعات تاریخی جمع کی گئی ہیں جن سے ہندو مسلمانوں کا باہمی ارتباط ثابت ہوتا ہے تاریخ کے نامور پروفیسروں نے پسند کیا ہے اور اسکو ملک میں اتحاد پھیلانیکا ذریعہ قرار دیا ہے۔ قاضی عبدالصمد سیوہاروی فاضل دیوبند کی تصنیف ہے۔
اربعین اعظم	۲ر	قاضی عبدالصمد صاحب سیوہاروی فاضل دیوبند نے حضرت امام اعظم کی روایت کردہ چالیس حدیثوں کو جمع کیا ہے، اُردو ترجمہ ساتھ ہے۔

کتاب ہٰذا کے ملنے کا پتہ

مولوی محمد ادریس میرٹھی، مکتبۂ شرقیہ، دہلی

قیمت علاوہ محصول ڈاک فی جلد للعہ/